سوشل میڈیا کا استعمال
اصول وضوابط

[اسلامک فقہ اکیڈمی(انڈیا) کے تیسویں فقہی سمینار منعقدہ مؤرخہ۲۵۔۲۶؍صفر المظفر۱۴۴۳ھ
مطابق ۳۔۴؍اکتوبر ۲۰۲۱ء کو المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد (تلنگانہ)
میں پیش کئے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات ومناقشات کا مجموعہ]

ایفا پبلی کیشنز - نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	سوشل میڈیا کا استعمال-اصول وضوابط
صفحات	:	٤٨٠
قیمت	:	۳۶۵؍ روپے
سن طباعت	:	اکتوبر ۲۰۲۳ء

باہتمام: اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

ناشر

ایــفــا پبلیکیشنز - نئی دہلی
۱۶۱- ایف، جوگابائی،جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
ای میل: fiqhacademyindia@gmail.com
فون: ۰۱۱ - ۲۶۹۸۱۷۷۹

مجـــلـــــس ادارتـــــــــــ

۱- مولانا محمد نعمت الله اعظمی
۲- مولانا بدر الحسن قاسمی
۳- مولانا خالد سیف الله رحمانی
۴- مولانا عتیق احمد بستوی
۵- مفتی محمد عبید الله اسعدی


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

عنوان	مقالہ نگار	صفحہ
پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	٧
باب اول: تمہیدی امور		
تجاویز		١١
سوالنامہ		١٣
تلخیص مقالات	مولانا امتیاز احمد قاسمی	١٦
عرض مسئلہ	مولانا صفدر علی ندوی	٦٨
باب دوم: تفصیلی مقالات		
سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کا نفع بخش اور نقصان دہ پہلو	مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی	١٠٥
سوشل میڈیا کا استعمال کے بابت سوالات کا جواب	ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی	١٣٧
سوشل میڈیا کا استعمال ۔ فقہ اسلامی کی روشنی میں	مفتی محمد عثمان بستوی	١٥٥
سوشل میڈیا سے متعلق فقہی مسائل	مفتی محمد جمال الدین قاسمی	١٧٤
سوشل میڈیا کا استعمال ۔ چند اہم مسائل	مفتی اقبال احمد قاسمی	٢٠١
درس وتدریس اور دعوت کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال	مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی	٢١٠
سوشل میڈیا کے استعمال کے شرعی اصول وضوابط	قاضی محمد فیاض عالم قاسمی	٢٣١
سوشل میڈیا سے متعلق کچھ اہم مسائل	مفتی جمیل اختر جلیلی ندوی	٢٥٨
سوشل میڈیا کا استعمال ۔ اسلام کی نظر میں	مفتی سید باقر ارشد قاسمی	٢٨١
سوشل میڈیا کا استعمال: شرعی نقطۂ نظر	مولانا محمد صابر حسین ندوی	٣٠٣
تعلیمی مقاصد ودینی معلومات کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال	قاضی محمد حسن ندوی	٣٤٠
سوشل میڈیا پر تحقیقی پیغامات شیئر کرنے کا حکم	مولانا ابو المکارم معروفی	٣٥٠
سوشل میڈیا کا استعمال ۔ احکام ومسائل	مولانا محمد اظہار الحق قاسمی	٣٦٤

سوشل میڈیا کا استعمال ۔ شرعی نقطہ نظر سے	مفتی محمد زبیر الندوی	۳۷۷
سوشل میڈیا سے متعلق چند سوالات کے جوابات	مولانا محمد ممتاز خان ندوی	۳۸۹
سوشل میڈیا کا استعمال	مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی	٤٠٢
باب سوم: مختصر تحریریں		
سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے منفی ومثبت پہلو	ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی	٤١٩
سوشل میڈیا کا استعمال ۔ نفع ونقصان کے میزان میں	مفتی جمیل احمد نذیری	٤٢٠
سوشل میڈیا سے متعلق چند فقہی مسائل	مولانا اختر امال عادل قاسمی	٤٢٣
موجودہ دور میں سوشل میڈیا کا استعمال	مفتی عبد الرحیم قاسمی	٤٣٠
تعلیمی ودینی مقاصد کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال	مفتی نثار احمد گودھروی	٤٣٤
درس وتدریس اور دعوت دین کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال	مولانا ابرار خان ندوی	٤٤٠
سوشل میڈیا سے مربوط مسائل کے شرعی احکام	مفتی ابوبکر قاسمی	٤٤٨
سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے اصول وضوابط	مفتی محمد مقصود فرقانی	٤٥٣
سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے منفی ومثبت پہلو	مولانا عبد الجبار طیب ندوی	٤٥٧
سوشل میڈیا اور اس کا مثبت ومنفی استعمال	مفتی غلام اللہ کاوی	٤٦٥
سوشل میڈیا سے متعلق فقہی مسائل	مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی	٤٧٠
سوشل میڈیا کا استعمال - چند اہم مسائل	مفتی یحییٰ معین سمر	٤٧٨

پیش لفظ

انسان کی ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ اپنی بات دوسروں کو پہنچائے، ہر جگہ آدمی خود چلا جائے اور چھوٹی بڑی خبر کو لے کو پہنچ جائے، یہ ممکن نہیں؛ اس لئے زمانۂ قدیم سے ایسے ذرائع کا استعمال کیا جاتا رہا ہے، جس کے ذریعہ انسان اپنی جگہ پر رہتے ہوئے اپنا پیغام دور تک پہنچا دے، گزشتہ ادوار میں اس کے لئے مکاتبت کا راستہ اختیار کیا جاتا تھا، خط اور جواب خط کے ذریعہ لوگ ایک دوسرے کو پیغام پہنچاتے تھے، قرآن مجید میں اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام اور ملکۂ سبا کے درمیان مراسلت کا ذکر آیا ہے، آہستہ آہستہ اس میں ترقی ہوتی گئی، ٹیلی گرام، ٹیلی فون اور مختلف ذرائع ایجاد ہوتے گئے۔

موجودہ زمانہ ---جس کو سائنس کا دور عروج باور کیا جاتا ہے--- میں جن میدانوں میں غیر معمولی ترقی ہوئی ہے، ان میں ایک انفارمیشن ٹکنالوجی ہے، اس نے ابلاغ کے عمل کو آسان بھی کر دیا ہے اور بے حد تیز رفتار بھی، لوگ تو ریڈیو اور ٹی وی سے ہی حیرت زدہ تھے؛ لیکن جب سوشل میڈیا میدان میں آیا تو ابلاغ کے جن ذرائع کو حیرت وتعجب کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، وہ سب قصہ پارینہ بن گیا، اس کی تین بڑی خصوصیات ہیں: بات اتنی برق رفتاری سے پہنچائی جاتی ہے کہ پلک جھپکتے مشرق کی آخری سرحدوں سے مغرب تک ہمارے الفاظ پہنچ جاتے ہیں، دوسرے: اس کے ذریعہ سے ہم اپنا پیغام اپنے الفاظ میں بھی پہنچا سکتے ہیں اور اپنی آواز میں بھی، تیسرے: ہر شخص ذاتی طور پر ان ذرائع کا استعمال کر سکتا ہے، ان خصوصیات نے سوشل میڈیا کی مقبولیت کو بام عروج پر پہنچ دیا ہے۔

موجودہ دور میں ڈھیر سارے مقاصد کے لئے اس کا استعمال کیا جاتا ہے، جن میں سب سے اہم تعلیم وتربیت ہے، ابھی یہ تازہ ترین خبروں کا بھی سب سے مؤثر ذریعہ بن گیا ہے، یہاں تک کہ جب اخبارات آتے ہیں تو اس کی خبریں پرانی محسوس ہوتی ہیں؛ لیکن افسوس کہ جیسے یہ بہت سارے بہتر مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ویسے ہی بلکہ اس سے بڑھ کر مفاسد کے لئے بھی اس کا استعمال کیا جاتا ہے، خاص کر بے حیائی، حد سے بڑھی ہوئی بے شرمی اور جھوٹ کی تشہیر اس کے سنگین مفاسد ہیں، ان حالات میں ضروری ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال کے اصول وضوابط مقرر کئے جائیں، نئی نسل کو ترغیب دی جائے کہ وہ بہتر مقاصد کے لئے ہی اس ذریعہ کا استعمال کریں، اور غلط استعمال سے اپنے آپ کو بچائیں، اگر سوشل میڈیا کا غیر اخلاقی استعمال جاری رہا تو اس

سے سماج برباد ہو کر رہ جائے گا اور نئی نسلیں ضائع ہو جائیں گی، اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے تیسویں سمینار منعقدہ ۲۵،۲۶ صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۳،۴ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد (تلنگانہ) کے لئے جن موضوعات کا انتخاب کیا تھا ان میں ایک ''سوشل میڈیا کے استعمال کے اصول وضوابط '' بھی تھا۔

سمینار کے لئے ۱۶ تفصیلی مقالات آئے اور ۱۲ مختصر تحریریں موصول ہوئیں، مولانا امتیاز حمد قاسمی رفیق شعبۂ علمی نے ان کی تلخیص اور ایڈیٹنگ وترتیب کا کام انجام دیا، اکیڈمی کی ہدایت پرمولانا صفدر علی ندوی نے عرض مسئلہ پیش کیا؛ چنانچہ مقالات، تلخیص، عرض مسئلہ، سوالنامہ اور تجاویز کا یہ مؤقر مجموعہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے، جو علمی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شش کو قبول فرمائے اور اکیڈمی کا یہ علمی قافلہ ہمیشہ رواں دواں رہے۔ ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم۔

۱۵، صفر ۱۴۴۴ھ — **خالد سیف اللہ رحمانی**

۱۳، ستمبر ۲۰۲۲ء — (جنرل سکریٹری: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

* * *

پہلا باب

تمہیدی امور

تجاویز:

سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے شرعی اُصول و ضوابط

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا تیسواں فقہی سمینار ''المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد'' میں ۴-۳؍ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو منعقد ہوا ، جس میں ایک اہم موضوع '' سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے شرعی اُصول و ضوابط '' پر بحث و مناقشہ کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں :

۱- سوشل میڈیا موجودہ دور کی ایک اہم ایجاد ہے ، جس سے منافع اور مفاسد دونوں وابستہ ہیں اور اس وقت یہ ابلاغ کا ایک اہم ذریعہ ہے ۔

۲- دینی ، معلوماتی اور مفید باتوں پر مبنی پیغامات جو معتبر اور مصدقہ ہوں، ان کو آگے بھیجنا درست ہے۔

۳- اشیاء میں حکم کا مدار اس چیز کے اصل مقصد پر ہوتا ہے ؛ لہٰذااگرکسی سائٹ کا مقصود فحش اور ناجائز تصویروں کی اشاعت ہو تو اس کے تکنیکی شعبہ میں بھی ملازمت کرناجائز نہیں ہے۔

۴- سوشل میڈیا پر موجود جومواد اخلاقی اقدار کے استخفاف ، ناجائز اُمور یا ملحدانہ افکار کے فروغ کے لئے ہوں، ان کی اشاعت جائز نہیں ، سوائے اس کے کہ ان کو ایسے لوگوں کو بھیجا جائے جن کے بارے میں اُمید ہو کہ وہ اس کا رد کریں گے اور دوسروں کو بھی متاثر ہونے سے بچائیں گے ۔

۵- تعلیمی مقاصد کے لئے موبائل اور سوشل میڈیا کا استعمال درست ہے ، تاہم اس کے ساتھ اخلاقی اور جسمانی نقصانات سے تحفظ کی احتیاطی تدابیر اور ذرائع بھی اختیار کرناضروری ہے ۔

۶- اسلام کی اشاعت ، دینی معلومات کی فراہمی ، اخلاقی تعلیمات اور جائز معاشی فوائد وغیرہ کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال وقت کی اہم ضرورت ہے ؛ لہٰذا اس کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے ۔

۷- تجویز کمیٹی اکیڈمی سے اپیل کرتی ہے کہ دارالقضاء سے متعلق آن لائن کارورائی کی تحقیق کے لئے وہ ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دے ، جو تمام پہلوؤں کا احاطہ کرکے مفصل رپورٹ پیش کرے ۔

۸- اگر آڈیو یا ویڈیو کے مشتملات شرعی اعتبار سے درست ہوں تو ان کوسننے، دیکھنے اور دوسرے شخص کو بھیجنے پر کمپنی جو پیسہ دیتی ہے، اس کا لینا جائز ہے۔

۹- ویڈیو کی نشر و اشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدّقہ اشتہارات کو اختیاری

طورپر شامل کرنادرست نہیں ہے ۔

۱۰- آن لائن گیمز عمومی طورپر بہت سے مفاسد پر مشتمل ہوتے ہیں ، اس لئے ان کا کھیلنا اوران کو ذریعہ معاش بنانا درست نہیں ہے ؛ البتہ اگر قمار ، ضیاع وقت و مال اور غیر اخلاقی اقدار جیسے مفاسد نہ ہوں تو اس کے کھیلنے اور انعام حاصل کرنے کی گنجائش ہے ۔

۱۱- سوشل میڈیا پر بنائے جانے والے گروپ میں صراحتاً یا دلالۃً اجازت کے بغیر کسی کو شامل کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

۱۲- جو کتابیں بحق مؤلف یا ناشر محفوظ ہیں ، اس کی اجازت کے بغیر ان کا پی ڈی ایف بناکریاکسی بھی فارمیٹ مینڈیجیٹل کاپی بناکر سوشل میڈیا پر ڈالنا درست نہ ہوگا ۔

۱۳- سوشل میڈیا کے استعمال میں شرعی و اخلاقی اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور جو اُمور غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہوں، ان سے اجتناب لاز م ہوگا ۔

۱۴- سوشل میڈیا پر باطل اور گمراہ فرقوں کی طرف سے اسلام کے نام پر بنائی گئیں بہت سی سائٹس موجود ہیں ؛ لہٰذا شرکاء سمینار کی نوجوان نسل سے اپیل ہے کہ وہ ایسی سائٹس کے استعمال سے اجتناب کریں اور اس سلسلہ میں اپنے معتمد علماء سے رُجوع کریں ۔

* * *

سوالنامہ:

سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے شرعی اصول وضوابط

سوشل میڈیا اس وقت ابلاغ، تشہیر، اپنی فکر کی تبلیغ اور تجارت وغیرہ کا بہت اہم اور مؤثر ذریعہ بن گیا ہے، اس کے ذریعہ بہت کم وقت میں دنیا کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک انسان اپنی بات پہنچا سکتا ہے، اگر صحیح مقاصد کے لئے اس کا استعمال کیا جائے تو اس سے بڑے پیمانے پر خیر کی اشاعت ہو سکتی ہے، اور اگر غلط مقاصد کے لئے استعمال ہو تو شاید فسادِ اخلاق اور فساد افکار کا اس سے زیادہ مؤثر کوئی ہتھیار نہیں، آج کل تجارت، معاملات، معاہدات، تعلیم، پندو موعظت یہاں تک کہ دعاء تعویذ اور جھاڑ پھونک کے لئے بھی اس کا استعمال کیا جاتا ہے، اور چوں کہ اس کے استعمال میں کوئی بڑا خرچ نہیں ہے؛ اس لئے یہ ہر شخص کی دسترس میں ہے۔

اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے متعدد سمیناروں میں الکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا سے مربوط مسائل کو غور وفکر کا موضوع بنایا ہے، چنانچہ:

- سمینار میں ٹی وی سے متعلق بحث ہوئی۔
- سمینار میں جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عقود ومعاملات کا موضوع زیر بحث آیا۔
- سمینار میں موبائل کے ذریعہ قرآن مجید کی تلاوت کے مسئلہ پر غور کیا گیا۔
- سمینار میں انفارمیشن ٹکنالوجی سے مربوط مسائل پر بھی بحث ہوئی۔

لیکن اب بھی بہت سے مسائل تشنۂ تحقیق ہیں؛ چنانچہ سوشل میڈیا کی بڑھتی ہوئی مقبولیت، کثرت سے اس کا استعمال اور عوام وخواص کے درمیان پذیرائی کو سامنے رکھتے ہوئے اکیڈمی کے تیسویں سمینار کے لئے اس موضوع سے متعلق چند سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

۱۔ سوشل میڈیا پر سماجی زندگی، دینی معلومات اور شرعی مسائل سے متعلق بہت سے پیغامات آتے رہتے ہیں، بعض پیغام بھیجنے والوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے اور بعضوں کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس حد تک معتبر ہیں یا معتبر نہیں ہیں؟ گویا فقہ کی اصطلاح میں ان کی حیثیت مستور الحال کی ہوتی ہے، تو کیا ایسے پیغامات کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے؟

۲۔ سوشل میڈیا پر بہت سی فحش اور ناجائز تصویریں آتی ہیں، اگر کوئی شخص خود تو اس سے بچے اور دوسروں کی طرف اس کی ترسیل بھی نہ کرے؛ لیکن تکنیکی ضرورتوں کے سلسلہ میں اس شعبہ کی ملازمت کرے تو کیا اس کا اس طرح ملازمت کرنا جائز ہوگا؟ اور اگر سائٹ کا مقصد بے حیائی پر مبنی ویڈیو اور آڈیو کی اشاعت نہ ہو؛ مگر

ضمنی طور پر یہ کام بھی ہوتا ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

٣۔ بہت سے ایسے مضامین بھی آتے ہیں، جس میں تصویریں نہیں ہوتی ہیں اور نہ فحاشی پائی جاتی ہے؛ لیکن وہ ملحدانہ افکار، اسلام پر اعتراض، اخلاقی اقدار کے استخفاف کو شامل ہوتا ہے اور اس کا مقصد ہی ملحدانہ افکار کو فروغ دینا ہوتا ہے، ایسے مضامین کو پڑھنے کا اور دوسروں تک بھیجنے کا کیا حکم ہے، جب کہ ضروری نہیں کہ جس کو بھیجا جائے وہ بھی اس سے متأثر ہو جائے؛ بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا رد کر کے دوسروں کو اس سے بچائے؟

٤۔ کورونا کی صورت حال سے سوشل میڈیا کے استعمال کی ایک اور جہت لوگوں کے سامنے آتی ہے، اور وہ ہے تعلیم، عصری تعلیمی ادارے ہی نہیں بلکہ اکثر دینی مدارس کو بھی طلبہ کے وقت کو ضیاع سے بچانے کے لئے اس ذریعہ کا سہارا لینا پڑا، اس کا جو فائدہ ہے، وہ تو ظاہر ہے؛ لیکن دو پہلو نقصان کے بھی ہیں: ایک صحت کے نقطۂ نظر سے؛ کہ جب بچے گھنٹوں موبائل یا لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظر جما کر دیکھتے ہیں تو بینائی پر اس کا اثر پڑتا ہے، دوسرا اثر اخلاق پر پڑتا ہے، بہت سے والدین اپنے بچوں کو بالخصوص Android Phone کے استعمال سے روکتے ہیں، اب اگر تعلیم کے لئے ایک دفعہ یہ موبائل ان کے ہاتھ میں آگیا تو پھر ان کو اس سے روکنا آسان نہیں ہوتا، اور بعض اوقات دانستہ یا نادانستہ نامناسب سائٹوں تک پہنچ جاتے ہیں، ایسی صورت میں دینی یا عصری تعلیم کے لئے اس کا استعمال درست ہوگا یا نہیں؟

٥۔ سوشل میڈیا بہت سی اچھی معلومات فراہم کرتا ہے، طب وصحت، عالمی حالات، سائنسی و جغرافیائی معلومات وغیرہ؛ لیکن ساتھ ہی ساتھ برائیوں کو پھیلانے میں بھی اس کا بڑا کردار ہے، کیا ایسی صورت میں اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات وغیرہ کے لئے ایسے ذریعہ کا استعمال کیا جا سکتا ہے؟

٦۔ کیا ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دارالقضاء کی کارروائی ، دعویٰ ، رفع الزام اور شہادت کی سماعت نیز فریقین کی شناخت کرنا جائز ہے اور اس کا اعتبار ہوگا؟

٧۔ آج کل بعض آڈیو یا ویڈیو ڈالے جاتے ہیں، کوئی شخص اسے سنے، یا دیکھے، یا کسی اور کو بھیجے تو کمپنی اس کو پیسہ دیتی ہے، کیا اس ذریعہ سے روپیہ کمانا جائز ہوگا؟

٨۔ کیا اپنی ویڈیو کی نشرواشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا درست ہوگا؟

٩۔ آج کل آن لائن بھی بعض گیم کھیلے جاتے ہیں، اور جیتنے پر انعام بھی دیا جاتا ہے، کیا ایسے گیم میں شامل ہونا اور اس کو انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا جائز ہے؟

١٠۔ سوشل میڈیا پر گروپ بنائے جاتے ہیں، گروپ میں شامل افراد کو مسیج بھیجے جاتے ہیں، کیا کسی شخص کو اس کی اجازت یا اطلاع کے بغیر گروپ میں شامل کرنا درست ہے؟

۱۱۔ آج کل اہم اور مقبول کتابوں کی PDF کثرت سے سوشل میڈیا پر ڈالی جاتی ہے، اور اس کی نشرو اشاعت ہوتی ہے، کیا مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر ایسا کیا جاسکتا ہے، جب کہ اس سے کتابوں کے ناشرین اور خود مصنفین کو بڑا معاشی نقصان ہوتا ہے؟

۱۲۔ بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا کے استعمال میں کن امور کا لحاظ رکھنا اور کن باتوں سے اجتناب برتنا ضروری ہے؟

* * *

تلخیص مقالات:

سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے شرعی اصول وضوابط

مولانا امتیاز احمد قاسمی•

إن الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه أجمعين۔

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے تیسویں فقہی سمینار میں جن دو اہم موضوعات پر بحث ومناقشہ ہونا ہے، ان میں ایک موضوع ''سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے شرعی اصول وضوابط '' ہے، جس میں کل ١٢ سوالات قائم کئے گئے ہیں اور اہل علم وتحقیق سے گزارش کی گئی تھی کہ وہ ان سوالات کا مفصل جواب قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور اجتہادات فقہاء کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

چنانچہ اکیڈمی کو اس موضوع پر کل ٢٤؍مقالات موصول ہوئے جس کی تلخیص کی ذمہ داری اکیڈمی نے مجھے دی ہے، تاکہ ایک دوسرے کی آراء اور دلائل سے واقف ہواجاسکے، ان مقالات میں سے بعض بہت مفصل ہیں، جس میں موضوع کے تمام گوشوں اور پہلوؤں کا احاطہ ہے، بلکہ بہت سے متعلقات بھی ذکر کئے گئے ہیں، جن سے اصل مسئلہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، بعض مفصل ہیں اور سوالات کے مکمل جوابات مع دلائل دیئے گئے ہیں، جبکہ بعض مقالے مختصر ہیں، مذکورہ موضوع نہایت اہم ہے اور اس میں پیش آنے والے مسائل وجزئیات کثیر الوجود اور کثیر الوقوع ہیں، اس لئے مقالہ نگاران نے مفصل اور مدلل جوابات قلم بند کئے ہیں، جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی غلام اللہ کاوی، مفتی محمد جمال الدین قاسمی، مفتی جمیل احمدنذیری، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی باقر ارشد قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی جمیل اختر جلیلی، مولانا ابرار خان ندوی، مفتی ابو المکارم معروفی، مفتی محمد مقصود فرقانی، مولانا صابر حسین ندوی، قاضی عبد الجبار ندوی، مولانا اظہار الحق قاسمی، قاضی محمد فیاض قاسمی، مفتی نثار احمد گودھروی، مولانا ممتاز خان ندوی، مفتی محمد زبیر ندوی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی اور مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی۔

١۔ سوشل میڈیا پر سماجی زندگی، دینی معلومات اور شرعی مسائل سے متعلق بہت سے پیغامات آتے رہتے ہیں، بعض پیغام بھیجنے والوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے اور

• رفیق شعبۂ علمی اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا۔

بعضوں کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس حد تک معتبر ہیں یا معتبر نہیں ہیں؟ گویا فقہ کی اصطلاح میں ان کی حیثیت مستور الحال کی ہوتی ہے، تو کیا ایسے پیغامات کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگار کی رائے ہے کہ پیغام ومعلومات خواہ دینی ہوں یا دنیوی اگر وہ معروف ادارے یا افراد کی طرف سے آئے ہوں اور ان معلومات کے صحیح اور سچ ہونے کے بارے میں اطمینان ہو تو ان کو فارورڈ کرنا اور دوسروں کو بھیجنا جائز اور درست ہوگا اور امید ہے کہ اس پر اجر وثواب بھی ملے گا، لیکن جس پیغام وخبر کے صدق وکذب کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو یا بھیجنے والے کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہوں یااندیشہ ہو کہ اس سے نقض امن یا شر وفساد اور بے حیائی پھیلے گی تو ان کو آگے بھیجنا اور پھیلانا درست نہیں ہے۔

دلائل:

آیات قرآنی:

* ‘‘تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان’’ (المائدہ: ۲)۔
* ‘‘إذا جاءہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا بہ’’ (سورہ نساء: ۸۳)۔
* ‘‘يا أيہا الذين آمنوا إن جاءكم فاسق بنبإ فتبينوا أن تصيبوا قوماً بجہالۃ فتصبحوا على ما فعلتم نادمين’’ (حجرات: ۶)۔
* ‘‘وما لہم بہ من علم إن يتبعون إلا الظن وإن الظن لا يغنى من الحق شيئاً’’ (النجم: ۲۸)۔

احادیث نبویہ:

* ‘‘الدال على الخير كفاعلہ’’ (سنن ترمذی۲،۹۵)۔
* ‘‘كفى بالمرأ كذبا أن يحدث بكل ما سمع’’ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵)۔
* ملا علی قاریؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں: ‘‘يعنى: لو لم يكن للمرأ كذب إلا تحديثہ بكل ما سمع من غير تيقن أنہ صدق أم كذب، لكفاہ من الكذب أن لا يكون بريئاً منہ، وہذا زجر عن التحديث بشئى لم يعلم صدقہ، بل على الرجل أن يبحث فى كل ما سمع خصوصاً فى أحاديث النبىﷺ’’ (مرقاۃ المفاتیح ۱،۲۴۰)۔
* ‘‘إياكم والكذب، فإن الكذب يہدى إلى الفجور وإن الفجور يہدى إلى النار وإن للرجل ليكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذاباً’’ (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۹۸۹)۔
* ‘‘دع ما يريبک إلى ما لا يريبک’’ (صحیح بخاری، باب تفسیر المشتبہات)۔
* ‘‘من حدث عنى بحديث وہو يرى أنہ كذب فہو أحد الكاذبين’’ (صحیح مسلم)۔
* منہاج السنۃ میں علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے:‘‘من أراد أن ينقل مقالۃ عن طائفۃ فليسم القائل والناقل وإلا فكل أحد يقدر على الكذب’’ (۲،۵۱)۔
* اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے اٹھائیسویں فقہی سمینار میں اسی سلسلہ میں ایک تجویز پاس کی ہے:

‘‘جس خبر کا مصدقہ ہونا معلوم ہو اور اس کو پھیلانے سے کسی ضرر کااندیشہ نہ ہوتو اسے آگے بڑھانا درست ہے، البتہ جو چیز خلاف واقعہ یا قابل تحقیق یا مضر ہو اسے آگے بڑھانا درست نہیں ہے ’’ (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے، ۳۶۴)۔

کیا عام خبر یا پیغام کے بارے میں بھی یہی حکم ہوگا؟

مفتی عبد الرحیم قاسمی لکھتے ہیں:

سماجی پیغامات کے متعلق اگر قرائن سے معلوم ہو کہ یہ حقیقت پر مبنی ہیں اور ان پیغامات سے کسی کی دل آزاری اور اذیت رسانی نہیں ہوتی اور نہ کسی کی تحقیر وتوہین تو ایسے پیغامات کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے، اگرچہ وہ مستور الحال شخص کی جانب سے ارسال کئے گئے ہوں۔

مفتی محمد شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں:

‘‘سوشل میڈیا استعمال کرنے والے کے اندر معلومات وپیغامات کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے سلسلہ میں فیصلہ لینے کی اہلیت ہو تو خواہ پیغام بھیجنے والے کے بارے میں معلوم ہو یا نہ ہو، وہ صحیح پیغامات کو آگے بڑھا سکتا ہے، اس لئے کہ شرعی اعتبار سے خیر وبھلائی کی ترویج مطلوب ہے، اللہ تعالی کا ارشادہے: ‘‘کنتم خیر أمۃ أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ’’ (آل عمران: ۱۱۰)۔

مولانا جمیل اختر جلیلی نے اس طرح کے پیغامات کی دوقسمیں کی ہیں:

الف: ایسے پیغامات جن میں خیرخواہی، اچھائی اور بھلائی کی بات ہو، اس کی وجہ سے نہ تو کسی کو نقصان پہنچ سکتا ہو اور نا ہی کسی قسم کے انتشار پیدا ہونے کا امکان ہو، بلکہ اس کی وجہ سے کچھ نہ کچھ دینی یا دنیوی فائدہ ہی ہو، نیز وہ پیغامات کسی کی طرف منسوب کئے بغیر لکھے گئے ہوں، ایسے پیغامات کی ترسیل میں ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ اس پر اجر ملے گا۔

ب: ایسے پیغامات جن میں خیر کی باتیں اور اخلاقی مضامین ہوں، لیکن کسی کی طرف منسوب ہوں، تو ان کی تین شکلیں ہیں:

۱۔ قرآن وحدیث کی طرف منسوب ہوں تو تحقیق کے بغیر ترسیل جائز نہیں۔

۲۔ کسی معروف شخص کی طرف منسوب ہوں، اس صورت میں بھی بغیر تحقیق ترسیل درست نہیں ہے۔

۳۔ غیر معروف شخص کی طرف منسوب ہوں، اس میں تفصیل اور اختلاف ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے پیغامات جن میں خیر کی باتیں ہوں اور انتشار کا اندیشہ نہ ہو تو اس کے نشر کرنے میں کوئی حرج نہیں، ورنہ پرہیز کرنا چاہئے۔

کتمان علم کا مسئلہ:

مفتی جمیل احمد نذیری لکھتے ہیں:

ہر شخص کی یہ ذمہ داری نہیں اور ہر شخص پر یہ لازم نہیں ہے کہ کوئی دینی

بات یا اچھی بات اس تک پہنچے تو وہ لازماً دوسروں کو پہنچائے، اس کے لئے اس کا اہل ہونا چاہئے اور اہل، مستند علماء ہیں۔

یہ کتمان علم میں نہیں آتا ہے جس پر احادیث کریمہ میں وعید آئی ہے۔

اس سوال کا جواب دینے سےپہلےبیشتر مقالہ نگار نے سوشل میڈیا کا تعارف، اس کے نقصانات، اس پر بھیجے جانے والے پیغامات کی نوعیت ومعیار، پیغامات بھیجنے والے کا اعتبار، مستور الحال کی تعریف اور پیغام کی ترسیل اور اس کو آگے بڑھانے اور فارورڈ کرنے کے حکم پر بحث کی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اہم مباحث کا خلاصہ قارئین کے سامنے آجائے:

سوشل میڈیا کا تعارف واہمیت:

سوشل میڈیا بنیادی طور پر آن لائن میڈیا کی ایک قسم ہے۔

یہ درحقیقت دو مختلف میڈیم پر مشتمل پلیٹ فارم ہے، اس کا ایک حصہ پرسنل (ذاتی) اور دوسرا پبلک (عوامی) ہے، اول الذکر میڈیم ذاتی پیغام رسانی کے لئے ہوتا ہے، جبکہ مؤخر الذکر میڈیم پر کوئی بھی اپنی رائے کا اظہار کرسکتا ہے اور کوئی بھی اس رائے کے ساتھ اتفاق یا اختلاف کرنے کا حق رکھتا ہے۔

اس کی مثال فیس بک اور میسنجر ہے، فیس بک پبلک اور میسنجر پرسنل میڈیم ہے، جیسا کہ واٹس ایپ گروپ پبلک اور واٹس ایپ نمبر پرسنل میڈیم ہے۔

سوشل میڈیا کے مشہور، مقبول اور کثیر الاستعمال پلیٹ فارم فیس بک، واٹس ایپ، ٹویٹر، انسٹاگرام، یوٹیوب، گوگل، گوگل میٹ، زوم، جی میل، یاہومیل، میسنجر وغیرہ ہیں۔

یہ چیزیں عصر حاضر میں ابلاغ وتبلیغ، اشتہار وتشہیر، ارسال وترسیل، بیع وشراء اور افکار وخیالات، نیز جذبات واحساسات کی ترجمانی کا اہم ترین ذریعہ وپلیٹ فارم بھی ہیں جس کو ہر کس وناکس استعمال کرتا ہے، معلومات کے تبادلے اور خرید وفروخت کے ساتھ ساتھ آج کل تعلیم کے لئے بھی اس پلیٹ فارم کو استعمال کیا جارہا ہے، لائیو نشر واشاعت اور ویڈیو کالنگ وکانفرنسنگ نے بہت سارے ایسے امور کی انجام دہی کو آسان بنا دیا ہے جس کے تعلق سے پہلے زمانہ میں خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا؛ بلکہ جن چیزوں کو تلبیس اور دھوکہ دہی کے اندیشوں کی وجہ سے گزشتہ ادوار میں منع کیاجاتا تھا، آج ان چیزوں کو دائرہ جواز میں لانے کی سہولت پیدا ہوگئی ہے، اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ سوشل میڈیا نے ہماری زندگی میں ایک الگ دنیا بنالی ہے۔

پیغام کی نوعیت ومعیار:

سوشل میڈیا پر جو پیغامات نشر وارسال کئے جاتے ہیں وہ چند طرح کے ہوتے ہیں:

سماجی پیغامات، جس میں سماج میں پائی جانے والی اچھائیوں اور برائیوں سے لوگوں کو باخبر کرنا، سماج کی اصلاح کے طریقوں سے آشنا کرانا، اصلاحی پیغامات خواہ وہ تحریری ہوں یا آڈیو وویڈیوز کی شکل میں ان کو عام کرنا، صحت وبیماریوں سے لوگوں

کو بیدار کرنا، معاشرہ میں اچھے عناصر کو فروغ دینے والی کوششوں سے عوام کو آگاہ کرنا، مختلف پارٹیوں کا اپنی اپنی سرگرمیوں سے جوڑنا اور بیداری مہم چلانا، اسی طرح مختلف تنظیمیں اور جماعتیں اپنی کوششوں اور سرگرمیوں سے عوام کو باخبر کرنے کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال کرتی ہیں، ظاہر ہے کہ جس طرح ان سرگرمیوں اور پیغامات سے امن وامان اور اصلاح وفلاح پھیلتا ہے اس کے منفی استعمال سے شرو فساد پھیلتا ہے۔

مستور الحال کی تعریف:

فقہ کی اصطلاح میں مستور الحال وہ شخص ہے جس کے ظاہر میں فسق کے اسباب موجود نہ ہوں اور اس کے صدق وامانت اور دیانت سے متعلق کچھ معلومات نہ ہوں۔

''المستور من یکون عدلاً فی الظاہر ولا نعرف عدالۃ باطنہ'' (مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث،۹۹)۔

ابن اثیر نے یہ تعریف کی ہے:

''المستور من جہلت عدالتہ باطناً ولکنہ عدل فی الظاہر'' (الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث،۹۱)۔

شیخ عبد العزیز راجحی لکھتے ہیں:

''مستور الحال: ہو الذی لم تظہر منہ بدعۃ ولا فجور وظاہرہ الخیر ولم یظہر منہ فسق ولاریبۃ ولا یشک فیہ'' (عون القاری بالتعلیق علی شرح السنۃ للبربہاری،۳۵۴)۔

مستورالحال کی روایت قبول کرنے اورنہ کرنے کے تعلق سے چارنقاط نظرہیں:

۱- مطلق قبول کیاجائے گا، اس کے قائلین میں محدثین کی ایک جماعت، علامہ سخاوی، فقیہ عبدالغنی بن احمدبحرانی شافعی، سلیم رازی ہیں اوریہی بات بعض احناف کی طرف منسوب ہے، ان حضرات کی دلیل آپ ﷺ کی یہ حدیث ہے:

''إنما أنابشر، وإنہ یأتینی الخصم، فلعل بعضکم أن یکون أبلغ من بعض فأحسب أنہ صدق، فأقضی لہ بذلک، فمن قضیت لہ بحق مسلم، فإنماہی قطعۃ من النار، فلیأخذہا أوفلیترکہا'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۴۵۸)۔

۲- علی الاطلاق رد کیاجائے گا، یہ رائے محقق اصولیین اورجمہورمحدثین کی ہے، ان کی دلیل قرآن مجید کی آیت ہے:

''ومالہم بہ من علم إن یتبعون إلا الظن وإن الظن لا یغنی من الحق شیئاً'' (النجم: ۲۸)۔

(حالانکہ ان کو اس کی کچھ خبر نہیں، وہ صرف ظن پر چلتے ہیں اور ظن یقین کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا)۔

۳- توقف کیاجائے گا، یہ رجحان امام الحرمین جوینی اورابن حجروغیرہ کاہے۔

۴- صدراول کے مستورالحال کی روایت قبول کی جائے گی، بعد کے زمانہ کے مستورالحال کی نہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: حکم مستورالحال والأحکام الفقہیۃ المتعلقۃ بہ ، اعداد:أحمد نوری حسین، عماد أموری، جلیل الزاہدی، ورڈ فائل)۔

یہ باتیں توروایت کے تعلق سے ہیں، جس میں حفاظت حدیث کے پیش نظربہت سخت اصول اپنائے ہیں؛ لیکن فقہی اعتبارسے مستورکی دوحالتیںہیں:

۱- بعض حالتوں میں اس کی بات مانی جاتی ہے، جیسے: معاملات میں اس کی بات قبول کی جاتی ہے۔

۲- بعض حالتوں میں اس کی بات قبول نہیں کی جاتی ہے، جیسے:دیانات میں اس کی بات نہیں مانی جاتی ہے۔

۲۔ سوشل میڈیا پر بہت سی فحش اور ناجائز تصویریں آتی ہیں، اگر کوئی شخص خود تو اس سے بچے اور دوسروں کی طرف اس کی ترسیل بھی نہ کرے؛ لیکن تکنیکی ضرورتوں کے سلسلہ میں اس شعبہ کی ملازمت کرے تو کیا اس کا اس طرح ملازمت کرنا جائز ہوگا؟ اور اگر سائٹ کا مقصد بے حیائی پر مبنی ویڈیو اور آڈیو کی اشاعت نہ ہو؛ مگر ضمنی طور پر یہ کام بھی ہوتا ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

مفتی جمیل احمد نذیری،مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی شاہجہاں ندوی ندوی، قاضی عبد الجبار ندوی، مفتی جمال الدین قاسمی کے علاوہ تمام مقالہ نگار کی رائے ہے کہ سوشل میڈیا کے اندر فحش اور ناجائز تصویروں سے بذات خود بچتے ہوئے اور دوسروں کو ترسیل نہ کرتے ہوئے تکنیکی شعبہ میں ملازمت کرنا جائز ہے اور اس کی اجرت حلال ہے۔

دلائل:

* ‘‘یا أیہا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم’’ (سورہ نساء: ۲۹) اور اجارہ کا معاملہ بھی ایک قسم کی تجارت ہے، علامہ کاسانی فرماتے ہیں: ‘‘والإجارۃ تجارۃ، لأن التجارۃ: تبادل المال بالمال والإجارۃ کذلک’’ (بدائع الصنائع۴؍۱۷۹) (مولانا جمیل اختر جلیلی)۔

* ‘‘إنما الأعمال بالنیات’’ (صحیح بخاری ومسلم) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

* ‘‘الأمور بمقاصدہا’’ (الاشباہ والنظائر) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی نثار احمد گودھروی، مولانا ابوالمکارم معروفی)۔

فقہی استدلال:

* ‘‘الأجرۃ إنما تکون بمقابلۃ العمل’’ (فتاوی شامی ۴؍۳۰۷ طبع زکریا) (مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* ‘‘وجاز حمل خمر ذمی بنفسہ أو دابتہ وقال الزیلعی وہذا عندہ ..... ولہ أن الأجرۃ علی الحمل وہو لیس بمعصیۃ ولا سبب لہا وإنما تحصل المعصیۃ بفعل فاعل مختار’’ (الدر المختار مع الشلبی ۹؍۵۶۲) (مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* ‘‘وذکر قاضی خان فی فتاواہ: أن بیع العصیر ممن یتخذ خمراً إن قصد بہ التجارۃ فلا یحرم وإن قصد بہ لأجل التخمیر حرم’’ (الاشباہ والنظائر؍۳۹ طبع بیروت) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی)۔

* ‘‘العمل فی مطاعم الکفار إنما یجوز بشرط أن لا یباشر المسلم سقی الخمر أو تقدیم الخنزیر أو المحرمات الأخری، فإن سقی الخمر أو تقدیمہا إلی من یشربہا حرام بنص صریح .... ’’ (قضایا فقہیہ معاصرہ ۳۲۴،۱) (مفتی عثمان بستوی)۔

* ‘‘قال ابن عابدین: (قولہ جاز تعمیر کنیسۃ) قال فی الخانیۃ ولو آجر نفسہ لیعمل فی الکنیسۃ ویعمرہا لا بأس بہ، لأنہ لا معصیۃ فی عین العمل ....’’ (فتاوی شامی۵۶۲،۹ طبع زکریا، وکذا فی فتاوی ہندیہ۴۵۰،۴، المحیط البرہانی ۱۰۳،۶) (مفتی عثمان بستوی، مولانا امتیاز واعظ قاسمی، مفتی غلام اللہ کاوی)۔

* شرح السیر الصغیر میں ہے: ‘‘وإن تحققت الحاجۃ إلی استعمال السلاح فیہ تمثال فلا بأس باستعمالہ لأن موضع الضرورۃ مستثناۃ من الحرمۃ کما فی تناول المیتۃ’’ (بحوالہ جواہر الفقہ۲۳۲،۳) (مولانا ابرار خان ندوی)۔

تائیدی فتاوی:

* دار الافتاء دار العلوم دیوبند اور دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے یہ دو فتوے اس سلسلہ میں بہت اہم ہیں:

(۱) ‘‘میڈیا انڈسٹری کے جن دو شعبوں کا آپ نے ذکر کیا ہے ، ان میں سے پہلے شعبے میں اگر آپ کے ذمہ کمپیوٹر سے متعلق مباح کام ہے، جیسے خبریں ٹائپنگ کرنا یا فائل کی سیٹنگ یا انہیں محفوظ کرنا وغیرہ ہو تو اس شعبے میں کام کرنے کی گنجائش ہے، لیکن اگر آپ کے ذمہ ناجائز کام ہو مثلاً : ویڈیو بنانا یا اس کی ایڈیٹنگ کرنا، یا تصویر بنانا وغیرہ تو اس میں آپ کے لئے کام کرنا جائز نہیں،دوسرے شعبے کا حکم بھی پہلے شعبے کی طرح ہے، یعنی اگر آپ کا کام مباح ہے، مثلاً جدید لوگوں کا انٹرویو وغیرہ لینا یا ان کی تنخواہ پر کام کرنا، تو جائز ہے ورنہ نہیں، ‘‘عن عبد اللہ بن مسعود - رضی اللہ عنہ - قال:سمعت النبي صلی اللہ علیہ وسلم یقول:إن أشد الناس عذاباً عند اللہ یوم القیامۃ المصورون’’ (رواہ البخاری) واللہ تعالیٰ اعلم (دار الافتاء دار العلوم دیوبند)۔

(۲)‘‘میڈیا چینل سے اگر سائل کی مراد الیکٹرانک میڈیا ہو تو ایسے چینل میں ملازمت کرناجائز نہیں، کیوں کہ یہ شعبہ جان دار کی تصویر سازی اور موسیقی وغیرہ جیسے شرعی ممنوعات سے پاک نہیں ہے،اور اگر اس سے مراد پرنٹ میڈیا ہو اور ملازمت کا تعلق تصویر سازی سے نہ ہو، بلکہ حقائق پر مبنی خبروں کی تشہیر سے ہو تو ایسی صورت میں ملازمت جائز ہوگی، اور تنخواہ بھی حلال ہوگی، البتہ اگر ملازمت کا تعلق تصویر سازی یا جھوٹی خبروں کی تشہیر، بہتان طرازی، بلیک میلنگ جیسے حرام کاموں سے ہو تو اس صورت میں نہ ملازمت جائز ہوگی اور نہ ہی تنخواہ حلال ہوگی، فقط واللہ اعلم، (دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن) (مولانا صابر حسین ندوی)۔

* احسن الفتاوی میں سودی کاروبار کرنے والے اداروں میں بجلی کی فٹنگ سے

متعلق سوال کے جواب میں مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

‘‘آپ کے کام میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، اداروں کا سودی کاروبار ان کا فعل ہے جس کا وبال اور گناہ انہیں پر ہے، لہٰذا آپ کے کام کی اجرت بلاشبہ حلال ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ اجرت کی رقم حلال آمدنی سے ہو، اس لئے کمپنی سے معاہدہ کرتے وقت یہ شرط کرلی جائے کہ ہمیں اجرت سودی منافع سے نہ دی جائے گی، کمپنی میں یقینا حلال آمدنی کے ذرائع بھی ہونگے، ان سے اجرت دی جائے، اگر حلال وحرام آمدنی کو خلط ملط کردیا جاتا ہے اور حلال کو الگ رکھنے پر ادارہ تیار نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ: حلال وحرام مخلوط ہوں، لیکن حلال غالب ہو تو اس سے اجرت لینا جائز ہے اور اگر حلال وحرام دونوں برابر ہوں یا حرام غالب ہو تو جائز نہیں ’’ (احسن الفتاوی ۳۲۹،۷) (مفتی عثمان بستوی)۔

* حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

‘‘مختصر خلاصہ یہ ہے کہ کسی معصیت کی اعانت جو ازروئے قرآن حرام ہے؛ وہ ہے جس میں معصیت کا قصد ونیت حقیقۃً یا حکماً شامل ہو، حقیقۃً یہ کہ دل ہی میں یہ ہوکہ اس کے ذریعہ عمل معصیت کیا جائے یا یہ کہ صلب عقد میں احد المتعاقدین کی طرف سے اس معصیت کی تصریح آجائے، اور حکماًیہ ہے کہ وہ چیز بجز معصیت کے کسی دوسرے کام میں آتی ہی نہ ہو جیسے آلات معازف طبلہ ،سارنگی اور مختلف قسم کے آلات موسیقی، ان چیزوں کا بنانا اور بیچنا اگرچہ بقصد معصیت نہ ہو مگر حکماً وہ بھی قصد معصیت میں داخل ہیں، اورجہاں قصد معصیت نہ حقیقۃً ہو نہ حکماً، وہ اعانت علی المعصیۃ میں داخل نہیں؛ البتہ اعانت سے ملتی جلتی ایک اور چیز ہے جس کو اصطلاح میں تسبّب کہتے ہیں وہ بھی ازروئے نص قرآن حرام ہے ،خواہ ہیئت معصیت ہویا نہ ہو، مثلا سبّ الہ مشرکین کی نصّ قرآنی میں ممانعت اسی لئے فرمائی گئی ہے کہ وہ سبب ہوتی ہے سبّ الہ حق کے لئے۔

لیکن یہاں ایک اہم بات قابل غور یہ ہے کہ تسبب ایک ایسا وسیع لفظ ہے جس میں سارے مباحات آجاتے ہیں، اگر تسبب کے مفہوم کو مطلقا سببیت کے لے عام رکھا جائے تو شاید دنیا کا کوئی مباح کام بھی مباح اور جائز نہیں رہے گا، زمین سے غلہ اور پھل اگانے والا اس کا بھی سبب بنتا ہے کہ اس غلہ اور ثمرات سے اعداء اللہ کو نفع پہنچے، کپڑا بننا، مکان بنانا، ظروف اور استعمالی چیزیں بنانا، ان سب میں بھی یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک برّوفاجر ان کو خریدتا اور استعمال کرتاہے،اور اپنے فسق وفجور میں بھی استعمال کرتاہے،اور سبب اس کا ان چیزوں کا بنانے والاہوتاہے، اگر اس طرح حرمت کو عام کیا جائے تو شیاد دنیا میں کوئی کام بھی جائز نہ رہے، اس لئے ضروری ہے کہ سبب قریب وبعید کا فرق کیا جائے ،سبب قریب ممنوع اور سبب بعید مباح ہو، مذکورہ امثلہ سب سبب بعید کی مثالیں ہیں، اس لئے وہ جائز رہیں گی، پھر سبب قریب کی بھی دو قسمینہیں:

ایک سبب جالب وباعث جو گناہ کے لئے محرک ہوکہ اگر یہ سبب نہ ہوتا تو صدور

معصیت کے ہونے کی کوئی ظاہری وجہ نہ تھی، ایسے سبب کا ارتکاب گویا معصیت ہی کا ارتکاب ہے، علامہ شاطبی نے موافقات جلد اول کے مقدمہ میں ایسے ہی اسباب کے متعلق فرمایا ہے کہ ایقاع السبب ایقاع للمسبب۔

نص قرآنی میں جہاں تسبب کو حرام قراردیاہے جیسے سب آلہ مشرکین یا عورتوں کے لئے ضرب ارجل یا خضوع بالقول یا تبرج جاہلیت، یہ سب اسی قسم کے اسباب ہینکہ معصیت کی تحریک کرنے والے اور جالب وباعث ہیں، ایسے اسباب کا ارتکاب معصیت ہی کا ارتکاب سمجھا جاتاہے ،اس لئے باتفاق حرام ہیں۔

ایسے اسباب معصیت کا ارتکاب گویا خود معصیت ہی کا ارتکاب ہے، اس لئے معصیت کی نسبت اس شخص کی طرف ہی کی جائے گی جس نے اس کے سبب کا ارتکاب کیا ،کسی فاعل مختار کے درمیان میں حائل ہونے سے معصیت کی نسبت اس سے منقطع نہیں ہوگی، جیسا کہ حدیث میں دوسرے شخص کے ماں باپ کو گالی دینے والے کے حق میں اپنے ماں باپ کو گالی دینے والا کہا گیا ہے ؛کیونکہ ایسا تسبب للمعصیۃ بنص قرآن وحدیث خود ایک معصیت ہے۔

دوسری قسم سبب قریب کی وہ ہے کہ ہے تو سبب قریب مگر معصیت کے لئے محرک نہیں ؛ بلکہ صدور معصیت کسی دوسرے فاعل مختار کے اپنے فعل سے ہوتا ہے جیسے بیع عصیر عنب ممن یتخذہ خمرا یا اجارۃ دارممن یتعبد فیہا الاصنام وغیرہ کہ یہ بیع واجارہ اگرچہ ایک حیثیت سے سبب قریب ہے معصیت کا مگر جالب اور محرک للمعصیۃ نہیں، شیرۂ انگور خریدنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو شراب ہی بنائے اور گھر کو کسی مشرک کے لئے کرایہ پر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس میں بت پرستی ہی کرے؛ بلکہ وہ اپنی خباثت یا جہالت سے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے ،شیرہ بیچنے والا یا مکان کرایہ پر دینے والا معصیت کا باعث اور محرک نہیں ہے۔

ایسے سبب قریب کا حکم یہ ہے کہ اگربیچنے یا اجارہ پر دینے والے کا مقصد اس سے معصیت ہی کاہوتب تو یہ خود ارتکاب معصیت اور اعانت معصیت میں داخل ہوکر قطعاً حرام ہے، اور اگر اس کا قصد ونیت شامل نہ ہو تو پھر اس کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ اس کو علم بھی نہ ہو کہ یہ شخص شیرۂ انگور خریدکر سرکہ بنائے گایا شراب ؟ یا گھر کرایہ پر لے کر اس میں صرف سکونت کرے گایا کوئی ناجائز کام فسق وفجورکا کرے گا؟ اس صورت میں یہ بیع واجارہ بلا کراہت جائز ہے، اور اگر اس کو علم ہے کہ یہ شخص شیرۂ انگور خریدکر شراب بنائےگا یا مکان کرایہ پر لے کر فسق وفجور کرے گا یا سودی کاروبار کرے گا یا جاریہ کو خرید کر اس کو گانے کے کام میں لگائے گا یا امرد کو خرید کر اس سے سیاہ کاری میں مبتلا ہوگایا لوہا خرید کر مسلمانوں کے خلاف استعمال کرے گا، تو اس صورت میں یہ بیع واجارہ مکروہ ہے " (جواہر الفقہ: ص: ۴۵۳تا ۴۵۵، ط:مکتبہ تفسیر القرآن ، دیوبند)(مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

* فتاوی محمودیہ میں ہے:

''جائز کام کے مقابلہ میں دوسرا کام کم ہے تو اپنی ملازمت ترک نہ کریں .....، البتہ جائز کسب معاش تلاش کرتے رہیں، جب وہ میسر آجائے تب موجودہ ملازمت کو ترک کردیں، استغفار بہرحال کرتے رہیں، قاعدہ فقہیہ ہے:

''إذا تعارضت مفسدتان روعی أعظمہما ضرراً بارتکاب أخفہما وقال الزیلعی:ثم الأصل فی جنس ہذہ المسائل أن من ابتلی ببلیتین وہما متساویان یأخذ بأیتہما شاء، وإن اختلفا یختار أہونہما لأن مباشرۃ الحرام لا تجوز إلا لضرورۃ'' (الاشباہ ۱،۲۶۱؛ فتاوی محمودیہ۱،۱۱۹-۱۲۰) (مفتی غلام اللہ کاوی)۔

''شریعت کا ایک عام قاعدہ ہے کہ جب کسی کام میں متسب اور بلاواسطہ کام کرنے والے دونوں جمع ہوجائیں تو متسبب کی جانب حکم منسوب نہیں کیا جاتا ہے:''إذا اجتمع المباشر والمتسبب أضیف الحکم إلی المباشر'' (الاشباہ والنظائر) (مفتی زبیر ندوی)۔

مفتی عثمان بستوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی زبیر ندوی صاحبان اصولی طور پر لکھتے ہیں کہ حکم کا تعلق عمل سے ہوگا، اگر عمل جائز امور سے متعلق ہے تو جائز، خواہ اس شعبہ میں ناجائز امور اصالۃ انجام دیئے جاتے ہوں یا تبعاً اور اگر عمل کا تعلق ناجائز امور سے ہو تو حکم عدم جواز کا ہوگا، خواہ وہ امور اصالۃً انجام دیئے جاتے ہوں یا تبعاً۔

جبکہ مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی عبد الرحیم قاسمی، قاضی عبد الجبار ندوی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی جمال الدین قاسمی کی رائے ہے کہ اگرچہ وہ براہ راست فحش اور ناجائز تصویر کشی اور اس کی ترسیل میں ملوث نہیں ہے، لیکن تکنیکی شعبہ میں ملازمت کرکے گویا اس میں تعاون کررہا ہے جو شرعاً جائز نہیں ہے، بلکہ معصیت ہے اور معصیت میں تعاون حرام ہے، ان حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

دلائل:

اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

* ''وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (مائدہ: ۲)۔

* علامہ شامی رقمطراز ہیں:''فصار المراد بما تقام المعصیۃ بہ ما کان عینہ منکر بلا عمل صنعۃ فیہ'' (رد المحتار ۴،۲۶۸) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

* علامہ حصکفی تحریر فرماتےہیں:''ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریماً وإلا تنزیہاً، فلیحفظ توفیقاً وجاز تعمیر کنیسۃ وحمل خمر ذمی بنفسہ أو دابتہ بأجر لا عصرہا لقیام المعصیۃ بعینہ ..... وقالا:لا ینبغی ذلک لأنہ إعانۃ علی المعصیۃ وبہ قالت الثلاثۃ'' (در مخار ۶،۳۹۱) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

اسی طرح مفتی باقر ارشد قاسمی کی رائے ہے کہ ایسی کمپنی یا چینل جس کا مقصد فحش یا بے حیا تصویریں بنانا ہو اس میں ملازمت کرنا اگرچہ تنکنیکی شعبہ میں ہو اور

اگرچہ وہ خود احتراز واجتناب کرے مطلق کام کرنا ناجائز ہے، یہ گویا کہ فحاشی کے فروغ میں حصہ لینے کے مماثل ہے جو کہ سخت حرام وناجائز ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (مائدہ: ۲)۔

حدیث شریف میں ہے: ''إن أشد الناس عذاباً یوم القیامۃ المصورون'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۹۵۰)۔

ہاں ایسی کمپنی جس کا بنیادی مقصد فحاشی اور غیر شرعی امور کا فروغ نہ ہو، بلکہ ضمناً اس میں تصویر کشی کا کام بھی ہوتا ہو تو ایسی کمپنی کے تکنیکی شعبہ یا تصویر کشی کے علاوہ شعبہ میں اس وقت تک ملازمت کی گنجائش ہوگی جب تک کہ کوئی دوسری ملازمت نہ مل جائے۔

دوسری شق کے سلسلہ میں مفتی محمد شاہجہاں ندوی کی رائے ہے کہ اگر ملازم کا تعلق ضمنی طور پر ہونے والی فحش اور ناجائز تصویروں کے کام سے نہ ہو تو اس کی ملازمت جائز ہے اور اجرت حلال ہے اور اگر ملازم کا تعلق ضمنی طور پر ہونے والی فحش اور ناجائز تصویرونکے کام سے بھی ہے تو ایسی جگہ ملازمت کراہت سے خالی نہیں ہے کہ اس میں ایک گونہ معصیت پر تعاون پایا جاتا ہے، لیکن زیادہ تر کام حلال ہونے کی وجہ سے اجرت حلال رہے گی۔

مفتی محمد جمال الدین قاسمی کی رائے ہے کہ ملازت کے جواز وعدم جواز کا مدار کام کے شرعی نقطہ نظر سے درست ہونے یا نہ ہونے پر ہے، اگر کام شرعاً درست ہے تو اس کی ملازمت بھی جائز ہے اور اگر کام غیر درست ہے تو ملازمت بھی ناجائز ہے۔

بعض مقالہ نگار نے ملازمت کے سلسلہ میں یہ رائے بھی پیش کی ہے کہ اگر اکثر اور غالب عمل جائز امور سے متعلق ہو تو جائز اور درست ہے اور اگر غالب عمل ناجائز امور سے متعلق ہو تو ناجائز اور نادرست ہے۔

۳۔ بہت سے ایسے مضامین بھی آتے ہیں، جس میں تصویریں نہیں ہوتی ہیں اور نہ فحاشی پائی جاتی ہے؛ لیکن وہ ملحدانہ افکار، اسلام پر اعتراض، اخلاقی اقدار کے استخفاف کو شامل ہوتا ہے اور اس کا مقصد ہی ملحدانہ افکار کو فروغ دینا ہوتا ہے، ایسے مضامین کو پڑھنے کا اور دوسروں تک بھیجنے کا کیا حکم ہے، جب کہ ضروری نہیں کہ جس کو بھیجا جائے وہ بھی اس سے متأثر ہو جائے؛ بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا رد کر کے دوسروں کو اس سے بچائے؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران کی دو رائیں پائی جاتی ہیں:

پہلی رائے:

ملحدانہ افکار اور اسلام پر اعتراض، نیز اخلاقی اقدار کے استخفاف پر مشتمل مضامین کی ترسیل جائز نہیں ہے، اگرچہ مرسل الیہ سے اس کے رد کا امکان ہو، اس لئے کہ اگر مرسل الیہ نے رد نہیں کیا تو ایسے مضامین کی اشاعت کا گناہ بہرحال ہوگا، اس

لئے کہ اس میں متاثر ہونے کا پہلو غالب ہے، اچھے اچھوں میں بیدار مغزی، تیقظ اور تدین کی کمی ہے، اس لئے اجتناب اولی ہے، البتہ اگر رد کرنے کی صلاحیت ہو تو خود پڑھنا درست ہے (قاری ظفر الاسلام اعظمی، مفتی عثمان بستوی، مفتی جمال الدین قاسمی)۔

دلائل وتائیدات:

* ارشاد باری ہے: ''إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا فى حديث غيره'' (النساء: ۱۴۰)۔

* حضرت جابرؓ سے روایت ہے:

''أن عمر بن الخطّاب رضوان الله عليه أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بنسخة من التّوراة، فقال: يا رسول الله، هذه نسخة من التّوراة، فسكت، فجعل يقرأ ووجه رسول اللّٰه يتغير، فقال: أبو بكر رحمة الله عليه ثكلتك الثواكل، ما ترى بوجه رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فنظر عمر إلى وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضينا بالله ربّا وبالإسلام دينا وبمحمّد نبيّا. فقال رسول الله صلّى اللّٰه عليه وسلّم رضينا باللّٰه ربّا وبالإسلام دينا وبمحمّد نبيّا. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''والّذي نفس محمّد بيده، لو بدا لكم موسى فاتّبعتموه وتركتموني، لضللتم عن سواء السّبيل، ولو كان حيّا وأدرك نبوّتي، لاتّبعني''(سنن دارمی، حدیث نمبر:۴۴۹) (مفتی محمد جمال الدین قاسمی)۔

* حضرت تھانوی ''آداب الاخبار '' میں تحریر فرماتےہیں:

''خلاف شرع مضامین اور ملحدین کے عقائد باطلہ اول تو شائع نہ کئےجائیں اور اگر کسی ضرورت سے شائع کی نوبت آئے تو جس پرچہ میں وہ شائع ہوں، اسی میں ان کی تردید اور شافی جواب بھی ضرور شائع کردیئے جائیں، آئندہ پرچہ اس کو حوالہ نہ کیا جائے، کیونکہ بہت سے آدمی وہ ہوتے ہیں جن کی نظر سے آئندہ پرچے نہیں گزرتے ہیں، خدا نخواستہ اگر وہ اس سے کسی شبہ میں گرفتار ہوگئےتو اس کا سبب شائع کرنے والا ہوگا '' (جواہر الفقہ ۵۱۸،۶) (مفتی عثمان بستوی)۔

دوسری رائے:

سوشل میڈیا کے ذریعہ ایسے مضامین جو اخلاقی اقدار کے استخفاف یا ملحدانہ افکار کے فروغ کے لئے ہوں تو وہ عام لوگوں کو نہ بھیجے جائیں، بلکہ ڈیلیٹ کردیئے جائیں، البتہ ایسے لوگوں کو بھیجنا جائز ہوگا، جن کے بارے میں یقین ہو کہ وہ اس سے متاثر نہیں ہونگے، بلکہ اس کا کما حقہ رد کرینگے اور دوسروں کو بھی متاثر ہونے سے بچائینگے۔

اس رائے کے حاملین میں: مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی غلام اللہ کاوی، مفتی نثار احمد گودھروی، مفتی باقر ارشد قاسمی، مفتی مقصود فرقانی، مفتی جمیل اختر جلیلی، مولانا صابر حسین ندوی، قاضی عبد الجبار ندوی، مفتی عبد الرحیم

قاسمی، مفتی زبیر ندوی، مولانا ممتاز خان ندوی، مولانا ابرار خان ندوی، مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا آزاد بیگ قاسمی وغیرہ۔

عوام الناس کو نہ بھیجے جائیں، اس لئے کہ:

* ''فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور'' (سورہ حج: ۳۰)۔

* ''ولا تعاونوا على الإثم والعدوان'' (مائدہ: ۲)۔

* تفسیر مظہری میں ہے: ''لا تعاونوا على ارتكاب المنهيات'' (۱۹،۳)۔

* ''قال الشيخ الإمام صدر الإسلام أبو اليسر نظرت فى الكتب التى صنفها المتقدمون فى علم التوحيد فوجدت بعضها للفلاسفة مثل إسحاق الكندى والاستقرارى وأمثالهما وذلك كله خارج من الدين المستقيم زائغ عن الطريق القويم فلا يجوز النظر فى تلك الكتب ولا يجوز إمساكها فإنها مشحونة من الشرك والضلال قال ووجدت أيضا تصانيف كثيرة فى هذا الفن للمعتزلة مثل عبد الجبار الرازى والجبائى والكعبى والنظام وغيرهم فلا يجوز إمساك تلك الكتب والنظر فيها كى لا تحدث الشكوك ولا يتمكن الوهن فى العقائد'' (الفتاوى الهنديہ ۳۷۷،۵، الباب الثلاثون فى المتفرقات : كتاب الكراہيہ)۔

* علامہ شامی فرماتےہیں:''لما فيه من الإعانة على ما لا يجوز وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز'' (درمختار مع شامی زکریا ۵۱۸،۹ فصل فی اللبس کتاب الحظر والاباحۃ)۔

* علامہ آلوسی فرماتے ہیں:''قال العلامة الآلوسى تحت قوله تعالى:ولا تسبوا الذين .... الخ،،، واستدل بالآية على أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب تركها فإن ما يؤدى إلى الشر شر'' (روح المعانی ۲۵۲،۷ دار احیاء التراث العربی)۔

* ''كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز'' (الدر المختار مع الرد۵۱۹،۹)۔

* فقہاء کے نزدیک کہانت، سحر اور علم نجوم وغیرہ کی تعلیم وتعلم غیر شرعی اور ملحدانہ افکار پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہی حرام ہیں:

''واعلم أن تعليم العلم يكون فرض عين .... وفرض كفاية ..... ومندوباً .....وحراماً وہو علم الفلسفة والشعبدة والتنجيم والرحل وعلوم الطبائعيين والسحر والكہانة'' (الدر المختار ۱۲،۱، نیز دیکھئے: حواشی الشیروانی ۶۲،۹ وغیرہ)۔

* ''ومن العلوم المذعومة علوم الفلاسفة فإنه لا يجوز قراءتها لمن لم يكن متبحراً فى العلم وسائر الحج عليهم وحل شبہاتهم والخروج عن إشكالاتهم'' (فتاوی ہندیہ ۳۷۸،۵)۔

اہل علم کو بھیجے جاسکتے ہیں، اس لئےکہ:

* ''يا أيها الذين آمنوا إن جاءكم فاسق بنبإ فتبينوا أن تصيبوا قوما بجہالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين'' (سورہ حجرات: ۶)۔

* ''وإذا جاءہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا به ولو ردوه إلى الرسول وإلى أولى الأمر منہم لعلمه الذى يستنبطون منہم ولو لا فضل الله عليكم ورحمته لاتبعتم الشيطان إلا قليلا'' (سورہ نساء: ۸۳)۔

* مسلمانوں کو نقصان سےبچانے کےلئے مدد کے طور پر صورت حال سے واقف کرانا ضروری امر ہے، فقہاء لکھتے ہیں:

‘‘یجب إعانۃ المسلمین بدفع الضرر العام أو الخاص عنہم، لقولہ تعالی: ‘‘وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان.....’’ (الموسوعۃ الفقہیہ۵،۱۹۶)۔

* ‘‘ویقول القرافی: أرباب البدع والتصانیف المضلۃ ینبغی أن یشیر الناس فسادہا وعیبہا وأنہم علی غیر الصواب لیحذر الناس الضعفاء فلا یقعوا فیہا وینفر عن تلک المفاسد ما أمکن بشرط أن لا یتعدی فیہا الصدق ولا یفتری علی أہلہا من الفسوق والفواحش ما لم یفعلوا .....’’ (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۲،۴۳)۔

* احکام القرآن میں ہے:

‘‘قراءۃ الکتب السابقۃ من التوراۃ والإنجیل ومثلہا یجوز للعالم لا لغیرہ ومثل الکتب التی تجمع الرطب أو الیابس فی الإسلامیات’’ (احکام القرآن مفتی شفیع عثمانی۳،۱۰۱)۔

* اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جابجا کفار ومشرکین کے باطل افکار وعقائد نقل کرکے ان کی تردید کی ہے:

‘‘وقالو لن تمسنا النار إلا أیاماً معدودۃ، قل أتخذتم عند اللہ عہداً فلن یخلف اللہ عہدہ أم تقولون علی اللہ ما لا تعلمون بلی من کسب سیئۃ وأحاطت بہ خطیئتہ فأولئک أصحاب النار ہم فیہا خالدون’’ (سورہ بقرہ: ۸۰-۸۱)۔

* ‘‘قالوا اتخذ اللہ ولداً، سبحانہ ہو الغنی لہ ما فی السموات وما فی الأرض، إن عندکم من سلطان بہذا أتقولون علی اللہ ما لا تعلمون’’ (سورہ یونس: ۶۸)۔

* نبی کریم ﷺ نے یہودیوں سے پوچھا:

‘‘من أہل النار؟ قالوا نکون فیہا یسیراً، ثم تخلفونہا فیہا، فقال النبی ﷺ: اخسئوا فیہا، واللہ لا نخلفکم أبداً’’ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۱۶۹)۔

مولانا ابو المکارم معروفی نے اس مسئلہ کی چار قسمیں کی ہیں اور ہر ایک کا الگ الگ حکم بیان کیا ہے:

۱-ایسے مضامین اس نیت سے دوسروں تک بھیجنا کہ سامنے والا اس سے متاثر ہو اعانت علی المعصیت میں داخل ہو کر ناجائز ہے۔

۲- اور جس کے بارے میں معلوم یا ظن غالب ہے کہ وہ اس سے متاثر ہو جائے گا تو اس کے پاس ایسے مضامین اور پیغامات کو بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔

۳- اگر معلوم نہ ہو کہ سامنے والا اس سے متاثر ہو گا یا نہیں تو اس صورت میں بھیجنا کراہت سے خالی نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ ایسے پیغامات مفضی الی المعصیت ہونے کے ساتھ ساتھ معصیت کے لئے محرک بھی ہیں، برخلاف ہتھیار کے، کیونکہ ہتھیار مفضی الی المعصیۃ ہے، مگر معصیت کے لئے جالب اور محرک نہیں ہے، اس لیے اس صورت

میں ہتھیار کی بیع مکروہ نہیں اور پیغامات کا ارسال کرنا مکروہ ہوگا۔

۴۔ اگر معلوم ہے کہ مرسل الیہ اس سے متاثر نہیں ہوگا؛ بلکہ اس کا رد کرکے دوسروں کو اس سے بچانے کا ذریعہ بنے گا تو اس شخص کے پاس ان مضامین کا بھیجنا بہتر ہے، بلکہ بسا اوقات لازم ہے، علامہ قرافیؒ وسیلہ اور ذریعہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فکما أن وسیلۃ المحرم محرمۃ فوسیلۃ الواجب واجبۃ والوسیلۃ إلی أفضل المقاصد أفضل الوسائل و إلی أقبح المقاصد أقبح الوسائل'' (الفروق للقرافی ۳۳،۲)۔

۴۔ کورونا کی صورت حال سے سوشل میڈیا کے استعمال کی ایک اور جہت لوگوں کے سامنے آتی ہے، اور وہ ہے تعلیم، عصری تعلیمی ادارے ہی نہیں بلکہ اکثر دینی مدارس کو بھی طلبہ کے وقت کو ضیاع سے بچانے کے لئے اس ذریعہ کا سہارا لینا پڑا، اس کا جو فائدہ ہے، وہ تو ظاہر ہے؛ لیکن دو پہلو نقصان کے بھی ہیں: ایک صحت کے نقطۂ نظر سے؛ کہ جب بچے گھنٹوں موبائل یا لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظر جما کر دیکھتے ہیں تو بینائی پر اس کا اثر پڑتا ہے، دوسرا اثر اخلاق پر پڑتا ہے، بہت سے والدین اپنے بچوں کو بالخصوص Android Phone کے استعمال سے روکتے ہیں، اب اگر تعلیم کے لئے ایک دفعہ یہ موبائل ان کے ہاتھ میں آگیا تو پھر ان کو اس سے روکنا آسان نہیں ہوتا، اور بعض اوقات دانستہ یا نادانسہ نامناسب سائٹوں تک پہنچ جاتے ہیں، ایسی صورت میں دینی یا عصری تعلیم کے لئے اس کا استعمال درست ہوگا یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں قاری ظفر الاسلام اعظمی، مفتی عثمان بستوی، مفتی غلام اللہ کاوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی اور مولانا آزاد بیگ قاسمی کے علاوہ تمام مقالہ نگار کی رائے ہے کہ جب تک دینی وعصری تعلیمی ادارے مکمل طور پر نہیں کھل جاتے ہیں وقتی طور پر تمام احتیاطی تدابیر کو بروئے کار لاتے ہوئے او راس میں پائے جانے والے مفاسد سے بچاتے ہوئے متوسط اور بڑے بچوں کے لئے آن لائن دینی وعصری تعلیم کی گنجائش ہوگی۔

دلائل:

ان حضرات میں سے بعض کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

* ''ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' (سورہ بقرہ: ۲۹)۔
* ''وہدیناہ النجدین'' (سورہ بلد: ۱۰)۔
* ''إنما الأعمال بالنیات'' (صحیح البخاری، باب کیف بدء الوحی) (مفتی باقر ارشد قاسمی)۔
* ''إن الأصل فی الأشیاء الإباحۃ حتی یدل الدلیل علی عدم إباحۃ''(الاشباہ والنظائر ۲۵۲،۱) (مفتی باقر ارشد قاسمی)۔
* ''وأن الوسیلۃ أو الذریعۃ تکون محرمۃ إذا کان المقصد محرماً، وتکون واجبۃ إذا کان المقصد واجباً'' (مقاصد الشریعۃ۴۶) (مفتی باقر ارشد قاسمی)۔

* فقہاء نے نیک مقاصد کے حصول کے لئے لہو کے خالص آلات تک کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

''وہذا یفید أن آلۃ اللہو لیس محرمۃ لعینہا بل یقصد اللہو منہا، إما من سامعہا أو من المشتغل بہا وبہ تشعر الإضافۃ، ألا تری أن ضرب تلک الآلۃ بعینہا حل تارۃ وحرم أخری باختلاف النیۃ بسماعہا،والأمور بمقاصدہا'' (رد المحتار مع الدر ۹؍۵۰۵) (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

* کسی چیز کی حلت وحرمت کا مدار مقصد پر ہوتا ہے، مثلاً قاعدہ فقہیہ ہے:

''الأکل فوق الشبع حرام بقصد الشہوۃ وإن قصد بہ التقوی علی الصوم أو مواکلۃ الضیف فمستحب'' (الاشباہ والنظائر؍۲۳) (مولانا ابرار خان ندوی)۔

* ''الإثبات مقدم علی النفی إن کان بالأصل'' (القواعد الفقہیہ؍۵۳)۔

* ''الثابت بالضرورۃ یتقدر بقدرہا'' (حوالہ سابق؍۷۴)۔

* ''الضرر یدفع بقدر الإمکان'' (حوالہ سابق؍۸۸) (مفتی مقصود فرقانی)۔

* ''من ابتلی ببلیتین وہما متساویتان یأخذ بأیتہما شاء وإن اختلفا یختار أہونہما'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم؍۸۹) (مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی)۔

* ''إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمہما ضرراً بارتکاب أخفہما'' (الاشباہ؍۷۶) (مفتی جمال الدین قاسمی)۔

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے مفتی جمیل اختر جلیلی اور مولانا صابر حسین ندوی نے آن لائن تعلیم کی ضرورت، اہمیت اور اس کے فوائد پر سیر حاصل بحث کی ہے اور قرآن وحدیث کے نظائر اور فقہاء کے اجتہادات سے مدلل کیا ہے، اسی طرح اس طریقہ تعلیم میں پائی جانے والی خامیاں، نقصانات اور اخلاقی ودینی مضرتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

نیز اسی سوال کے ذیل میں ان دونوں حضرات نے تصویر کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت پر بھی گفتگو کی ہے، اور اس سلسلہ میں برصغیر کے علماء کے درمیان پائے جانے والے نقاط نظر کو بھی پیش کیا ہے۔

* مولانا صابر حسین ندوی نے مندرجہ ذیل نکات پر بھی گفتگو کی ہے:

الف: کیا تصاویر کے متعلق روایات حد تواتر کو پہنچتی ہیں؟

ب: اگر کسی سند یا حدیث کے مفہوم ومطالب میں اختلاف ہوجائے تو اس میں خفت آجاتی ہے۔

ج: عام قاعدہ ہے کہ اگر عمل مکروہ ابتلاء عام پایا جائے اور وہ ثوابت میں سے نہ ہو تو پھر اس میں گنجائش پیدا کی جاتی ہے۔

د: سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ ایک وسیلہ کے طور پر ہیں اور وسائل کا استعمال مقاصد پر مبنی ہوا کرتا ہے۔

ہ: مرد کا بچیوں یا لڑکیوں کو آن لائن پڑھانے کا حکم۔

و: عورت کا بچوں اور لڑکوں کو آن لائن پڑھانے کا حکم، وغیرہ وغیرہ۔

* مفتی جمیل اختر جلیلی کی رائے میں صوتی (آڈیوکی) شکل میں آن لائن تعلیم میں تو کوئی کلام ہے ہی نہیں، تعلیمی ودعوتی مقاصد کے لئے ویڈیو کی شکل میں بھی آن لائن تعلیم دینے کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

* مفتی اقبال محمد ٹنکاروی حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے ایک فتوی سے اپنی رائے کو مدلل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دوسری بات یہ کہ آن لائن تعلیم صرف آواز (آڈیوکال)کے ذریعہ ہوتوزیادہ مناسب ہے ،تاکہ ایک دوسرے کی تصویر نظر نہ آئے، یعنی تعلیم (ویڈیو کال وغیرہ)کے ذریعہ نہ ہو،حالانکہ آج کل کے حالات کے اعتبار سے ویڈیو کا لنگ سے تعلیم کی مفتیان کرام نے اجازت دی ہے، بشرطے کہ اس میں رکارڈنگ نہ ہو، اس لئے کہ جب تک اس کو رکارڈ نہیں کیا جائے گا تب تک وہ آئینہ اور پانی کے اوپر آنے والے عکس کے مانند ہے جو جائز ہے، جیساکہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے جواہر الفقہ میں تصویر کی حرمت کی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :

'' لیکن یہ بات کچھ زیادہ غوروفکر کی محتاج نہیں کہ آئینہ، پانی وغیرہ کے اندرآئے ہوئے عکس اور فوٹوسے حاصل کی ہوئی تصویر میں زمین وآسمان کافرق ہے، واقعہ یہ ہے کہ ظل اور سایہ قائم وپائدار نہیں ہوتا ،بلکہ صاحبِ ظِل کے تابع ہوتاہے ، جب تک وہ آئینہ کے مقابل کھڑا ہے تویہ ظِل بھی کھڑاہے، جب وہ یہاں سے الگ ہوا تو یہ ظل بھی غائب اور فنا ہوگیا، فوٹو کے آئینہ پر جو کسی انسان کا عکس آیا اس کو عکس اُسی وقت تک کہا جاسکتاہے جب تک اس کو رنگ وروغن اور مسالہ کے ذریعہ قائم اور پائدار نہ بنادیا جائے اور جس وقت اس عکس کو قائم اور پائدار بنادیا اُسی وقت یہ عکس تصویر بن گئی، تصویر سازی کے لئے رنگ وروغن قلم سے لگایا جائے یا کسی مشین سے اس سے مسئلہ کی صورت نہیں بدلتی، اس کی مثال توبالکل یہ ہے کہ ایک شخص کو کسی آئینہ کے بالمقابل کھڑا کرکے اس کی صورت شکل کو کسی روغن کے ذریعہ اس آئینہ پر مرتسم کردیا جائے، تو یہ عکس جب تک رنگ روغن کے ذریعہ قائم اور پائدار نہیں تھا اس وقت تک عکس تھا ،اُس میں کوئی حُرمت وممانعت نہ تھی اور جب اس عکس کو رنگ روغن کے ذریعہ شیشہ پر مرتسم وپائدار بنادیا تو اب یہی عکس تصویر بن گئی، اس لئے اس کے بعد وہ ظل کے تابع نہیں رہتی ،صاحب ظِل یہاں سے چلا جاتا ہے مگر تصویر آئینہ پر قائم رہتی ہے'' (جواہر الفقہ ۴،۲۱۳، مکتبہ تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند)۔

* مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی کی رائے میں اگر سوشل میڈیا کے استعمال سے بچوں کی بینائی پر اثر پڑے تب تو دینی یا عصری تعلیم کے لئے اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی جائے گی، کیونکہ اگر بینائی خراب ہوجائے تو پھر کسی طرح بھی تعلیم حاصل کرنا مشکل ہوگا، ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (سورہ بقرہ: ۱۹۵)۔

جبکہ قاری ظفر الاسلام اعظمی، مولانا اختر عادل قاسمی، مفتی عثمان بستوی، مفتی

غلام اللہ کاوی اور مولانا آزاد بیگ قاسمی کی رائے ہے کہ اس طریقہ تعلیم میں مضرات زیادہ ہیں، منافع کم ہیں، اس لئے آن لائن تعلیم کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

اس لئے کہ:

* شریعت میں دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے، قرآن کریم نے شراب وجوا کی مثالیں دی ہیں، اور ان کے فی الجملہ منافع کا بھی اعتراف کیا ہے، مگر دفع مضرت کے لئے ان کو حرام قرار دیا ہے:

''یسألونک عن الخمر والمیسر قل فیہما إثم کبیر ومنافع للناس وإثمہما أکبر من نفعہما'' (سورہ بقرہ: ۲۱۹) (مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

* جب معتد بہ مقاصد بغیر ضرر کے حاصل ہوجائیں تو مقاصد کو اعلی اور خوب سے خوب تر بنانے کے لئے ضرر کے پہلو کو نظر انداز نہ کیا جائے اور ضرر سے بچنا ایسی صورت میں مقدم ہوگا ''درء المفاسد أولی من جلب المصالح''۔

* جب ادنی درجہ ضرر سے خالی ہو اور اعلی درجہ ضرر پر مشتمل ہو تو ادنی کو اختیار کرے اور اعلی کو ترک کردے، ''أکل قلیل السقمونیا والبنج مباح للتداوی وما زاد علی ذلک إذا یقتل أو یذہب العقل حرام ...'' (فتاوی شامی ۴۰٫۱)۔

''الأصل أن المضار متصفۃ بالحرمۃ وأن المنافع متصفۃ بالإباحۃ'' (رسائل لکھنؤ، شرب الدخان٫۱۷-۱۸) (مفتی عثمان بستوی)۔

* ''کل ما أدی إلی ما لا یجوز لا یجوز'' (فتاوی شامی۵۱۸٫۹) (مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* اخلاقی فساد اور صحت کا ضرر موت تک باقی رہے گا اور یہ دو نعمتوں (حسن اخلاق وصحت) کے مقابلہ میں چند سال تک تعلیم وتعلم سے رکنا بہتر ہے۔

* ''إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمہما ضرراً بارتکاب أخفہما'' (شرح المجلۃ ۲۰٫۳۲)۔

* ''یختار أہون الشرین'' (شرح المجلہ ومجموعۃ قواعد الفقہ)۔

* ''درء المفاسد أولی من جلب المنافع'' (شرح المجلہ ۳۰٫۳۲) (مفتی غلام اللہ کاوی)۔

* ''من ابتلی ببلیتین وہما متساویان یأخذ بأیتہما شاء وإن اختلفا یختار أہونہما '' (الاشباہ ٫۸۹) (مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

۵۔سوشل میڈیا بہت سی اچھی معلومات فراہم کرتا ہے، طب وصحت، عالمی حالات، سائنسی و جغرافیائی معلومات وغیرہ؛ لیکن ساتھ ہی ساتھ برائیوں کو پھیلانے میں بھی اس کا بڑا کردار ہے، کیا ایسی صورت میں اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات وغیرہ کے لئے ایسے ذریعہ کا استعمال کیا جا سکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگار کی متفقہ رائے ہے کہ اس وقت اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی، اخلاقی تعلیمات کی ترویج وترسیل اور اسلام کے سلسلہ میں پیدا کی جارہی غلط فہمیوں اور گمراہ کن پروپیگنڈوں کا جواب سوشل میڈیا کے پلیٹ

فارم سے دینا جائز اور درست ہے۔

انہیں میں سے بعض نے اس وقت مذکورہ مقاصد کے لئے سوشل میڈیا کے استعمال کو جائز ہی نہیں ضروری قرار دیا ہے، بعض نے اہم ترین ضرورت، بعض نے وقت کا تقاضا، اسی طرح بعض مقالہ نگار نے لائق ستائش اور مستحسن اقدام قرار دیا ہے تو بعض نے ان حالات میں اس کا استعمال مسلمانوں پر واجب کہا ہے۔

دلائل:

* مسلمانوں کو ہر ممکنہ ذرائع سے اسلامی، دینی اور اخلاقی تعلیمات کی ترویج کا حکم دیا گیا ہے، ان میں جدید ذریعہ سوشل میڈیا بھی داخل ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''قل ہذہ سبیلی أدعو إلی اللہ علی بصیرۃ أناو من اتبعنی'' (سورہ یوسف: ١٠٨) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی باقر ارشد قاسمی)۔

* اللہ تعالی نے دین کی دعوت حکمت ودانشمندی اور مواعظ حسنہ کے ذریعہ دینے کا حکم دیا ہے، اس میں وہ ذرائع داخل ہیں جو کسی بھی زمانہ میں مؤثر ہوں، ارشاد باری ہے:''ادع إلی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی أحسن'' (سورہ نحل: ١٢٥) (مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا ابرار خان ندوی، مفتی زبیر ندوی، مولانا اظہار الحق قاسمی)۔

* موجودہ دور میں سوشل میڈیا دین کی اشاعت کا مؤثر ذریعہ ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو کھول دے، نبی کریمﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

''ثم ادعہم إلی الإسلام وأخبرہم بما یجب علیہم من حق اللہ فیہ، فواللہ لأن یہدی اللہ بک رجلاً واحداً خیر لک من أن یکون لک حمر النعم'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ٢٩٤٢، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٤٠٦) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

* اس عظیم ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے شریعت نے تمام جائز ذرائع کے اختیار کرنے کی ہدایت دی ہے، ارشاد باری ہے:''وأعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم وآخرین من دونہم لا تعلمونہم ، اللہ یعلمہم'' (سورہ انفال: ٦٠) (مفتی جمال الدین قاسمی، مولانا عبد الجبار ندوی)۔

* حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتےہیں:

''قرآن کریم نے ''طاقت '' کا عام لفظ استعمال کرکے بتادیا کہ .... جس وقت جس قسم کی دفاعی قوت کارآمد ہو اس وقت اسی طاقت کاحصول مسلمانوں کا فریضہ ہے، لہذا اس میں ..... وہ تمام اسباب ووسائل بھی (داخل ہیں) جو مسلمانوں کی اجتماعی، معاشی اور دفاعی ترقی کے لئے ضروری ہوں '' (آسان ترجمہ قرآن، سورہ انفال: ٦٠) (مولانا عبد الجبار ندوی)۔

* ''بلغوا عنی ولو آیۃ'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ٣٠٣٨) (مولانا اظہار الحق قاسمی، مفتی باقر ارشد قاسمی، مولانا ابرار خان ندوی)۔

* حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے لئے فرمایا تھا: ''حاربہم بمثل ما یحاربونک بہ، السیف بالسیف والرمح بالرمح'' (التفسیر المنیر ۱۵۱،۵) (مولانا ابرار خان ندوی)۔

* ایسی صورت حال میں جب سارا طوفان سوشل میڈیا کے ذریعہ برپا کیا گیا ہے تو جواب بھی سوشل میڈیا کے ذریعہ دینا ہوگا، قاعدہ ہے: ''ما لا یتوصل إلی الواجب إلا بہ فہو واجب'' (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۱۶۵،۱) (مولانا ابرار خان ندوی)۔

* سوشل میڈیا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے، اگر اچھائیوں کے لئے اس کا استعمال نہیں کیا گیا، تو پھر اس پر برائیوں کا غلبہ ہوجائےگا (مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

اکثر مقالہ نگار نے یہاں سوشل میڈیا کی حیثیت پر بھی گفتگو کی ہے اور واضح کیا ہے کہ سوشل میڈیا دیگر آلات ووسائل کی طرح ایک آلہ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے حرام نہیں ہے، اگر اس کا استعمال اسلامی تعلیمات کی ترویج واشاعت اور دینی ودعوتی مقاصد کے لئے کیا جائے تو وہ مباح ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، لیکن اگر اس کا استعمال لہو ولعب اور مفاسد کے لئے کیا جائے تو وہ ناجائز اور حرام ہے۔

* ''إن آلۃ اللہو لیست محرمۃ لعینہا، بل لقصد اللہو منہا إما من سامعہا أو من المشتغل بہا وبہ تشعر الإضافۃ ألا تری أن ضرب تلک الآلۃ بعینہا حل تارۃ وحرم أخری باختلاف النیۃ بسامعہا والأمور بمقاصدہا'' (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ ۵۰۵،۹) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا ابوالمکارم معروفی)۔

* ان امور میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے اور اسی لحاظ سے ان پر حکم عائد ہوتا ہے: ''الأمور بمقاصدہا'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۱۰۲،۱) (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی زبیر ندوی)۔

* وسائل وذرائع مقاصد کے تابع ہوتے ہیں: مباح کا وسیلہ مباح، فرض کا وسیلہ فرض اور حرام کا وسیلہ حرام:

''أن الذریعۃ کما یجب سدہا یجب فتحہا وتکرہ وتندب وتباح فإن الذریعۃ ہی الوسیلۃ فکما أن وسیلۃ المحرم محرمۃ ووسیلۃ الواجب واجبۃ کالسعی للجمعۃ والحج وموارد الأحکام علی قسمین: مقاصد وہی المتضمنۃ للمصالح والمفاسد فی أنفسہا ووسائل وہی الطرق المفضیۃ إلیہا وحکمہا حکم ما أفیضت إلیہ من تحریم وتحلیل، غیر أنہا أخفض رتبۃ من المقاصد فی حکمہا والوسیلۃ إلی أفضل المقاصد أفضل الوسائل وإلی أقبح المقاصد أقبح الوسائل وإلی ما یتوسط متوسطۃ'' (الفروق للقرافی۳۳،۲) (مولانا ابو المکارم معروفی)۔

* فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: ''ما لا یتم الواجب إلا بہ فہو واجب'' (القواعد الشرعیہ۱۲۱)۔

* ''القاعدۃ الثانیۃ:الأمور بمقاصدہا معنی ہذہ القاعدۃ أن أعمال الإنسان وتصرفاتہ القولیۃ

والفعلیۃ تخضع أحکامہا الشرعیۃ.....” (الفقہ الاسلامی وادلتہ ١٥٩،١) (مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* اس کی تائید حضور اکرمﷺ کے اس واقعہ سے ہوتی ہے، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

‘‘لمانزلت(وأنذرعشیرتک الأقربین)صعد النبی ﷺ علی الصفا فجعل ینادی:یابنی فہر، یابنی عدی لبطون قریش؛ حتی اجتمعوا، فجعل الرجل إذالم یستطع أن یخرج أرسل رسولاً لینظر ماہو، فجاء أبولہب وقریش، فقال:أرأیتکم لوأخبرتکم أن خیلاً بالوادی ترید أن تغیر علیکم، أکنتم مصدقیَّ؟ قالوا:نعم! ماجربنا علیک إلاصدقاً، قال:فإنی نذیرلکم بین یدی عذاب شدید، فقال ابولہب: تبّاً لک سائر الیوم، ألہذا جمعتنا؟ فنزلت(تبت یداأبی لہب وتبَّ، ماأغنی عنہ مالہ وماکسب) (صحیح البخاری ، حدیث نمبر: ۴۷۷۰)۔

اس واقعہ میں یہ مذکورہے کہ حضورﷺ نے دعوت کااعلان کوہ صفاپرچڑھ کرکیا، اگرآپ ﷺ چاہتے توکعبہ میں بھی سب کوبلاسکتے تھے، کہیں اوربھی بات کرسکتے تھے؛ لیکن صفا پراس لئے چڑھے؛ تاکہ آپ کی دعوت دورتک اورتمام جمع ہونے والے لوگونتک پہنچے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دعوت پہنچانے کے لئے جووسیلہ میسرہو، اس کااستعمال کیاجاسکتاہے اورموجودہ زمانہ میں سوشل میڈیابھی ایک وسیلہ ہے، لہٰذا اس کے استعمال میں کسی قسم کی کوئی برائی نہیں ہے۔

نیز اس مسئلہ پرعلامہ حصکفیؒ کی عبارت سے بھی روشنی پڑتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

‘‘ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر، فلوللتنبیہ، فلابأس بہ’’۔

(محرمات میں سے تفاخر کے طورپرڈھول بجانابھی ہے؛ لیکن اگرتنبیہ کے لئے بجایاجائے توکوئی حرج نہینہے)۔

اس کی تشریح میں علامہ شامی تحریرفرماتے ہیں:

‘‘وہذا یفید أن آلۃ اللہولیست محرمۃ لعینہا؛ بل تقصد اللہومنہا: إما من سامعہا، أو من المشتغل بہا، وبہ تشعر الإضافۃ، ألاتری أن ضرب تلک الآلۃ بعینہاحل تارۃ، وحرم أخری باختلاف النیۃ بسماعہا، والأموربمقاصدہا’’ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحہ ٩ / ٥٠٥)۔

یہاں مقصدکے بدلنے سے آلات لہوکے استعمال کی گنجائش دی گئی ہے توسوشل میڈیاپراگرچہ کہ برائیانبھی پائی جاتی ہیں؛ لیکن مقصد کے فرق کے ساتھ اس کے استعمال کی بھی گنجائش ہوگی، ہذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب! (مولانا جمیل اختر جلیلی، نیز دیکھئے: مقالہ مفتی جمال الدین قاسمی، مولانا ممتاز خان ندوی)۔

* اس بات کی تائید کہ دوسروں تک اپنی بات پہنچانے کا یہ ایک اہم ذریعہ تھا حضرت سلمہؓ کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے :

حضرت سلمہ بن اکوع کا واقعہ احادیث کی کتابوں میں ملتا ہے کہ جب انہیں یہ علم ہوا کہ غطفان اور فزارہ کے افرادمسلمانوں کے اونٹوں کو بھگا لے جارہےہیں تو آپ نے

یہی طریقہ اختیار کرکے آپ ﷺ اور صحابہ کو اس کی خبر دی (بخاری، حدیث نمبر: ۳۰۴۶)، پھر صلح حدیبیہ کے موقع پر قیصر وکسری اور دیگر شاہان عالم کو دین کی دعوت دینے کے لیے آپ ﷺ نے خطوط کا ذریعہ استعمال فرمایا ، اور اس راہ سے دین کی اشاعت فرمائی(بخاری، حدیث نمبر: ۴۴۲۴و ۲۹۳۶، الروض الانف ۷/۵۰۹تا۵۱۹)، حضور ﷺ سے قبل دیگر انبیاء سے بھی دعوت دین کے لیے ممکن ذرائع کے استعمال کی صراحت ملتی ہے ، چنانچہ حضرت سلیمانؑ کے متعلق خود قرآن میں موجود ہے کہ آپ نے ہدہد کے ذریعہ ملکہ بلقیس تک دین کا پیغام پہنچایا تھا، آیت میں مذکور ہے:

''إذہب بکتابی ہذا فألقہ إلیہم ثم تول عنہم فانظر ماذا یرجعون قالت یا أیہا الملأ إنی ألقی إلیّ کتاب کریم إنہ من سلیمان وإنہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ألا تعلوا علیّ وأتونی مسلمین'' (النمل: ۲۸۔۳۱) (مفتی جمال الدین قاسمی)۔

رہی یہ بات کہ سوشل میڈیا کا استعمال ایسے کاموں میں بھی ہوتا ہے جو شرعی نقطۂ نظر سے ناجائز اور حرام ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مالاتقوم المعصیۃ بعینہ کی قبیل سے ہے ، اور ایسی چیزوں میں مبتلی بہ کی نیت معتبر ہوتی ہے ، جیسا کہ سابق میں سوال نمبردو کے تحت قدرے تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت کی جاچکی ہے، نیز یہاں پر وہ بات بھی ذکر کردینی مناسب ہے جو علامہ شامی ؒنے آلۂ لہو کے سلسلہ میں بیان کی ہے، علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے:

''ومن ذلك ضرب النّوبة للتّفاخر، فلو للتّنبيه فلا بأس به كما إذا ضرب في ثلاثة أوقات لتذكير ثلاث نفخات الصّور لمناسبة بينهما فبعد العصر للإشارة إلى نفخة الفزع، وبعد العشاء إلى نفخة الموت وبعد نصف اللّيل إلى نفخة البعث''(الدر مع الرد ۶/ ۳۵۰) (مفتی جمال الدین قاسمی)۔

* مفتی محمد عثمان بستوی صاحب نے مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب کی ایک تحریر سے استدلال کیا ہے: ''بے شک یہ سب چیزیں سلف کے عہد میں نہیں تھیں، اور ان کی مضرتیں بھی کھلی ہوئی ہیں؛ لیکن اس ابتلائی صورت حال میں جب کہ یہی ذرائع لوگوں کے نزدیک مقبولیت وسنجیدگی کا معیار اور علم وفکر کے استفادہ کا ایک عام ومعتمد ذریعہ ہیں .... ایسے حالات میں ان آلات کے ذریعہ صحیح بات سامنے لائی جائے، تو احقاق حق وابطال باطل کے لئے اور حق کی حفاظت اور نشر واشاعت کے لئے مقصد کے حصول میں معین ومفید صورتوں وپروگراموں کے ساتھ ان آلات کا استعمال نہ صرف جائز ومستحسن، بلکہ فی الجملہ ضروری ہے '' (مقالات اسعدی ملخصا) (مفتی عثمان بستوی)۔

* ''وتبين بذلك حكم بيع المذياع (الراديو) والمسجل والحاكى، فإن جميع هذه الأشياء وضعت لأغراض عامة تحتمل الاستعمال فى مباح وغيره، فبيعها صحيح منعقد، ولا كراهة فيه إن لم يعلم البائع أن المشترى يقصد منها معصية وذلك باتفاق العلماء.....والظاهر أن هذا هو الحكم فى بيع الكاميرا، فإنه وضع لأغراض عامة ولا يتمحض لتصوير ما فيه روح، فيمكن

استخدامہ فی تصویر ما لا روح فیہ، وہو جائز بالإجماع" (فقہ البیوع ۱،۳۲۴۔۳۲۵) (مفتی عثمان بستوی)۔

* ‘‘وذکر قاضی خان فی فتاواہ: إن بیع العصیر ممن یتخذہ خمراً، إن قصد بہ التجارۃ فلا یحرم وإن قصد بہ لأجل التخمیر حرم" (الاشباہ لابن نجیم،۲۷) (مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

* مفتی اقبال محمد ٹنکاروی لکھتے ہیں:

‘‘حاصل کلام یہ کہ یہ آلہ بھی اپنی ذاتی حیثیت سے اچھی یا بری باتوں کے محفوظ کرنے اور انحاء عالم میں بآسانی پھیلانے اور عام کرنے کا ایک بہترین آلہ ہے۔

کیونکہ نیت صحیح،مقصد صحیح اور آلہ صحیح ہے، یہ ‘‘مالا تقوم المعصیۃ بعینہ’’کے قبیل سے ہے ،جن اشیاء کے عین ونفس میں قباحت نہ ہو؛بلکہ قباحت خارج سے پائی جاتی ہوان کا استعمال خارجی معصیت کے ارتکاب کے بغیر جائز ہے،جیسا کہ فقہی اصول وقواعد : (الأصل فی الأشیاء الإباحۃ، الأمور بمقاصدہا، مالا یعلم فیہ تحریم یجری علی حکم الحل) سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے ، بحیثیت خیر امت ان آلات جدیدہ کے استعمال میں سدھار اور ان کے ذریعہ پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش مسلمانوں کی ذمہ داری ہے’’۔

البتہ تمام مقالہ نگار حضرات نے سوشل میڈیا کے استعمال کی صورت میں اس میں پائی جانے والی فحش تصویروں، ویڈیوز اور دیگر مفاسد سے کلی طور پر اجتناب اور احتراز کو لازم قرار دیا ہے اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔

۶۔ کیا ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دارالقضاء کی کارروائی ، دعویٰ ، رفع الزام اور شہادت کی سماعت نیز فریقین کی شناخت کرنا جائز ہے اور اس کا اعتبار ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں چند مقالہ نگار کے علاوہ تمام مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی، دعوی، دفع الزام اور شہادت کی سماعت، نیز فریقین کی شناخت کرنا درست نہیں ہے اور اس کارروائی کا اعتبار نہیں ہوگا (مفتی جمال الدین قاسمی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی عثمان بستوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا ابو المکارم معروفی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا نثار احمد گودھروای، مولانا ممتاز خان ندوی، مفتی زبیر احمد ندوی، مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا امتیاز احمد واعظ، مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

دلائل:

* نبی کریمﷺ نے عدالتی کارروائی کے جو اصول متعین کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

* فریقین قاضی کے سامنے بیٹھینگے، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سےروایت ہے کہ رسول اللہﷺ کا فیصلہ ہے: ‘‘أن الخصمین یقعدان بین یدی الحکم" (سنن ابی داؤد، حدیث

نمبر: ۳۵۸۸، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۶۱۰۴) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

* فریقین کے درمیان دیکھنے، اشارہ کرنے اور فریقین کے ساتھ گفتگو میں برابری کی جائے، حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من ابتلی بالقضاء بین المسلمین فلیساو بینہم فی المجلس فی الإشارۃ والنظر ولا یرفع صوتہ علی أحد الخصمین أکثر من الآخر'' (المعجم الکبیر للطبرانی ۳۸۶،۲۳، حدیث نمبر: ۹۲۳، السنن الکبری للبیہقی ۱۳۵،۱۰، حدیث نمبر: ۲۰۲۴۴) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا ابو المکارم معروفی)۔

* فریقین کا کلام سننے کے بعد ہی فیصلہ کیا جائے، نبی کریمﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بناکر بھیجا تو یہ نصیحت فرمائی: ''فإذا جلس بین یدیک الخصمان، فلا تقضین حتی تسمع من الآخر کما سمعت من الأول، فإنہ أحری أن یتبین لک القضاء'' (سنن ابی داؤدباب کیف القضاء، حدیث نمبر: ۳۵۸۲، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۳۳۱) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

* فتاوی ہندیہ میں ہے: ''فینبغی للقاضی إذا تقدم إلیہ الخصمان أن یسوی بینہما فی المجلس ویجلسہما بین یدیہ کذا فی المحیط'' (۳۲۲،۳، کتاب ادب القاضی، الباب التاسع فی جلوس القاضی ومکان جلوسہ)۔

* دوسرے مقام پر ہے: ''قال صاحب الأقضیۃ وینبغی أن یکون جلوسہما بین یدی القاضی علی قدر ذراعین ونحو ذلک بحیث کلامہما من غیر أن یرفع أصواتہما'' (الفتاوی الہندیہ۳،۳۲۲) (مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* گواہان، مدعی اور مدعا علیہ کا قاضی کی مجلس میں ہونا ضروری ہے، شہادت ودعوی وغیرہ کا وقوع قاضی کی مجلس کے علاوہ میں ہو تو وہ ناقابل اعتبار ہے: ''وشرعاً (إخبار صدق لإثبات حق) ....(بلفظ الشہادۃ فی مجلس القاضی)'' (الدر المختار مع الرد ۴۶۱،۵) (مفتی جمال الدین قاسمی، مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مولانا امتیاز واعظ قاسمی، مولانا ممتاز خان ندوی)۔

''قولہ:(فی مجلس القاضی) خرج بہ إخبارہ فی غیر مجلسہ فلا یعتبر'' (قرۃ عین الأخیار ۴۷۴،۷) (مفتی جمال الدین قاسمی)۔

* مدعی اور مدعی علیہ کی بھی مجلس قضا میں حاضری شرط ہے، چنانچہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:''(وشرطہا) أی شرط جواز الدعوی (مجلس القضاء وحضور خصمہ) فلا یقضی علی الغائب'' (الدر مع الرد ۵۴۳،۵) (مولانا ابوالمکارم معروفی، مفتی جمال الدین قاسمی، مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* ''وأما الذی یخص المکان فواحد وہو مجلس القاضی لأن الشہادۃ لا تصیر حجۃ ملزمۃ

إلا بقضاء القاضی فتختص بمجلس القضاء" (بدائع الصنائع ٤٧١،٥) (مولانا ابو المکارم معروفی، مولانا ممتاز خان ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

* ''ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعہ أن یشہد لاحتمال أن یکون غیرہ'' (فتاوی ہندیہ ٤١٢،٣) (مفتی عثمان بستوی، مولانا ابو المکارم معروفی، مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا ممتاز خان ندوی)۔

*''الشرائط المصححۃ للدعوی فأنواع: منہا: عقل المدعی والمدعی علیہ، ومنہا أن یکون المدعی معلوما، لتعذر الشہادۃ والقضاء بالمجہول والعلم بالمدعی إنما یحصل بأمرین: إما الإشارۃ وإما التسمیۃ ..... أن المدعی إن کان محتملاً للنقل فلا بد من إحضارہ لتمکن الإشارۃ إلیہ عند الدعوی والشہادۃ فیصیر معلوما بہا إلا إذا تعذر نقلہ ..... ومنہا: حضرۃ الخصم فلا تسمع الدعوی والبینۃ إلا علی خصم حاضر" (بدائع الصنائع ملخصا ٣٣٢،٥) (مفتی عثمان بستوی)۔

* مفتی عثمان بستوی لکھتے ہیں: شہادت کے وقت فریقین یعنی مشہود لہ ومشہود علیہ اور مشہود بہ کا تعارف بھی لازم ہے، اگر فریقین مجلس شہادت میں موجود ہوں، تو اشارہ کافی ہے اور اگر مقدمہ کی کارروائی وکلا کے ذریعہ انجام پائے، تو فریقین کے نام نسب وغیرہ کا ذکر کرنا ضروری ہے، جس سے ان کے متعلق پوری معلومات ہوجائے: ''یجب أن یشیر الشاہد عند الشہادۃ إلی کل من المشہود لہ والمشہود علیہ والمشہود بہ إذا کانوا حاضرین فإن فعل ذلک، کفی ..... أما فی الشہادۃ المتعلقۃ بالموکل الغائب أو بالمیت فیلزم الشاہد ذکر أبیہما وجدہما'' (شرح المجلہ: المادہ: ١٦٩٠)۔

دفع خصومت کے لئے مدعا علیہ کا دعوی، شہادت کی سماعت، نیز فیصلے کے وقت موجود رہنا ضروری ہے: ''فلو امتنع (المدعی علیہ) عن الحضور إلی المحکمۃ وإرسال وکیل، نصب الحاکم لہ وکیلا یحافظ علی حقوقہ وسمع الدعوی والبینۃ فی مواجہتہ وإذ تبین بعد الفحص أن الدعوی مقارنۃ للصحۃ وثبت الحق، حکم بمقتضی ذلک" (شرح المجلہ، المادہ: ١٨٣٤) (دیکھئے: مقالہ مفتی عثمان بستوی)۔

* مولانا اختر امام عادل قاسمی لکھتے ہیں:

اوراسی یقین کےحصول کےلئے فقہاء نے عدالتی کاروائی کی تکمیل کےلئے اکثرمجلس قاضی میں فریقین اورگواہوں کی حاضر ی کولازم قراردیا ہے:

''فصل : إذا انعقد في مجلس القاضي مقال بإقرار أو إنكار وشهدت به شهود المجلس عند القاضي أنفذ تلك المقالة على قائلها ولم يعذر إليه في شهادة شهودها لكونها بين يديه وعلمه بها وقطعه بحقيقتها، وهذا هو الإجماع من المتقدّمين والمتأخّرين ، قاله أبو إبراهيم إسحاق بن إبراهيم التّجيبيّ .وقاله ابن العطّار ، وبه جرى الحكم والعمل عند الحكّام " (تبصرۃ الحکام ٤٦٢،١)۔

''إخبار صدق لإثبات حقّ بلفظ الشّهادة في مجلس القاضي " (رد المحتار ٤٦١،٥) ۔

''الفصل الثّاني في بيان كيفيّة أداء الشّهادة المادّة (٦٨٧١) (لا تعتبر الشّهادة الّتي تقع في خارج مجلس المحاكمة)۔

والشّرط العائد للمكان في الشهادة هو كونها في مجلس القاضي فلذلك لا تعتبر الشهادة التي تقع في خارج مجلس المحاكمة" (الدر المختار) ۔

‘‘مثلا لو أقام المدعي شاهدين في حضور القاضي بأن فلانا وفلانا قد شهدا على مدعاه في الموضع الفلاني لا تقبل" (دیکھئے: مقالہ مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

* ‘‘كما أنہ يشترط حضور الطرفين حين المحاكمۃ فكذلک يشترط حضورہما فی مجلس المحاكمۃ حين الحكم أو حضور نائبہما يعنی يلزم حضورہما فی مجلس الحكم حين النطق بالحكم بعد إجراء المحاكمۃ بين الطرفين مواجہۃ؛ لأنہ لا يحكم للغائب فی غيابہ كماأنہ لا يحكم عليہ فی غيابہ سواء كان غائباً عن مجلس الحكم أو كان غائباً عن البلدۃ" (درر الحكام شرح مجلۃ الاحكام ۶۰۶،۴، مادہ: ۱۸۳۰ كتاب القضاء، الباب الثانی فی الحكم) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

* اسی بنیاد پر فقہاء نے محض دستاویز اور تحریر کو بنیاد بناکر فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، علامہ شامی نقل کرتے ہیں:‘‘وفی الأشباہ:لا يعتمد على الخط ولا يعمل بمكتوب الوقف الذی عليہ خطوط القضاۃ الماضين، لكن قال البيری: المراد من قولہ لا يعتمد أی لا يقضی بذلک عند المنازعۃ، لأن الخط مما يزور ويفتعل" (رد المحتار ۳۱۵،۶) (مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی)۔

* اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ دعوی مجلس قضاء میں کیا جائے: ‘‘ومنہا مجلس الحكم فلا تسمع الدعوى إلا بين يدی القاضی كما لا تسمع الشہادۃ إلا بين يديہ" (بدائع الصنائع ۳۳۲،۵، طبع زکریا) (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

* ‘‘ومنہا حضرۃ الخصم فلا تسمع الدعوى والبينۃ إلا على خصم حاضر وہذا عندنا، وعند الشافعی حضرۃ المدعى عليہ ليست بشرط سماع الدعوى والبينۃ والقضاء" (بدائع الصنائع ۲۲۲،۴) (مفتی محمد زبیر ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

* اس کی تائید دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے درج ذیل فتوی سے بھی ہوتی ہے:

‘‘شریعت نے قضاء اور شہادت کے اصول وضوابط مقرر کئے ہیں، ان کا مقصد ہر طرح کی تلبیس اور جعل سازی کو روکنا ہے، ویڈیو کے ذریعہ دی جانے والی گواہی میں تلبیس اور جعل سازی کا بھرپور امکان موجود ہے، اس کی تکنیکی ذرائع سے ویڈیو میں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کرکے پیش کرنا بآسانی ممکن ہے، اس لئے ویڈیو کے ذریعہ سے گواہی شرعاً قبول نہیں ہے ’’ (مولانا ممتاز خان ندوی)۔

البتہ ان ہی میں سے بعض مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ مجبوری، مرض اور کرونا جیسی صورت حال میں ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی، اثبات دعوی ورفع الزام وغیرہ کی گنجائش نکالی جاسکتی ہے، چنانچہ:

مفتی محمد شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں:

''البتہ وبا وغیرہ کی مجبوری کی وجہ سے ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی، دعوی، رفع الزام اور شہادت کی سماعت نیز فریقین کی شناخت کا اعتبار اس وقت ہوگا جبکہ خود عدالت یا دار القضاء کے عملہ کے ذریعہ ویڈیو کانفرنس کا انتظام کیا جائے، تاکہ ہر طرح کی جعل سازی، دھوکہ اور فریب سے بچا جاسکے۔

مفتی جمیل احمد نذیری صاحب لکھتے ہیں:

''وقتی طور پر، کام کو آگے بڑھانے کے لئے ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دارالقضاء کی کارروائی، دعویٰ، رفع الزام اور شہادت کی سماعت نیز فریقین کی شناخت کرنا جائز ہوگا، مگر فیصلہ اس وقت کیا جائے جب عیاناً بھی یہ چیزیں ہوجائیں، خصوصاً شہادت اور فریقین کی شناخت کا معاملہ مجلس قضاء میں عیاناً ہونا چاہئے، کیونکہ شناخت میں اشتباہ ہوسکتاہے، دنیاوی عدالتوں کا معاملہ دوسرا ہے، وہاں تو دونوں طرف کے وکیل ہی سب کچھ ہوتے ہیں، فریقین سامنے آتے ہی نہیں ''۔

مولانا ابو المکارم معروفی لکھتے ہیں:

تاہم مندرجہ ذیل امور کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر غور و خوص کی ضرورت ہے آیا ان کی وجہ سے آن لائن اور ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ قضا اور اس کے لوازمات کی کارروائی معتبر ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(١) پوری دنیا میں اہم ترین میٹنگ،کانفرنس،بڑے بڑے معاملات اور اجتماعات کی کارروائی ویڈیو کانفرنس کے ذریعے انجام پاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ویڈیو کانفرنس کی صورت میں شرکاء اگرچہ حقیقتاً مختلف جگہوں میں ہوتے ہیں اور ان کے درمیان مکانی فاصلہ ہوتا ہے، لیکن آن لائن رابطے کی وجہ سے حکما عرف عام میں ان کو مجلس میں حاضر سمجھا جاتا ہے۔

(٢) بیوع کے باب میں بھی ایجاب و قبول کے لیے اتحاد مجلس ضروری ہے، لیکن حضرات فقہاء کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود ایجاب وقبول کا باہمی اتصال ہے، کیونکہ ایجاب و قبول کے باہم متصل و مربوط ہونے سے ہی عقد وجود میں آتا ہے، اور یہ اتصال اتحاد زبان سے حاصل ہو جاتا ہے، جیسا کہ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

''اتحاد المجلس إذا كان العاقدان حاضرين فهو أن يكون الايجاب والقبول فى مجلس واحد بأن يتحد مجلس الإيجاب والقبول لا مجلس المتعاقدين لأنہ شرط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعا لأطرافہ تيسيرا على العاقدين'' (البحر الرائق٣،٨٣)۔

تو کیا آن لائن دارالقضاء کی کارروائی میں بھی مکانی فاصلے کے باوجود صرف زمانی اتحاد کافی ہو جائے گا؟

حاصل یہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقیوں سے ارتباط کی جونت نئی شکلیں وجود میں آئی ہیں جس میں دو یا چند افراد مکانی فاصلے کے باوجود ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں، اور ایک دوسرے کی گفتگو کو اچھی طرح سنتے ہیں اور ایک دوسرے

کی نقل و حرکت کا علم بھی ہوتا ہے تو ایسی صورت میں بعد مکانی کے باوجود حکما مکان واحد کا درجہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دیا جا سکتا ہے تو پھر آن لائن ویڈیو کانفرنس کے ذریعے قضا کی کارروائی بھی انجام دی جاسکتی ہے یانہیں؟

نوٹ: واضح رہے کہ بندے کی رائے میں آن لائن قضا کی کارروائی درست نہیں ہے۔

یہ چند باتیں اساطین علم اور ارباب فقہ وفتاوی کے سامنے صرف اس لئے پیش کی گئی ہیں تاکہ بحث و مباحثہ کا ایک گوشہ سامنے آجائے، بحث و مباحثہ کے بعد اگر صحیح معلوم ہو تو قبول فرمائیں گے ورنہ ردکر دیں گے (دیکھئے: مقالہ مولانا ابوالمکارم معروفی)۔

مفتی عثمان بستوی صاحب لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ شہادت کے علاوہ دوسرے امور مثلاً فریقین کے تعارف اور بوقت ضرورت مقدمے کی کارروائی کےانتقال اورمقدمے کی کارروائی کے لئے توکیل اور اشہاد علی الخصم وغیرہ کی تکمیل کے بعد فیصلہ وغیرہ کے لئے جدید ذرائع (جو محفوظ طریقے سے اختیار کئے جائیں) کو استعمال کرنا اور اعتماد کرنا بوقت ضرورت ومجبوری جائز ہے اور کتاب القضاء کی تفصیل دیکھنے کے بعد گنجائش نظر آتی ہے، بشرطیکہ حتی الامکان شرائط قضا کو ملحوظ رکھا گیا ہو، کیوں کہ ضرورتاً ثابت ہونے والا حکم بقدر ضرورت ہی ثابت ہوگا ، (الضرورة تقدر بقدر الضرورة)''۔

مفتی عبد الرحیم قاسمی لکھتے ہیں:

''البتہ قاضی کے روبرو یہ تمام مراحل مکمل ہونے کے بعد صرف فیصلہ سنانے کے لئے ویڈیو کانفرنسنگ کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

البتہ کرونا جیسی سخت مجبوری ہو اور فریقین اور گواہان کو عدالت میں حاضر نہیں کیا جاسکتا ہو تو ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی اور گواہوں کی سماعت وتعدیل کی بھی گنجائش ہے ۔

''فی الخامس من جامع الفصولین عن الخانیۃ: غاب المدعی علیہ بعد ما برہن علیہ أو غاب الوکیل بعد قبول البینۃ قبل التعدیل أو مات الوکیل ثم عدلت تلک البینۃ لا یحکم بہا وقال أبویوسفؒ یحکم وہذا أرفق بالناس'' (رد المحتار۴؍۳۳۶)۔

مفتی محمد زبیر ندوی لکھتے ہیں:

''ومنہا حضرۃ الخصم فلا تسمع الدعوی والبینۃ إلا علی خصم حاضر وہذا عندنا وعند الشافعی حضرۃ المدعی علیہ لیست بشرط سماع الدعوی والبینۃ والقضاء'' (بدائع الصنائع۴؍۲۲۲)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک مدعا علیہ کی حاضری ضروری نہیں ہے، چنانچہ ضرورت کے موقع پر اس پر عمل کیا جاسکتا ہے، اسی طرح شہادت کے سلسلہ میں بعض فقہاء کرام نے وسعت سے کام لیتے ہوئے گواہ کو دیکھنے کی

شرط نہیں لگائی ہے۔

''وبعض مشائخنا توسعوا فی ہذا، وقالوا:یصح عند التعریف، وتعریف الواحد یکفی، والمثنی أحوط'' (الہندیہ ۳۸۹٫۳، کتاب الشہادۃ)۔

اس میں تعریف کی شرط لگائی گئی ہے اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ بہت حد تک یہ مقصد پورا ہوجاتا ہے، بطور خاص جب مدعی خود کہے کہ ہاں وہی شخص ہے، اس لئے کرونا وغیرہ کے دور میں اس ذریعہ سے بھی کارروائی کی جاسکتی ہے، فقط واللہ اعلم۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہوا کہ وہ مقدمات جن میں فیصلے کے لئے مدعی علیہ وفریق کی ضرورت ہوتی ہے ایسے مقدمات کی کارروائی کے لئے مجلس قضاء میں بنفس نفیس شرکت ضروری ہے، آن لائن یا ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ اجلاس کی کارروائی سے شرعی قضاء کا تحقق نہیں ہوگا، البتہ جن معاملات میں مدعی علیہ وفریق کی حاجت نہیں ہے ایسے معاملات میں آن لائن ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ بھی کارروائی چلائی جاسکتی ہے؛ کیونکہ یہ قضاء علی الغائب حقیقت میں ہے ہی نہیں، کیوں کہ کوئی مدعی علیہ نہیں، علی حیدر نے شرح المجلہ میں قضاء علی الغائب کے مسئلہ سے دو مسئلے کو مستثنی کیا ہے: اس میں سے ایک یہ ہے کہ مدعی علیہ نے اقرار کرلیا پھر فیصلہ سے قبل غائب ہوگیا تو اب قاضی اس کی غیبوبت میں فیصلہ کرسکتا ہے '' (درر الحکام ۶۰۶٫۴ کتاب القضاء، الباب الثانی فی الحکم)۔

مفتی محمد مقصود فرقانی نے شروع میں ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی کودرست قرار دیا، لیکن اس جواب کے اخیر میں لکھتے ہیں:

''ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ معاملات کی توثیق تو ہوسکتی ہے، لیکن اس پر فیصلہ نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ مسلم قاضی وہ ذرائع واختیارات نہیں رکھتا ہے جو حکومت کے پاس ہوتے ہیں''۔

جبکہ بعض مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ دار القضاء کی کارروائی، اثبات دعوی ورفع الزام اور گواہان کی شناخت ویڈیو کانفرنسنگ کے لئے کی جاسکتی ہے (قاری ظفر الاسلام اعظمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی جمیل اختر جلیلی، مفتی مقصود فرقانی اور مولانا صابر حسین ندوی)۔

تائید وتوثیق:

* جس تزویر وتلبیس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، اس حکم کی پاس داری آن لائن کارروائی منعقد کرنے کی صورت میں ہوجاتی ہے، یہاں ہر ایک کی موجودگی اسی طرح ہوتی ہے جس طرح مجلس قضاء میں ہوتی ہے، چنانچہ مشہور فقیہ شیخ مصطفی زرقاء سے جب اس بابت سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

''فإذا کان ہناک شہود یسمعون کلا من الإیجاب والقبول مباشرۃ، ومن الممکن فعلاً أن یتحقق ہذا الشرط إذاکان ہناک أکثر ہاتف، فاستمع الشہود، وشہدوا علی العقد، وبذلک ینعقد عقد

الـزواج مباشـرة، ولايكـون هنـاك أى غضاضـة، وذلـك لتوفرشـروط العقـد وأركانـه اللازمـة لانعقاده" (حكم إجراء العقود بوسائل الاتصال الحديثية(الهاتف، البرقية، التلكس)، ص: ١١٣)۔

لہٰذا جب گواہ موجودہوناوربراہ راست ایجاب وقبول کوسن رہے ہوں، جوکہ عملاً ممکن ہے، باینطورکہ ایک سے زائدٹیلی فون ہوں، گواہ سن کر عقدپرگواہی دے سکیں تواس طریقہ پربراہ راست عقدنکاح منعقد ہوجائے گا اوراس کے انعقاد کے لئے لازمی ارکان اورعقد کی شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے کسی قسم کا کوئی اشکال باقی نہینرہے گا۔

آن لائن قضاء کی کارروائی کے تعلق سے عبدالعزیزبن سعد الغانم ایک طویل بحث کرنے کے بعدلکھتے ہیں:

''وتأسيساً على ماسبق، يمكن القول:إن إجراء المحاكمة عن بعدعبرالإنترنت باستخدام وسائل التقنية الحديثة أمرجائز، بالقياس على جواز العقد بالكتابة" (المحكمة الالكترونية، ص: ٥٩)۔

گزشتہ باتونکی بنیادپریہ کہاجاسکتاہے کہ جدیدوسائل کااستعمال کرتے ہوئے انٹرنیٹ کے ذریعہ سے قضاء کی کارروائی جائزہے اورتحریرکے ذریعہ عقد کے جواز پراس کوقیاس کیاجاسکتاہے۔

ایک اورجگہ لکھتے ہیں:

''ولايوجد مايمنع من تحقيق هذه الصفات التى ذكرالفقهاء بمجلس القضاء فى المحكمة الإلكترونية، خاصة إذا استحضرنا أن هذه الصفات هى وسيلة لتحقيق مقصدالقضاء الأول، وليست مرادة بذاتها؛ بحيث يقال بعدم جواز استبدال غيرها بها؛ بل إنه يجوز ذلك متى ماكانت الوسائل البديلة محققة للمقصود، ولاتحط من هيبة القضاء، وتحقق الراحة النفيسة للقاضى وأعوانه والخصوم، لاسيماإذاكانت معدة بشكل جيد، كمالوكانت محكمة مهيأة بأفضل الوسائل والمعدات، التى تتيح التواصل بين القاضى والخصوم عن بعد فى أثناء نظر النزاع، إذا رأى القاضى أن القضية لاتستدعى حضورهم لمجلس القضاء، أويكون حضورأطراف الدعوى لمحكمة قريبة من مكان وجودهم، ولوكانوا بعيدين عن القاضى ناظرالقضية، فيتم ربطهم به إلكترونياً عبرالدائرة التلفزيونية باستخدام برنامج Video Conference" (المحكمة الالكترونية، ص: ١٤٩-١٤٨)۔

بس معلوم ہوا کہ قضاء کی کارروائی اس طریقہ پرانجام دی جاسکتی ہے (دیکھئے مقالہ: مفتی جمیل اختر جلیلی)۔

* مفتی اقبال محمد ٹنکاروی نے قدیم طریقہ پر انجام دی جانے والی دار القضاء کی کارروائی کی اہمیت، اس کے لئے مطلوبہ شرائط، بعض حالات میں قضاء علی الغائب کی ضرورت پر مدلل گفتگو کے بعد لکھا ہے:

''اور ویڈیوکالنگ اور ویڈیوکانفرنسنگ کے ذریعہ کاروائی سے مجلس قضاء میں موجود ہونے کی یہ شرط فوت ہورہی ہے، قدیم فقہاء کے یہاں یہ کڑی شرط اس لیے رکھی گئی تھی کہ جد ید برقی اطلاعاتی انقلاب سے قبل ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی قاضی کی

مجلس میں موجو در ہے بغیر راست طور سے اپنی بات قاضی کے سامنے رکھ سکے، البتہ جدیدعہد میں ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ کی مدد سے اب یہ آسان ہو گیا ہے کہ قاضی کی مجلس میں موجودگی کے بغیر ہی سیکڑوں اور ہزاروں میل کے فاصلے سےہر شخص راست طورپراپنی بات قاضی کے سامنے رکھ سکتا ہے،رفع الزام بھی کرسکتاہے،قاضی جرح کرنا چاہےتو جرح بھی کرسکتا ہے ،تو جس طرح اقتصاد و معیشت جیسے زندگی کے نہایت حساس میدانوں میں ان ذرائع سے استفادہ کیا جارہا ہے ، دارالقضاءکے باب میں بھی ان سے استفادہ کیا جائے تو گنجائش ہے ۔

اس لئے کہ ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ میں انسان ہزاروں میل کے فاصلے پر ہوتے ہوئے بالکل آپ کے سامنے ہوتا ہے ، وہ آپ کو دیکھ اور سن سکتا ہے اور آپ کے سوالات کا جواب دے سکتا ہے ، گویا وہ مجلس ہی میں موجود ہے،اب Skype , Imo اور Zoom جیسے Apps کی مدد سے ویڈیو کالنگ اور کانفرنسنگ عام ہے ، ان پر آن لائن کلاسیز، میٹنگس اور مباحثے و مکالمے سے عوام وخواص واقف و عامل ہیں۔ ایسے میں دارالقضاء کی کاروائی کے باب میں اگر ان سے استفادہ نہ کیا گیا اور اس سے احتیاط واجتناب برتا جاتا رہا توبہت سے عقود ومعاملات اور بہت سے مقدمات معرض التواء میں رہیں گے ، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت دارالقضاءکی کارروائی کے لئے اس کے استعمال کی گنجائش ہونی چاہئے۔

لہٰذا جب یہ ذرائع ابلاغ انسانوں کی آسانی اور بھلائی کے لئے کارآمد ہوسکتے ہیں تو جہاں تک ہوسکے شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس سے ملنے والی سہولتوں سے استفادہ کرنا چاہئے اور جس سے حرج اور ضرورت کا دفع ہوسکے وہ صورت اختیار کرنی چاہئے، البتہ جب ضرورت ختم ہوجائے تو یہ شرط پھر عود آئے گی اور قاضی کی مجلس میں حاضری کے لئے ضروری سمجھی جائے گی ''۔

* مولانا صابر حسین ندوی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے قضاء کی حکمت ومصلحت، اس کا مقصد وغایت، اس مسئلہ میں عرف وسیاست کی وجہ سے تبدیلی کے امکانات پر مدلل گفتگو کے بعد لکھتے ہیں:

''اس پوری تحقیق اور اہتمام کا مقصد صرف یہ ہوا کرتا تھا کہ معاملہ میں صفائی ستھرائی باقی رہے، کسی قسم کا کوئی گمان اور الجھن نہ ہو، اگر کسی ذریعہ سے یہ حاصل ہوجاتا ہے تو پھر اس کا اعتبار کرنا چاہئے، اور یہ سمجھنا چاہئےکہ اصل وسائل نہیں بلکہ مقصود ہوتے ہیں، اگر جدید ٹکنالاجی سے مقصود حاصل ہوتا ہے تو ان کا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، ان دنوں ای میل اور ویڈیو کالنگ وغیرہ ایک معتبروسائل ہیں، اب تو بلو علامت کے ذریعہ سے مزید اکاؤنٹ ویریفائی ہوجایا کرتا ہے، اس کے باوجود اگر شک ہو تو قاضی گواہ کے پاس موجود کسی دوسرے وسیلہ سے اس کی تحقیق کرسکتا ہے، اور اطمینان کے بعد فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اس سلسلہ میں ایک

اعتراض بار بار ویڈیو اور تصویر کے سلسلہ میں کیا جاتا ہے، راقم کا خیال ہے کہ اس معاملہ میں بہت زیادہ سختی مناسب نہیں ہے؛ بالخصوص تصاویر کے مفہوم واطلاق کے سلسلہ میں اختلاف،نیز ڈیجیٹل تصاویر اور ویڈیوز پر مستزاد اختلاف نے اس مسئلہ میں خفت پیدا کردی ہے، تاہم ورع اور تقوی کی تلقین اپنی جگہ؛ لیکن اس پر سختی مناسب نہیں ''۔

جبکہ مفتی غلام اللہ کاوی، مولانا ابرار خان ندوی اور قاضی عبد الجبار ندوی نے اس سوال کا جواب ہی نہیں دیا ہے۔

۷۔ آج کل بعض آڈیو یا ویڈیو ڈالے جاتے ہیں، کوئی شخص اسے سنے، یا دیکھے، یا کسی اور کو بھیجے تو کمپنی اس کو پیسہ دیتی ہے، کیا اس ذریعہ سے روپیہ کمانا جائز ہوگا؟

بیشتر مقالہ نگار حضرات نے آڈیو اور ویڈیو کا فرق کئے بغیر اس سوال کا جواب دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آڈیو یا ویڈیو کے مشتملات شرعی اعتبار سے درست ہوں اور غلط افکار وخیالات سے خالی ہوں تو آڈیو سننے یا ویڈیو دیکھنے یا کسی دوسرے شخص کو بھیجنے پر کمپنی جو پیسہ دیتی ہے اس کا لینا اور اس ذریعہ سے روپیہ کمانا جائز ہے (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، قاری ظفر الاسلام اعظمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی غلام اللہ کاوی، مفتی جمیل اختر جلیلی، مفتی عثمان بستوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی زبیر ندوی، مفتی باقر ارشد قاسمی، مولانا نثار احمد گودھراوی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا ابو المکارم معروفی، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مفتی محمد مقصود فرقانی وغیرہ)۔

دلائل:

*''أحق ما أخذتم علیہ أجراً کتاب اللہ'' (رواہ البخاری)۔

* علامہ ابن بطال اس کی شرح میں لکھتے ہیں:''ہو عام یدل فیہ إباحۃ التعلیم وغیرہ'' (شرح ابن بطال ۴۰۶،۶)۔

*''واستدل بہ الجمہور فی جواز أخذ الأجرۃ علی تعلیم القرآن'' (فتح الباری ۵۳۰،۴) (مفتی جمیل اختر جلیلی)۔

*''إن کان الانتفاع لمدۃ معلومۃ، فإن الاعتیاض عنہا مشروع بطریق الإجارۃ وإن کان علی سبیل التابید، فإنہ بیع لتلک المنفعۃ'' (فقہ البیوع ۲۶۸،۱) (مفتی عثمان بستوی)۔

*''الأصل إباحۃ الجائزۃ علی عمل مشروع سواء أکان دینیا أو دنیویاً، لأنہ من باب الحث علی فعل الخیر والإعانۃ علیہ بالمال وہو من قبیل الہبۃ'' (الموسوعۃ الفقہیہ، مادہ: جائزہ) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا ابو المکارم معروفی)۔

*''وإن مثل ہذہ الجوائز التی تمنح علی أساس عمل عملہ أحد، لا تخرج عن کونہا تبرعاً وہبۃ، لأنہا لیس لہا مقابل، وإن العمل الذی عملہ الموہوب لہ، لم یکن علی أساس الإجارۃ أو الجہالۃ حتی یقال:إن الجائزۃ أجرۃ لعملہ، وإنما کان علی أساس الہبۃ للتشجیع'' (بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ ۱۵۵،۲) (مولانا ابو المکارم معروفی)۔

* درمختار میں ہے: ''الأجرة إنما تكون بمقابلة العمل'' (درمختار زکریا ۴؍باب المہر)، ''وشرطها كون الأجرة والمدة معلومتين'' (شامی زکریا ۷؍۹ کتاب الاجارۃ)، ''وعلى هذا يخرج الاستيجار على المعاصي أنه لا يصح لأنه استيجار على منفعة غير مقدور الاستيفاء شرعاً كااستئجار الإنسان اللهو واللعب وكاستيجار المغنية والنائحة للغناء والنوح'' (بدائع الصنائع ۳۹؍۴ باب الاستیجار علی المعاصی، کذا فی الفتاوی الہندیہ ۴۱۱؍۴ کتاب الاجارۃ ، الباب الاول)، ''وفی شرح التمرتاشی من النصاب یجب (أی الأجر) بقدر الغناء واللعب'' (تکملۃ شامی ۷۶؍۱۱ کتاب الہبۃ مطلب یجب الأجر بقدر الغناء بحوالہ کتاب النوازل ۳۹۳؍۱۲) (مولانا آزاد بیگ قاسمی)

* مولانا صابر حسین ندوی رقم طراز ہیں: ''تصاویر کے متعلق احادیث اور احکام پر علی قدرالاستطاعہ غور کرنے کے بعد راقم الحروف کا خیال ہے کہ سوشل میڈیا ایک عام وسیلہ کے مانند ہے، اس کے مواد اور مقاصد کو زیر بحث لانا زیادہ مناسب ہے چہ جائے کہ فی نفسہ اسے ہی یک لخت رد کردیا جائے، اس لحاظ سے ان سائٹس پر ویڈیو، آڈیو ڈالنا اور پیسے کمانا گویا ایک مالی معاملہ ہے، جس میں اس سے متعلق احکام و مسائل کو زیر بحث لانا مناسب ہوگا،خصوصاً ان فقہی قواعد کو ملحوظ رکھنا چاہئے! جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مالی عبادت میں اصل اباحیت اور باہمی رضامندی ہے،یا یہ کہ مومنین نے عقد میں جو شرطیں لگادی ہیں اگر وہ نصوص کے خلاف نہ ہوں تو ان کا پاس ولحاظ رکھنا چاہئے، پھر یہ کہ ان میں وسائل کا حکم مقاصد پر مبنی ہوا کرتا ہے، جن میں مصالح ومفاسد کا خیال رکھا جائے گا؛ نیز جن چیزوں کی بیع ممنوع ہوتی ہے انہیں خریدنا بھی منع ہوتا ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ جب حلال اور حرام مخلوط ہوجائیں تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے، یہ اصول حسب ذیل ہیں:

١۔ ''الأصل في المعاملات المالية الإباحة'' (تيسير أصول الفقه للمبتدئين ۱۲؍۵)۔

٢۔ ''الأصل في العقود التراضي ما لم يخالف نصا صريحا أو قاعدة عامة'' (القواعد الفقہیہ وتطبیقاتہا في المذاہب الأربعہ ۸۱۸؍۲)۔

٣۔ ''العقد شريعة المتعاقدين والمؤمنون عند شروطهم'' (نظریۃ المقاصد عند الامام الشاطبی ۳۴۶؍۱)۔

۴۔ ''كل عقد اشتمل على شرط فاسد فهو باطل'' (شرح قواعد الأصول ومعاقد الفصول ۹؍۷)۔

۵۔ ''الأمور بمقاصدها، ولكل إمرء ما نوى'' (الأشباہ والنظائر للسیوطی ۸؍۱)۔

۶۔ ''الوسائل لها حكم المقاصد، والمفضي إلى محرم محرم'' (شرح تنقیح الفصول ۴۴۹؍۱)۔

۷۔ ''يغتفر في الوسائل ما لا يغتفر في المقاصد (الشبهة الخفيفة أو الضرر غير الفاحش)'' (الوجيز في أصول الفقہ الاسلامی ۴۵۲؍۲)۔

۸۔ ''المصلحة والمفسدة هي معيار وميزان الإقبال أو الإدبار وجودا وعدما (شرح

مختصر الروضہ ٢٦٧،٢)۔

٩۔ ''ما حرم شراؤہ حرم بیعہ'' (القواعد للحصنی ١٤٠،٣)۔

١٠۔ ''إذا اختلط الحلال والحرام غلب الحرام'' (الأشباہ والنظائر للسبکی ٣٨٠،١)۔

ان حضرات کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ کمپنی جس اشتہار سے حاصل ہونے والی آمدنی کا ایک حصہ اپنے یوزرس (ویڈیوآڈیو اپلوڈ کرنے والے) کو دیتی ہے وہ اشتہار بھی شرعی اعتبار سے درست ہو، عریاں اور فحش تصویریں،غلط تجارت اور دھوکہ دہی پر مشتمل نہ ہو، ورنہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی شرعاً جائز نہیں ہوگی۔

دلائل:

* اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ وعرضہ، ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام، کالراعی حول الحمی یوشک أن یرتع فیہ، ألا وإن لکل ملک حمی، ألا وإن حمی اللہ محارمہ'' (الجمع بین الصحیحین للحمیدی، حدیث نمبر: ٨٠٥، صحیح بخاری، حدیث: ٥٢) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

*''وإن کان بعض الإعلانات محرما وبعضہا مباحاً، فأجرۃ المباح مباحۃ وأجرۃ المحرم محرمۃ'' (اسلام ویب، فتوی نمبر: ١٢٤٧٢٨) (مفتی جمیل اختر جلیلی)۔

*''إن الذین یحبون أن تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لہم عذاب ألیم فی الدنیا والآخرۃ واللہ یعلم وأنتم لا تعلمون'' (النور: ١٩) (مفتی محمد زبیر ندوی)۔

*''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (المائدہ: ٢)۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:''إن ما یؤدی إلی الشر شر'' (روح المعانی ٢٠٢،٧) (مفتی محمد زبیر ندوی، مولانا اظہار الحق قاسمی)۔

جبکہ بعض دوسرے مقالہ نگار حضرات نے آڈیو اور ویڈیو میں فرق بیان کرتے ہوئے جواب دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر آڈیو کے مشتملات شرعی اعتبار سے درست ہوں تو آڈیو سننے یا اس کو دوسرے شخص کو بھیجنے پر کمپنی جو پیسہ دیتی ہے اس کا لینا جائز ہوگا، البتہ ویڈیو میں تصویر کا مسئلہ قباحت سے خالی نہیں ہے، اس لئے اس کے ذریعہ حاصل آمدنی جائز نہیں ہوگی (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی جمال الدین قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا ممتاز خان ندوی)۔

دلائل:

* ''ومن الذین من یشتری لہو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذہا ہزوا أولئک لہم عذاب مہین'' (لقمان: ٦)۔

* علامہ زیلعیؒ لکھتے ہیں:''ولا تجوز الإجارۃ علی شیء من الغناء والنوح والمزامیر والطبل و شیء من اللھو ولا علی الحداء وقراءۃ الشعر ولا غیرہ ولا أجر في ذلك، وھذا کلہ قول أبي حنیفۃ وأبي یوسف ومحمّد؛ لأنّہ معصیۃ ولھو ولعب والاستئجار علی المعاصي واللعب

لا يجوز؛ لأنه منهي عنه" (حاشیہ شلبی مع تبیین الحقائق۵/ ۱۲۵)۔

اور علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: ‘‘وعلى هذا يخرج الاستئجار على المعاصي أنه لا يصح لأنه استئجار على منفعة غير مقدورة الاستيفاء شرعا كاستئجار الإنسان للعب واللهو، وكاستئجار المغنّية، والنائحة للغناء، والنوح" (بدائع الصنائع ۴/ ۱۸۹) (مفتی جمال الدین قاسمی)۔

* ‘‘ومنها أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوماً علماً يمنع المنازعة فإن كان مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة يمنع صحة العقد وإلا فلا" (فتاوی ہندیہ۳،۳۱۱) (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی)۔

* مولانا ممتاز خان ندوی کی رائے ہے کہ اگر آڈیو مرد کی آواز میں ہو اور غیر شرعی چیزیں اس میں نہ ہوں تو اس آڈیو کا سننا، فاروڈ کرنا اور اس پر ملنے والا انعام سب جائز ہے۔

* مفتی اقبال محمد ٹنکاروی نے اس عقد معاملہ میں پائی جانے والی مجہول اجرت اور منفعت اور مقتضاء عقدکے خلاف پائی جانے والی شرائط کو بیان کرتے ہوے تحریر فرماتےہیں:

‘‘لہذا ایک تو شروع میں گوگل سے کیاجانے والا عقد بھی درست نہیں اور پھر بعد میں چونکہ ویڈیو اشتہارات بھی خلاف شرع ہونگے، یہ مزید اس عقد اور اس کے ذریعہ آمدنی حاصل کرنے کے مفاسد میں سے ہے، لہذا میڈیا پر اپ لوڈ کرنے والے کے لئے گوگل کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کرنا اور اس پر پیسے لینا مفسد عقد شرائط پائے جانے کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور اس سے مکمل اجتناب ضروری ہے ’’۔

۸۔ کیا اپنی ویڈیو کی نشرواشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا درست ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگار کی رائے ہے کہ اپنی ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا درست نہیں ہے۔

دلائل:

* یہ حکم شرعی کی صریح خلاف ورزی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘واجتنبوا قول الزور" (سورہ حج: ۳۰)۔

* یہ تعاون علی المعصیۃ ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان" (المائدہ: ۲) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی جمیل اختر جلیلی، مولانا ابرار خان ندوی، مفتی باقر ارشد قاسمی، مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا ممتاز خان ندوی)۔

* اس لئے کہ یہ فواحش ومنکرات کی اشاعت ہے: ‘‘إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة في الذين آمنوا لهم عذاب أليم في الدنيا والآخرة" (النور: ۱۹) (مفتی جمال الدین قاسمی، قاضی عبد الجبار ندوی، مولانا ابوالمکارم معروفی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی)۔

* آیت کے الفاظ فواحش و منکرات پھیلانے کی تمام صورتوں کوشامل ہیں، اس میں بداخلاقی وبدکرداری کو ترغیب دینے والے اور اس کے جذبات کو ابھارنے والے اشعار، گانے، اورتصویر سب شامل ہیں، جیسا کہ علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''لا شک أن ظاہر قولہ: إن الذین یحبّون... یفید العموم وأنہ یتناول کل من کان بہذہ الصفۃ'' (تفسیر کبیر)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ''لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللہ سمیعا علیما'' (النساء: ۱۴۸)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ فخرالدین رازیؒ لکھتے ہیں:''یعنی أنہ تعالی لا یحب إظہار الفضائح والقبائح إلا فی حق من عظم ضررہ وکثر مکرہ وکیدہ، فعند ذلک یجوز إظہار فضائحہ'' (تفسیر کبیر)۔

اور علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'' ولعل المراد ہنا الإظہار وإن لم یکن برفع صوت، أی: لا یحب اللہ سبحانہ أن یعلن أحد بالسوء کائنا من القول'' (روح المعانی) (دیکھئے مقالہ: مولانا ابو المکارم معروفی)

* تفسیر مظہری میں ہے: ''ولا تعاونوا علی ارتکاب المنہیات''(۱۹،۳)۔

*''الغناء ینبت النفاق فی القلب'' (المصنف لابن ابی شیبہ ۱۰۲،۱۱)۔

* قواعد الفقہ میں ہے: ''إن اعتناء الشرع بالمنہیات أشد من اعتناءہ بالمامورات'' (قواعد الفقہ،۱۳۳) (مفتی باقر ارشد قاسمی)۔

* ''ولا تصح الإجارۃ لعسب التیس وہو نزوہ علی الإثاث ولا لأجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاہی'' (رد المحتار ۲۹۱،۴) (مولانا اظہار الحق قاسمی)۔

* ''لما فیہ من الإعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما أدی إلی ما لا یجوز لا یجوز'' (فتاوی شامی ۵۱۸،۹ طبع زکریا) (مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* فقہ شافعی کی مشہور کتاب ''المنہاج '' میں ہے: ''کل ما ہو سبب لمعصیۃ أو مظنونۃ فہو حرام'' (حاشیۃ البجیرمی علی المنہاج۳۸،۷) (مولانا ممتاز خان ندوی)۔

* شریعت سے متصادم اعلانات ویب سائٹ پر روکنے پر قدرت نہ ہو تو سروس کو چھوڑدینا ہی مناسب ہے، کیونکہ پھر ویب سائٹ کے مالک حرام کاموں کی ترویج میں شریک ہوجائیں جس سے بچنا ضروری ہے۔

علامہ وہبہ زحیلی تحریرفرماتے ہیں:

''أن تکون المنفعۃ المعقود علیہا مباحۃ شرعاً: کاستئجار کتاب للنظر والقراءۃ فیہ والنقل منہ، واستئجار دار للسکنی فیہا، وشبکۃ للصید ونحوہا.

ویتفرع علی ہذاالشرط أنہ باتفاق الفقہاء: لایجوز الاستئجار علی المعاصي کاستئجار الإنسان للعب واللہو المحرم وتعلیم السحر والشعر المحرم وانتساخ کتب البدع المحرمۃ،

وکاستئجار المغنیۃ والنائحۃ للغناء والنوح، لأنہ استئجار علی معصیۃ، والمعصیۃ لاتستحق بالعقد أما الاستئجار لکتابۃ الغناء والنوح فہو جائز عند الحنفیۃ فقط؛ لأن الممنوع عنہ نفس الغناء والنوح، لاکتابتہما. فالقاعدۃ الفقہیۃ إذن: أن ''الاستئجار علی المعصیۃ لا یجوز'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ۴؍۵۳۶،۵۳۷) (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

ان میں سے بعض مقالہ نگار نے غیر مصدقہ اشتہار لگانے کا الگ سے حکم بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مصدقہ اشتہارات جو خداع اور فریب پر مشتمل ہوں، شامل کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ اشتہار تعزیر اور خداع کا سبب بنینگے اور دھوکہ دینا یا دھوکہ کا سبب بننا دونوں ناجائز ہے۔

دلائل:

*''کفی بالمرء إثما أن یحدث بکل ما سمع'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۹۹۹) (مفتی محمد زبیر ندوی، مولانا ابو المکارم معروفی، مفتی جمیل اختر جلیلی)۔

* غیر مصدقہ اشتہارات شامل کرنا ایک طرح کی دھوکہ دہی ہے، جبکہ نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے: ''من غش فلیس منا'' (سنن ترمذی، حدیث: ۱۳۱۵) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی محمد زبیر ندوی)۔

*''یا أیہا الذین آمنوا إن جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا أن تصیبوا قوماً بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین'' (الحجرات: ۶) (مفتی جمیل اختر جلیلی)۔

* کیونکہ یہ اشتہار تغریر اور خداع کا سبب بنینگے اور دھوکہ دینا یا دھوکہ کا سبب بننا دونوں ناجائز ہے، ''لا یحل کتمان العیب فی مبیع أو ثمن؛ لأن الغش حرام إلا فی مسألتین: وفی البزازیۃ: إذا باع سلعۃ مبیعۃ علیہ البیان وإن لم یبین قال بعض مشائخنا یفسق وترد شہادتہ'' (شامی ۷؍۲۳۰)۔

''لا بأس بیع المغشوش إذ ا بین غشہ أو کان ظاہرا یری وکذا قال أبوحنیفۃ فی حنطۃ خلط فیہا الشعیر والشعیر یری'' (شامی ۷؍۴۹۴، طحطاوی علی الدر ۳؍۱۳۹)۔

''ما کان ضرراً عاماً فہو مکروہ ولیس بمصلحۃ خوفاً من الوقوع فی أیدی المدلسۃ علی الجاہل بہ'' (طحطاوی علی الدر ۳؍۱۳۹) (مفتی محمد عثمان بستوی)۔

* اس طرح کے اشتہارات کو شامل کرنے میں مسلمانوں اور عام لوگوں کو ضرر پہنچانا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے، ر سول اللہﷺ کا ارشاد ہے: ''لا ضرر ولاضرار'' (مسند احمد ۵؍۵۵، حدیث نمبر: ۲۸۶۵) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

* مولانا صابر حسین ندوی نے اشتہارات کی مختلف نوعیتیں اور ان کا الگ الگ حکم بیان کیا ہے اور اشتہارات ڈالنے یا نہ ڈالنے یا کیا ان کو روکا جاسکتا ہے، ان امور پر تفصیلی گفتگو کی ہے:

(الف) اشتہارات کا تعلق تعمیری امور سے ہو،عوام کیلئے سود مند ہو؛تو اسے آگے

بڑھانا جائز بلکہ باعث ثواب ہوگا: ‘‘من دعا الی ھدی ،کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لاینقص ذلک من اجورھم شیئا’’ (مسلم: ۴۹۶۰)، ‘‘الدال علی الخیر کفاعلہ’’(سنن ترمذی: ۲۶۷۱)۔

(ب)اگر کوئی ایسی چیز جس کا تعلق علاج ومعالجہ سے ہے، اور دیکھنے والے شخص کی نظرمیں کوئی اس کا مستحق اور ضرورت مند ہے؛ تو ایسے میں اسے اس تک پہونچانا نا صرف ضروری بلکہ وجوب کا درجہ بھی پاسکتا ہے۔

ج:اشتہارات اگر فحش ہوں، مشکوک ہوں،اخلاقی خرابی کا باعث ہوں یا آپسی انتشارات ونزاعات پر مبنی ہونوغیرہ، تو ایسے اشتہارات کی نشر واشاعت باعث گناہ ہوگا:‘‘.....ومن دعا إلی ضلالۃ کان علیہ من الإثم مثل آثام من تبعہ،لاینقص ذلک من آثامھم شیئا’’ (صحیح مسلم: ۴۹۶۰)۔

یہاں پر ایک قابل غور بات یہ ہے کہ یوٹیوب اور بعض سائٹس پر ویڈیو ، آڈیو اپلوڈ کرنے کے بعد اشتہارات کے سلسلہ میں کمپنی اپنے اختیار سے جو مناسب لگتا ہے وہ کرتی ہے، پھر کبھی کبھی اچھی ویڈیوز پر فحش اشتہارات دکھائے جاتے ہیں، اپلوڈ کرنے والے کی مشکل یہ ہے کہ وہ انہیں ذرائع پر وقت صرف کرتا ہے اور اسی سے روزی روٹی کا بندوبست کرتا ہے، اگر وہ -ایڈ فری، جس میں اشتہارات نہیں دکھائے جاتے- کا آپشن لے لیتا ہے تو ویڈیو اپلوڈ کرنے کا فائدہ کچھ خاص نہ رہے گا،جب تک کہ دیکھنے والوں کی ایک معتدبہ تعداد نہ ہوجائے، عام طور پر لوگ اس حد تک نہیں پہنچ پاتے؛ایسے میں کیا کیا جائے؟ اس تعلق سے ویڈیو اپلوڈ کرنے والے اور دیکھنے والے دونوں کی جانب سے سوچنا چاہئے!

۱۔ویڈیو اپلوڈ کرنے والا اگر مستطیع ہے، اسے اس کمائی کی ضرورت نہیں ہے تو پھر مناسب ہے کہ وہ -ایڈ فری- کا آپشن لے؛ تاکہ کوئی اشتہار شائع نہ ہو اور اس کی ویڈیو بنا روک ٹوک و فحش اشتہار کی گنجائش کے ہی جاری رہےاور لوگ بآسانی استفادہ کریں۔

۲۔ ویڈیو دیکھنے والے کو چاہئے کہ وہ اگر مستطیع ہے تو -ایڈ فری، یہ دیکھنے والے کیلئے بھی لاگو ہوتا ہے- کا آپشن لے؛ تاکہ کوئی اشتہار اسے دیکھنے کا موقع نہ ملے۔

اگر یہ دونوں صورتیں نہ پائی جائیں تو پھر ویڈیو اپلوڈ کرنے والا ایک وضاحت دے اور اشتہارات سے اپنی لا تعلقی کا اظہار کرے؛ چونکہ یہ کمپنی کی جانب سے جبریہ ہوتے ہیں، جس میں ویڈیو اپلوڈ کرنے والے کا کوئی ہاتھ نہیں ہوتا، اس لئے اسے قصوروار نہیں سمجھا جائے گا، دوسری طرف اگر ویڈیو دیکھنے والا ایڈ فری کا آپش نہ لے سکے تو کم از کم یہ کرے کہ جب کمپنی کی جانب سے پانچ سکنڈ کے بعد ویڈیو پر آنے والے اشتہار کو - skip-کرنے کا آپشن ملے تو اسے فوراً اختیار کرلےیا اسی قسم کی ایک ایڈور ٹائز پندرہ سکنڈ یا دس سکنڈ کی بھی آتی ہے، اگر وہ غیر مناسب ہو تو اسے بھی نہ دیکھے۔

* اشتہارات کا تعلق عموماً ہرانسان کے ذاتی سرچ انجن کے مطابق ہوتا ہے؛ یعنی اگر ایک شخص غیر فحش ویڈیوز دیکھتا ہے تو یہ شاذ ہے کہ اسے فحش اشتہارات دکھا

ئےجائیں، اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان اپنے کئے کا خود ہی ذمہ دار ہے، اسی طرح اگر کوئی فحش ویڈیو ڈالتا ہے تو اس پر اشتہار بھی عموماًفحش ہی آتے ہیں، جو خود گناہ کا عمل ہے۔

* اگر چھوٹے بچے موبائل استعمال کرتے ہوں تو پھر مناسب ہے کہ ایڈ فری کا آپشن لے لیں، اس سے زیادہ بہتر ہے کہ -kids section- کا آپشن اختیار کریں، جس میں اشتہارات اور ویڈیوز وغیرہ میں انہیں کے معیار کا خیال رکھاجاتا ہے..... سب سے بڑی بات یہ کہ والدین نگرانی رکھیں اور ان پہلوؤں پر کوئی سمجھوتہ نہ کریں۔ ھذا ماعندی واللہ أعلم بالصواب ۔ (دیکھئے مقالہ: مولانا صابر حسین ندوی)

* مفتی جمال الدین قاسمی اس طرح کے اشتہارات کے نقصانات پر لکھتے ہیں:

ناجائز اشتہارات کی اشاعت سے جنسی انارکی اور صنفی آوارگی کو شہ ملتی ہے، زہد وتقوی اور عفت و پاک دامنی جیسی بہترین خصلتیں انسان سے رخصت ہوجاتی ہیں، شہوانی جذبات کی جو دبی ہوئی چنگاری تھی وہ شعلہ زن ہوجاتی ہے،اور نفس امارہ ہل من مزید کی صدا لگانا شروع کردیتا ہے، انسان گناہوں کا رسیا ہوتا جاتا ہے،اور اس کا دل سیاہ نقطوں سے بھرجاتا ہے،دیکھتے دیکھتے ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جس کے اندر بہیمیت کے جذبات فزوں تر ہیں،شیطانی وساوس وخیالات کی مکمل گرفت ہے،گناہوں کا بازار گرم ہےاور جرائم نقطۂ عروج پر ہیں،موجودہ دور پر نظر ڈالیے تو یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہوجائے گی کہ انہی ناجائز اور فحش اشتہارات کی وجہ سے آج حیا اور پاک دامنی عنقا ہوچکے ہیں، عورتوں کی عزت وعصمت محفوظ نہیں ہے،زنا کاری عام ہوچکی ہے،ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے اشتہارات پر حتی الامکان پابندی لگانے کی کوشش کی جائے ، اور جتنی استطاعت ہو اس کے بقدر ان کی اشاعت سے احتراز کیا جائے۔

اپنی ویڈیو پر ایسے اشتہارات ڈالنے کا ایک سب سے بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ جو شخص بد نظری سے اجتناب کرتا ہے، اور پاکیزہ زندگی گزارتا ہے،وہ اس ویڈیو کو جیسے ہی دیکھے گا اس کی نظروں کے سامنے وہ ناجائز اشتہار آجائے گا، پھر اس کے دل میں نفسانی جذبات مچلنے لگیں گے، بالآخر وہ گناہوں میں مبتلا ہوجائے گا، گویا یہ ویڈیو نفع پہونچانے کے بجائے ایک عظیم نقصان کا ذریعہ بن گئی ، اور ایک اچھا بھلا دین دار شخص گناہوں کا شکار ہوگیا (دیکھئے مقالہ: مفتی جمال الدین قاسمی)۔

البتہ مولانا ابرار خان ندوی، مفتی عبد الرحیم قاسمی اور مفتی باقر ارشد قاسمی کی رائے ہے کہ اگر کمپنی کی طرف سے خود بخود اشتہارات آتے ہوں اور اس پر سوشل میڈیا کے یوزر کو بندش لگانے کا اختیار بھی نہ ہو تو اس طرح کے اشتہار کا گناہ ان پر نہیں ہوگا وہ معذور ہونگے یہ گویا اضطراری کیفیت ہے۔

٩۔ آج کل آن لائن بھی بعض گیم کھیلے جاتے ہیں، اور جیتنے پر انعام بھی دیا جاتا ہے، کیا ایسے گیم میں شامل ہونا اور اس کو انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا جائز ہے؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگار کی رائے ہے کہ ویڈیو گیم بہت سے مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یا تو ناجائز ہے یا مکروہ ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا حرام ہے۔

اس لئے کہ:

* اس کھیل میں غیر شرعی امور مثلاً: جاندار کی تصاویر، میوزک، گانے وغیرہ کا ارتکاب لازم آتا ہے جو شرعاً جائز نہیں ہے۔

* بعض ویڈیو گیم ایسے ہوتے ہیں جن میں ایسی باتیں کی جاتی ہیں جو اسلام کے عقیدۂ توحید سے سراسر متصادم ہوتی ہیں، مثلاً: یہ دکھایا جاتا ہے کہ کھیل کا ہیرو بارش برساتا ہے، بجلی گراتا ہے، ہوائیں چلاتا ہے، بیماری سے شفا دیتا ہےاور زندوں کو مردہ کرتا ہے۔

* بعض گیم ایسے ہوتے ہیں جو جارحانہ میلان اور قتل وغارت گری کا رجحان پیدا کرتے ہیں۔

* بعض گیم ایسے ہوتے ہیں جن میں اخلاقی اقدار کو تارتار کیا جاتا ہے، اباحیت، جنسی بے راہ روی، بے پردگی اور بے حیائی کے مناظر ہوتے ہیں۔

* ویڈیو گیم کھیلنے والوں میں کھیل کے دوران جرائم کے مناظر کو دیکھ کر عام طور پر نقل کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

* آن لائن گیم کا سب سے بڑا نقصان وقت کا ضیاع ہے۔

* اس طرح کےگیم میں اتنا غلو پایا جاتا ہے جس سے اپنے فرائض وواجبات میں کوتاہی اور غفلت پیدا ہوتی ہے۔

* یہ فضول خرچی اور ضیاع مال کا سبب ہیں۔

* اس کھیل میں دینی اور جسمانی کوئی فائدہ مقصود نہیں ہوتا ہے اور جو کھیل ان دونوں مقاصد سے خالی ہو وہ جائز نہیں ، اس لئے کہ شریعت میں ان ہی کھیلوں کی اجازت دی گئی ہے جس میں کوئی دینی وجسمانی فائدہ مقصود ہو۔

دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

- ‘‘ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا’’ (لقمان: ۶)۔

- ‘‘والذين هم عن اللغو معرضون’’ (سورہ مومنون: ۳)۔

- ‘‘يا أيها الذين آمنوا لا تلهكم أموالكم ولا أولادكم عن ذكر الله ومن يفعل ذلك فأولئك هم الخاسرون’’ (سورہ منافقون: ۹)۔

- ‘‘كل ما يلهو به الرجل المسلم باطل إلا رميه بقوسه وتأديبه فرسه وملاعبته أهله’’ (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۶۳۷)۔

- ‘‘كل شئ ليس من ذكر الله فهو لعب، لا يكون أربعة: ملاعبة الرجل امرأته، وتأديب الرجل فرسه ومشى الرجل بين الغرضين وتعلم الرجل السباحة’’ (سنن نسائی، حدیث نمبر: ۸۸۸۹)۔

- ‘‘من لعب بالنردشیر فکأنما صبغ یده فی لحم خنزیر ودمہ’’ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٢٢٦٠)۔

- ‘‘عن عبد اللہ بن عمرؓ أن رسول اللہ ﷺ سابق بالخیل التی قد أضمرت من الحفیاء وکان أمدہا ثنیۃ الوداع وسابق بین الخیل التی لم تضمر من الثنیۃ إلی مسجد بنی زریق وکان ابن عمر فیمن سابق بہا’’ (رواہ البخاری ومسلم)۔

- ‘‘ففی الحدیث مشروعیۃ المسابقۃ وأنہ لیس من العبث، بل من الریاضۃ المحمودۃ الموصولۃ إلی تحصیل المقاصد فی الغزو والانتفاع بہا عند الحاجۃ’’ (فتح الباری ٦؍١٦٤، احکام المسابقات؍٣٠، دار النفائس، الاردن)۔

- ‘‘أن النبی ﷺ رأی رجل یتبع حمامۃ فقال: شیطان یتبع شیطانۃ’’ (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ٥٨٧٤)۔

- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس: الصحۃ والفراغ’’ (الجمع بین الصحیحین للحمیدی، حدیث نمبر: ١١٨٢، صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٦٤١٢)۔

- روح المعانی میں ہے: ‘‘ولہو الحدیث علی ما روی عن الحسن کل ما شغلک عن عبادۃ اللہ تعالی وذکرہ من السمر والأضاحیک والخرافات والغناء ونحوہا’’ (تفسیر آلوسی ١١؍٦٦، طبع دار الکتب العلمیہ)۔

*‘‘کرہ تحریماً (اللعب بالنردو) کذا (الشطرنج) وأباحہ الشافعی وأبویوسف فقال:ولا بأس بالشطرنج وہذا إذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب وإلا فحرام بالإجماع’’ (الدر المختار مع الرد٥؍٢٧٩، کتاب الحظر والاباحۃ)۔

* ‘‘وما خلا من القمار، وہو اللعب الذی لا عوض فیہ من الجانبین ولا من أحدہما، فمنہ ما ہو محرم وما ہو مباح، لکن لا یخلو کل لہو غیر نافع من الکراہۃ لما فیہ من تضییع الوقت والانشغال عن ذکر اللہ وعن الصلاۃ وعن کل نافع مفید’’ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ٣؍٥٧١)۔

* ‘‘وعن أبی یوسفؒ: من یدیم النظر فی اللعب والنرد والشطرنج أخاف أن یصیر فاسقاً’’۔

*‘‘فالعاب التی یقصد بہا ریاضۃ الأبدان والأذہان جائزۃ فی نفسہا ما لم تشتمل علی معصیۃ أخری وما لم یؤد لانہماک فیہا إلی الإخلال بواجب الإنسان فی دینہ ودنیاہ’’ (تکملۃ فتح الملہم ٤؍٣٨٢، طبع دیوبند)۔

* اکثر مقالہ نگار نے اس سوال کے جواب میں مختلف کھیلوں کے سلسلہ میں ضابطہ بیان کیا ہے، مثلاً:

١۔ وہ کھیل بذات خود جائز ہو ، اس میں کوئی ناجائز بات نہ ہو۔

٢۔ اس کھیل میں کوئی دینی یا دنیوی منفعت ہو، مثلاً جسمانی ورزش وغیرہ،

محض لہو ولعب یا وقت گزاری کے لئے نہ کھیلا جائے۔
۳۔ کھیل میں غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ پایا جاتا ہو۔
۴۔ کھیل میں اتنا غلو نہ کیا جائے کہ اس سے شرعی فرائض میں کوتاہی یا غفلت پیدا ہو۔
۵۔ اس میں قمار اور جوا وغیرہ کی شکل نہیں پائی جاتی ہو۔
فقہاء کرام نے بھی اپنی کتابوں میں اس طرح کے کھیل کا ضابطہ بیان کیا ہے:
* موسوعۃ الفقہ الاسلامی میں ہے:
''الضابط المميز للهو واللعب عند الشافعية: هو أن كل ما لا يترک أثراً نافعاً فهو مباح، وكل ما يترک أثراً ضاراً فهو حرام، وأساس التفرقة فی أنواع اللعب:هو أن ما يقوم على تشغيل الذهن وتحريک الفكر كالشطرنج فهو مكروه، وكل ما يقوم على المصادفة وحجب الفكر والعقل كالنرد فهو حرام''(موسوعۃ الفقہ الاسلامی ۵۶۷،۳) (مقالہ مولانا صابر حسین ندوی)۔
* تکملۃ فتح الملہم میں ہے:
''فالضابط فی ہذا أن اللهو المجرد الذی لا طائل تحتہ، وليس لہ غرض صحيح مفيد فی المعاش ولا المعاد حرام أومكروه تحريماً، وہذا أمر مجمع عليہ فی الأمۃ متفق عليہ بين الائمۃ،وما كان فيہ غرض ومصلحۃ دينيۃ أو دنيويۃ، فإن ورد النہی عنہ من الكتاب أو السنۃ... كان حراماً أو مكروہاً تحريمياً... وأما مالم يرد فيہ النہی عن الشارع وفيہ فائدۃ ومصلحۃ للناس، فہو بالنظر الفقہی على نوعين:الأول ماشہدت التجربۃ بأن ضررہ أعظم من نفعہ ومفاسدہ أغلب على منافعہ، وأنہ من اشتغل بہ ألہاہ عن ذكر الله وحدہ وعن الصلاۃ والمساجد التحق ذلک بالمنہی عنہ لاشتراک العلۃ فكان حراماً أو مكروہاً، والثانی ماليس كذلک فہو أيضاً إن اشتغل بہ بنيۃ التلہی والتلاعب فہو مكروہ، وإن اشتغل بہ لتحصيل تلک المنفعۃ وبنيۃ استجلاب المصلحۃ فہومباح، بل قد يرتقی إلى درجۃ الاستحباب أو أعظم منہ... وعلى ہذا الأصل فالألعاب التی يقصد بہا رياضۃ الأبدان أو الأذہان جائزۃ فی نفسہا مالم يشتمل على معصيۃ أخرى، وما لم يؤد الانہماک فيہا إلى الإخلال بواجب الإنسان فی دينہ و دنياہ'' (تکملۃ فتح الملہم۴،۴۳۵) (مقالہ مولانا ابو المکارم معروفی، مفتی باقر ارشد قاسمی)۔

اس سوال کی دوسری شق کے بارے میں مفتی عثمان بستوی صاحب کے علاوہ بعض مقالہ نگار نے مختصراً اپنی رائے کا اظہار کیا ہے کہ اگر اس طرح کے ویڈیو گیم میں مفاسد ہو ں اور غیر شرعی امور کا ارتکاب بھی لازم آتا ہو تو اس پر ملنے والا انعام بھی جائز نہیں ہوگا۔
تائیدی فقہی عبارتیں:
* جب اس کو کھیلنا ہی جائز نہیں تو اس سے حاصل ہونے والا انعام کیسے جائز ہوگا: ''لا يجوز على الغناء والنوح والملاہی، لأن المعصيۃ لا يتصور استحقاقہا بالعقد، فلا يجب الأجر'' (تبیین الحقائق، باب الاجارۃ الفاسدۃ ۱۱۸،۶۔۱۱۹)۔
* ''وعلى ہذا يخرج الاستئجار على المعاصی أنہ لا يصح، لأنہ استئجار على منفعۃ

غیر مقدورة الاستیفاء شرعاً، کاستئجار الإنسان للعب واللہو وکاستئجار المغنیة والنائحة للغناء والنوح.....” (بدائع الصنائع۳۹،۴)۔

جبکہ بعض دوسرے مقالہ نگار نے اس پر ملنے والے انعام کی فقہی حیثیت پر تفصیلی گفتگو کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

* اگر ویڈیو گیم کھیلنے والے سے کمپنی کچھ پیسے جمع کرائے اور پھر جیتنے پر کمپنی اس کو جمع شدہ رقم سے زائد دے اور ہارنے پر جمع شدہ رقم کمپنی کی ملکیت ہوجائے تو یہ صورت قمار میں داخل ہوکر ناجائز اور حرام ہوگی۔

اس لئے کہ امر احتمال کو جس کے ہونے یا نہ ہونے دونوں کی گنجائش ہے، اسے مال حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے اور یہی قمار وجوا ہے، علامہ زیلعی فرماتے ہیں:

‘‘ومعنی شرط الجعل من الجانبین أو یقول: إن سبق فرسک فلک علیّ کذا، وإن سبق فرسی فلک علیک کذا، وہو قمار فلا یجوز، لأن القمار من القمر الذی یزاد تارة وینقص أخری، وسمي القمار قماراً، لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذہب مالہ إلی صاحبہ ویجوز أن یستفید مال صاحبہ، فیجوز الازدیاد والانتقاص فی کل واحد منہما، فصار قماراً، وہو حرام بالنص” (تبیین الحقائق ۲۲۷،۶ طبع قاہرہ) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

* علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتےہیں: ‘‘وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لأنہ یصیر قماراً، قولہ من الجانبین بأن یقول إن سبق فرسک فلک علیّ کذا، وإن سبق فرسی فلي علیک کذا” (رد المحتار علی الدر المختار ۵۷۷،۹) (مولانا ممتاز خان ندوی، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مفتی باقر ارشد قاسمی)۔

* ‘‘وکل لہو لأنہ إن قامر بہا فالمیسر حرام بالنص،وہو اسم لکل قمار وإن لم یقامر بہا فہو عبث ولہو” (ہدایہ آخرین،۴۵۹) (مفتی زبیر ندوی)۔

* ‘‘أما إذا کان البدل من الجانبین فہو قمار حرام” (فتاوی ہندیہ ۳۲۴،۵) (مفتی محمد زبیر ندوی)۔

‘‘إن السبق قد یکون بعوض وقد یکون بغیر عوض، فإن کان بغیر عوض فلا یتصور دخول القمار فیہ لغیاب عنصر المال فیہ، أما إن کان السبق بعوض فإنہ یتصور وجود معنی القمار فیہ، وذلک في حالة ما إذا أخرج کلا الشخصین أو الفریقین عوضًا ولم یدخلا بینہما محللاً، لأن کلا المتسابقین دخلا علی أن یغنما أو یغرما علی حدٍّ سواء.

وقال الزرکشي: الفاصل بین المسابقة الشرعیة والقمار أن المقامر یکون علی خطر من أن یغنم أو یغرم بخلاف المسابق، فعلی ہذا إذا کان الجعل منہما ولم یدخلا محللاً لم یجز لوجود معنی القمار فیہ وہو الخطر في کل واحد منہما” (شرح الزرکشی علی مختصر الخرقي ۵۹،۷، أحکام المسابقات،۵۹،۵۸) (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)۔

* ‘‘وعن ابن سرین: کل شیئ فیہ خطر فہو من المیسر انتہی” (من الروح ملخصاً)۔

* ‘‘وقال الجصاص: لاخلاف بین أہل العلم فی تحریم القمار’’(احکام القرآن

للتھانوی۱،۳۹۳طبع کراچی) (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* مولانا صابر حسین ندوی لکھتے ہیں:

''جب یہ بات واضح ہوجائے کہ فلاں آن لائن گیم (جنرل نولیج کوئز وغیرہ) سے متعلق ہے ،اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، بلکہ اس سے انسان کو فائدہ ہی ہوگا؛ تو ایسے گیم پر انعام دینا اور لینا دونوں جائز ہے، اس طرح کے انعامی کھیل کو فقہ کی ایک اصطلاح میں ''جعالہ ، الجعل اور جعیلہ '' کا نام دیا جاتا ہے، یہ وہ (انعام اور رقم وغیرہ) ہے جو کسی کام کرنے پر انسان کو دیاجاتا ہے، مثلاً کوئی یہ کہے کہ جس نےبھی اس طرح کیا، اسے اتنی رقم دی جائے گی: ''الجعالة أو الوعد بجائزة: التزام عوض معلوم على عمل معين أو مجهول، عسر علمه، كالتزام بمكافأة لمن يحفظ القرآن أو يتفوق في النجاح في دراسته، أو لمن يكتشف علاجاً لمرض عضال كالسرطان ونحوه، أو لمن يثبت شجاعة في دحر قوات العدو وتحطيم آلياته أو طائراته'' (موسوعۃ الفقہ الاسلامی ۱۱،۷۸)۔

قرآن وحدیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، اگرچہ فقہاء کے مابین اس کے جواز میں اختلاف ہے ''۔

* مفتی باقر ارشد قاسمی نے اس سوال کے ضمن میں مختلف آن لائن کھیلے جانے والے گیم (پب جی، بلیو وھیل اور بال پول وغیرہ) کی حقیقت اور ان کا شرعی حکم بیان کیا ہے۔

* مفتی عثمان بستوی صاحب کی رائے میں کھیل مشروع ہو یا غیر مشروع دونوں صورت میں ملنے والا انعام تبرع میں داخل ہوکر جائز ہے، تفصیل اور دلائل کے لئے ان کا مقالہ دیکھا جاسکتا ہے۔

۱۰۔ سوشل میڈیا پر گروپ بنائے جاتے ہیں، گروپ میں شامل افراد کو مسیج بھیجے جاتے ہیں، کیا کسی شخص کو اس کی اجازت یا اطلاع کے بغیر گروپ میں شامل کرنا درست ہے؟

اس سوال کے جواب میں چند مقالہ نگار کی رائے ہے کہ صراحتاً یا دلالۃً اجازت کے بغیر کسی کو سوشل میڈیا گروپ میں شامل کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

دلائل:

* کسی گروپ میں شامل ہونا یا نہ ہونا انسان کا اپنا ذاتی حق واختیار ہے، جس میں دخل دینے کا کسی کو اختیار نہیں ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''يا أيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوتاً غير بيوتكم حتى تستأنسوا وتسلموا على أهلها ذلكم خير لكم لعلكم تذكرون'' (سورہ نور: ۲۷)، لہذا جس طرح کسی کے گھر میں بلااجازت داخل ہونا درست نہیں ہے، اسی طرح کسی کو اس کی صراحتاً یا دلالۃً اجازت کے بغیر گروپ میں شامل کرنا درست نہیں ہے (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی جمیل اختر جلیلی، مولانا صابر حسین ندوی)۔

* بغیر اجازت گروپ میں شامل کرنے کی صورت میں بہت سی دشواریاں پیدا ہوتی

ہیں، وقت کا ضیاع ہوتا ہے اور لوگوں کو تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ'' (متفق علیہ)۔

''من ضار مسلماً ضارہ اللہ'' (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ٣٦٣٥، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ١٩٦٠) (قاضی عبد الجبار ندوی، مولانا ابو المکارم معروفی)۔

*''والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتاناً وإثما مبیناً'' (احزاب: ٥٨) (مفتی محمد زبیر ندوی)۔

* ''لا یحل لامرئ أن یأخذ عصا أخیہ بغیر طیب نفس منہ'' (ابن حبان ٣١٦،١٣)۔

* ''رد المحتار میں ہے: ''لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنہ'' (٢٩١،٩)۔

* قواعد الفقہ میں ہے: ''لا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنہ'' (قواعد الفقہ،١١٠) (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی)۔

*''الأصل أنہ لا یجوز للإنسان التصرف فی ملک غیرہ أو فی حق الغیر إلا بإذن من الشارع أو من صاحب الحق'' (الموسوعۃ الفقہیہ، مادہ استیذان) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

ان میں سے بعض حضرات نے یہ تفصیل بھی ذکر کی ہے کہ اگر وہ شخص اس سے بے تکلف ہے، قریبی تعلق ہے یا اس کو یہ علم ہے کہ اگر اس کو گروپ میں شامل کیا جائے گا تو اسے ناگواری نہیں ہوگی یا اس پر اس کو خوشی ہوگی تو ایسے شخص کو اس کی اجازت کے بغیر شامل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (دیکھئےمقالہ: مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا ممتاز خان ندوی، مفتی محمد جمال الدین قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی)۔

* جبکہ مفتی عثمان بستوی، مفتی باقر ارشد قاسمی، مولانا نثار احمد گودھروی اور مولانا آزاد بیگ قاسمی کی رائے ہے کہ اخلاقی، دینی، تعلیمی ودعوتی مقاصد کےتحت بنائے گئے اسلامی سوشل میڈیا گروپ میں شامل کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے، محض قرائن سے بھی اندازہ ہوجائے کہ ان کو گروپ میں شامل کرنے اور مسیج بھیجنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اس لئے ایسا کرنا درست ہے، ہاں جس کو شامل کیا ہے اگر وہ شامل نہیں ہونا چاہے تو وہ اس گروپ سے نکل بھی سکتا ہے۔

دلائل:

* خیر کی طرف بلانا اور دعوت دینا اس امت کا امتیاز ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ولتکن منکم أمۃ یدعون إلی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر'' (آل عمران: ١٠٤) (مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* ارشاد نبوی ہے: ''بلغوا عنی ولو آیۃ'' (صحیح بخاری١،٤٩١)(مفتی باقر ارشد قاسمی، مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* دین کاہر حکم امانت ہے، اس کا پہنچانا ضروری ہے اور عامۃ المسلمین کے ساتھ خیر خواہی یہی ہے کہ مصلحتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے نفع کی باتوں کی طرف ان

کی رہنمائی کی جائے اور ان کو تکلیف دہ چیزوں سے دور رکھا جائے، ارشاد نبوی ہے:
''عن جریر بن عبد اللہ البجلیؓ قال بایعت رسول اللہ ﷺ علی إقامۃ الصلاۃ وإیتاء الزکاۃ والنصح لکل مسلم'' (صحیح بخاری ١٣،١) (مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

١١۔ آج کل اہم اور مقبول کتابوں کی PDF کثرت سے سوشل میڈیا پر ڈالی جاتی ہے، اور اس کی نشرو اشاعت ہوتی ہے، کیا مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر ایسا کیا جاسکتا ہے، جب کہ اس سے کتابوں کے ناشرین اور خود مصنفین کو بڑا معاشی نقصان ہوتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں مندرجہ ذیل امور پر تمام مقالہ نگار متفق ہیں:

١۔ حق تالیف، حق ایجاد اور حق اشاعت وطباعت موجودہ عرف کے اعتبار سے مال اور اعیان کےحکم میں ہے، لہذا یہ حق بھی شریعت میں قابل احترام ہے۔

٢۔ اگر مطبوعہ کتابوں پر حقوق طبع بحق ناشر یا بحق مصنف ومؤلف محفوظ درج ہوں تو ایسی کتابوں کی پی ڈی ایف (PDF) ڈاون لوڈ کرنا اور سوشل میڈیا پر اس کی ترسیل جائز نہیں ہوگی۔

متفق علیہ رائے کے دلائل:

* حضرت اسمر بن مضرس فرماتےہیں: ''أتیت النبیﷺ فبایعتہ فقال: من سبق إلی ماء لم یسبقہ مسلم فہو لہ'' (سنن ابو داؤد، کتاب الخراج، حدیث نمبر: ٣٠٧٣) (مفتی جمیل اختر جلیلی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی، مفتی جمال الدین قاسمی، مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب اس حدیث کی شرح میں لکھتےہیں:

''وإن کان العلامۃ المناویؒ رجح أن ہذا الحدیث وارد فی سیاق إحیاء الموات، ولکنہ نقل عن بعض العلماء أنہ یشتمل کل عین وبئر ومعدن ومن سبق لشئی منہا فہی لہ، ولا شک أن العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب'' (بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ١٢١۔١٢٢) (مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* متعدد احادیث میں حق اسبقیت کی صراحت کی گئی ہے:

''أن رجلاً من الأنصار خاصم الزبیر عند النبیﷺ فی شراج الحرۃ التی یسقون بہا النخل، فقال الأنصاری: سرح الماء یمر فأبی علیہ، فاختصما عند النبیﷺ فقال رسول اللہﷺ للزبیر: اسق یا زبیر ثم أرسل الماء إلی جارک، فغضب الأنصاری، فقال: أن کان ابن عمتک؟ فتلون وجہ رسول اللہﷺ ثم قال: اسق یا زبیر ثم احبس الماء حتی یرجع إلی الجدر'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٢٣٥٩)۔

صاحب شرح السنہ نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے:

''فقہ ہذا الحدیث .....أن من سبق إلی شئی منہا کان أحق من غیرہ'' (شرح السنہ ٢٨٦،٨) (مفتی محمد جمال الدین قاسمی)۔

*''لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنہ ولا ولایتہ'' (الدر المختار مع الرد ٢٩١،٩،

طبع بیروت) (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی زبیر ندوی)۔

*''لا یجوزلأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنہ'' (قواعد الفقہ،۱۱۰ طبع دیوبند) (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا ابو المکارم معروفی، مفتی باقر ارشد قاسمی)۔

* حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب فقہ البیوع میں حق تالیف کے متعلق لکھتے ہیں: ''أن حق الابتکار والتالیف حق معتبر شرعاً، فلا یجوز لأحد أن یتصرف فی ہذا الحق بدون إذن من المبتکر أو المؤلف، وینطبق ذلک علی حقوق برامج الکمبیوتر أیضاً، ولکن التعدی علی ہذا الحق إنما یتصور إذا انتج أحد مثل ذلک المنتج أو الکتاب أو البرنامج بشکل واسع للتجارۃ فیہ، أو بقصد الاسترباح، أما إذا صورہ لاستعمالہ الشخصی أو لیہبہ إلی بعض أصدقاءہ بدون عوض، فإن ذلک لیس من التعدی علی حق الابتکار ولیس للمنتج أن یمنعہ منہا وإنما الممنوع أن ینتج مثلہا بقصد الاسترباح والتجارۃ فیہ بدون إذن منہ'' (فقہ البیوع۱،۲۸۶) (مفتی عثمان بستوی، مفتی جمیل اختر جلیلی، مولانا ابو المکارم معروفی، مولانا آزاد بیگ قاسمی، قاضی عبد الجبار ندوی)۔

* حق اسبقیت کی ایک روایت یہ بھی ہے:

''عن أبی ہریرۃؓ عن النبیﷺ قال: إذا قام الرجل من مجلس ثم رجع إلیہ فہو أحق بہ'' (سنن ابو داؤد، کتاب الآداب، حدیث: ۴۸۵۳) (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* حضرت مفتی نظام الدین اعظمیؒ فرماتےہیں:

''کسی مصنف کی کتاب جو شب وروز کی شدید محنت کے بعد معرض وجود میں آئی ہے، اس کو طبع کرنے کا سب سے پہلا حق خود مصنف کو حاصل ہےاور اس کا مقصد علم کی تبلیغ واشاعت کے ساتھ ہی مصنف کے لئے مالی منفعت کا حصول بھی ہے، تو جب تک مصنف کا حق اس کے ساتھ وابستہ ہے دوسروں کا حق اس کے ساتھ متعلق نہیں ہوگا '' (منتخبات نظام الفتاوی ۲،۳۱۶) (مولانا آزاد بیگ قاسمی)۔

* محنت ومشقت سے تالیف کردہ کتاب یا شائع کردہ کتاب کو سوشل میڈیا پر ڈالنے میں مصنف وناشر کا معاشی نقصان ہے، جبکہ شریعت میں ضرر پہنچانا ممنوع ہے، رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۲۳۴۱) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی جمال الدین قاسمی، مفتی غلام اللہ کاوی، مفتی باقر ارشد قاسمی)۔

* حق تصنیف موجودہ دور کے عرف کی وجہ سے مال ہے اور نبی کریمﷺ نے کسی معمولی چیز کو بھی اس کی رضامندی کے بغیر لینا جائز قرار نہیں دیا ہے، رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا یحل للرجل أن یأخذ عصا أخیہ بغیر طیب نفسہ'' (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۶۰۵) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا اظہار الحق قاسمی)۔

* یزید بن سائبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''لا یأخذن أحدکم متاع

أخیہ لاعباً ولا جاداً" (سنن ابو داؤد، حدیث نمبر: ٥٠٠٣، المعجم الکبیر للطبرانی ٢٢،٢٤١) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی)۔

* بلا اجازت ایسا کرنا ظلم وتعدی اور چوری وغصب ہے، جیسا کہ علامہ وہبہ زحیلی نے فرمایا: "والمؤلف قد بذل جہداً کبیراً فی إعداد مؤلفہ، فیکون أحق الناس بہ، سواء فیما یمثل الجانب المادی ..... أو الجانب المعنوی ..... ویظل ہذا الحق خالصاً دائماً لہ، ثم لورثتہ ..... وبناء علیہ یعتبر إعادۃ طبع الکتاب أو تصویرہ اعتداء علی حق المؤلف، أی أنہ معصیۃ موجبۃ للإثم شرعاً، وسرقۃ موجبۃ لضمان حق المؤلف فی مصادرہ النسخ المطبوعۃ عدواناً وظلماً وتعویضہ عن الضرر الأدبی الذی أصابہ" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ٤،٢٨٦١-٢٨٦٢) (مفتی محمد جمال الدین قاسمی)۔

* "اللجنۃ الدائمۃ کا بھی یہی فتوی ہے کہ بلا اجازت کتاب کی اشاعت جائز نہیں ہے: "لا مانع من تسجیل الأشرطۃ النافعۃ وبیعہا وتصویر الکتب وبیعہا لما فی ذلک من الإعانۃ علی نشر العلم إلا إذا کان أصحابہا یمنعون من ذلک، فلا بد من إذنہم" (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ١٣،١٨٧) (مفتی جمال الدین قاسمی)۔

* انڈین ایکٹ میں بھی یہ عمل قابل سزاء جرم ہے:

انڈین ایکٹ میں بھی کسی بھی مصنف کی کاپی رائٹ کی ہوئی تحریرکو اس کے اصلی مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا یا استعمال کرنے کی کوشش کرنا یا اس کے مالک کی اجازت کے بغیر انٹر نیٹ پر دستیاب کرنا یا پھر کسی کی کتاب اس کی تخلیق یا اس کی ایجاد کی چوری کرنا یا کاپی کرنا یا اس کو بعینہ نقل کرنا یا ہلکی پھلکی تبدیلی کے بعد نقل کرلینا یہ سب کاپی رائٹ ایکٹ ١٩٥٧اور ٹریڈ مارک ایکٹ ١٩٩٩ء کے تحت جرم ہے،کاپی رائٹ ایکٹ ١٩٥٧اور ٹریڈمارک ایکٹ ١٩٩٩وغیر ہ قانون ایسے ہی جرائم کئے لئے بنائے گئے ہیں، مگر پائیریسی (نقل اتارنے) کی واردات بڑھتی ہی جارہی ہے ، کاپی رائٹ ایکٹ ١٩٥٧،دفعہ ٥١(کاپی رائٹ کی خلاف ورزی) معہ دفعہ ٦٣(کاپی رائٹ کے حقوق یا اس کی پامالی کے سلسلہ کی دوسری خلاف ورزیوں)سے متعلق جرائم معہ دفعہ A٦٣ اس کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں سزائیں ، اگر کوئی فرد اس دفعہ کے تحت درج افعال میں کوئی بھی فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے ٣سال تک کی قید یا ٢لاکھ تک کا جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکتی ہیں، کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف کاپی رائٹ ایکٹ ١٩٥٧ کے تحت کسی بھی مناسب تھانہ میں شکایت کی جاسکتی ہے، تب یہ کوگنیزیبل اور ضمانتی جرم ہوگا(سائبر قوانین اور سائبر جرائم ، ڈاکٹر گلشن رائے، ص:٢٠،٢١) (مولانا اظہار الحق قاسمی)۔

* البتہ ان میں سے بعض مقالہ نگار جیسے مفتی عثمان بستوی، قاضی عبد الجبار ندوی، مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا ممتاز خان ندوی، مولانا نثار احمد گودھروی، مفتی باقر ارشد قاسمی اور مولانا صابر حسین ندوی کی رائے یہ بھی ہے کہ اگر مطبوعہ کتابوں کے

حقوق طبع بحق ناشر یا بحق مؤلف محفوظ نہیں ہیں یا ناشر ومصنف کی طرف سے وہ کتاب عام سائٹوں پر یا سوشل میڈیا پر دستیاب ہو یا وہ کتابیں تجارتی نقطہ نظر سے نہیں لکھی گئی ہوں تو ایسی کتابوں کو ڈاؤن لوڈ کرنا اور سوشل میڈیا پر نشر واشاعت کرنا جائز ہے۔

تائیدی تحریر:

* علامہ ابن عثیمینؒ تحریر فرماتے ہیں:

''الذی نراہ أنہ إن کان للاستعمال الشخصی: فلا بأس، أما إن کان للاتجار فلا یجوز لأنہ یُضرّ بہم'' (ثمرات التدوین،۱۴۲)۔

* علامہ ابن عثیمینؒ کی دوسری تحریر ہے:

''الذی أری أن الإنسان إذا نسخہا لنفسہ فقط: فلا بأس، وأما إذا نسخہا للتجارۃ فہذا لا یجوز، لأن فیہ ضرراً علی الآخرین'' (لقاء الباب المفتوح ۱۷۸،۱۹) (مولانا صابر حسین ندوی)۔

* فقہ البیوع میں حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتےہیں:

''وأما إذا صورہ لاستعمالہ الشخصی أو لیہبہ إلی بعض أصدقاءہ بدون عوض، فإن ذلک لیس من التعدی عل حق الابتکار، ..... ولیس للمنتج أن یمنعہ منہا، وإنما الممنوع أن ینتج مثلہا بقصد الاسترباح والتجارۃ فیہ بدون إذن منہ'' (فقہ البیوع ۲۸۶،۴) (مولانا ممتاز خان ندوی، قاضی عبد الجبار ندوی، مفتی عثمان بستوی)۔

* جبکہ مفتی اقبال محمد ٹنکاروی صاحب نے اس طرح کی مطبوعات کی دو قسمیں کی ہیں:

پہلی قسم جو خالصتاً دنیوی اور عصری علوم سے متعلق ہوں۔

دوسری قسم: جو خالصتاً دینی علوم وفنون مثلاً: تفسیر، حدیث، فقہ اور اصلاحی مضامین سے متعلق ہوں۔

پہلی قسم کےبارےمیں ان کی رائے ہے کہ اس قسم کی تصنیفات کا مقصد صرف دنیوی مفاد کو حاصل کرنا ہوتا ہے کہ مصنف اپنی ذہنی اور دماغی صلاحیتوں کو کام میں لاکر کوئی تحقیقی تصنیف کو وجود میں لاتا ہے اور اس سے اس کی مالی منفعت اور تجارتی اغراض بھی وابستہ ہوتے ہیں، لہذا اس کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ اس کی PDFکو ناشر ومصنف کی اجازت کے بغیر سوشل میڈیا پر ڈالے یا اس کی نشر واشاعت کرے۔

دوسری قسم کے بارے میں ان کی رائے ہے کہ اس قسم کی تصنیفات خالص دینی علوم وفنون سے متعلق ہوتے ہیں، اس لئے ان کی پی ڈی ایف کو ناشر ومصنف کی اجازت کے بغیر سوشل میڈیا پر ڈالنا اور اس کی نشر واشاعت کرنے کی اجازت ہونی چاہئے، کیوں کہ اس کا مقصد تجارت نہیں ہوتا ہے، بلکہ عام طور پر افادہ عامہ ہوتا ہے اور دین کی نشر واشاعت ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: ''بلغوا عنی ولو آیۃ'' (صحیح بخاری، حدیث: ۳۴۶۱)۔

''لیبلغ الشاہد الغائب'' (صحیح بخاری، حدیث: ۱۰۵)۔

''قال رسول اللہ ﷺ: من تعلم علماً مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ إلا لیصیب بہ عرض الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیامۃ یعنی ریحہا'' (مشکاۃا لمصابیح، کتاب العلم ۱،۳۴)۔

۱۲۔ بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا کے استعمال میں کن امور کا لحاظ رکھنا اور کن باتوں سے اجتناب برتنا ضروری ہے؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگار نے اپنے اپنے الفاظ اور اپنی اپنی تعبیر میں مثبت امور کو ملحوظ رکھنے اور منفی امور سے اجتناب واحتراز کا ذکر کیا ہے، ذیل میں جس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

مندرجہ ذیل امور کا لحاظ کیا جانا چاہئے:

* سوشل میڈیا استعمال کرتے وقت ذہن میں یہ بات رہنی چاہئے کہ ہمارے ہر ہر عمل پر گواہ موجود ہے اور قیامت کے دن اسی کی گواہی پر فیصلہ ہوگا: ''یوم تشہد علیہم ألسنتہم وأیدیہم وأرجلہم بما کانوا یعملون'' (سورہ نور: ۲۴) (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی جمیل اختر جلیل)۔

* حق وصداقت کو شعار بنایا جائے اور ایسی خبر وپیغام کی نشر واشاعت کی جائے جس کے صحیح ہونے کا یقین یا گمان غالب ہو (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی باقر ارشد قاسمی، قاضی عبد الجبار ندوی، مفتی جمیل اختر جلیلی، مفتی عثمان بستوی، مولانا ابو المکارم معروفی، مفتی مقصود فرقانی، مفتی زبیر ندوی، مولانا امتیاز واعظ قاسمی)۔

* سوشل میڈیا پر صرف ایسی تحریریں نشر کی جائیں جن میں عام لوگوں کی مصلحت یا منفعت ہو اور جن سے شکوک وشبہات نہ پیدا ہوتے ہوں (مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا نثار احمد گودھروی، مفتی عثمان بستوی، مفتی باقر ارشد قاسمی، قاضی عبد الجبار ندوی، مولانا ابو المکارم معروفی، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مولانا امتیاز واعظ قاسمی، مفتی مقصود فرقانی، مفتی محمد زبیر ندوی)۔

* اسلام مخالف اور گمراہ کن پروپیگنڈوں کا مسکت جواب دینے، دین وشریعت کی حفاظت واشاعت اور دفاع اسلام، نیز اس کی عالمگیریت اور آفاقیت سے اپنوں اور غیر مسلموں کو متعارف کرانے کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال ضروری اور مفید ہے (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

* بقدر ضرورت اعتدال کے ساتھ سوشل میڈیا کا استعمال کیا جائے، جس سے اپنے دینی ودنیوی فرائض سے غفلت نہ ہو اور نہ صحت وبینائی پر منفی اثرات مرتب ہوں وغیرہ (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی جمیل اختر جلیلی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا ممتاز خان ندوی ، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مفتی محمد زبیر ندوی)۔

* بعض مخصوص حالات میں طلبہ وطالبات کو درس وتدریس اور دیگر تعلیمی

وتعمیری مقاصد کے لئے ایک محدود وقت ان ذرائع سے استفادہ کے لئے مخصوص کرلینا چاہئے (مولانا صابر حسین ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

* انسان کے ہر طبقہ کے لئے اس کی عمر اور مقام کے مناسب دین کی تعلیم اور امور خیر کی نشر واشاعت اور اخلاقی تربیت کے لئے استعمال کیا جائے (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی غلام اللہ کاوی، مفتی باقر ارشد قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی)۔

* حفظان صحت کے بہت سے ماہرین بھی اس سے جڑے ہیں اور اس کے مواد بھی موجود ہیں، بوقت ضرورت ان ماہرین سے صلاح ومشورہ لیا جاسکتا ہے اور اس پر موجود مواد سے استفادہ کیا جاسکتا ہے (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

* اگر کوئی بات قابل تنقید نظر آئے تو صبر، سنجیدگی اور متانت سے کام لیتے ہوئے اچھے اسلوب میں اس کی تردید کی جائے (مفتی جمال الدین قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی مقصود فرقانی)۔

* وہی لوگ سوشل میڈیا کا استعمال کریں جو یقین رکھتے ہوں کہ وہ اپنے کو ان کی برائیوں اور شرور وفتن سے بچالینگے (مفتی غلام اللہ کاوی)۔

مندرجہ ذیل امور سے اجتناب کیا جائے:

* افواہ، غیر مصدقہ پیغام، شر وفساد اور فتنہ انگیز چیزوں کی اشاعت وترسیل سے گریز کیا جائے (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی جمال الدین قاسمی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا نثار احمد گودھروی، مفتی باقر ارشد قاسمی، مولانا امتیاز واعظ قاسمی)۔

* ملحدانہ افکار وخیالات کی اشاعت اور برائی، اباحیت کی دعوت دینے والی تحریروں، نیز فحش باتوں کو پھیلانے سے احتراز کیا جائے (مفتی جمال الدین قاسمی، مفتی شاہجہاں ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی عثمان بستوی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی باقر ارشد قاسمی، مفتی مقصود فرقانی، مولانا نثار احمد گودھروی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

* چھوٹے بچوں کو جہاں تک ممکن ہو اس سے دور رکھا جائے، تاکہ ان کی پہنچ ایسی تصویروں اور فحش مناظر تک نہ ہوجائے جو ان کے ذہن وفکر کو پراگندہ کردے یا قتل وظلم کے مناظر دیکھ کر ان میں مجرمانہ سوچ پیدا ہوجائے (مولانا صابر حسین ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

* نوجوانوں کو ایسی سائٹوں سے دور رہنا چاہئے جن کا تعلق دہشت گردوں جیسے ‘‘داعش” وغیرہ سے ہو، یہ چیزیں غلط راستہ پر لے جاتی ہیں، یا کم ازکم شکوک وشبہات پیدا کردیتی ہیں (مولانا اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی باقر ارشد قاسمی)۔

* سوشل میڈیا سے خود بھی احتراز کریں، اپنے بچوں اور دیگر مسلمان بچوں کو بھی اس سے آزادی دلائیں یا کم از کم یا محدود استعمال کی کوشش کریں، یہی حفظ دین

وایمان اور صحت کے لئے مناسب ہے (مفتی غلام اللہ کاوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی باقر ارشد قاسمی، مفتی محمد زبیر ندوی، مولانا ممتاز خان ندوی)۔

* ایسی چیزیں نہ ڈالی جائیں جو اخلاقی، فکری اور دینی لحاظ سے ناپسندیدہ ہوں (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی عثمان بستوی، مفتی باقر ارشد قاسمی)۔

* لب ولہجہ مثبت اور ناصحانہ رہے، جارحانہ نہ بنے (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی جمال الدین قاسمی)۔

* کسی معزز شخصیت یا پیشوا کی توہین، تمسخر اور مذاق نہ اڑایا جائے (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی جمیل اختر جلیلی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی مقصود فرقانی)۔

* ایسے مضامین وتحریریں جن سے اسلام کے تعلق سے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں یا جن سے ملک کی سالمیت اور امن وامان پر برے اثرات پڑتے ہیں ان کو سوشل میڈیا پر ڈالنے سے اجتناب از بس ضروری ہے (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

* سوشل میڈیا کا استعمال کسی جاسوسی، ذاتی راز ومعلومات کے افشاء کے لئے نہ کیا جائے (مفتی جمال الدین قاسمی، مفتی جمیل اختر جلیلی، مفتی محمد زبیر ندوی)۔

* کسی کو مالی یا ذہنی نقصان نہ پہنچایا جائے (مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

* کسی ناجائز کام کو ذریعہ معاش نہ بنایا جائے (مفتی جمال الدین قاسمی)۔

* * *

عرض مسئلہ:

سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے شرعی اصول و ضوابط

مولانا صفدر علی ندوی•

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے وقت کے ایک موجودہ اور ٹیکنیکل موضوع ''سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے شرعی اصول و ضوابط '' کو اپنے تیسویں سمینار کے لئے بحث کا موضوع بنایا، اور اس کے عرض مسئلہ کی ذمہ داری احقر کے کاندھوں پر ڈالی۔ اس موضوع پر ۲۶ مقالے اکیڈمی کو موصول ہوئے جو درج ذیل:

مفتی غلام اللہ کاوی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی نثار احمد گودھروی، مفتی محمدمقصود فرقانی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا جمیل اختر جلیلی، مولانا ابوالمکارم معروفی، ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی، مفتی محمد باقر ارشد قاسمی، مفتی امتیاز احمد واعظ قاسمی، قاضی عبد الجبار طیب ندوی، مولانا ابرار خان ندوی، ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی محمد جمال الدین قاسمی، مفتی محمد اظہار الحق قاسمی، مولانا محمد زبیر ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی محمد ممتاز خان ندوی، مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی، قاضی محمد فیاض عالم قاسمی، مفتی محمد ابو بکر قاسمی، مفتی یحی معین سمر، قاضی محمد حسن ندوی۔

سوال نمبر: ۱۔سوشل میڈیا پر سماجی زندگی، دینی معلومات اور شرعی مسائل سے متعلق بہت سے پیغامات آتے رہتے ہیں، بعض پیغام بھیجنے والوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے اور بعضوں کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس حد تک معتبر ہیں یا معتبر نہیں ہیں؟ گویا فقہ کی اصطلاح میں ان کی حیثیت مستور الحال کی ہوتی ہے، تو کیا ایسے پیغامات کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے؟

اس پر تمام مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ کوئی بھی خبر یا پیغام خواہ وہ دینی ہی کیوں نہ ہو، بلا تحقیق اسے آگے بھیجنا جائز اور درست نہیں ہے، یعنی بعض مقالہ نگاران کی زبان میں مستور الحال شخص کی طرف سے آئے پیغامات کو فارورڈ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

بعض مقالہ نگاروں نے سوشل میڈیا پر آنے والے پیغامات کی دو قسمیں کی ہیں: ایک وہ جو دین اور دینی معاملات سے متعلق ہوں، اور دوسرے وہ جو دنیاوی اور سماجی

• انچارج شعبہ علمی اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نئی دہلی۔

امور سے متعلق ہوں، اسی طرح پیغامات بھیجنے والے شخص کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو صفت عدالت سے متصف ہو اور قابل اعتماد ہو، اور دوسرے وہ جو فاسق اور غیر معتمد ہو، اگر دینی پیغامات ثقہ شخص کی طرف سے ہوں تو تعاون علی البر کی بنیاد پر آگے بڑھایا جاسکتا ہے، اور یہ ''الدال علی الخیر کفاعلہ'' کے مصداق ہیں، اور اگر کسی فاسق کی طرف سے پیغام آئے تو اس کی تحقیق کے بعد ہی اس کو آگے بڑھانا درست ہوگا (دیکھئے مقالہ: مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی وغیرہ)۔

جبکہ مولانا جمیل اختر جلیلی ندوی نے پیغامات کی دو تقسیمیں اس طرح کی ہیں: ایک وہ پیغامات جن میں خیر خواہی اور بھلائی کی بات ہو، اور بغیر کسی کی طرف منسوب کئے بھیجے گئے ہوں تو ''الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ'' (بخاری، حدیث نمبر: ۴۷۲) اور ''کل معروف صدقۃ'' (بخاری، حدیث نمبر: ۶۰۲۱) کے پیش نظر انھیں دوسروں کو بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دوسرے وہ پیغامات جن میں خیرخواہی اور بھلائی کی بات ہو لیکن وہ کسی کی طرف منسوب ہوں، تو ایسے پیغامات کی بھی تین شکلیں ہیں:

۱- یہ پیغامات قرآن و حدیث کی طرف منسوب ہوں تو بغیر تحقیق ان کی ترسیل درست نہیں ''فمن أظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم إن اللہ لایہدی القوم الظالمین'' (الانعام ۱۴۴)۔

۲- یہ پیغامات کسی معروف شخص کی طرف منسوب ہوں تو بغیر تحقیق کے انھیں بھی فارورڈ نہ کیا جائے کہ اس میں بھی سچ اور جھوٹ کا احتمال ہے، اور جھوٹی نسبت کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین'' (آل عمران ۶۱)، الا یہ کہ معروف شخص کا پیغام اس کے اپنے لیٹر ہیڈ پر ہو، یا سوشل میڈیا کے اپنے پیجز میں ہو تو پھر اس کو بھیجنے مینکوئی حرج نہیں ۔

۳- یہ پیغامات غیر معروف شخص کی طرف منسوب ہوں تو وہ اگر خیر کی باتیں ہوں اور انتشار کا اندیشہ نہ ہو تو اس کی ترسیل میں کوئی حرج نہیں، اور اگر اندیشہ ہو تو ان کی ترسیل سے پرہیز کرنا چاہئے۔ غیر معروف شخص کے لئے فقہاء کے یہاں دو لفظ ملتے ہیں: مستور الحال اور مجہول الحال۔

(الف) مجہول الحال: اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے بارے میں کوئی معلومات نہ ہو، مجلہ دیالی میں ہے:

مجہول الحال: ہو من روی عنہ اثنان من الرواۃ، و لم یعرف شئ من أخبارہ، و لم یتہیأ دراسۃ مروایاتہ و سبرہا لتوزن بمیزان النقد (مجلۃ دیالی، العدد الرابع و الخمسون ۲۰۱۲، ص: ۸۸)۔

مجہول الحال سے مراد وہ شخص ہے جس سے دو راوی روایت کریں اور اس کے حالات کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو اور اس کی مرویات کا دراسہ اور تحقیق بھی نہ ہوسکے کہ میزان نقد میں سے اسے جانچا جاسکے۔

(ب) مستور الحال: اس سے مراد وہ شخص ہے جس سے نہ تو بدعت کا ظہور ہوا ہو، نہ ہی فسق و فجور کا اور نا ہی اس کے بارے میں شک و شبہ ہو، عبد العزیز راجحی لکھتے ہیں:

مستور الحال: ہو الذی لم تظہر منہ بدعۃ ولا فجور، و ظاہرہ الخیر، ولم یظہر منہ فسق ولا ریبۃ ولا یشک فیہ (عون القاری بالتعلیق علی شرح السنۃ للبر بہاری، ص: ۳۵۴)۔

مستور الحال وہ ہے جس سے نہ تو بدعت کا ظہور ہوا ہو اور نہ ہی فجور کا، اسی طرح اس سے فسق کا ظہور بھی نہ ہوا ہو، نہ شک کا اور نہ اس کے تعلق سے شبہ کیا جاتا ہو۔

فقہی اعتبار سے مستور کی دو حالتیں ہیں:

۱- بعض حالتوں میں اس کی بات مانی جاتی ہے، جیسے: معاملات میں اس کی بات قبول کی جاتی ہے۔

۲- بعض حالتوں میں اس کی بات قبول نہیں کی جاتی ہے، جیسے: دیانات میں اس کی بات نہیں مانی جاتی ہے۔

عام طور سے لوگوں نے قرآن کی یہ آیت: ''یا أیہا الذین آمنوا إن جائکم فاسق بنبإ فتبینوا أن تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین'' (الحجرات ، ۶) دلیل کے طور پر پیش کی ہے۔ مولانا محمد فیاض عالم قاسمی نے اس آیت کے ضمن میں احکام القرآن للجصاص (۲۷۸،۵) تفسیر جلالین (۶۸۵) اور تفسیر مظہری کے حوالے پیش کئے ہیں اور لکھا ہے کہ فاسق سے مراد ایسا خبر دینے والا ہے جس کا سچا یا جھوٹا ہونا معلوم نہ ہو، اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو بظاہر جھوٹا ہو اور وہ بھی جو مستور الحال ہو (تفسیر مظہری ۴۶،۹)۔ اسی طرح مفتی تقی عثمانی صاحب کے بقول کسی فاسق کی خبر پر بغیر تحقیق اعتماد نہیں کرنا چاہئے، خاص طور پر جب اس خبر کے نتیجے میں کسی کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہو (توضیح القرآن)۔ اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے بقول کہ کسی بات پر بلا تحقیق یقین نہیں کرلینا چاہئے کہ بعض اوقات یہ جلد بازی انسان کو باہمی جنگ و جدال تک پہنچا دیتی ہے (آسان تفسیر قرآن مجید)۔ جبکہ مفتی ابو بکر قاسمی نے آیت ''تعاونوا علی البر و التقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان'' (المائدہ ، ۲) کے ساتھ ساتھ اس حدیث کو بھی پیش کیا ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا أنتم ولا آبائکم فإیاکم و إیاہم لایضلونکم ولا یفتنونکم (رواہ مسلم بحوالہ مشکوۃ ۲۸،۱)۔ اسی طرح اکثر مقالہ نگاروں نے سنن ابوداؤد اور کتاب الزہد و الرقائق کے حوالے سے یہ حدیث بھی ذکر کی ہے:''کفی بالمرء أن یحدّث بکلّ ما سمع'' (دیکھئے مقالہ: مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

مفتی محمد عثمان گورینی نے مستور الحال کی تعریف یوں کی ہے:

حضرات فقہا ء کی اصطلاح میں مستور الحال وہ شخص ہے جس کے ظاہر میں فسق کے اسباب موجود نہ ہوں اور اس کے صدق و امانت اور دیانت سے متعلق کچھ

معلومات نہ ہوں؛ تو ایسے شخص کو مستور الحال کہا جاتا ہے۔ المراد بالعدل من ثبتت عدالتہ، ولاثبوت فی المستور، أما مع تبین الفسق فلا قائل بہ عندنا (شامی ۳، ۳۵۲)۔

وأما مجہول الحال۔ و ھو المستور۔ فعن أبی حنیفۃ قبولہ، و ظاہر الروایۃ عدمہ لأن المراد بالعدل فی ظاہر الروایۃ من ثبتت عدالتہ، و أن الحکم بقبولہا، فرع ثبوتہا، و لا ثبوت فی المستور (البحر الرائق ۲،۴۶۵، قضایا فقہیہ معاصرہ: ۲، ۲۱۷)۔

اور جس خبر میں مخبر کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو، اس کے نام، پتہ وغیرہ سے کوئی واقفیت نہ ہو، تو ایسا شخص مجہول الذات و الصفات ہے اور اس کی طرف سے موصول ہونے والی خبر پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، ایسی خبریں افواہ کہلاتی ہیں، خبر کے لئے ضروری ہے کہ مخبر کے بارے میں معلومات ہوں؛ البتہ اس کے صدق و امانت، دیانت سے آگہی نہ ہو، اور نہ ہی موجبات فسق کا علم ہو، تب وہ اصطلاح میں مستور الحال کہلاتا ہے، ورنہ مستور الحال نہیں؛ بلکہ وہ مجہول الذات ہے، جس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی صاحب نے مستور الحال کی خبر کو فارورڈ کرنے سے متعلق حضرت مفتی شفیع صاحب (جواہر الفقہ ۲،۴۶۶) کی ایک عبارت کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند امور کی طرف توجہ دلائی ہے:

۱- اگر وہ پیغام کسی شخص کی مذمت، عیب جوئی وغیرہ پر مشتمل ہو تو اس کو فارورڈ نہیں کرنا چاہئے ''ولاتلمزوا أنفسکم ولاتنابزوا بالالقاب الخ''۔ من ستر عورۃ أخیہ ستر اللہ عورتہ یوم القیامۃ ... الخ (ابن ماجہ)۔

۲- اگر کسی مسلمان کا ایسا عیب یا گناہ حجت شرعیہ سے ثابت ہوجائے جس کانقصان اپنی ذات کو پہنچتا ہو اور وہ شخص مظلوم ٹھہرتا ہو تو اس کی برائی کو علانیہ شائع کرسکتا ہے ''لایحب اللہ الجہر بالسوء من القول إلا من ظلم الخ'' (النساء ، ۱۴۸)۔

۳- اگر کوئی پیغام کسی شخص کی مذمت اور ضرر پر مشتمل نہ ہو تو اسے بھی محض خبر کی حیثیت سے نقل نہ کرے بلکہ اس سے کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ پیدا کرے، اس لئے کہ مؤمنین کی صفات میں ہے: ''والذین ہم عن اللغو معرضون'' (المؤمنون، ۳)، من حسن إسلام المرء ترکہ مالایعنیہ (سنن الترمذی: ۲۳۱۷)۔

۴- اگر کوئی خبر محض تفریح طبع کے لئے ہو، اس میں کسی کی برائی یا ہجو نہ ہو تو اسے فارورڈ کیا جاسکتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: أجمعوا ہذہ القلوب فاطلبوا لہا طرف الحکمۃ فانہا تمل کما تمل الابدان (کنز العمال ۲،۱۳۶)۔

۵- اگر اس خبر کا تعلق دینی معلومات اور شرعی مسائل سے ہو تو پہلے اس کی تحقیق کرلینی چاہئے، اس لئے کہ بلا تحقیق ہر سنی سنائی بات کو آگے بڑھانے سے منع کیا گیا ہے، کفی بالمرء کذباً أن یحدث بکل ما سمع (مقدمہ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷)۔

مولانا محبوب فروغ قاسمی نے بھی فتاوی ہندیہ اور الموسوعۃ الفقہیہ کے حوالے

سے تقریباً یہی باتیں کہی ہیں، اسی کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ انسانی زندگی گزارنے کے لئے بہت سے دنیوی معاملات میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے، اس احتیاج کو ختم کرنے کے لئے غیر عادل کی بات بھی بعض اوقات ماننی پڑتی ہے۔ اور مفتی محمد عثمان گورینی نے یہی تفصیلات احکام القرآن، ابوداؤد، ابن ماجہ، الترغیب والترہیب اور شامی، تکملہ فتح القدیر اور احسن الفتاوی کے حوالے سے پیش کی ہیں، البتہ ان کا کہنا ہے کہ پیغامات خواہ سماجی ہوں یا دینی، جب تک ان کی صحت پر پورا اطمینان نہ ہوجائے دوسروں تک بھیجنا جائز نہیں (دیکھئے: فتاوی عالمگیریہ ۳۴۴،۵)۔

مولانا صابر حسین ندوی نے مستور الحال یا مجہول الحال کی خبر پر مختلف کتابوں مثلاً: لسان العرب، بیان الوہم و الایہام الواقعین فی کتاب الاحکام، مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث، التہذیب فی فقہ الامام الشافعی، المجموع شرح المہذب، فتح العزیز شرح الوجیز، بدائع الصنائع، البحر الرائق اور شامی وغیرہ کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی ہے (دیکھئے ان کا مقالہ، اسی طرح دیکھئے مقالہ مولانا محبوب فروغ قاسمی وغیرہ)۔

اور مولانا محمد جمال الدین قاسمی نے کشف الاسرار (۲۰،۳) کے حوالے سے مستور الحال کی یہ تعریف نقل کی ہے:

خبر المستور، وہو الذی لم یعرف عدالتہ و لافسقہ۔ اور امام نووی نے بھی یہی تعریف نقل کی ہے (التقریب ۵۰،۱)۔ مولانا موصوف نے مستور کو فاسق کی طرح مانتے ہوئے اصول السرخسی، کشف الاسرار، شرح نخبۃ الفکر سے طول طویل عبارتیں نقل کی ہیں جنھیں طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا گیا۔

دلائل:

۱- ‘‘یا أیہا الذین آمنوا إن جائکم فاسق بنبإ فتبینوا أن تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین’’ (الحجرات، ۶) (مولانا فیاض عالم قاسمی، مفتی نثار احمد گودھروی، مفتی محمد باقر ارشد، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا محمد جمال الدین قاسمی، مولانا محمد اظہار قاسمی، مولانا محمد زبیر ندوی)۔

۲-‘‘کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ما سمع’’ (سنن ابوداؤد، مسلم ۱۲،۱) (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی نثار احمد گودھروی، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا ابو المکارم معروفی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مولانا محمد جمال الدین قاسمی، مولانا محمد اظہار الحق قاسمی، مولانا محمد زبیر ندوی)۔

۳- ولایقبل قول المستور فی ظاہر الروایۃ و عن أبی حنیفۃ أنہ یقبل قولہ فیہا جریا علی مذہبہ انہ یجوز یجوز القضاء بہ، و فی ظاہر الروایۃ: ہو والفاسق سواء حتی یعتبر فیہا أکبر الرأی (الہدایہ ۴۵۴،۴) (مقالہ مولانا ابو المکارم معروفی)۔

۴-‘‘و إذا جاء ہم أمر من الأمن أو الخوف اذاعوا بہ’’ (النساء، ۸۳) (مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا محمد جمال الدین قاسمی)۔

۵-''من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ فی النار''(مولانا محمد ابرار خاں ندوی)۔

۶- علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: من أراد أن ینقل مقالۃ عن طائفۃ فلیسمّ القائل و الناقل، وإلا فکل أحد یقدر علی الکذب (منہاج السنہ ۵۱،۲) (مولانا محمد زبیر ندوی)۔

۷- مولانا محمد زبیر ندوی نے اکیڈمی کی طرف سے ۲۸ ویں فقہی سمینار میں پاس کی گئی ایک تجویز کو بھی اپنی رائے کی تائید میں حوالے کے طور پر پیش کیا ہے کہ: ''جس خبر کا مصدقہ ہونا معلوم ہو اور اس کو پھیلانے سے کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو اسے آگے بڑھانا درست ہے، البتہ جوچیز خلاف واقعہ یا قابل تحقیق یا مضر ہو اسے آگے بڑھانا درست نہیں ہے '' (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے، ۳۱۴)۔

دیگر آراء:

- مفتی محمد ممتاز خان ندوی نے بھیجنے والے کے صحیح العقیدہ اور اسلامی فکر کے حامل ہونے کی شرط لگائی ہے۔

- مولانا اختر امام عادل قاسمی صاحب کا کہنا ہے کہ اس سے امن و امان کی فضا متاثر ہوتی ہے اور ماحول میں فساد برپا ہوتا ہے، اور یہ ضعف ایمان کی علامت ہے، ''و إذا جاءہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا بہ'' (النساء، ۸۳)۔

- مفتی جمیل احمد نذیری کے بقول ہر شخص پر لازم نہیں ہے کہ کوئی دینی بات یا اچھی بات اس تک پہنچے تو وہ لازماً دوسروں کو پہنچائے اور یہ کتمان علم میں نہیں آتا، کہ یہ پیغامات نفلی اور غیر ضروری ہیں، اور دلیل کے طور پر مرقاۃ المفاتیح لملا علی قاری کی بات پیش کی ہے۔

- اگر پیغامات صحیح ہوں تو دوسروں تک انھیں پہنچانا جائز ہے، خواہ بھیجنے والے کے بارے میں علم ہو یا نہ ہو (مفتی محمد مقصود رامپوری)۔

- سماجی پیغامات سے اگر کسی کی دل آزاری اور تحقیر و توہین نہ ہوتی ہو تو انھیں آگے بڑھایا جاسکتا ہے، اگرچہ وہ کسی مستور الحال کی جانب سے ہوں، و اما مستور الحال فالظاہر انہ لا تقبل شہادتہ و روی الحسن عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ تقبل شہادتہ وہو الصحیح (فتاوی عالمگیری ۱۹۷،۱) (مفتی عبد الرحیم قاسمی)۔

- اگر مستور الحال کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ معتبر شخص ہے تو اس کے پیغام کو آگے بڑھانا درست اور معتبر ہے (دیکھئے السراج الوہاج، فتاوی ہندیہ ۵،۳۱۰-۳۱۳) (مقالہ مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

- مولانا ابو المکارم معروفی صاحب ایک اہم بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بلاتحقیق کوئی خبر ارسال کی جائے اور پھر اس خبر کا خلاف واقعہ ہونا ظاہر ہوجائے تو اس کی وجہ سے ارسال کرنے والے کی حیثیت اور عدالت مجروح ہوتی ہے، إذا حدّث بکل ما سمع کثر الخطأ فی روایتہ، و ترک الاعتماد، والأخذ عنہ (نووی شرح مسلم، ص ۹)۔

- قاری ظفر الاسلام صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ مستور الحال کی روایت معتبر

ہے، ایسے پیغامات اوروں تک پہنچانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے (دیکھئے: حاشیۃ الرفع والتکمیل، ص ٢٣٥)۔

- لیکن مولانا عبد الجابر طیب ندوی کے نزدیک اگر پیغام صحیح ہو تو اسے آگے بھیجنے اور نہ بھیجنے دونوں کا اختیار ہے، البتہ بھیج دینا افضل ہے، بلغوا عنی ولو آیۃ (بخاری، حدیث نمبر: ٣٤٦١)، اور اگر صحیح نہ ہو تو اسے شیئر کرنا جھوٹی بات کو پھیلانے کے مترادف قرار دیا ہے جو کہ اشاعت فاحشہ میں داخل ہے، ''إن الذین یحبّون أن تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لہم عذاب ألیم فی الدنیا و الآخرۃ ''(النور، ١٩)۔

- دینی معلومات پر مشتمل مضامین کو اہل علم کے لئے ''أنظر إلی ما قال ولاتنظر إلی من قال'' کے تحت آگے شیئر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر وہ قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوں اور شریعت کے مقاصد و مصالح سے ہم آہنگ ہوں (مولانا محمد ابرار خان ندوی)۔

- اگر یہ اطمینان ہو کہ پیغامات درست ہیں اور ان سے کسی طرح کی بدامنی پھیلنے کا اندیشہ نہ ہو تو مستور الحال کے پیغامات کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے، اسی طرح مستور الحال کی طرف سے آنے والے پیغامات کو تحقیق کی خاطر کسی دوسرے کو بھیج سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''فاسئلوا أہل الذکر إن کنتم لاتعلمون'' (النحل، ٤٣)۔

سوال نمبر: ٢۔ سوشل میڈیا پر بہت سی فحش اور ناجائز تصویریں آتی ہیں، اگر کوئی شخص خود تو اس سے بچے اور دوسروں کی طرف اس کی ترسیل بھی نہ کرے؛ لیکن تکنیکی ضرورتوں کے سلسلہ میں اس شعبہ کی ملازمت کرے تو کیا اس کا اس طرح ملازمت کرنا جائز ہوگا؟ اور اگر سائٹ کا مقصد بے حیائی پر مبنی ویڈیو اور آڈیو کی اشاعت نہ ہو؛ مگر ضمنی طور پر یہ کام بھی ہوتا ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

اس سوال میں کئی شقیں ہیں، بعض حضرات نے ایک عام اصول بیان کردیا ہے کہ اگر اس میں ملازمت کسی جائز کام کے لئے کی جائے تو یہ جائز ہوگا، اور اگر کوئی غلط اور ناجائز کام کی ملازمت ہو تو ناجائز ہوگا، کیونکہ یہ اعانت علی المعصیت ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (المائدہ ٢) (مقالہ مولانا محمد جمال الدین قاسمی)، اور تقریباً یہی بات مولانا محمد اظہار الحق قاسمی نے بھی کہی ہے، اور عبارتیں کنز الدقائق، المبسوط، رد المحتار وغیرہ سے پیش کی ہیں، مفتی محمد عثمان گورینی کی بھی یہی رائے ہے، مولانا صابر حسین ندوی)۔

سوال کے پہلے شق کے بارے میں مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مفتی جمیل احمد نذیری وغیرہ کا کہنا ہے کہ تکنیکی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بھی ایسے شعبہ کی ملازمت ناجائز ہے، اس لئے کہ فحش اور ناجائز تصویریں بذات خودمعصیت ہیں اور معصیت پھیلنے کا محرک ہیں، لہٰذا ان میں ہر طرح کا تعاون بھی ناجائز ہے۔ فصار المراد بما تقام المعصیۃ بہ ما کان عینہ منکر بلا عمل صنعۃ فیہ (رد المحتار ٢٦٨،٤)، جبکہ مولانا ابو المکارم معروفی کے بقول اس میں اعانت براہ راست نہیں

ہے بلکہ اعانت بعیدہ ہے، اور حاجت کے وقت اس کی گنجائش ہوتی ہے۔

دوسری شق کے بارے میں مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا محمد زبیر ندوی، مولانا جمیل اختر جلیلی، مفتی عبد الرحیم قاسمی وغیرہ کہتے ہیں کہ اگر ملازم کا تعلق ضمنی طور پر ہونے والی فحش اور ناجائز ویڈیو اور آڈیو کی اشاعت سے نہ ہو تو اس کی ملازمت جائز ہے اور اس کی اجرت بھی حلال ہے، یغتفر فی التوابع مالا یغتفر فی غیرہا (مجلۃ الاحکام العدلیہ، ص ۲۲)، لیکن مفتی سیدباقر ارشد اور مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی محمد مقصود رامپوری نے یہاں کام کرنے کو مع الکراہت جائز قرار دیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ دوسرا کام تلاش کرتا رہے، الضرورات تبیح المحظورات، و من لم جاز أکل المیتۃ ند المخمصۃ، و إساغۃ اللقمۃ بالخمر، والتلفظ بکلمۃ الکفر للاکرام (الاشباہ والنظائر ۱۱۸٫۱)۔ و ما أبیح للضرورۃ یقدر بقدرہا (الاشباہ والنظائر ۱۱۹٫۱)۔

- إذا اجتمع المباشر و المتسبب أضیف الحکم إلی المباشر (الاشباہ والنظائر، قاعدہ: ۱۹) (مولانا محمد زبیر ندوی)۔

- إنما تحصل المعصیۃ بفعل فاعل مختار (رد المحتار ۵۶۲٫۹)۔

مولانا جمیل اختر جلیلی لکھتے ہیں کہ البتہ احتیاط یہ ہے کہ اس طرح کی ملازمت سے بچا جائے۔

مفتی نثار احمد گودھروی نے ایسے شعبوں میں ملازمت کے جواز کے سلسلہ میں اکیڈمی کے مختلف النوع ملازمتیں کے ایک فیصلہ کو بنیاد بنایا ہے کہ ایسے سوپر مارکیٹ کی ملازمت جس میں شراب کے علاوہ اکثر جائز اشیاء فروخت ہوتی ہوں، اور ملازمت کا تعلق براہ راست شراب سے نہ ہو تو ایسی ملازمت جائز ہے (بیسواں فقہی سمینار، رامپور، یوپی)۔

مفتی اقبال محمدنے دوسری شق کے تکنیکی شعبہ میں ملازمت کی گنجائش کی بات کہی ہے، اس لئے کہ اس کی وضع نہ آلۂ لہو و لعب کے طور پر ہے اور نہ کسی گناہ کے مقصد کے لئے بلکہ وہ استعمال کرنے والے کے تابع ہے اور پھر اس کے ضمن میں مفتی شفیع صاحب کی کتاب جواہر الفقہ سے سبب قریب اور سبب بعید والی طویل بحث کو نقل کیا ہے (دیکھئے ان کا مقالہ)۔

جواز کے قائلین:

مفتی محمد ابرار خاں ندوی، مولانا عبد الجبار طیب ندوی، مولانا جمیل اختر جلیلی، مفتی نثار احمد گودھروی وغیرہ کا کہنا ہے کہ تکنیکی ضرورتوں کے تحت اس شعبہ میں کام کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، جائز ہے، اس لئے کہ سوشل میڈیا میں کام کرنے والے کے لئے تصاویر سے کلی طور پر بچنا ممکن نہیں ہے۔ شرح السیر الصغیر میں ہے: و إن تحققت الحاجۃ إلی استعمال السلاح الذی فیہ تمثال فلا بأس باستعمالہ لأن موضع الضرورۃ مستثناۃ من الحرمۃ کما فی تناول المیتۃ (جواہر الفقہ ۲۳۲٫۳)، لیکن مولانا عبد الجبار ندوی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کسی طرح گناہ کے کام میں معاون نہ بنے، ورنہ اس

کی ملازمت تعاون علی الاثم کی وجہ سے جائز نہ ہوگی۔ مولانا ابو المکارم معروفی ، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا غلام اللہ کاوی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی بھی جواز کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ سوشل میڈیا کی ذات میں کوئی معصیت نہیں ہے، لہٰذا ''الأمور بمقاصدہا'' کے تحت ملازمت کرنا درست ہے اور اجرت بھی حلال و طیب ہے۔

- ولو استأجر الذمی مسلما لیبنی لہ بیعۃ أو کنیسۃ جاز و یطیب لہ الأجر، کذا فی المحیط (ہندیہ ۴۵۰،۴) (مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

- (قولہ و جاز تعمیر کنیسۃ) قال فی الخانیۃ: ولو آجر نفسہ لیعمل فی الکنیسۃ و یعمّرہا لا بأس بہ لأنہ لا معصیۃ فی عین العمل (شامی ۳۹۱،۶) (مفتی محمد عثمان گورینی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا غلام اللہ کاوی)۔

مولانا جمیل اختر جلیلی اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اجیر اور مستأجر کا رضامندی کے ساتھ کیا ہوا ایک درست معاملہ ہے، کسی باطل طریقہ سے مال کمانا نہیں ہے، اور بقول مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب جب سود جیسی چیزوں سے بچتے ہوئے بینک میں ملازمت درست ہے تو فحش چیزوں سے بچتے ہوئے تکنیکی ضرورت کے لئے سوشل میڈیا کی ملازمت بھی درست ہونی چاہئے، یغتفر فی التابع مالایغتفر فی المتبوع (القواعد الفقہیہ و تطبیقاتہا فی المذاہب الاربعہ لمحمد مصطفی الزحیلی ۱۴۷،۱) (مقالہ مولانا غلام اللہ کاوی)۔

- مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی کے نزدیک ایسے شعبوں میں ملازمت اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس سائٹ کا مقصد بے حیائی کی تشہیر نہ ہو۔

- مولانا اختر امام عادل قاسمی اور مفتی محمد ممتاز خاں ندوی کہتے ہیں کہ فحش اور ناجائز تصویروں سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے تکنیکی شعبہ میں ملازمت کرے تو اس کی گنجائش ہے، جائز ہے اور اسی طرح دوسری شق میں بھی اپنے آپ کومحفوظ رکھتے ہوئے الأمور بمقاصدہا کے تحت ملازمت کی گنجائش ہے، اور جائز ہے (دیکھئے: ہندیہ ۴۴۹،۴، شامی ۳۹۱،۶)۔

عدم جواز کے قائلین:

مفتی سید باقر ارشد نے ایسی کمپنیوں میں کام کرنے کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، اس لئے کہ فحش اور ناجائز تصویروں کی خرید و فروخت کرنے اور انہیں بنانے کی حرمت سخت ترین ہے، تو اس میں کام کرنا فحاشی کے فروغ میں معاونت کرنا ہے، ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدہ .....)، إن اعتناء الشرع بالمنہیات أشد من اعتناء ہ بالمأمورات (قواعد الفقہ ۱۳۳)۔

- مولانا محمد زبیر ندوی اور مفتی ابو بکر قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر وہ شخص باضابطہ تکنیکی حیثیت سے اس میں کام کرتا ہے اور اس کے اسباب و وسائل فراہم کرتا

ہے تو تعاون علی الاثم ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔

- قاری ظفر الاسلام صدیقی کے نزدیک ایسے شعبوں میں ملازمت سے حتی الوسع اجتناب کرے۔

- مولانا فیاض عالم قاسمی کا کہنا ہے کہ اس میں ملازمت کرنا جائز تو ہے، لیکن تقوی کے خلاف اس لئے ایسی ملازمت سے بچنا بہتر ہے۔

- مفتی یحی معین ثمر کے بقول ایسی صورت میں کمپنی کی کل آمدنی میں حرام کمائی کا تناسب پانچ فیصد سے کم ہو تو گنجائش ہوگی اور اگر پانچ فیصد یا اس سے زائد ہو تو ملازمت ناجائز ہوگی۔

سوال نمبر: ۳۔ بہت سے ایسے مضامین بھی آتے ہیں، جس میں تصویریں نہیں ہوتی ہیں اور نہ فحاشی پائی جاتی ہے؛ لیکن وہ ملحدانہ افکار، اسلام پر اعتراض، اخلاقی اقدار کے استخفاف کو شامل ہوتا ہے اور اس کا مقصد ہی ملحدانہ افکار کو فروغ دینا ہوتا ہے، ایسے مضامین کو پڑھنے کا اور دوسروں تک بھیجنے کا کیا حکم ہے، جب کہ ضروری نہیں کہ جس کو بھیجا جائے وہ بھی اس سے متأثر ہو جائے؛ بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا رد کر کے دوسروں کو اس سے بچائے؟

اس سوال کے ضمن میں مقالہ نگاروں کا کہنا ہے کہ ملحدانہ افکار کے حامل مضامین کو ایسے شخص کو پڑھنے میں اور بھیجنے میں کوئی حرج نہیں جو اسلامی اور غیر اسلامی افکار کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، لیکن ایسے اشخاص کے پاس بھیجنا جو نہ اسلامی و غیر اسلامی افکار میں امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور نہ ان کا رد کرکے صحیح فکر پیش کرسکتے ہوں تو ایسے لوگوں کو بھیجنا مناسب نہیں، بلکہ یہ تعاون علی الاثم کے زمرے میں آکر ناجائز ہوگا۔ و لاتعاونوا علی الإثم والعدوان، و ینہاہم عن التناصر علی الباطل و التعاون علی المآثم و المحارم (تفسیر ابن کثیر)، (اس رائے کے حاملین ہیں: مولانا محمد اظہار الحق قاسمی، مفتی نثار احمد گودھروی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا غلام اللہ کاوی، مفتی محمد ممتاز خاں ندوی، مولانا محمد جمال الدین قاسمی وغیرہ)، لیکن مولانا جمال الدین قاسمی کا کہنا ہے کہ ایسے مضامین کا پڑھنے والا اگر رد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو پڑھنا درست ہے، ورنہ اس کے لئے بھی پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ''إذا سمعتم آیات اللہ یکفربہا و یستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ'' (النساء، ۱۴۰)۔ تقریباً یہی رائے مفتی محمد شاہجہاں ندوی کی بھی ہے، البتہ انھوں نے دلیل میں درج ذیل آیات و احادیث پیش کی ہیں:

۱- و قالوا لن تمسنا النار إلا أیاما معدودة قل ..... (البقرہ، ۸۱-۸۰)۔

۲- و قالوا اتخذ اللہ ولدا سبحانہ ..... (یونس، ۶۸)۔

۳- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے پوچھا: من أہل النار؟ قالوا: نکون فیہا یسیرا، ثم تخلُفونا فیہا، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اخسئوا فیہا، واللہ لا نخلُفکم فیہا أبدا

(بخاری، حدیث نمبر: ۴۱۶۹، نسائی، حدیث نمبر: ۱۱۳۵۵، مسند احمد، حدیث نمبر: ۹۸۲۷)۔
اسی طرح چند آیات و احادیث اور بھی پیش کی ہیں۔

مفتی سید باقر ارشد نے عوام کے لئے ایسے مضامین کو پڑھنا ناجائز اور آگے بھیجنے کو حرام قرار دیا ہے اور ایسے مواد کو سوشل میڈیا پر ڈالنے کو سخت گناہ کہا ہے کہ اس سے اس کی تشہیر ہوتی ہے۔ البتہ علماء کے لئے گنجائش ہے کہ ایسے مضامین کامطالعہ کریں تاکہ ان کا جواب دے سکیں، لیکن ان کو بھی سوشل میڈیا پر آگے بڑھانے کی اجازت نہ ہوگی۔ ولاتعانوا علی الاثم والعدوان (المائدہ ۲)، لا تعاونوا علی ارتکاب المنہیات (تفسیر مظہری ۱۹،۳)، قراء ة الکتب السابقة من التوراة والانجیل و مثلہا یجوز للعالم لا لغیرہ، و مثلہا الکتب التی تجمع الرطب أو الیابس فی الاسلامیات (احکام القرآن للمفتی شفیع العثمانی ۱۰۱،۳)۔

مولانا محمد زبیر ندوی، مفتی عبد الرحیم قاسمی،مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مفتی محمد مقصود رامپوری، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی ابو بکر قاسمی وغیرہ کے نزدیک ایسے مضامین و اعتراضات کا ضرور جواب دیا جائے اور جو صاحب علم اور قابل اعتماد ہوں انھیں یہ بھیجی بھی جائیں تاکہ وہ ان کا رد کرسکیں، البتہ یہ عام حالات میں اور ہرکس و ناکس کو شیئر نہ کی جائیں، انھوں نے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں:

۱- ‘‘و إذا جاءہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا بہ ولو ردوہ إلی الرسول و إلی أولی الأمر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم ...’’ (النساء، ۸۳)۔

۲- فلیبلغ الشاہد الغائب، فإنہ رب مبلغ یبلغہ من ہو أوعی لہ، فکان کذلک (بخاری: ۷۰۷۸)۔

۳- من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، و ذلک أضعف الإیمان (مسلم: ۷۸)۔

۴- الذین النصیحة، قلنا: لمن؟ قال: للہ و لکتابہ و لرسولہ و لأئمة المسلمین و عامتہم (مسلم: ۲۰۵)۔

مولانا عبد اللہ معروفی نے ملحدانہ افکار پر مشتمل مضامین دوسروں کے پاس بھیجنے کی چار شکلیں ذکر کی ہیں:

۱- ایسے مضامین کو اس نیت سے دوسروں کو بھیجنا کہ وہ متاثر ہوجائے، یہ اعانت علی المعصیت میں داخل ہوکر ناجائز ہے۔

۲- جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ متاثر ہوجائے گا یا اس کا ظن غالب ہو تو اس کے پاس ایسے مضامین کا بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔

۳- اگر معلوم نہ ہو کہ سامنے والا متاثر ہوگا یا نہیں تو ایسی صورت میں مضامین کا بھیجنا مکروہ ہوگا۔

۴- اگر معلوم ہو کہ وہ اس سے متاثر نہیں ہوگا بلکہ اس کا رد کرے گا تو ایسے شخص کے پاس ان کا بھیجنا لازم اور بہتر ہے، فکما أن وسیلة المحرم محرمة فوسیلة

الواجب واجبۃ، والوسیلۃ إلی أفضل المقاصد أفضل الوسائل و إلی أقبح المقاصد أقبح الوسائل (الفروق للقرافی ۲،۳۳)۔

اور تقریباً اسی طرح کی تفصیل مولانا جمیل اختر جلیلی نے بھی پیش کی ہے، اور قرآنی آیات کے علاوہ تفسیر ابن کثیر، رد المحتار اور المبسوط وغیرہ سے حوالے کے طور پر عبارتیں پیش کی ہیں۔

- قاری ظفر الاسلام صدیقی صاحب کا کہنا ہے کہ نوجوانوں کے متاثر ہونے کا پہلو غالب ہے، اچھے اچھوں میں بیدار مغزی، تیقظ اور تدین کی کمی ہے، اس لئے اجتناب اولی ہے۔

- مفتی محمد عثمان گورینی کے نزدیک ایسے مضامین کی ترسیل جائز نہیں، اور مرسل الیہ کی طرف سے اس کی تردید کا پایا جانا یقینی نہیں بلکہ محتمل ہے، اور کسی ناجائز اور یقینی حرام کو صرف حلت کے امکان کی وجہ سے جائز نہیں کہا جاسکتا۔ مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کی بھی تقریباً یہی رائے ہے۔

- مفتی جمیل احمد نذیری کا کہنا ہے کہ ایسے مضامین کی ترسیل نہ کی جائے بلکہ وہیں ڈیلیٹ کردی جائے، البتہ ایسے شخص کو بھیجے جاسکتے ہیں جو کما حقہ اس کا رد کرسکے۔

- مولانا فیاض عالم قاسمی کے نزدیک ایسے مضامین کا نہ پڑھنا درست ہے اور نہ شیئر کرنا جائز ہے، اگر ان کا جواب دینے کی نیت سے کسی کو بھیجا جائے تو یہ درست ہے، اس لئے کہ لوگوں کو گمراہی سے بچانا بھی دینی فریضہ ہے اور یہی رائے مفتی یحی معین ثمر کی بھی ہے۔

- مفتی محمد ابرار خان ندوی کہتے ہیں کہ ایسے ملحدانہ مضامین کا رد کرنا لازم ہے، اگر خود نہ کرسکے تو جو رد کرنے پر قادر ہیں ان کو باخبر کرے، الاستعانۃ لمن لہ قدرۃ علی زجرہ (رد المحتار ۵،۲۶۲)، جبکہ مولانا عبد الجبار ندوی کا کہنا ہے کہ عامی شخص کو ایسے مضامین کا پڑھنا اور اس کی ترسیل دونوں ناجائز ہے، اس پر واجب ہے کہ پہلے تحقیق کے لئے اہل علم سے رجوع ہو۔ جیسا کہ ارشاد ہے: یا أیہا الذین آمنوا إن جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا .....۔

- مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی نے خود بھی پڑھنے اور دوسروں کو بھیجنے کو درست قرار دیتے ہوئے اسے نہی عن المنکر اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی میں داخل قرار دیا ہے، الدین النصیحۃ (مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۵)، ولتکن منکم أمۃ یدعون إلی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر وأولئک ہم المفلحون (آل عمران،۱۰۴)۔

سوال نمبر: ۴۔ کورونا کی صورت حال سے سوشل میڈیا کے استعمال کی ایک اور جہت لوگوں کے سامنے آتی ہے، اور وہ ہے تعلیم، عصری تعلیمی ادارے ہی نہیں بلکہ اکثر دینی مدارس کو بھی طلبہ کے وقت کو ضیاع سے بچانے کے لئے اس ذریعہ کا سہارا لینا پڑا، اس کا جو فائدہ ہے، وہ تو ظاہر ہے؛ لیکن دو پہلو نقصان کے بھی ہیں: ایک صحت

کے نقطۂ نظر سے؛ کہ جب بچے گھنٹوں موبائل یا لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظر جما کر دیکھتے ہیں تو بینائی پر اس کا اثر پڑتا ہے، دوسرا اثر اخلاق پر پڑتا ہے، بہت سے والدین اپنے بچوں کو بالخصوص Android Phone کے استعمال سے روکتے ہیں، اب اگر تعلیم کے لئے ایک دفعہ یہ موبائل ان کے ہاتھ میں آگیا تو پھر ان کو اس سے روکنا آسان نہیں ہوتا، اور بعض اوقات دانستہ یا نادانستہ نامناسب سائٹوں تک پہنچ جاتے ہیں، ایسی صورت میں دینی یا عصری تعلیم کے لئے اس کا استعمال درست ہوگا یا نہیں؟

اس سوال میں ۴ شقیں ہیں: سوشل میڈیا کے ذریعہ دینی تعلیم کا حصول، سوشل میڈیا کے ذریعہ عصری تعلیم کا حصول، گھنٹوں اسکرین پر نظر جمائے رہنے کی وجہ سے بینائی اور صحت کا متاثر ہونا، اور اس کے استعمال کے دوران غیر اخلاقی سائٹوں تک پہنچ جانا۔

سوشل میڈیا کے ذریعہ دینی یا عصری تعلیم کا حصول اور اس کے لئے انڈرائیڈ موبائل کا استعمال کرنا مباح اور جائز ہے، اور انٹرنیٹ موبائل کا استعمال قلم کے استعمال کرنے کی طرح ہے، لہٰذا اگر کوئی انٹرنیٹ کے ذریعہ تعلیم حاصل کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اگر کوئی اس کا غلط استعمال کرتا ہے تو اس آدمی کا قصور ہوگا نہ کہ قلم اور انٹرنیٹ کا، اقرأ باسم ربک الذی خلق، خلق الإنسان من علق، اقرأ و ربک الأکرم، الذی علم بالقلم، علم الإنسان مالم یعلم (العلق، ۴-۱) (مولانا محمد فیاض عالم قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا محمد اظہار الحق قاسمی)۔

مفتی محمد شاہجہاں ندوی نے مندرجہ ذیل دلیلیں دی ہیں:

۱- آن لائن تعلیم میں مصلحت اور مفسدہ دونوں جمع ہیں، لہٰذا ایسا نظام بنایا جائے کہ مفسدہ سے بچتے ہوئے تعلیمی مقاصد حاصل کیے جاسکیں اور موبائل اور لیپ ٹاپ کے ضرر سے حتی الامکان بچا جاسکے۔

۲- شرعی نقطۂ نظر سے وقت کی بڑی اہمیت ہے، بلکہ وقت ہی زندگی ہے، لہٰذا وقت کا ضیاع عظیم خسارہ ہے، اللہ تعالیٰ نے وقت کی اہمیت و قیمت کے پیش نظر زمانہ کی قسم کھائی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ''والعصر إن الإنسان لفي خسر'' (العصر: ۲-۱) (زمانہ کی قسم: یہ حقیقت ہے کہ تمام انسان گھاٹے میں ہیں)۔

لہٰذا تعلیم جیسے عظیم مقصد کو موبائل یا لیپ ٹاپ کے متوقع ضرر پر ترجیح حاصل ہوگی۔

۳- بچوں کا دانستہ یا نادانستہ نامناسب سائٹوں تک پہنچنا یقینی نہیں ہے، جبکہ تعلیم ضروری شئ ہے، لہٰذا غیر یقینی ضرر پر تعلیم کے یقینی فوائد مقدم رہیں گے۔

البتہ چھوٹے بچے اور متوسط درجے کے بچے آن لائن تعلیم سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا پاتے ہیں، اور ان کے حق میں ضرر کا اندیشہ بھی قوی ہے، لہٰذا ان کے لیے آن لائن تعلیم کی جگہ دوسرے متبادل نظام کی کوشش کرنی چاہئے۔

مولانا فیاض عالم قاسمی نے بچوں کے غلط سائٹوں تک پہنچنے کا حل یہ نکالا ہے کہ:

جہاں تک رہی بات یہ کہ بچے دانستہ یا نادانستہ طور پر غلط سائٹوں تک پہنچ سکتے ہیں، جن سے ان کے اخلاق، کردار متاثر ہوسکتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ بچے والدین کی نگرانی میں موبائل فون کا استعمال کریں، کھلی جگہ جہاں ہر ایک کی آمد و رفت ہو وہاں استعمال کریں، نیز اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ آج کل ایسا ایپ بھی نکل گیا ہے، جس سے والدین اپنے بچوں کی کڑی نگرانی کرسکتے ہیں، اس طور پر کہ والدین بچوں کے موبائل میں وہ ایپ ڈاؤنلوڈ کرکے غلط سائٹوں کو بلاک کرسکتے ہیں، اگر بچے ان سائٹوں تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں تو رضامندی کے لئے پہلے والدین کے پاس میسج آئے گا، والدین اجازت دیں گے تب ہی وہ سائٹ بچوں کے موبائل میں کھلے گی ورنہ نہیں کھلے گی۔ ایسا بھی ہے کہ غلط سائٹ پر جانے سے ہی والدین کو اطلاع پہونچ جائے گی، بہرحال اس طرح کے ایپ ڈاؤنلوڈ کرکے بچوں کی نگرانی کی جاسکتی ہے۔

آگے چل کر مولانا موصوف نے بچوں کی بینائی اور صحت کے تعلق سے یہ مشورے دیئے ہیں:

سوال کا دوسرا جزء کہ موبائل یا لیپ ٹاپ کا زیادہ استعمال کرنے سے آنکھوں کی بینائی کمزور ہوسکتی ہے، تو واضح رہے کہ صرف آنکھوں کی بینائی کا مسئلہ نہیں ہے؛ بلکہ موبائل یا لیپ ٹاپ و کمپیوٹر کا زیادہ استعمال بہت ساری بیماریوں جیسے ڈپریشن، کمر درد، گردن درد، ہارٹ اٹیک، برین ہیمبریج، رعشہ، حتی کہ نامردی وغیرہ کا بھی اندیشہ ہے، لیکن اس وجہ سے اس کا استعمال قطعی طور پر چھوڑ دینا اور علم و آگہی سے کورے رہ جانا، یا زمانہ کے نئے آلات سے استفادہ کرتے ہوئے مزید علم حاصل نہ کرنا، بہرحال درست نہیں ہوگا۔

(۱) احقر نے انٹرنیٹ کے ذریعہ جاننے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ اگر آدمی روزانہ اسکرین پر چار گھنٹے یا اس سے کم وقتوں کے لئے کام کرتا ہے تو بیماریوں کا اندیشہ کم رہتا ہے، لیکن اگر چار سے آٹھ گھنٹے تک کام کرتا ہے تو اس کا جسم متاثر ہوسکتا ہے، بیماریوں کا اندیشہ رہتا ہے، اور اگر آٹھ گھنٹے سے گیارہ گھنٹے تک کام کرتاہے تو زیادہ اندیشہ رہتا ہے اور اگر اس سے زیادہ کام کرتا ہے تو بہت زیادہ اندیشہ رہتا ہے۔ اسی طرح ہر پچاس سے ساٹھ منٹ میں پانچ دس منٹ کا یا ہر دو گھنٹے میں پندرہ بیس منٹ کا بریک (وقفہ) لینا مفید ہوگا، اس سے بیماریوں کا اندیشہ بہت کم رہتا ہے۔ بہرحال بہتر ہے کہ اس کے ماہرین سے رائے و مشورہ لے کر کچھ طے کیا جائے۔

(۲) دوسری اہم بات یہ ہے کہ آج کل ایسا شیشہ بھی آگیا ہے کہ اس کو اسکرین پر لگا دیا جائے تو اسکرین کی شعائیں آنکھوں کو متاثر نہیں کریں گی، جسے Eye Zen Lenses کہا جاتا ہے، پھر اسی شیشہ کو چشمہ کے طور پر بھی استعمال کیا جانے لگا ہے، جس کو Aniglare Glases کہتے ہیں۔ بہرحال ان طریقوں کو اپناکر موبائل، لیپ

ٹاپ، کمپیوٹر، اور ان کی اسکرین کے مضر اثرات سے اپنے آپ کو بچایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کرسی، چیسٹ پیڈ، بیک پیڈ وغیرہ بھی نکل گئے ہیں جن سے کمر وغیرہ کی بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے۔

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی کہتے ہیں کہ آن لائن تعلیم صرف آواز (آڈیو کال) کے ذریعہ ہو تو زیادہ مناسب ہے، یعنی تعلیم تصویروں (ویڈیو کال وغیرہ) کے ذریعہ نہ ہو، حالانکہ ویڈیو کالنگ سے تعلیم کی اجازت مفتیان کرام نے دی ہے، بشرطیکہ اس میں ریکارڈنگ نہ ہو، اس لئے کہ جب تک اسے ریکارڈ نہیں کیا جائے گا تب تک وہ آئینہ اور پانی کے اوپر آنے والے عکس کے مانند ہے جو جائز ہے، جیسا کہ مفتی شفیع صاحب نے جواہر الفقہ (۲۱۳،۴) میں، اور مفتی سلمان منصورپوری نے کتاب النوازل (۵۲۰،۱۶) میں تحریر فرمایا ہے۔

مفتی سید باقر ارشد نے کرونا کے اس قہر زدہ دور میں آن لائن ایجوکیشن کے لئے سوشل میڈیا یا الیکٹرانک ڈوائسز کے استعمال کو مستحسن قرار دیا ہے۔

مولانا جمیل اختر جلیلی نے آن لائن تعلیم میں تصویر کشی کی وجہ سے اس کے جواز و عدم جواز دونوں طرح کی رایوں کو دلائل کے ساتھ تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور ان کی روشنی میں لکھا ہے کہ آج کل جو تصاویر ڈیجیٹل کیمروں کے ذریعہ لی جاتی ہے وہ تمثال کے مقابلہ میں عکس سے زیادہ مشابہ ہے، اور اس کی صورت بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسے آئینہ کے سامنے آنے اور ہٹ جانے سے ہوتی ہے، اس لحاظ سے تعلیمی مقاصد کے لئے ڈیجیٹل تصویر کے ذریعہ سے کام لینا درست ہے۔

مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی نے آن لائن تعلیم کے مفاسد و منافع پر گفتگو کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اگر غور کیا جائے تو آن لائن تعلیم میں ملی منافع ہیں جبکہ نقصان اخلاقی ومعاشی نیز جسمانی ہیں جن کی تلافی یا ان کا سد باب ممکن ہے، لیکن ملی منافع کی بربادی کا تدارک مشکل ہوگا، لہٰذاجہاں آف لائن کی گنجائش نہ ہو وہاں آن لائن تعلیم شروع کرنا چاہئے۔

- مولانا جمال الدین قاسمی نے ایک رائے یہ دی ہے کہ عصری تعلیم میں اصل اہمیت ڈگری کی ہے، اس لئے وہاں تو بغیر پڑھے ترقی دی جاسکتی ہے، مگر دینی تعلیم میں بنیادی چیز صلاحیت ہے، اس لئے یہاں بلا تعلیم ترقی کا تصور نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا عصری اداروں کے بجائے مدارس دینیہ میں آن لائن تعلیم کے آغاز کی زیادہ ضرورت ہے۔

۱- و ہذا یفید ان آلۃ اللہو لیست محرمۃ لعینہا، بل لقصد اللہو منہا، إما من سامعہا أو من المشتغل بہا، و بہ تشعر الاضافۃ، ألا تری أن ضرب تلک الآلۃ بعینہا حل تارۃ وحرم أخری باختلاف النیۃ بسماعہا، و الأمور بمقاصدہا (رد المحتار ۵۰۵،۹) (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا جمیل اختر جلیلی، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا جمال الدین قاسمی)۔

۲- إن الاصل فی الاشیاء الاباحۃ حتی یدل الدلیل علی عدم الاباحۃ (الاشباہ والنظائر

۱،۲۵۲) (مفتی سید باقر ارشد)۔

۳- و بقاعدة فقهية سداً للذرائع؛ أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما، و تكون واجبة إذا كان المقصد واجبا (مقاصد الشريعة، ص ۴۶) (مفتی سید باقر ارشد)۔

۴- قال ابن الحاج: ينبغى للعالم إذا رأى الناس قد أعرضوا عن العلم، أن يعرض نفسه عليهم لتعليمهم وارشادهم (الموسوعة الفقهية ۷،۱۳) (مولانا محمد زبیر ندوی)۔

- مفتی نثار احمد گودھروی اور مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی کا کہنا ہے کہ یہ سب مضرت اور نقصان اپنی جگہ درست ہے، لیکن عربی کا مقولہ ہے: مالایدرک کلہ لایترک کلہ، اس لئے اگرچہ اس طریقہ تعلیم میں سو فیصد فائدہ نہیں تو کم از کم چالیس فیصد فائدہ ضرور ہے، خالی بیٹھ کر وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ چالیس فیصد فائدہ کو حاصل کرلیا جائے۔ حالانکہ مولانا محمد زبیر ندوی نے اپنا تجربہ بیان کیا ہے کہ اس کے ذریعے نوے فیصد سے زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے۔

- مفتی محمد ابو بکر قاسمی کہتے ہیں کہ اس کے استعمال میں نفع کم اور نقصان زیادہ ہے، لہٰذا صرف ضروری اعلانات کے لئے یا کسی چیز کی تحقیق کے لئے موبائل کا استعمال درست ہے۔

- مولانا اختر امام عادل قاسمی کے نزدیک تعلیم کا نقصان ایک مصیبت ہے، مگر اخلاقی اور طبی مفسدہ اس سے بھی بڑی مصیبت ہے، نوعمری میں بچوں کے بہک جانے کی صورت میں ان کو بچانا بہت مشکل ہے، اس لئے جانتے بوجھتے بچوں کو اس دلدل میں جانے کی اجازت دینا مناسب نہیں ہے ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (البقرہ ۱۹۵)، اور پھر مولانا اختر امام عادل صاحب نے ''درء المفاسد أولى من جلب المصالح'' والے اصول کو منطبق کرتے ہوئے ''درر الحكام شرح مجلة الاحكام، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، روضة الناظر وجنة المناظر '' سے عبارتیں پیش کی ہیں۔ (مولانا غلام اللہ کاوی، مولانا محمد آزاد بہرائچی)۔

- لیکن مفتی محمد مقصود رامپوری کہتے ہیں اور یہی رائے مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی محمد عثمان گورینی، مولانا محمد جمال الدین قاسمی، مولانا محمد اظہار الحق قاسمی، مولانا عبد الجبار طیب ندوی، مولانا صابر حسین ندوی کی ہے کہ آج تعلیم صرف اسی فون پر منحصر ہوکر رہ گئی ہے، اور اس کے استعمال نہ کرنے سے تعلیمی نقصان بہت زیادہ ہے، لہٰذا ینڈرائیڈ فون کا استعمال درست ہے، البتہ بچوں کے والدین اور سرپرستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی صحیح نگہداشت کریں، اور تعلیمی اوقات کے علاوہ بچوں کو فون نہ دیں۔

- مفتی جمیل احمد نذیری کا کہنا ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعہ تعلیم دی جاسکتی ہے، مگر یہ اضطراری درجہ کی چیز ہوگی اور اسے ضرورت تک ہی محدود رکھا جائے۔

- الاثبات مقدم على النفي إن كان بالأصل (القواعد الفقهيہ ، ۵۳)۔

- الاصل فی الاشیاء الاباحۃ (ایضا) (مولانا محمد اظہار الحق قاسمی)
- الثابت بالضرورۃ یتقدر بقدرہا (ایضاً ۷۴)۔
- حکم الشئ قد یدور مع نصائصہ (ایضاً ۷۹)۔

- مفتی ابرار خاں ندوی کا کہنا ہے کہ تعلیم کے لئے موبائل کا استعمال کرنے میں مفید و صحت مند پہلو زیادہ ہیں، فوائد یقینی ہیں، مضرتیں موہوم ہیں، الیقین لایزول بالشک (القواعد الفقہیہ ۱۱۴)، یہی رائے قاضی عبد الجبار طیب ندوی کی بھی ہے۔

- جبکہ مولانا ابو المکارم معروفی کہتے ہیں سوشل میڈیا کو حصول تعلیم کا ذریعہ بنانے میں فوائد سے زیادہ نقصان کا اثر دکھائی دیتا ہے، لہٰذا اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے (دیکھئے: احکام القرآن: مفتی شفیع صاحب، ۲۰۱،۳)، تاہم اگر ضرورت ہو یعنی بالمشافہ تعلیم کے مواقع فراہم نہ ہوں تو سوشل میڈیا کو حصول تعلیم کا ذریعہ بنایا جاسکتاہے، لیکن غیرضروری اور نامناسب چیزوں سے حتی الامکان اجتناب ضروری ہے۔

- اگر سوشل میڈیا کے استعمال سے بچوں کی بینائی پر اثر پڑے تو تعلیم کے لئے اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی جائے گی ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (البقرہ ۱۹۵) (مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی)۔

- جبکہ مفتی محمد ممتاز خاں ندوی نے دینی اور عصری تعلیم میں فرق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چونکہ علم دین کے احکام سے ناواقفی اورجہالت کا نقصان بینائی پر اثر پڑنے سے کہیں بڑا نقصان ہے، لہٰذا موبائل پر دینی تعلیم کو جاری رکھا جائے گـ، اور بینائی کے سلسلہ میں ڈاکٹروں سے رابطہ کیاجائے گا، اور عصری تعلیم کی حیثیت فضیلت اور تطوع کی ہے اگر اسے نہ سیکھے تو گناہ گار نہیں ہوگا۔

١- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: العلم ثلاثۃ و ما سوی ذلک فہو أفضل، آیۃ محکمۃ أو سنۃ قائمۃ أو فریضۃ عادلۃ (سنن ابو داؤد، حدیث نمبر: ۲۸۸۸)۔

٢- وما سوی ذلک تعلیم العروض والطب والہندسۃ والہیئۃ والمنہمات فہو أفضل (مرقاۃ المفاتیح،۴۸۶)۔

٣- طلب العلم فریضۃ بقدر الشرائع و ما یحتاج إلیہ لأمر منہ من أحکام الوضوء والصلوۃ و سائر الشرائع و لأمور معاشہ و ماوراء ذلک لیس فرض فإن تعلمہا فہو أفضل و إن ترکہا فلا إیم علیہ کذا فی السراجیۃ۔

سوال نمبر: ۵۔ سوشل میڈیا بہت سی اچھی معلومات فراہم کرتا ہے، طب وصحت، عالمی حالات، سائنسی و جغرافیائی معلومات وغیرہ؛ لیکن ساتھ ہی ساتھ برائیوں کو پھیلانے میں بھی اس کا بڑا کردار ہے، کیا ایسی صورت میں اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات وغیرہ کے لئے ایسے ذریعہ کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟

اس وقت سوشل میڈیا سب سے مؤثر ہتھیار ہے، اس کو صحیح و نیک مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اور غلط خیالات و افکار کی تشہیر کے لئے بھی، اگر

اسلامی افکار اور دینی تعلیمات و شرعی قوانین و ہدایات کی نشر و اشاعت کے لئے اس کو استعمال کیا جائے تو بیک وقت ایک بڑے حصے تک اسلام کی آواز پہنچ جائے گی اور یہ اس وقت اسلام کی عظیم خدمت ثابت ہوگی، یہ تقریباً تمام ہی مقالہ نگاروں کی رائے ہے، اور بقول قاضی محمد حسن ندوی موجودہ آلات میں منفعت کا پہلو اغلب و اکثر ہے اور غالب و اکثر پر حکم کا مدار ہوتا ہے، لہٰذا ان آلات کا استعمال اشاعت اسلام میں درست ہے، یہی رائے مولانا اختر امام عادل قاسمی کی ہے کہ امور میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے، الأمور بمقاصدہا (الاشباہ والنظائر: ۲۳)، و ذکر قاضی خاں فی فتاواہ:إن بیع العصیر ممن یتخذہ حمراء، إن قصد بہ التجارۃ فلا یحرم، و إن قصد بہ لأجل الخمیر حرم (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۲۷) (مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی)۔

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی کہتے ہیں یہ مالاتقوم المعصیۃ بعینہ کے قبیل سے ہے، اسی طرح فقہی اصول و قواعد: ''الأصل فی الأشیاء الاباحۃ''، ''الأمور بمقاصدہا''، ''مالایعلم فیہ تحریم یجری علی حکم الحل'' سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ البتہ سداً لباب الفتنۃ عوام کو اس کی اجازت نہ دی جائے بلکہ صرف علماء، حلال وحرام کی رعایت کرنے والے خاص اشخاص و افراد یا تنظیم کو اس کی اجازت ہونی چاہئے۔

مفتی فیاض عالم قاسمی نے اپنی رائے کی تائید میں اکیڈمی کے ان فیصلوں کو پیش کیا ہے:

''اسمارٹ فون موجودہ دور کی ایک اہم ایجاد ہے، جس کے ساتھ منافع اور مفاسد دونوں وابستہ ہیں، اگر اسمارٹ فون کا استعمال دینی، علمی، اصلاحی اور جائز مقاصد کے لئے کیا جائے تو درست ہے، لیکن اگر غیر شرعی امور کے لئے کیا جائے تو درست نہیں ہے (اسلامک فقہ اکیڈمی کا فیصلہ، منعقدہ میل کھیڑلا راجستھان، نومبر ۲۰۱۸ء)۔

(۵) اسلامک فقہ اکیڈمی نے اپنے بارہویں فقہی سمینار میں انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ کے عنوان پر درج ذیل تجویز پاس کی، وہ اس طرح ہے:

(الف) اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کی حفاظت و بقاء کے لئے ہر ممکن جدوجہد اور سعی امت مسلمہ کا اہم فریضہ ہے۔

(ب) واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ کے مطابق اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے جدید و قدیم ہر ممکن جائز ذریعہ ووسیلہ کا استعمال کرنا درست ہے، بلکہ ضرورت و حالات کے مطابق مفید وموثر وسیلہ کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

(ج) بنیادی طور پر انٹرنیٹ آج کے زمانہ کا سب سے اہم ذریعہ ابلاغ ہے، اس کی حیثیت اپنی بات دوسروں تک پہونچانے کے لئے ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے، اور ذرائع کاحکم شرعی متعین کرتے وقت یہ دیکھنا ہوگا کہ ان ذرائع کا استعمال کن مقاصد کے لئے ہورہا ہے، ذرائع اور وسائل کا استعمال جائز مقاصد کے لئے شرعا جائز اور ناجائز مقاصد کے لئے ناجائز ہے، پھر ان کا شرعی حکم اس طرح ہوگا کہ ان مقاصد کاحصول فرض و

واجب ہے یا مستحب ہے یا مباح ہے، اور ان وسائل کااستعمال مکمل طور پر ان کے مقاصد کے لئے جس حد تک ضروری ہو اسی کے بقدر ان وسائل کا استعمال فرض یا مستحب یا جائز ہوگا۔

(د) ان اصولوں کی روشنی میں شرکاء سمینار کی رائے ہے کہ انٹرنیٹ کا استعمال ایک شرعی، دینی، دعوتی، اجتماعی فلاح کے لئے ذریعہ اور وسیلہ کی حیثیت سے جائز اور بعض دفعہ ضروری ہے (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلے: بارہواں سمینار، منعقدہ بستی، ۲۰۰۰ء)۔

- مولانا غلام اللہ کاوی کا کہنا ہے کہ اس کا استعمال جائز تو ہے لیکن وہی شخص اس کا استعمال کرے جسے اپنے نفس پر کنٹرول کا یقین ہو۔

- مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی اور مفتی محمد عثمان گورینی، مولانا جمال الدین قاسمی کے بقول مفاسد یعنی تصویر وغیرہ جو کہ حرام ہے، سے بچتے ہوئے اگر سوشل میڈیا کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت ہو تو یہ لائق ستائش عمل ہوگا (تفصیل کے لئے دیکھئے: مقالات اسعدی ۳،۲۴۹-۲۴۴)۔

- مفتی محمد شاہجہانندوی نے سوشل میڈیا کے ذریعہ اسلامی تعلیمات وغیرہ کی ترویج کو انتہائی ضروری قرار دیا ہے، اور اس کے لئے تین وجوہات ذکر کی ہیں:

۱- سوشل میڈیا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

۲- مسلمانوں کو ہر ممکنہ ذرائع سے اسلام کی ترویج و اشاعت کا حکم دیا گیا ہے، اس میں سوشل میڈیا بھی داخل ہے۔

۳- ہر ممکن طریقہ سے دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات کی ترویج شرعا مطلوب ہے، اور اس کے لئے سوشل میڈیا عمدہ ذریعہ ہے۔

- بعض حضرات کے نزدیک اسلام کی اشاعت کے لئے ان وسائل کا استعمال نہ صرف یہ کہ درست ہے بلکہ یہ عمل مستحسن ہے (مولانا صابر حسین ندوی وغیرہ)۔

دلائل:

۱- ‘‘ادع إلی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ و جادلہم بالتی ہی أحسن’’ (النحل: ۱۲۵) (مولانا محمد اظہار الحق قاسمی، مولانا محمد زبیر ندوی)۔

۲- یسرا ولا تعسرا، بشرا ولا تنفرا (بخاری، حدیث نمبر: ۳۰۳۸) (مولانا محمد اظہار الحق قاسمی)۔

۳- بلِغوا عنِی ولو آیۃ (بخاری، حدیث نمبر: ۳۴۶۱) (مولانا محمد اظہار الحق قاسمی، مفتی سید باقر ارشد)

۴- لیبلّغ الشاہد الغائب (بخاری، حدیث نمبر: ۶۷، مسلم، حدیث نمبر: ۱۶۷۹) (مولانا محمد اظہار الحق قاسمی)۔

۵- و أعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ الخ (مولانا ابو المکارم معروفی)۔

۶- اکیڈمی کے بارہویں فقہی سمینار کی یہ تجویز: انٹرنیٹ کا استعمال ایک شرعی، دینی، دعوتی، اجتماعی فلاح کے ذریعہ اور وسیلہ کی حیثیت سے جائز اور بعض دفعہ ضروری ہے (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلہ، ص: ۲۵۸) (مولانا ابو المکارم معروفی)۔

۷- الأمور بمقاصدہا (الاشباہ ۱۰۲) (مولانا محمد زبیر ندوی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

سوال نمبر: ۶۔کیا ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دارالقضاء کی کارروائی ، دعویٰ ، رفع الزام اور شہادت کی سماعت نیز فریقین کی شناخت کرنا جائز ہے اور اس کا اعتبار ہوگا؟

اس پر سبھی حضرات متفق ہیں کہ اگر فریقین کا دار القضاء میں حاضر ہوکر دعوی رفع الزام، شہادت کی سماعت، نیز فریقین کی شناخت وغیرہ کی کاروائی کرنا ممکن ہو اور کوئی دشواری نہ ہو تو دار القضاء میں حاضر ہوکر ہی کاروائی کی جائے، اس لئے کہ فقہاء نے محض دستاویز اور تحریر کو بنیاد بناکر فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

وفی الاشباہ لایعتمد علی الخط ولایعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین، لکن قال البیری المراد من قولہ لایعتمد ای لایقضی بذلک عند المنازعۃ، لان الخط مما یزور ویفتعل کما فی مختصر الظہیریۃ (رد المحتار ۵؍۳۷۰) (مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا محمد اظہار الحق قاسمی، مولانا جمیل اختر جلیلی)۔

لیکن مولانا جمیل اختر جلیلی نے لکھا ہے کہ جس تزویر و تلبیس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، اس حکم کی پاسداری آن لائن کاروائی منعقد کرنے کی صورت میں ہوجاتی ہے، یہاں ہر ایک کی موجودگی اسی طرح ہوتی ہے جس طرح مجلس قضاء میں ہوتی ہے (دیکھئے: شیخ مصطفی زرقا کی کتاب: حکم اجراء العقود بوسائل الاتصال الحدیثیۃ، ص ۱۱۳، نیز عبد العزیز بن سعد الغانم کی کتاب: المحکمۃ الالکترونیۃ، ص ۵۹، ص ۱۴۹-۱۴۸)۔

جبکہ مفتی محمد عثمان گورینی نے مجلس قضاء کی کاروائیوں پر تفصیلی گفتگو کے بعد لکھا ہے کہ: شہادت کے علاوہ دوسرے امور مثلاً فریقین کے تعارف اور بوقت ضرورت مقدمے کی کاروائی کے انتقال اور مقدمے کی کاروائی کے لیے توکیل اور اشہاد علی الخصم وغیرہ کی تکمیل کے بعد فیصلہ وغیرہ کے لیے جدید ذرائع (جو محفو ظ طریقے سے اختیار کیے جائیں) کو استعمال کرنا اور اعتماد کرنا بوقت ضرورت و مجبوری جائز ہے اور کتاب القضا کی تفصیل دیکھنے کے بعد گنجائش نظر آتی ہے، بشرطیکہ حتی الامکان شرائط قضا کوملحوظ رکھا گیا ہو؛ کیونکہ ضرورتاً ثابت ہونے والا حکم بقدر ضرورت ہی ثابت ہوگا (الضرورۃ تقدر بقدر الضرورۃ)۔

مولانا فیاض عالم قاسمی نے مجلس قضاء کی ہر شق پر مرحلہ وار مدلل گفتگو کرتے ہوئے ہر ایک کے سوشل میڈیا کے ذریعہ نفع و ضرر کو نمایاں کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ سوشل میڈیا کے ذریعہ حاصل مواد مثلاً سافٹ کافی، چیٹنگ، فوٹو، آڈیو، کالنگ وغیرہ کی صداقت پر قاضی کو ظن غالب ہو تو اس کی بنیاد پر فیصلہ کرسکتا ہے ورنہ نہیں، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ اصل درست اور صحیح ہونے

میں قاضی کا ظن غالب حاصل ہوجانا ہے (انعام الباری)۔ لیکن دار القضاء کی مذکورہ تمام کاروائیاں ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ معتبر نہیں ہیں (مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

جبکہ مفتی اقبال محمد ٹنکاروی کا کہنا ہے کہ مجلس قضاء میں موجودگی کی شرط قدیم فقہاء کے یہاں اس لئے تھی کہ جدید برقی اطلاعات انقلاب سے قبل ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی قاضی کی مجلس میں موجود رہے بغیر راست طور سے اپنی بات قاضی کے سامنے رکھ سکے، البتہ جدید عہد میں ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ کی مدد سے اب یہ آسان ہوگیا ہے کہ قاضی کی مجلس میں موجودگی کے بغیر ہی سیکڑوں اور ہزاروں میل کے فاصلے سے ہر شخص راست طور پر اپنی بات قاضی کے سامنے رکھ سکتا ہے، رفع الزام بھی کرسکتا ہے، قاضی جرح کرنا چاہے تو جرح بھی کرسکتا ہے، تو جس طرح اقتصاد و معیشت جیسے زندگی کے نہایت حساس میدانوں میں ان ذرائع سے استفادہ کیا جارہا ہے، دار القضاء کے باب میں بھی ان سے استفادہ کیاجائے تو گنجائش ہے۔

- اسی طرح کی رائے مولانا صابر حسین ندوی کی بھی ہے کہ ان تمام کاروائیوں کا مقصد یہ ہے کہ معاملہ میں صفائی ستھرائی رہے، اگر کسی ذریعہ سے یہ حاصل ہوجاتا ہے تو پھر اس کا اعتبار کرنا چاہئے۔

مفتی محمد شاہجہاں ندوی کا کہنا ہے کہ عام حالات میں ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کاروائی کرنا درست نہیں ہے، البتہ وبا وغیرہ کی مجبوری کی وجہ سے ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ دار القضاء کی ان کاروائیوں کا اعتبار اس وقت ہوگا جبکہ خود عدالت یا دار القضاء کے عملہ کے ذریعہ ویڈیو کانفرنسنگ کا انتظام کیا جائے، تاکہ ہر طرح کی جعلسازی، دھوکہ اور فریب سے بچا جاسکے۔

- اگر کسی فریق کو یا فریقین کے لئے دار القضاء میں حاضر ہونا دشوار ہو اور دار القضاء کی کارروائی بھی ضروری ہو، اور ویڈیو کانفرنسنگ کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو تو بدرجہ مجبوری ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ سے کاروائی کی جاسکتی ہے بشرطیکہ قاضی کو اس پر پورا اعتماد اور اطمینان ہو (مفتی نثار احمد گودھروی)۔

- قاضی محمد حسن ندوی اس کی دو وجہیں بیان کرتے ہیں: ایک وجہ یہ ہے کہ موجودہ حالت ایک اضطراری حالت ہے، اور اضطراری حالت میں وہ چیزیں مباح ہوجاتی ہیں جو اختیاری حالت میں جائز نہیں، جیسا کہ قاعدہ ہے: الضرورات تبیح المحظورات (الاشباہ ۳۰۷)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب دار القضاء میں ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ کاروائی کی اجازت نہیں دی جائے گی تو عدالت اور دار القضاء کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا، اور یہ طریقہ قول رسول: ‘‘انصر أخاک ظالما أو مظلوماً’’ کے خلاف ہوگا جو درست نہیں۔

- مفتی جمیل احمد نذیری کے نزدیک ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کاروائی کرنا جائز تو ہے، مگر فیصلہ اس وقت کیا جائے جب عیاناً بھی یہ چیزیں ہوجائیں، خصوصا شہادت اور فریقین کی شناخت کا معاملہ عیاناً ہونا چاہئے۔

- مفتی سید باقر ارشد بھی اسی طرح کی بات کہتے ہیں کہ دار القضاء کی ابتدائی کارروائی، مقدمہ کی شنوائی، دعوی کی پیش کش تک کی کاروائی جائز ہے۔ لیکن رفع الزام، گواہوں کی پیشی، شہادت کی سماعت اور فیصلہ کے لئے ویڈیو کانفرنسنگ کا استعمال جائز نہیں ہے اور اس کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ رفع الزام کے لئے دلائل اور ثبوتوں کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ آن لائن ممکن نہیں، بلکہ فی نفسہ مدعی اور مدعا علیہ کا ہونا، گواہوں اور شاہدین کا موجود ہونا ضروری ہے۔

- اسی طرح مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی نے مقدمات کی دو قسمیں کی ہیں اور لکھا ہے کہ جن مقدمات میں فیصلے کے لئے مدعا علیہ اور فریقہ کی ضرورت ہوتی ہے ان میں مجلس قضاء میں بنفس نفیس شرکت ضروری ہے، البتہ جن معاملات میں مدعا علیہ و فریق کی ضرورت نہیں ہے ایسے معاملات میں آن لائن یا ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ بھی کارروائی چلائی جاسکتی ہے، کیونکہ یہ قضاء علی الغائب حقیقت میں ہے ہی نہیں۔

عدم جواز کے قائلین:

- ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی چلانا جائز نہیں ہے، البتہ ان ذرائع کو تاکید و توثیق اور اطمینان کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے (مفتی یحی معین ثمر، مفتی محمد ابو بکر قاسمی، مفتی محمد مقصود رامپوری)۔ اس لئے کہ بقول مولانا اختر امام عادل قاسمی عدالتی معاملات کی بنیاد یقین پر ہوتی ہے، جبکہ موجودہ ٹیکنیکل دور میں ویڈیو کے ذریعہ حاصل شدہ تصاویر اور معلومات پر یقین نہیں کیا جاسکتا (دیکھئے: رد المحتار ۳۷۰٫۵، تبصرة الحكام ۴۶۲٫۱، درر الحكام فی شرح مجلة الاحكام ۸۹٫۱۲)۔

- مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا محمد زبیر ندوی کے مطابق ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ دار القضاء کی بنیادی کارروائی نہیں کی جاسکتی، البتہ تمام کارروائی مکمل ہوجانے کے بعد صرف فیصلہ سنانے کے لئے ویڈیو کانفرنسنگ کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ لیکن کورونا جیسی بیماری ہو تو ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی مکمل کرنے کی گنجائش ہوگی (دیکھئے شامی ۳۳۶٫۴ اور ۳۳۹)۔

- مولانا محمد اظہار الحق قاسمی اور مفتی محمد ممتاز خاں ندوی، مولانا ابو المکارم معروفی کا کہنا ہے کہ ویڈیو کانفرنس یا ویڈیو کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات اشتباہ اور آمیزش کے اندیشے سے خالی نہیں ہے، لہٰذا مشتبہ قسم کی دلیلوں پر نہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور نہ گواہی دی جاسکتی ہے۔

دلائل:

- ویڈیو کانفرنس میں گواہان اور فریقین قاضی کی مجلس میں موجود نہیں ہوتے، بلکہ ان کی مجالس علاحدہ ہوتی ہیں، لہٰذا اس کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی انجام دینا جائز نہیں ہوگا (مولانا محمد جمال الدین قاسمی)۔

۱- ولو سمع من وراء الحجاب لايسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره (ہندیہ ۳۵۳٫۵)۔

۲- يشترط أن تكون الشهادة فی مجلس القضاء (الفقہ الاسلامی و ادلتہ ۶۰۵۰٫۸)۔

۳- و أما الذی یرجع إلی المکان فواحد وہو مجلس القضاء، لأن الشہادۃ لاتصیر حجۃ ملزمۃ إلا بقضاء القاضی فتخص لمجلس القضاء (بدائع الصنائع ۸۷،۹)۔

۱- و منہا حضرۃ الخصم فلا تسمع الدعوی ولا البینۃ إلا علی خصم حاضر و ہذا عندنا، و عند الشافعی حضرۃ المدعی علیہ لیست بشرط لسماع الدعوی و البینۃ و القضاء (بدائع الصنائع ۲۲۲،۴) (مولانا محمد زبیر ندوی)۔

۲- وبعض مشائخنا توسعوا فی ہذا، و قالوا:یصح عند التعریف، و تعریف الواحد یکفی، والمثنی أحوط (الہندیہ ۲۸۹،۳) (مولانا محمد زبیر ندوی)۔

سوال نمبر: ۷۔ آج کل بعض آڈیو یا ویڈیو ڈالے جاتے ہیں، کوئی شخص اسے سنے، یا دیکھے، یا کسی اور کو بھیجے تو کمپنی اس کو پیسہ دیتی ہے، کیا اس ذریعہ سے روپیہ کمانا جائز ہوگا؟

عام طور سے مقالہ نگاروں نے اپ لوڈ کئے جانے والے آڈیو اور ویڈیو کی دو قسمیں کی ہیں:

ایک وہ جو آڈیو یا ویڈیو جو دینی اور اخلاقی مضامین پر مشتمل ہو۔

دوسرے وہ آڈیو یا ویڈیو جو غیر شرعی اور غیر الاقی چیزوں پر مشتمل ہو۔

پہلی قسم کے آڈیو اور ویڈیو کے سننے یا دیکھنے یا دوسروں کو بھیجنے کی صورت میں اگر کمپنی پیسے دیتی ہے تو اس طریقہ سے پیسہ کمانا درست اور جائز ہوگا (مقالہ مولانا جمیل اختر جلیلی، مولانا جمال الدین قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا عبد الجبار طیب ندوی، مولانا ابو المکارم معروفی، مفتی محمد عثمان گورینی، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی محمد مقصود رامپوری، مولانا غلام اللہ کاوی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی یحی معین ثمر، مفتی نثار احمد گودھروی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

۱- حدیث ہے: أحق ما أخذتم علیہ أجراً کتاب اللہ (بخاری .....)۔

۲- ہو عام یدخل فیہ إباحۃ التعلیم وغیرہ (شرح ابن بطال ۴۰۶،۶)۔

۳- و استدل بہ الجمہور فی جواز أخذ الأجر علی تعلیم القرآن (فتح الباری ۵۳۰،۴)۔

دوسری قسم کے آڈیو اور ویڈیو کے سننے، دیکھنے یا دوسروں کو بھیجنے کی صورت میں اگر کمپنی پیسے دیتی ہے تو اس ذریعہ سے پیسہ کمانا درست نہ ہوگا۔

۱- ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدہ ۲)۔

۲- کلوا من الطیبات واعملوا صالحا (المؤمنون ۵۱)۔

۳-حدیث ہے: شر الکسب مہر البغی و ثمن الکلب و کسب الحجام (مسلم، حدیث: ۱۵۶۸)۔

۴- ما حرم فعلہ حرم طلبہ (الاشباہ والنظائر، ص: ۱۳۲)۔

اس رائے کے حاملین میں ہیں: مولانا جمیل اختر جلیلی، مولانا جمال الدین قاسمی، مولانا ابرار خاں ندوی، مفتی سید باقر ارشد، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی ابو بکر قاسمی، مفتی نثار احمد گودھروی وغیرہ۔

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کمپنی آپ کے چینل اور پیجز پر اشتہار لگاتی ہے، اور جتنے لوگ اس اشتہار کو دیکھتے ہیں، کمپنی اس حساب سے پیسے دیتی ہے، تو ایسی صورت میں اشتہار کی شرعی اور غیر شرعی نوعیت پر اس کے جواز اور عدم جواز کا انحصار ہوگا، اسلام ویب کے ایک فتوی میں ہے:

وإن كان بعض الاعلانات محرما وبعضها مباحا، فأجرة المباح مباحة، وأجرة المحرم محرمة (فتوی نمبر: ۱۳۴۷۲۸) (مولانا جمیل اختر جلیلی، مفتی محمد عثمان گورینی)۔

- مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی کاکہنا ہے کہ کمپنیوں کی شرائط عرف میں رائج ہے اور مفضی الی النزاع بھی نہینہیں اور جو عرض نص کے خلاف نہ ہو تو شریعت میں اس کی گنجائش ہے۔ مراعاة العرف فی الاستعمال سواء كان عرف عاما أو خاصا (قواعد الفقہ، نمبر: ۱۰۱،۸۸)۔

- مولانا فیاض عالم قاسمی کہتے ہیں کہ کمپنی کے ذریعہ حاصل ہونے والی آمدنی کو اجارہ اور ہبہ دونوں مانا جاسکتا ہے، البتہ ہبہ ماننا زیادہ بہتر ہے، دونوں صورتوں میں آمدنی کے حلال کے لئے شرط ہے کہ ویڈیو خیر و بھلائی پر مشتمل ہو، شر اور غلط امور پر مشتمل نہ ہو، اور بقول مولانا ابو المکارم معروفی وہ کام خواہ دینی ہو یا دنیوی، انعام مقرر کرنا جائز ہے، اور استدلال میں یہ عبارت پیش کی ہے:

۱- و إن مثل هذه الجوائز التی تمنح علی أساس عمل عمله أحد، لا تخرج عن كونهاتبرعا و ہبة لأنها ليس لها مقابل، و إن العمل الذی عمله الموہوب له، لم يكن علی أساس الاجارة أو الجعالةحتی يقال: إن الجائزة أجرة لعمله، و إنما كان علی أساس الهبة للتشجيع (بحوث فی قضايا فقهيه معاصرة ۱۵۵،۲)۔

۲- الأصل اباحة الجائزة علی عمل مشروع سواء أكان دينياً أو دنيوياً (الموسوعه الفقهيه ۷۷،۱۵) (مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

- مفتی محمد عثمان گورینی نے اس سوال کے ضمن میں یہ وضاحت کی کہ سوال میں ابہام ہے کہ پیسہ آڈیو یا ویڈیو سننے والے، دیکھنے والے یا بھیجنے والیکو نہیں ملتا ہے بلکہ اسے اپ لوڈ کرنے والے کو ملتا ہے، اور میرے خیال میں مفتی عثمان گورینی کی وضاحت صحیح ہے۔

- مولانا محمد زبیر ندوی نے اس کے درست ہونے کے لئے تین باتوں کی رعایت کو ضروری قرار دیا ہے:

۱- یہ کہ جس چیز کے بارے میں وہ ویڈیو یا آڈیو بنی ہے وہ بذات خود حرام و ناجائز نہ ہو۔ یعنی جوا، سود، شراب اور فحش چیزوں کی تشہیر نہ ہو۔

۲- یہ کہ اس ویڈیو اور آڈیو میں تشہیر کا طریقہ بھی ناجائز نہ ہو، یعنی میوزک اور خواتین کی تصویر وغیرہ نہ ہوں۔

۳- یہ کہ آڈیو ویڈیو ایسی شخصیات کو نہ شیئر کی جائیں جو انھیں ناپسند کرتے ہوں، کیونکہ یہ ایذاء مسلم ہے اور یہ حرام ہے۔

عدم جواز کی رائے:

- مولانا ممتاز خاں ندوی کے نزدیک اگر ویڈیو میں عورتوں کی تصویریں ہوں تو اسے سننا، دیکھنا، دوسروں کو بھیجنا جائز نہیں، لہٰذا اس کے ذریعہ روپئے کمانا بھی جائز نہ ہوگا۔ اور اگر تصویریں تو نہ ہوں لیکن غیر شرعی چیزیں ہوں تو بھی اسے سننا، بھیجنا اور دیکھنا جائز نہیں، کیونکہ یہ تعاون علی الاثم ہے۔

- مفتی سید باقر ارشد نے اس کے ناجائز ہونے کی کئی وجوہات ذکر کی ہیں:

اور اس شرط میں قمار کی شکل بھی پائی جاتی ہے کہ اگر آپ متعینہ وقت میں متعینہ کلپس نہ دیکھ سکیں گے تو آپ کی رقم کٹ جاتی ہے یا پھر جو انعام کا وعدہ ہے اس کے مطابق رقم نہیں ملتی۔ قمار کی یہ شکل پائی جانے کی وجہ سے بھی یہ جائز نہیں ہے۔

آڈیو یا ویڈیو بے شک اسلامی یا اخلاقی و معلوماتی ہوتے ہیں مگر ان کے ساتھ ساتھ ناظر وسامع کو بلا اختیار اشتہارات دیکھنے و سننے پڑتے ہیں اور وہ کس نوعیت کے ہوں اس کا علم نہیں ہوتا، ہوسکتا کہ غیر شرعی اشتہارات ہوں جن تصاویر بھی ہوتی ہیں اور پھر موسیقی بھی۔ لہٰذا اگر یہ چیزیں ان میں پائی جائیں تو وہ جائز نہیں۔ ان سے حاصل شدہ رقم بطور انعام جائز نہیں ہے۔

یا غیر شرعی اشیاء کے اشتہارات ہوں تو ان کو بھی دیکھنا، سننا، کلک کرنا یا آگے بڑھانا جائز نہیں، اور نہ ہی ان کے انعام میں ملی رقم جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ولا تجادل عن الذین یختانون أنفسہم إن اللہ لایحب من کان خوانا أثیما'' (النساء ۱۰۷) (مفتی سید باقر ارشد)۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المؤمن غرّ کریم والفاجر خبّ لئیم (مومن بھولا بھالا اور سخی ہوتا ہے،جبکہ منافقہ دھوکہ باز اور بخیل ہوتا ہے) (سنن ابوداؤد) (مفتی سید باقر ارشد)۔

دیگر آراء:

مفتی محمد شاہجہاں ندوی کہتے ہیں کہ یہ اشتہارات چونکہ عام طور سے غلط تجارت یا فرضی تجارت کے لئے عریاں یانیم عریاں تصویروں کے ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے اگر ضرورت نہ ہو تو اس رقم کو لے کر صدقہ کردے۔

فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ و عرضہ، و من وقع فی الشبہات وقع فی الحرام (بخاری، حدیث نمبر: ۵۲، مسلم، حدیث نمبر: ۵۹۹)۔

سوال نمبر: ۸۔ کیا اپنی ویڈیو کی نشرواشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا درست ہوگا؟

اس پر تمام ہی مقالہ نگار متفق ہیں کہ اشتہار اگر ناجائز اور غیر مصدقہ ہو تو اپنی ویڈیو کی اشاعت کے لئے اس کو شامل کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے فاحشہ کی اشاعت لازم آتی ہے جس کی سخت ممانعت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''إن الذین یحبون أن تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لہم عذاب ألیم فی الدنیا و الآخرۃ '' (النور ۱۹) (مولانا جمال الدین قاسمی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا عبد الجبار

طیب ندوی، مولانا ابو المکارم معروفی)۔

- اس لئے کہ یہ کذب، فریب اور دھوکہ کا سبب ہے (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی محمد عثمان گورینی وغیرہ)۔

- ویب پبلیشر کی اجرت مجہول ہے (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی وغیرہ)۔

- یہ تعاون علی الاثم ہے (مولانا ممتاز خاں ندوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی وغیرہ)۔

دلائل:

۱-''و لا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ إن اللہ شدید العقاب'' (المائدہ۲) (مولانا محمد اظہار الحق قاسمی، مولانا جمیل اختر جلیلی، مفتی سید باقر ارشد، مولانا صابر حسین ندوی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

۲- کل ما ہو سبب لمعصیۃ أو مظنونۃ فہو حرام (حاشیہ بجیری علی المنہاج ۳۸۰،۶) (مولانا ممتاز خاں ندوی)۔

۳-''لایحب اللہ الجہر بالسوء من القول إلا من ظلم، و کان اللہ سمیعاً علیما'' (النساء، ۱۴۸) (مولانا ابوالمکارم معروفی)۔

۴-''یا أیہا الذین آمنوا إن جائکم فاسق بنبإ فتبینوا أن تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین'' (الحجرات،۶) (مولانا جمیل اختر جلیلی، مولانا فیاض عالم قاسمی)۔

۵-''کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ما سمع'' (مسلم، حدیث نمبر: ۵) (مولانا جمیل اختر جلیلی، مولانا محمد زبیر ندوی)۔

۶- من غشنا فلیس منا (ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۲۴۴) (مفتی ابو بکر قاسمی)۔

۷- واجتنبوا قول الزور (الحج، ۳۰) (مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

مفتی محمد شاہجہاں ندوی اس کے جائز نہ ہونے کے مندرجہ ذیل اسباب بیان کئے ہیں:

۱- محض اپنی ویڈیو کی نشر و اشاعت کی خاطر کسی حکم شرعی کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہے۔

۲- ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات شامل کرنا، ایک طرح کی دھوکہ دہی ہے۔

۳- ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنے میں مسلمانوں اور عام لوگوں کو ضرر پہنچانا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔

۴- خبروں کے سلسلہ میں حکم الٰہی یہ ہے کہ جب تک ان کے سرچشمہ کا پتہ نہ چل جائے، اور ان کے معتبر ہونے کی تحقیق نہ ہوجائے، ان کی اشاعت نہ کی جائے اور ان کو پھیلایا نہ جائے۔

جواز کی رائے:

- اگر کمپنی کی طرف سے ناجائز اشتہارات کو شامل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہو تو ابون البلیتین کو اختیار کرتے ہوئے بدرجہ مجبوری اس کی گنجائش ہوسکتی ہے (مفتی عبد الرحیم قاسمی)۔

- مولانا ابرار خاں ندوی کہتے ہیں ایسے اشتہارات کا گناہ ان پر نہیں ہوگا، وہ معذور ہیں اور ''الامور بمقاصدہا'' کے تحت وہ بریٔ الذمہ ہیں۔

- مفتی محمد عثمان گورینی کے بقول ایسے جائز اشتہارات جن سے ضرر اور دھوکہ وغیرہ نہ ہو تو ایسی صورت میں غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا جائز ہوگا۔

سوال نمبر: ۹۔ آج کل آن لائن بھی بعض گیم کھیلے جاتے ہیں، اور جیتنے پر انعام بھی دیا جاتا ہے، کیا ایسے گیم میں شامل ہونا اور اس کو انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا جائز ہے؟

آن لائن ویڈیو گیمز میں شامل ہونا اور اس کو انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ لغو اور لایعنی کام ہے (مولانا اختر امام عادل قاسمی)، تقریباً یہی رائے اکثر حضرات کی ہے ''من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ'' (ترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۱)۔

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی اور مولانا عبد الجبار ندوی نے اس کے ناجائز ہونے کی چند وجوہات و مفاسد ذکر کی ہیں:

(۱) اس کھیل میں دینی اور جسمانی کوئی فائدہ مقصود نہیں ہوتا، اور جوکھیل ان دونوں مقاصد سے خالی ہو وہ جائز نہیں، اس لئے کہ شریعت میں ان ہی کھیلوں کی اجازت دی گئی ہے جس میں کوئی دینی اور جسمانی فائدہ مقصود ہو۔

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنہ أن رسول الله صلی الله علیہ وسلم ''سابق بالخیل التی قد أُضمِرَت من الحفیاء و کان أمدُہا ثنیّۃ الوداع و سابق بین الخیل التی لم تُضمَر من الثنیّۃ إلی مسجد بنی زریق و کان ابن عمر فیمن سابق بہا'' (رواہ البخاری فی کتاب الجہاد و السیر، باب غایۃ السباق للخیل المضمرۃ، رقم: ۲۷۱۵ (۹۶۸٫۲)، و رواہ مسلم فی کتاب الإمارۃ، باب المسابقۃ بین الخیل و تضمیرہا، رقم: ۱۸۷۰ (۱۴۹٫۳)۔

ففی الحدیث مشروعیۃ المسابقۃ و أنہ لیس من العبث، بل من الریاضۃ المحمودۃ الموصلۃ إلی تحصیل المقاصد فی الغزو والانتفاع بہا عند الحاجۃ (فتح الباری لابن حجر العسقلانی: ۱۶۴٫۶)، (احکام المسابقات: ص: ۳۰، ط: دار النفائس، الأردن)۔

(۲) اس میں وقت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے اور ذکر اللہ سے غافل کرنے والا ہے، حتی کہ نماز جیسی اہم عبادت سے بھی غفلت برتی جاتی ہے۔

کثیر من مباریات کرۃ القدم تکون سببا فی تضییع فرائض الصلاۃ، سواء من قبل المشاہدین أو اللاعبین، و من شرط إباحۃ السبق عدم تسببہ فی إضاعۃ فرض من الفرائض (دیکھئے: المغنی لابن قدامہ: ۱۵۷٫۱۴، احکام المسابقات: ص: ۲۸۱، ط: دار النفائس، الأردن)۔

(۳) ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کھیل کی عادت پڑ جانے کے بعد چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔

(۴) بعض گیم تصویر اور فوٹو پر مشتمل ہوتے ہیں اور تصاویر واضح اور نمایاں ہوتی ہیں جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔

(۵) اس کھیل سے بچوں کا ذہن خراب ہوتا ہے اور اس سے بامقصد تعلیم میں خلل واقع

ہوتا ہے، پھر بچوں کو پڑھائی اور دوسرے فائدے والے کاموں اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں دلچسپی نہیں رہتی، ان مذکورہ وجوہات کی بناء پر یہ کھیل اس ارشاد باری کا مصداق ہے:

''ومن الناس من یشتری لہو الحدیث ... الخ'' (سورہ لقمان: ۶)۔

مولانا فیاض عالم قاسمی اور مفتی محبوب فروغ قاسمی، مفتی سید باقر ارشد اور مولانا ابو المکارم معروفی وغیرہ نے آن لائن کھیل کے جائز ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا ذکر کیاہے:

۱- وہ کھیل بذات خود جائز ہو، اس میں کوئی ناجائز بات نہ ہو۔

۲- اس کھیل میں کوئی دینی یا دنیوی منفعت (مثلاً کمائی یا ذہنی ورزش وغیرہ) ہو، محض لہو لعب یا وقت گزاری کے لئے نہ کھیلا جائے۔

۳- کھیل میں غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ کیا جاتا ہو۔

۴- کھیل میں اتنا غلو نہ کیا جائے کہ جس سے شرعی فرائض میں کوتاہی یا غفلت پیدا ہو۔

۵- کھیل میں جوا اور سٹہ بازی نہ ہو۔

۶- اگر کھیل میں انعام ہو تو دونوں طرف سے مشروط نہ ہو، بلکہ یا تو وہ یکطرفہ ہو یا کھلاڑیوں کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف سے ہو۔

۷- بہرحال چونکہ کھیل صلحاء کا عمل نہیں ہے، اور عرف میں معزز اور سنجیدہ لوگ ایسے کھیلوں کو پسند نہیں کرتے ہیں؛ اس لئے جائز ہونے کے باوجود بچنا بہتر ہے۔

مفتی عثمان گورینی نے ویڈیو گیمز پر ملنے والے انعام کے ضمن میں مختلف حوالوں سے عوض، منفعت، اور پنشن پر قیاس کرتے ہوئے اسے تبرع ماننے پر بحث کرتے ہوئے اخیر میں لکھا ہے کہ ویڈیو گیمز پر ملنے والے انعامات کو عوض نہیں کہا جاسکتاہے، بلکہ یہ تبرع اور انعام محض میں داخل ہے، کیونکہ موبائل کمپنیاں جو عوض لیتی ہیں تو اس عوض کے منافع مختلف شکلوں میں مثلاً کال کی منفعت، گوگل کے استعمال کی منفعت، میسجنگ کی منفعت وغیرہ فراہم کرتی ہیں، تو ریچارج کی شکل میں دیا جانے والا پیسہ یہ اجرت ہے، کالنگ، میسجنگ، اور گوگل پر سرچ کرنے سے حاصل ہونے والے انعامات وغیرہ کا عوض نہیں، لہٰذا اس کو ربا اور قمار میں داخل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ تبرع محض ہے، اس لئے جائز ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاوی عثمانی جلد ۳، جواہر الفقہ؛ امداد الفتاوی جلد ۴)۔

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی اور مولانا صابر حسین ندوی وغیرہ نے انعام کی رقم کے تعلق سے اجارہ اور جعالہ پر بھی گفتگو کی ہے، اور مفصل گفتگو کی ہے، مناسب ہے کہ مناقشہ میں اس پر بھی بحث ہو۔

دیگر آراء:

- قبح لغیرہ کی وجہ سے ویڈیو گیم سے انعام حاصل کرنا مکروہ ہے (مولانا ممتاز خاں ندوی)۔

لاتجوز الاجارة علی شئ من اللهو لأنہ معصیۃ (المبسوط...)۔

- اگر کمپنی گیم کھیلنے والے سے کچھ پیسے جمع کرائے، اور پھر جیتنے پر کمپنی اس کو جمع شدہ رقم سے زائد دے، اور نہ جیتنے پر جمع شدہ رقم کمپنی کی ملکیت ہوجائے تو یہ صورت قمار میں داخل ہوکر ناجائز اور حرام ہوگی (مولانا ممتاز خاں ندوی)۔

- اگر اسے صرف لہو و لعب اور وقت گزاری کے لئے نہ کھیلا جائے، بلکہ ذہنی نشاط کے لئے کھیلا جائے تو جوازکی حدت ک گنجائش ہوگی (مولانا ابو المکارم معروفی)۔

- مولانا جمیل اختر جلیلی گیم کے درست و نادرست ہونے کی بنیاد پر انعام کو بھی درست و نادرست قرار دیتے ہیں۔

- مولانا غلام اللہ کاوی، مولانا صابر حسین ندوی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی کہتے ہیں اگر گیم خلاف شرع نہ ہو اور عبادات کے ضیاع کا سبب نہ بنے تو جواز میں کوئی شبہ نہیں، اور انعام بھی جائز ہوگا۔

- مفتی یحی معین ثمر کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی فحش بات نہ ہو اور وہ گیم قمار کے زمرے میں نہ داخل ہو۔

عدم جواز کی رائے:

- اس میں لاٹری کی صورت معلوم ہوتی ہے، اور یہ معاملہ جوئے کے دائرہ میں بھی آتاہے (مفتی اقبال محمد ٹنکاروی، مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی، مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا محمد زبیر ندوی، مفتی سید باقر ارشد، مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی نثار احمد گودھروی)۔

- ویڈیو گیم کھیلنے کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں دی جاسکتی، اور جب یہ ناجائز ہے تو اس کو ذریعہ کمائی بنانا بدرجہ اولی ناجائز ہوگا (مولانا جمال الدین قاسمی)۔

اس میں پیسوں کی شرط اور قمار نہ بھی ہو تو بھی ضیاع وقت کے سبب مکروہ تحریمی ہے (مولانا ابرار خاں ندوی، مفتی محمد مقصود رامپوری)۔

دلائل:

- وما خلا من القمار وہو اللعب الذی لا عوض فیہ من الجانبین ولا من أحدہما، فمنہ ما ہو محرم و ماہو مباح، لکن لایخلو کل لہو غیر نافع من الکراہۃ لمافیہ من تضییع الاوقات والانشغال عن ذکر اللہ و عن الصلاۃ و عن کل نافع مفید (الفقہ الاسلامی و أدلتہ ۳،۵۷۱)، (مقالہ مولانا محمد ابرار خاں ندوی)۔

- و کل لہو لأنہ إن قامر بہا فلامیسر حرام بالنص، وہم اسم لکل قمار، و إن لم یقامر بہا فہو عبث و لہو (ہدایہ آخرین، ص ۴۵۹)، (مولانا محمد زبیر ندوی)۔

- کرہ تحریما اللعب بالزد، لأن من اشتغل بہ ذہب عنائہ الدینوی و عنائہ الأخروی فہو حرام و کبیرۃ (رد المحتار: کتاب الحظر والاباحۃ)، (مفتی سید باقر ارشد)۔

- إنما الخمر والمیسر والانصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (المائدہ ۹۰)، (مفتی محمد ابو بکر قاسمی)۔

- کل ما أدی إلی مالایجوز (الدر المختار: کتاب الحظر والاباحۃ)، (مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی)۔

سوال نمبر: ۱۰۔ سوشل میڈیا پر گروپ بنائے جاتے ہیں، گروپ میں شامل افراد کو مسیج بھیجے جاتے ہیں، کیا کسی شخص کو اس کی اجازت یا اطلاع کے بغیر گروپ میں شامل کرنا درست ہے؟

کسی شخص کو اس کی اجازت یا اطلاع کے بغیر اپنے گروپ میں شامل کرنا شرعاً درست نہیں ہے، (مفتی محمد شاہجہاں ندوی) الا یہ کہ بہت قریبی تعلقات والا ہو، اور پورا یقین ہوکہ قریبی روابط کی وجہ سے اسے کوئی اعتراض نہینہوگا (مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا ابو المکارم معروفی، مولانا فیاض عالم قاسمی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی)، لیکن اگر گروپ کا مقصد دینی چیزوں کا بھیجنا نہیں ہو بلکہ مقصد کوئی دوسرا ہو تو بغیر اجازت و اطلاع کے شامل کرنا جائز نہ ہوگا، خواہ اس سے بے تکلفی ہی کیوں نہ ہو (مفتی محمد ممتاز خاں ندوی)، اسی طرح مردوں کے گروپ میں کسی اجنبی عورت کو اور عورتوں کے گروپ میں کسی اجنبی مرد کو شامل نہ کیا جائے (مفتی سید باقر ارشد)۔

۱- یا أیہا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا و تسلموا علی أہلہا (النور، ۲۷) (مفتی محمد شاہجہاں ندوی،)

۲- قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: إذا أحب الرجل أخاہ لیخبرہ أنہ یحبہ، رواہ ابوداؤد والترمذی (مشکوۃ ۲،۴۲۶) (مفتی محمد ابو بکر قاسمی)۔

۳- الأصل أنہ لایجوز للإنسان التصرف فی ملک غیرہ أو فی حق للغیر إلا بإذن من الشارع أو من صاحب الحق (الموسوعۃ الفقہیہ، مادہ: استیذان) (مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

- لیکن مفتی محبوب فروغ قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر کسی نے بے تکلف اشخاص کو گروپ میں شامل کرلیا ہے اور پیشگی اجازت نہیں لی ہے، تو بھی چونکہ انسان کی مصلحت خاصہ متاثر نہیں ہوتی ہے، کیونکہ ہر لمحہ لیفٹ ہونے اور گروپ چھوڑنے کا اختیار رہتا ہے، اس لئے اگر اذن کو بہتر و مناسب کہا جائے تو زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے (مفتی نثار احمد گودھروی)۔

- بغیر اطلاع یا بغیر اجازت کے گروپ میں کسی کو شامل کرنا اخلاق اور ادب کے منافی ہے (مولانا محمد اظہار الحق قاسمی، مولانا جمیل اختر جلیلی)۔

- مولانا اختر امام عادل قاسمی کے نزدیک بلا اجازت کسی کا نام اپنے گروپ میں شامل کرنا ناجائز تو نہیں ہے لیکن نامناسب (خلاف اولی، مکروہ تنزیہی) ضرور ہے، ناجائز اس لئے نہیں کہ یہ عرف شائع ہے، در اصل اس کی بنیاد انسان کے ایذاء و ناگواری پر ہے، اس لئے جہاںناگواری اور ایذا رسانی کا اندیشہ ہو وہاں ہرگز بلاعلم و اجازت گروپ میں نام شامل نہ کرے، تقریباً یہی رائے مولانا محمد زبیر ندوی، مفتی محمد عثمان گورینی، قاضی عبد الجبار طیب ندوی وغیرہ کی بھی ہے۔

- لایحل لامرئ أن یأخذ عصا أخیہ بغیر طیب نفس منہ (ابن حبان ۳۱۶،۱۳)۔
- والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبو فقد احتملوا بہتانا و إثما مبینا (الاحزاب، ۵۸)۔
- من ضار مسلما ضارہ اللہ (ابوداؤد، ۳۶۳۵، ترمذی: ۱۹۴۰)۔
- المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ (متفق علیہ)۔
- مولانا فیاض عالم قاسمی کا کہنا ہے کہ اجازت کے بغیر شامل کرنے سے اس کا نمبر دوسروں تک بآسانی پہنچ سکتا ہے اور اس کے نمبر کا غلط استعمال ہوسکتاہے، اور اس کو تکلیف دی جاسکتی ہے، حدیث ہے: لاضرر و لاضرار (موطا امام مالک: ۳۱)۔
- مفتی محبوب فروغ قاسمی کی رائے ہے کہ اگر کسی کمپنی یا ادارے میں کام کرنے والے کسی خاص مقصد کے لئے گروپ تشکیل دیتے ہیں تو ادارے یا کمپنی سے منسلک رہنا ہی اجازت کے لئے کافی ہے۔
- مفتی سید باقر ارشد کے نزدیک اخلاقی، دینی، تعلیمی و معلوماتی مقاصد کے تحت بنائے گئے اسلامی سوشل میڈیا گروپ میں شامل کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے (مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا محمد ابرار خاں ندوی)۔
۱- بلغوا عنی ولو آیۃ (بخاری ۴۹۱،۱، ترمذی ۹۵،۳)۔
۲- ما أفاد المسلم أخاہ فائدۃ أحسن من حدیث بلغہ فبلغہ (...)۔
۳- و لتکن منکم أمۃ یدعون إلی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر (آل عمران، ۱۰۴)۔
۴- خیر الناس أنفعہم للناس (کنز العمال ۷۷۷،۱۵، حدیث نمبر: ۴۳۰۶۵)۔
- مفتی یحی معین ثمر لکھتے ہیں کہ شامل کرنا درست ہے، اس لئے کہ اس کو گروپ سے نکلنے کا مکمل اختیار ہے۔
- مولانا اختیاز احمد واعظ قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر دینی یا مفید معلوماتی پیغامات ایسے شخص کو بھیجنا جس سے اس کو ناگواری نہ ہو توحدیث ''کل معروف صدقۃ'' کے تحت جائز اور درست ہوگا۔

سوال نمبر: ۱۱۔ آج کل اہم اور مقبول کتابوں کی PDF کثرت سے سوشل میڈیا پر ڈالی جاتی ہے، اور اس کی نشرو اشاعت ہوتی ہے، کیا مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر ایسا کیا جاسکتا ہے، جب کہ اس سے کتابوں کے ناشرین اور خود مصنفین کو بڑا معاشی نقصان ہوتا ہے؟

اس پر تمام ہی مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ اگر یہ لکھا ہوکہ: حقوق طبع محفوظ ہیں، یا یہ وضاحت ہو کہ: مصنف یا ناشر کی اجازت کے بغیر اسے کوئی شائع نہ کرے تو کسی شخص کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ اجازت کے بغیر کتاب کی PDF بناکر سوشل میڈیا پر اسے ڈال دے، اس لئے کہ ایسا کرنے سے مصنف یا ناشر کا مالی نقصان ہوتا ہے

اور کسی کو نقصان پہنچانا حرام ہے۔ مفتی جمیل احمد نذیری نے مصنف کے ساتھ مصنف کے ورثہ کے زندہ ہونے کا بھی اضافہ کیا ہے۔

دلائل:

۱- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ملعون من ضار مؤمنا أو مكر به، رواه الترمذی (مشکوۃ ۴۲۸،۲) (مفتی محمد ابو بکر قاسمی، مولانا غلام الله کاوی)۔

۲- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا تظلموا، ألا لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه (مرقاۃ المفاتحی شرح مشکاۃ المصابیح ۱۹۷۴،۵) (مولانا محمد اظہار الحق قاسمی)۔

۳- لايجوز التصرف فی مال غيره بلا إذنه (شامی ۲۹۱،۹) (مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

۴- لايجوز لأحد أن يتصرف فی ملک الغير بغير إذنه (قواعد الفقہ، ص ۱۱۰) (مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا ابو المکارم معروفی)۔

۵- و بالجملة فالراجح عندنا، والله سبحانه أعلم، أن حق الابتكار والتاليف حق معتبر شرعاً، فلايجوز لأحد أن يتصرف فی ہذا الحق بدون إذن من المبتكر أو المؤلف (فقہ البیوع ۲۸۶،۱)، (مولانا جمیل اختر جلیلی، مفتی محمد عثمان گورینی، مولانا محمد جمال الدین قاسمی، مولانا ابو المکارم معروفی، قاضی عبد الجبار طیب ندوی)۔

۶-لا ضرر و لا ضرار (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۴۱) (مفتی شاہجہاں ندوی، مولانا ابو المکارم معروفی)۔

۷- لا يأخذن أحدكم متاع أخيه لا عبا ولا جاداً (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۰۰۳) (مفتی شاہجہاں ندوی)۔

- مولانا محمد زبیر ندوی کے نزدیک یہ امانت میں خیانت اور علمی سرقہ کے مترادف ہوگا۔

- والمراد من حق الابتكار أن المبتكر ينفرد بحق إنتاج ما ابتكره (فقہ البیوع ۲۷۱،۱)۔

- لايجوز التصرف فی مال غيره بغير إذنه ولا ولايته (رد المحتار ۲۹۱،۹)۔

- مفتی ممتاز خاں ندوی لکھتے ہیں کہ البتہ اگر کتاب کے حقوق طبع محفوظ نہ ہوں، یا مصنف یا ناشر کی طرف سے لکھ دیا جائے کہ اس کتاب کو کوئی بھی شائع کرسکتا ہے، تو ایسی صورت اگر کوئی کتاب کی PDF بناکر سوشل میڈیا پر ڈالدے تو یہ جائز ہے (مفتی سید باقر ارشد، مولانا اختر امام عادل قاسمی، قاضی عبد الجبار ندوی)۔

و أما إذا صوره لاستعماله الشخصی أو ليهبها إلى بعض أصدقاء ه بدون عوض فان ذلک ليس من التعدی علی حق الابتكار ... (فقہ البیوع ۲۲۶،۱)۔

- مفتی محمد ابو بکر قاسمی اور مفتی اقبال محمد ٹنکاروی کہتے ہیں کہ وہ کتابیں جو دعوت و تبلیغ اور اشاعت اسلام کے نقطہ نظر سے شائع کی جاتی ہیں ان کی پی ڈی ایف بنانا مصنف و ناشر کی اجازت کے بغیر بھی درست ہے۔

- مفتی سید باقر ارشد لکھتے ہیں کہ قدیم مشہور کتابیں جنھیں عام آدمی حاصل نہیں

کرسکتا تو ایسی صورت میں ان کی پی ڈی ایف بناکر شیئر کرنے اور سوشل میڈیا پر موجود ان کتابوں کو فارورڈ کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ یہ ایک مستحسن عمل ہے۔

سوال نمبر: ۱۲۔ بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا کے استعمال میں کن امور کا لحاظ رکھنا اور کن باتوں سے اجتناب برتنا ضروری ہے؟

اس سوال کے جواب میں تمام حضرات کی رائے ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال میں خیر و صلاح کا لحاظ رکھا جائے، لوگوں کو نیکی اور اچھے کاموں کی ترغیب دی جائے، اور شر والے کاموں سے بچنے بچانے کی کوشش کی جائے (مفتی محمد ابو بکر قاسمی، مفتی نثار احمد گودھروی، مولانا غام اللہ کاوی، مولانا ابو المکارم معروفی، مفتی اقبال محمد ٹنکاروی وغیرہ)۔

محمد صابر حسین ندوی نے چند مثبت و منفی امور کا ذکر اس طرح کیا ہے:

- یہ جھوٹی خبریں پھیلانے کا ایک بڑا نیٹ ورک بن گیا ہے۔
- عام جھوٹی خبروں کے علاوہ یہ لوگوں کی غیبت کرنے، ان کی کوتاہیوں کوطشت از بام کرنے، یہاں تک کہ لوگوں پر بہتان تراشی اور تہمت اندازی کے لئے بھی وسیلہ بن گیا ہے۔
- اس ذریعہ ابلاغ کو نفرت کی آگ لگانے اور تفرقہ پیدا کرنے کے لئے بھی بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔
- اس میڈیا کا دہشت گردی اور تشدد کے لئے بھی استعمال کیا جارہا ہے۔
- اس ذریعہ ابلاغ کا سب سے منفی پہلو 'فحشاء' کی اشاعت اور بے حیائی کی تبلیغ ہے۔
- بچوں، جوانوں، عورتوں، بوڑھوں اور عام مسلمانوں میں ان کی ضرورت کے لحاظ سے دین کی تعلیم و اشاعت اور اخلاقی تربیت کے لئے اس کو آسانی کے ساتھ بہت مؤثر طریقہ پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔
- اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں، میڈیا سے ان کامؤثر طور پر رد کیا جاسکتا ہے۔
- تعلیم کے لئے اب یہ ایک مؤثر ذریعہ بن چکا ہے۔
- صحت و علاج کے شعبہ میں بھی اس سے مدد لی جاسکتی ہے۔

جمال الدین احمد قاسمی نے چند مثبت و منفی امور کا ذکر اس طرح کیا ہے:

- سوشل میڈیا پر عریانی و فحاشی کا سیلاب امڈ آیا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ بدنظری سے مکمل حفاظت کی جائے۔
- گانے سننے سے یا غیر محرم کی آواز سننے سے اجتناب کیا جائے۔
- تصویر کھینچنے اور ویڈیو بنانے، انہیں رکھنے اور آگے بھیجنے سے مکمل اجتناب کیاجائے۔
- لایعنی امور سے احتراز کیا جائے۔
- کسی ناجائز کام کو ذریعہ معاش نہ بنایا جائے۔

- اگر کوئی بات قابل تنقید نظر آئے تو اچھے اسلوب میں اس کی تردید کی جائے۔
- افواد اڑانے اور غیر مصدقہ خبریں پھیلانے سے احتراز کیا جائے۔
- ملحدانہ افکار کی اشاعت اور فحش باتیں پھیلانے سے احتراز کیا جائے۔
- سوشل میڈیا کا استعمال کسی کی جاسوسی کے لیے نہ کی جائے۔
- کسی کے فون کا پاس ورڈ معلوم کرکے واٹس ایپ اور دیگر سوشل ایپس پر اس کے پیغامات وغیرہ بلا اجازت نہ پڑھے جائیں۔

محمد عثمان گورینی نے چند مثبت و منفی امور کا ذکر اس طرح کیا ہے:

- جس وقت سوشل میڈیا پر لکھنے یا پڑھنے، سننے یا دیکھنے کے لیے اس کو آن کرے، تو سب سے پہلے اپنے ذہن سے خود استفسار کرے کہ ان مضامین کا لکھنا پڑھنا اور ان مناظر کا دیکھنا سننا میرے لیے جائز ہے یا نہیں۔
- عریاں اور فحش مناظر کا سوشل میڈیا پر بھی دیکھنا، سننا حرام و ناجائز ہے۔
- غیبت، اتہام، تمسخر اور فتنہ پردازی وغیرہ زبان و قلم کی طرح سوشل میڈیا پر بھی یہ سب امور ناجائز و حرام ہونگے۔
- اگر کوئی ظلم و زیادتی کی خبر تحقیق سے ثابت ہو اور سوشل میڈیا کے ذریعہ انصاف دلانا ممکن ہو تو حتی الامکان مظلوم کو ظلم سے نجات دلانے کی کوشش کرنا لازم وضروری ہے۔
- سوشل میڈیا پر غلط افکار و خیالات پر مبنی مضامین کو بغیر اس کی تردید کے آگے بڑھا دینا جائز نہیں۔
- جو مضامین کسی شخص کی مذمت اور ضرر پر مشتمل نہ ہوں تو اس کے نشر و اشاعت کی اجازت ہے۔
- سوشل میڈیا پر موصول ہونے والی خبر جس کا کوئی دینی و دنیوی نفع نہ ہو تو اس کو پھیلانے سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

محمد زبیر ندوی نے چند مثبت و منفی امور کا ذکر اس طرح کیا ہے:

- جب تک کوئی اہم دینی و دنیوی مقصد پیش نظر نہ ہو اس وقت تک سوشل میڈیا کے استعمال سے اجتناب کیا جائے۔
- سوشل میڈیا پر کامل بھروسہ کرلینا ضرر سے خالی نہیں ہے۔
- فیس بک، واٹس ایپ ، ٹویٹر وغیرہ پر ایک اکاؤنٹ سے ضرورت کی تکمیل ہوسکتی ہے تو اس سے زائد اکاؤنٹ نہ کھولے جائیں۔
- ایسے ایپ جن میں اسلام اور دین سے متعلق یا اخلاقی اقدار سے متعلق غلط باتوں کو منظور کرنے کو کہاجائے ان میں اکاؤنٹ نہ کھولا جائے۔
- سوشل میڈیا کے استعمال میں اتنا غلو اور انہماک نہ ہو کہ آدمی اپنے فرائض اور حقوق و واجبات سے غافل ہوجائے۔

- سوشل میڈیا کے استعمال میں غیر مفید اور لہویات سے پرہیز ازحد ضروری ہے۔
- سوشل میڈیا پر جو بھی چیزیں ڈالیں ان کا دینی نقطۂ نظر سے جائز اور صحیح ہونا ضروری ہے۔
- کسی کی چیز کو اپنے نام سے شائع کرنا صحیح نہیں ہے۔

مولانا اختر امام عادل نے چند مثبت و منفی امور کا ذکر اس طرح کیا ہے:

- حق و صداقت کو شعار بنایا جائے۔
- کسی کو مالی یا ذہنی نقصان نہ پہونچایا جائے۔
- کسی معزز شخصیت کی توہین نہ کی جائے
- لب و لہجہ مثبت رہے، جارحانہ نہ بنے۔
- ایسی چیزیں نہ ڈالی جائیں جو اخلاقی، فکری اور دینی لحاظ سے ناپسندیدہ ہوں۔
- حد اعتدال قائم رہے۔

مفتی مقصود احمد رامپوری نے چند مثبت و منفی امور کا ذکر اس طرح کیا ہے:

- اچھے اور صحیح پیغامات ترسیل کیے جائیں
- بغیر تحقیق کوئی چیز آگے نہ بھیجی جائے۔
- سوشل میڈیا پر کسی بھی چیز کا مقصد لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہو۔
- ترسیل میں اپنی برتری اور نمائش مقصود نہ ہو۔
- کسی بھی سیاسی جماعت سے رقم وغیرہ لے کر سوشل میڈیا کے ذریعہ اس کی جھوٹی طرفداری نہ کی جائے۔

محبوب فروغ قفاسمی نے چند مثبت و منفی امور کا ذکر اس طرح کیا ہے:

- انسان کے ہر طبقے کے لیے اس کی عمر اور مقام کے مناسب دین کی تعلیم و اشاعت اور اخلاقی تربیت کے لیے استعمال کیا جائے۔
- اسلام مخالف ٹولیوں نے جو دین بیزاری کا بیڑا اٹھا رکھا ہے سوشل میڈیا کے ذریعہ اس کا مسکت جواب دیا جائے۔
- بعض مخصوص حالات میں اس سے درس و تدریس کا کام بھی لیا جائے۔
- سوئی ہوئی امت کو جگانے اور ان میں صحیح انقلاب برپا کرنے کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال مؤثر ثابت ہوگا۔
- بہت زیادہ اور بہت دیر تک اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے۔

۱- ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير و يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر (آل عمران: ۱۰۴) (مفتی محمد ابوبکر قاسمی)۔

۲- خير الناس من ينفع الناس (كنز العمال،حديث نبر: ۴۱۵۴) (مفتی محمد ابو بکر قاسمی)۔

* * *

دوسرا باب

تفصیلی مقالات

سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کا نفع بخش اور نقصان دہ پہلو

مفتی اقبال بن محمد ٹنکاروی•

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین. أما بعد !

جب سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے اس میں ارتقاء کا عمل برابر جاری ہے، ہر صبح جب طلوع ہوتی ہے تو اپنے جلوےمیں ترقی کا ایک نیا پیغام لے کر آتی ہے، ترقی کا یہ عمل جیسے دوسرے شعبوں میں جاری ہے، اسی طرح ذرائع ابلاغ کے میدان میں بھی پوری قوت اور تیزگامی کے ساتھ جاری وساری ہے، بلکہ اس میدان میں ٹکنالوجی کی ترقی دوسرے شعبوں کے مقابلہ میں زیادہ تیز ہے، چنانچہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا نے دور دورتک اپنی بات پہنچانے کو آسان کردیا اور اس کی رفتار ہوا کی رفتار سے بھی بڑھ گئی، ادھر بیس سے پچیس سال کے درمیان ذرائع ابلاغ میں سے ایک ذریعہ جس کو ‘‘سوشل میڈیا ’’ کہا جاتا ہے وہ بھی بہت عام ہوا ہے، جس میں واٹس ایپ ،فیس بک، یوٹیوب، ٹویٹروغیرہ شامل ہیں، لیکن یہ ایک بہتاہوا سمندرہے، جس میں ہیرے اور موتی بھی ڈالے جاسکتے ہیں اور خس وخاشاک بھی، اس سے دینی واخلاقی اور تعلیمی نقطۂ نظر سے مفید باتیں بھی پہنچائی جاسکتی ہے، اور انسانی واخلاقی اقدار کو تباہ کرنے والی باتیں بھی، دوسری طرف اس کا اثر اتنا وسیع ہوچکا ہے کہ اس کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا، عوام وخو اص سب اس کے دلدادہ ہیں، اس لئے اب ہمیں اس کے مثبت ومنفی اور مفید ومضر پہلوئوں کا تجزیہ کرنا چاہئے۔

عوام وخواص کے درمیان مقبولیت وپزیرائی اور استعمال کو سامنے رکھتے ہوئے ‘‘اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا’’ نے اس موضوع سے متعلق چند سوالات پیش کئے ہیں جن کے جوابات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

جواب : (۱)

سوشل میڈیا پر جو پیغامات آتے رہتے ہیں وہ کبھی سماجی زندگی سے متعلق ہوتے ہیں، اور کبھی ان کا تعلق دینی معلومات اور شرعی مسائل سے بھی ہوتاہے، اور کبھی ان کے بھیجنے والوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے اور کبھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس حد تک معتبر ہیں یا معتبر نہیں ہیں، اگر اس کے بھیجنے والے کےبارے میں معلوم نہ ہو،

• شیخ الحدیث ومہتمم دار العلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا، بھروچ، گجرات۔

یعنی وہ مستورالحال ہو توایسی خبروں کے آگے فارورڈکرنے کےسلسلہ میں حضرت مفتی شفیع صاحب عثمانی قدس سرہ نے (جو اہر الفقہ۲/۴۶۶ تا ۴۷۱، مکتبہ تفسیر القرآن) میں آداب الاخبار کے عنوان سے جو اصول ذکر فرمائے ہیں وہ کچھ حذف واضافہ کے ساتھ موبائل کی خبروں کے آگے فارورڈکرنے پر بھی منطبق کئے جاسکتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: اس سلسلہ میں ایک جامع ومانع اصول یہ ہے کہ جس وقت کسی پیغام کو آگے بھیجنے کا ارادہ کرے تو پہلےدیکھے کہ اس کا تعلق سماجی زندگی سے ہے یا دینی معلومات سے، اگر سماجی زندگی سے متعلق ہوتو پہلے اپنے ذہن میں بٹھالے کہ اس کا بھیجنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ثابت ہوتو اس کو آگے بڑھائے، ورنہ محض لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اس کا گناہ اپنے سرنہ لے، اور اگر خود احکام شرعیہ میں ماہر نہ ہوتو کسی ماہر سے استفتاء کرلے، پھر قدم آگے بڑھائے، اس لئے کہ جو عمل عام حالات میں جائز نہیں وہ ان ذرائع کے ذریعہ بھی جائز نہیں، جیسے جھوٹ،بہتان، لوگوں کی کوتاہیوں کو طشت ازبام کرنا، مذاق اڑانا، سب وشتم کے الفاظ لکھنا یا کہنا؛ یہ سب کبیرہ گناہ ہے، ان سے بچنا شرعی فریضہ ہے۔

یہ ایک اجمالی قانون ہے، اس کے بعد اگر اس کی تفصیل پر غورکیا جائے تو چند امور سمجھ میں آتے ہیں جن پر عمل کرنا چاہئے:

(۱)اگر وہ پیغام کسی شخص کی مذمت،عیب جوئی اور معائب پر مشتمل ہوتو اس کو اس وقت تک آگے فارورڈ نہیں کرنا چاہئے جب تک کہ حجت شرعیہ سے اس کا ثبوت نہ مل جائے، کیونکہ جھوٹا الزام لگانا یا افتراء باندھنا تو کسی کافر پر بھی جائز نہیں، ارشاد ربانی ہے: ''ولا تلمزوا أنفسكم''(سورہ حجرات: ۱۱)۔

اور حجت شرعیہ کے لئے کسی افواہ کا عام ہوجانا یا کسی خبرکا شائع ہوجاناہی کافی نہیں؛ بلکہ شہادت شرعیہ بھی ضروری ہے، بلکہ کسی شخص کے عیب یا گناہ کی خبر اگر حجت شرعیہ سے ثابت بھی ہوجائے تب بھی اس کی اشاعت مناسب معلوم نہیں ہوتی، اس لئے کہ اس سے آپسی اختلافات بڑھ سکتے ہیں اور جن سے آپسی اختلاف بڑھے اور معاشرہ میں خرابیاں اور جھگڑے پیدا ہوں، ان کو آگے بڑھانا جائز نہیں، اگرچہ وہ سچائی پر مبنی ہوں، بلکہ اس وقت بھی اسلامی فرض یہ ہے کہ خیرخواہی سے تنہائی میں اس کو سمجھایا جائے، بلکہ اگر قدرت ہو تو جبراً اس کو روک دینا چاہئے، ورنہ کلمۂ حق پہنچاکر اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوجانا چاہئے، رحمۃ للعالمین ﷺ نے متعدد احادیث میں اس کی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ کے ایک محرر نے ایک روزان سے بیان کیا کہ ہمارے بعض پڑوسی شراب پیتے ہیں، میرا خیال ہے کہ میں محکمۂ احتساب میں اس کی خبر کردوں،حضرت عقبہؓ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو؛ بلکہ ان کو سمجھائو اور ڈرائو، محررنے

کہا کہ میں یہ سب کچھ کرچکا ہوں، پھر بھی وہ باز نہیں آتے ،اس لئے میں تواب پولیس میں اطلاع کردوں گا، حضرت عقبہؓ نے فرمایا: ایسا مت کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

''من ستر عورة فكأنما أحيا مؤودة فى قبرها'' رواه أبوداود والنسائى وابن حبان فى صحيحه والحاكم وقال صحيح الإسناد (الترغيب والترهيب: كتاب الحدود وغيرها ۱۷۶،۳، ط: مكتبة الارشاد) ۔

اور حضرت ابن عباسؓ بھی آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں:

''من سترعورة أخيه ستراللہ عورته يوم القيامة، ومن كشف عورة أخيه كشف اللہ عورته؛ حتى يفضحه بها فى بيته'' رواه ابن ماجه بإسناد حسن (ایضًا۱۷۶،۳)۔

(۲) البتہ اگر کسی مسلمان کا ایسا عیب یا گناہ حجت شرعیہ سے ثابت ہوجائے جس کا نقصان اپنی ذات کو پہنچتا ہواور یہ اس سے مظلوم ٹھہرتاہو تو اس کی برائی کوعلانیہ شائع کرسکتاہے، اسی کے متعلق حق تعالی شانہ کا ارشاد ہے:''لا يُحبُّ اللہ الجهر'' (النساء: ۱۴۸)، لیکن اس صورت میں بھی بہتر یہ ہے کہ عام اشاعت کے بجائے صرف ان لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس کی داد رسی کرسکیں،اور انصاف قائم کرسکیں۔

(۳) جو پیغام کسی شخص کی مذمت اور ضرر پر مشتمل نہ ہواس کو آگے بھیجنا جائز ہے، لیکن ایک مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ اس کو بھی محض خبر کی حیثیت سے نقل نہ کرے ؛بلکہ اس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ پیدا کرے، کیونکہ قرآن کریم میں مؤمنین کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ لغوباتوں سے پرہیز کرتے ہیں : ''قد أفلح المؤمنون ------والذين هم عن اللغو معرضون'' (سورہ مؤمنون: ۳)۔

علامہ قرطبی لغوکی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللغو:.... إذا أتى بما لايحتاج إليه في الكلام، أو بما لا خير فيه، أو بما يلغي إثمه؛ وفي الحديث: ''إذا قلت لصاحبک والإمامُ يخطب يومَ الجمعة أَنْصتْ فقد لَغَوْت'' ولغة أبي هريرة (فقد لَغَيْتَ) (تفسير قرطبي۹۴،۳، ط: دارالفكر ،بيروت)۔

حدیث شریف میں ہے:

''من حسن إسلام المرء تركه مالا يعنيه''(سنن الترمذي:أبواب الزهد، رقم الحديث: ۲۳۱۷)۔

لہذا لغو اور لایعنی بات سے بچتے ہوئے اس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ پیدا کرے پھر آگے بھیجے، اس لئے کہ دنیا میں کوئی خبر بہت کم ایسی ہوتی ہے جو نتیجہ خیز نہ ہو یا جس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ مقصود نہ ہو۔

(۴) اگر کوئی خبر محض تفریح طبع کے لئے ہو، اس میں کسی کی برائی یا ہجونہ ہو تو اس کو آگے بڑھانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک درجہ میں شرعا

مطلوب بھی ہے، اس لئے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا بعض اوقات مزاح کرنا اسی حکمت پر مبنی تھا، ایک حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أجمعوا ہذہ القلوب فاطلبوا لہا طرف الحکمۃ فإنہا تمل کما تمل الأبدان'' (کنز العمال ۱۳۶،۲)۔

(ان قلوب کو بھی تھوڑی دیر (غوروفکر) سے مہلت دیا کرو؛ اس طرح کہ ان کے لئے حکمت کی لطیف وعجیب باتیں تلاش کرو(جن سے قلبی تکان رفع ہو)، اس لئے کہ قلوب بھی ایسے تھک جاتے ہینجیسے بدن تھک جاتے ہیں)۔

(۵) اگر اس خبر کا تعلق دینی معلومات اور شرعی مسائل سے ہوتب بھی پہلے اس کی تحقیق کرلینی چاہئے کہ یہ معلومات اور شرعی مسئلہ صحیح ہے بھی یا نہیں، کسی معتبر عالم سے اس کی تحقیق کرے، پھر اس کو آگے بڑھائے، اس لئے کہ شریعت نے ہمیں بلا تحقیق ہر سنی سنائی بات کو آگے بڑھانے سے بھی منع کیاہے ، حدیث شریف میں ہے:

''کفی بالمرء کذبًا أن یُحدّث بکل ما سمع'' (رواہ مسلم فی مقدمۃ صحیحہ، رقم الحدیث۷، ط: دارالسلام، بیروت)۔

اور اگر اس بات کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کی گئی ہوتو اور زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ جب تک اس کی صحت کا یقین نہ ہوجائے، اس کو آگے نہ بڑھانا چاہئے، اس لئے کہ آپ ﷺ کی جانب جھوٹی بات کی نسبت کرنے پر حدیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے، حدیث شریف میں ہے:

''من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوأ مقعدہ من النار'' (البخاري: باب اثم من کذب علی النبي ﷺ، رقم الحدیث: ۱۰۷،ط: دارالسلام، بیروت)۔

لہذا کوئی بھی ایسی حدیث جس کے ساتھ مستند حوالہ موجود نہ ہو، کسی بھی صورت میں آ گے نہیں پھیلا نی چا ہیے ، اور اگر حوالہ موجود ہو تو اس بات کی مکمل تحقیق کرنا ہماری ذمہ داری ہے کہ کیا وہ حوالہ درست ہے یا نہیں، نیز یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ اگر حدیث کا ترجمہ عربی زبان سے کسی اور زبان میں کیا گیا ہے تو کیا ترجمہ صحیح ہے یا غلط ، اور اگرکسی حدیث کی عبارت ایک سے زیادہ معانی دے سکتی ہو تو اس کے ساتھ کسی مستند عالم کی تشریح کا شامل ہونا ضروری ہے، تاکہ کوئی غلط مطلب نہ سمجھ لے، اگر چہ مسائل اور فضائل کی احادیث کو بیان کرنے کے قوانین میں قدرے فرق ہے، مگر ایک غیر عالم کو چاہیے کہ وہ احتیاط سے کام لے، اور یہ بھی یادر ہے کہ اگرمرسِل کی نیت ثواب کمانا ہے تو مذکورہ بالا شرائط کے پورا نہ ہونے کی صورت میں وصول ہونے والی حدیث کو آگے پھیلانے کی بجائے روک لینا موجب ثواب ہوگا، کیونکہ غلط کام اور غیرتحقیقی مواد کی نشر واشاعت کا ترک بھی نیکی ہے (ملخصاً

من جواہر الفقہ ۲،۴۶۶ تا ۴۷۱، ط: تفسیر القرآن، دیوبند)۔

جواب : (۲)

اگر کوئی شخص فحش اورناجائز تصویروں سے خود تو بچتاہو اور دوسروں کی طرف اس کی ترسیل بھی نہ کرتاہو،لیکن تکنیکی ضرورتوں کے سلسلہ میں اس شعبہ کی ملازمت اختیار کرتاہو تویہ ملازمت بھی ناجائز ہونی چاہئے، اس لئے کہ اس میں گناہ کے کام میں تعاون ہے اور شرعاً تعاون علی الاثم بھی جائز نہیں ہے ، اس لئے کہ شریعت میں وسائل کا بھی وہ ہی حکم ہوتا ہے جو مقاصد کاہوتاہے ،اگر مقصود شرعاً ناجائز اور حرام ہوتو اس کے لئے جس وسیلہ کو اختیار کیا جائے گا وہ بھی حرام ہی ہوگا ،فقہ کا ایک معروف قاعدہ ہے ''الأمور بمقاصدہا'' (الأشباہ والنظائر، ۱۱۵، ط: دارالعلوم دیوبند)۔

اسی بناء پر قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی نے ''برّ وتقویٰ'' میں تعاون کا حکم دیا اور معصیت اور ظلم وزیادتی میں تعاون سے روکا ہے، ارشاد ربانی ہے:''وتعاونُوا علَی البرّ والتقوی ولا تعاونُوا علی الإثم والعدوان''(سورۂ مائدہ: ۲)، لہذا آدمی جس شعبہ میں بھی ملازمت کرتا ہو تو اسے اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا ہوگا کہ اس کمپنی کا کاروبار بنیادی طورپر حلال ہو، اور جس کمپنی کا بنیادی کاروبار ہی ناجائز ہو تو ایسی کمپنی میں مسلمانوں کے لئے ملازمت کرنا جائز نہیں ہے ،کیونکہ اس میں معصیت لعینہ میں تعاون ہے۔

الدرالمختار میں ہے:

''وجاز بیع عصیر عنب من یعلم أنہ یتخذہ خمراً لأن المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیّرہ، وقیل یکرہ لإعانتہ علی المعصیۃ ۔۔بخلاف بیع أمرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من أہل الفتنۃ لأن المعصیۃ تقوم بعینہ''۔

اور رد المحتار میں ہے:

''قولہ: (وجاز) أی عندہ لا عندہما۔۔۔قولہ(ممن یعلم) فیہ إشارۃ إلی أنہ لو لم یعلم لم یکرہ بلاخلاف، قہستانی۔ قولہ (لا تقوم بعینہ الخ) یؤخذ منہ أن المراد بما لا تقوم المعصیۃ بعینہ ما یحدث لہ بعد البیع وصف اٰخر یقوم فیہ قیام المعصیۃ، وإن ما تقوم المعصیۃ بعینہ ما توجد فیہ علی وصفہ الموجود حالۃ البیع کالأمرد والسلاح'' (شامی:کتاب الحظروالاباحۃ ۹،۵۶۰-۵۶۱، ط:زکریا)۔

عبارت بالا میں (ممن یعلم) کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عدم جواز کا حکم اس وقت ہے جبکہ اس کو مقصد معلوم ہو، ورنہ اگر معلوم نہ ہوتو بلاکراہت جائز ہے۔

اور اگر کسی سائٹ کا مقصد بے حیائی پر مبنی ویڈیواور آڈیوکی اشاعت نہ ہومگر ضمنی طورپر یہ کام بھی ہوتا ہو تو ایسی سائٹ کے تکنیکی شعبہ میں ملازمت کی گنجائش ہونی چاہئے، اس لئے کہ اس کی وضع نہ آلہ لہو ولعب کے طورپر ہے اورنہ کسی گناہ کے مقصد کے لئے، بلکہ وہ استعمال کرنے والے کے تابع ہے کہ وہ اس کو اچھے مقصد میں

بھی استعمال کرسکتاہے اور گناہ میں بھی، لہذا احتیاط کے ساتھ اپنے دامن کو گناہ کی آلائش سے بچاتے ہوئے ایسی چیز کے استعمال کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور گنجائش کے پیش نظر ایسے کسی شعبہ میں ملازمت بھی جائز ہونی چاہئے ۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

''مختصر خلاصہ یہ ہے کہ کسی معصیت کی اعانت جو ازروئے قرآن حرام ہے؛ وہ ہے جس میں معصیت کا قصد ونیت حقیقۃً یا حکماً شامل ہو، حقیقۃً یہ کہ دل ہی میں یہ ہوکہ اس کے ذریعہ عمل معصیت کیا جائے، یا یہ کہ صلب عقد میں احد المتعاقدین کی طرف سے اس معصیت کی تصریح آجائے، اور حکماًیہ ہے کہ وہ چیز بجز معصیت کے کسی دوسرے کام میں آتی ہی نہ ہو، جیسے آلات معازف طبلہ، سارنگی اور مختلف قسم کے آلات موسیقی، ان چیزوں کا بنانا اور بیچنا اگرچہ بقصد معصیت نہ ہو مگر حکماً وہ بھی قصد معصیت میں داخل ہیں، اورجہاں قصد معصیت نہ حقیقۃً ہو نہ حکماً، وہ اعانت علی المعصیۃ میں داخل نہیں؛ البتہ اعانت سے ملتی جلتی ایک اور چیز ہے جس کو اصطلاح میں تسبّب کہتے ہیں، وہ بھی ازروئے نص قرآن حرام ہے ،خواہ ہیئت معصیت ہویا نہ ہو، مثلا سبّ آلہ مشرکین کی نصّ قرآنی میں ممانعت اسی لئے فرمائی گئی ہے کہ وہ سبب ہوتی ہے سبّ الہ حق کے لئے۔

لیکن یہاں ایک اہم بات قابل غور یہ ہے کہ تسبب ایک ایسا وسیع لفظ ہے جس میں سارے مباحات آجاتے ہیں، اگر تسبب کے مفہوم کو مطلقا سببیت کے لے عام رکھا جائے تو شاید دنیا کا کوئی مباح کام بھی مباح اور جائز نہیں رہے گا، زمین سے غلہ اور پھل اگانے والا اس کا بھی سبب بنتا ہے کہ اس غلہ اور ثمرات سے اعداء اللہ کو نفع پہنچے ،کپڑا بننا ، مکان بنانا، ظروف اور استعمالی چیزیں بنانا، ان سب میں بھی یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک برّوفاجر ان کو خریدتا اور استعمال کرتا ہے، اور اپنے فسق وفجور میں بھی استعمال کرتا ہے، اور سبب اس کا ان چیزوں کا بنانے والاہوتاہے، اگر اس طرح حرمت کو عام کیا جائے تو شاید دنیا میں کوئی کام بھی جائز نہ رہے، اس لئے ضروری ہے کہ سبب قریب وبعید کا فرق کیا جائے، سبب قریب ممنوع اور سبب بعید مباح ہو، مذکورہ امثلہ سب سبب بعید کی ہیں، اس لئے وہ جائز رہیں گی، پھر سبب قریب کی بھی دو قسمیںہیں:

ایک سبب جالب وباعث جو گناہ کے لئے محرک ہوکہ اگر یہ سبب نہ ہوتا تو صدور معصیت کے ہونے کی کوئی ظاہری وجہ نہ تھی، ایسے سبب کا ارتکاب گویا معصیت ہی کا ارتکاب ہے، علامہ شاطبی نے موافقات جلد اول کے مقدمہ میں ایسے ہی اسباب کے متعلق فرمایا ہے کہ ''إیقاع السبب إیقاع للمسبب''۔

نص قرآنی میں جہاں تسبب کو حرام قراردیاہے جیسے سب آلہ مشرکین یا عورتوں کے لئے ضرب ارجل یا خضوع بالقول یا تبرج جاہلیت، یہ سب اسی قسم کے اسباب ہینکہ

معصیت کی تحریک کرنے والے اور جالب وباعث ہیں، ایسے اسباب کا ارتکاب معصیت ہی کا ارتکاب سمجھا جاتاہے، اس لئے باتفاق حرام ہیں۔

ایسے اسباب معصیت کا ارتکاب گویا خود معصیت ہی کا ارتکاب ہے، اس لئے معصیت کی نسبت اس شخص کی طرف ہی کی جائے گی جس نے اس کے سبب کا ارتکاب کیا ،کسی فاعل مختار کے درمیان میں حائل ہونے سے معصیت کی نسبت اس سے منقطع نہیں ہوگی، جیسا کہ حدیث میں دوسرے شخص کے ماں باپ کو گالی دینے والے کے حق میں اپنے ماں باپ کو گالی دینے والا کہا گیا ہے ؛کیونکہ ایسا تسبب للمعصیۃ بنص قرآن وحدیث خود ایک معصیت ہے۔

دوسری قسم سبب قریب کی ہے کہ وہ ہے تو سبب قریب مگر معصیت کے لئے محرک نہیں؛ بلکہ صدور معصیت کسی دوسرے فاعل مختار کے اپنے فعل سے ہوتا ہے، جیسے: ‘‘بیع عصیر عنب ممن یتخذہ خمرا’’ یا ‘‘إجارۃ دارممن یتعبد فیہا الأصنام’’ وغیرہ کہ یہ بیع واجارہ اگرچہ ایک حیثیت سے سبب قریب ہے معصیت کا مگر جالب اور محرک للمعصیۃ نہیں، شیرۂ انگور خریدنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو شراب ہی بنائے اور گھر کو کسی مشرک کے لئے کرایہ پر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس میں بت پرستی ہی کرے؛ بلکہ وہ اپنی خباثت یا جہالت سے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے ،شیرہ بیچنے والا یا مکان کرایہ پر دینے والا معصیت کا باعث اور محرک نہیں ہے۔

ایسے سبب قریب کا حکم یہ ہے کہ اگربیچنے یا اجارہ پر دینے والے کا مقصد اس سے معصیت ہی کاہوتب تو یہ خود ارتکاب معصیت اور اعانت معصیت میں داخل ہوکر قطعاً حرام ہے، اور اگر اس کا قصد ونیت شامل نہ ہو تو پھر اس کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ اس کو علم بھی نہ ہو کہ یہ شخص شیرۂ انگور خریدکر سرکہ بنائے گایا شراب ؟ یا گھر کرایہ پر لے کر اس میں صرف سکونت کرے گایا کوئی ناجائز کام فسق وفجورکا کرے گا؟ اس صورت میں یہ بیع واجارہ بلا کراہت جائز ہے، اور اگر اس کو علم ہے کہ یہ شخص شیرۂ انگور خریدکر شراب بنائےگا یا مکان کرایہ پر لے کر فسق وفجور کرے گا یا سودی کاروبار کرے گا یا جاریہ کو خرید کر اس کو گانے کے کام میں لگائے گا یا امرد کو خرید کر اس سے سیاہ کاری میں مبتلا ہوگایا لوہا خرید کر مسلمانوں کے خلاف استعمال کرے گا، تو اس صورت میں یہ بیع واجارہ مکروہ ہے(جواہر الفقہ ۴۵۳۔۴۵۵، ط:مکتبہ تفسیر القرآن، دیوبند)۔

جواب : (۳)

سوشل میڈیا پر ایسے مضامن بھی آتے ہیں جو ملحدانہ افکار، اسلام اور پیغمبر اسلام پر اعتراض، اخلاقی اقدار کے استخفاف، مسلمانوں کی تاریخ اور مقدس مقامات وشخصیات کے بارے میں نازیبا باتوں پر مشتمل ہوتے ہیں، تو ایسے مضامین کو آگے بڑھانے کی اجازت انہی لوگوں کو ہونی چاہئے جو علم کی روشنی میں اس کا محقق اور مدلل جواب

دینے کی قوت رکھتے ہوں، کہ ایسے مضامین کے ساتھ ان کی تردید اور کافی وشافی جواب بھی شائع کردئے جائیں، اور اگر جواب دینے کی قدرت نہ ہو تو صرف انہی حضرات کوارسال کریں جو جواب دینے کی قدرت رکھتے ہوں،تاکہ وہ جواب دے سکیں،اور تردید کرسکیں ،ہر شخص کو ارسال نہ کریں، ورنہ خدانخواستہ وہ لوگ اس سے کسی شبہ میں گرفتار ہوگئے تو اس کا وبال مرسِل پر ہی ہوگا، اس لئے کہ حدیث شریف میں آتاہے ''الدّال علی الخیر کفاعلہ'' نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والاہی شمار ہوتا ہے، اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ نیکی کرنے والے کو،اسی طرح اس کا مفہوم مخالف بھی ہوگا''الدال علی الشر کفاعلہ'' برائی کی طرف رہنمائی کرنے والا برائی کرنے والاہی شمار ہوگا، اس کو بھی وہ سزاملے گی جو برائی کرنے والے کو، ایک روایت میں آتا ہے:

''مَنْ دعا إلی ہدًی کان لہ من الأجر مثل أجور من تبعہ لاینقص ذلک من أجورہم شیئاً، ومن دعا إلی ضلالۃ کان علیہ من الإثم مثل آثام من تبعہ لا ینقص ذلك من آثامہم شیئاً'' (رواہ مسلم، باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیئۃ، رقم الحدیث : ۶۸۰۴)۔

(من دعا إلی ہدی، ومن دعا إلی ضلالۃ) ہذان الحدیثان صریحان في الحث علی استحباب سن الأمور الحسنۃ، وتحریم سن الأمور السیئۃ، وأن من سن سنۃ حسنۃ کان لہ مثل أجرکل من یعمل بہ إلی یوم القیامۃ، ومن سن سنۃ سیئۃ کان علیہ مثل وزرکل من یعمل بہا إلی یوم القیامۃ، وأن من دعا إلی ہدی کان لہ مثل أجور متابعیہ، أو إلی ضلالۃ کان علیہ مثل آثام تابعیہ. سواء کان ذلک الہدی، والضلالۃ ہو الذي ابتدأہ ، أم کان مسبوقاً إلیہ. وسواء کان ذلک تعلیم علم، أو عبادۃ، أو أدب ، أو غیر ذلک۔

قولہ ﷺ:(فعمل بہا بعدہ) معناہ:أن سنہا سواء کان العمل في حیاتہ، أو بعد موتہ، واللہ أعلم'' (صحیح مسلم بشرح النووي، المجلد الثامن،الجزء : ۱۶، ص: ۴۴۳،۴۴۴، ط: دارالمعرفۃ، بیروت)۔

جواب : (۴)

کورونا وائرس کی وجہ سے دینی وعصری تعلیمی اداروں نے سوشل میڈیا کے ذریعہ آن لائن تعلیم کا آغاز کیا، تاکہ اس مجبوری کی گھڑی میں علمی ذوق وشغف رکھنے والے طلبہ بآسانی اپنے اپنے گھروں میں رہ کر اپنی علمی پیاس بجھاسکیں اور اساتذہ سے استفادہ کرسکیں اور ضیاع وقت سے بھی محفوظ رہ سکیں ، مگر جہاں اس طریقۂ تعلیم کے فوائد ہیں وہیں اس سے کہیں زیادہ اس کے نقصانات بھی ہیں، جیسا کہ سوال کے اندرذکرکیا گیا کہ دوپہلو نقصان کے بھی ہیں؛ ایک صحت کے نقطۂ نظر سے اور دوسرا اخلاقی نقطۂ نظر سے، تو ایسی صورت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ سوشل میڈیا کا استعمال اچھے مقاصد کے لئے کیا جائے، اور اس کی مضرتوں سے نئی نسل کو بچانے کی فکر کی جائے، کیونکہ جن چیزوں میں نفع اور نقصان دونونپہلو ہوں اور اس ذریعہ کو بالکل ختم کردینا ممکن بھی نہ ہو تو اسلامی نقطۂ نظر سے اس کے لئے حکم یہ ہی ہے کہ اس کو

مفید طریقہ پر استعمال کیاجائے،اور نقصان دہ پہلوؤں سے بچاجائے،جیسے جس چاقو سے کسی جانور کو حلال طریقہ سے ذبح کیا جاسکتا ہے وہ ہی چاقو کسی بے قصور کے سینے میں پیوست بھی کیاجاسکتاہے، تو ہمارے لئے یہی راستہ بچتاہے کہ ہم چاقوکے صحیح استعمال کی تربیت کریں،اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ فقہاء نے نیک مقاصد کےحصول کے لئے لہو کے خالص آلات تک کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے،چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

‘‘وبذا یفید أن آلۃ اللھو لیست محرمۃ لعینہا بل لقصد اللھو منہا؛ إما مِن سامعہا أو مِن المشتغل بہا، وبہ تشعر الإضافۃ، ألا تری أن ضرب تلک الآلۃ بعینہا حلّ تارۃ وحرم أخری باختلاف النیۃ بسماعہا، والأمور بمقاصدہا’’ (رد المحتار۹؍۵۰۵، کتاب الحظر والاباحہ ، قبیل فصل فی اللبس،ط:زکریا) ۔

(یہ تفصیل اس بات کا فائدہ دے رہی ہے کہ آلہ لہوحرام لعینہ نہیں ہے ؛بلکہ اس سے لہو کے قصدسے(حرام ہے) یا اس کے سامع کی جانب سے یا اس سے اشتغال رکھنے والے کی جانب سے ، اور اضافت اسی کا احساس دلارہی ہے، دیکھتے نہیں کہ خود اسی آلے کا بجانا اس کے سماع کی نیت کے مختلف ہونے کی وجہ سے کبھی حلال ہے اور کبھی حرام، اور امورکا مدار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے)۔

لہٰذا جو طلبہ یا طالبات باشعور اور اعلی سطح کے ہیں ان کو ان کی ذمہ داری کا احساس وقتاً فوقتاً دلاناچاہئے ، تاکہ جس حد تک ممکن ہو آن لائن تعلیم کے ذریعہ اپنے کو مستفید کرتے رہیں اور یوں ہی اپنے قیمتی وقت کو برباد نہ ہونے دیں، بالخصوص سوشل میڈیا کے غیر ضروری استعمال سے پرہیز کریں، اور جو نیچے درجہ کے طلبہ ہیں اور نہ ہی ان کے پاس اتنا شعور ہے تو ایسی صورت میں ان کے والدین پر یہ ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بالکل خالی نہ چھوڑ دیں؛ بلکہ ان کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے رہیں اور گاہے بگاہے ان کی کارکردگی کا امتحان بھی لیتے رہیں ، تاکہ بچے فضول اور فحش چیزوں کی طرف مائل نہ ہوپائیں، اور اساتذہ کرام کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا سبق مکمل کرکے مطمئن نہ ہوجائیں، بلکہ طلبہ کو تمرین ومشق کے ذریعہ اور ضروری ذمہ داریوں کے ذریعہ مستعدرکھیں؛ تاکہ وہ اپنا قیمتی وقت ان ذرائع سے استفادہ کے لئے مخصوص کرلیں اور اس کا بہت زیادہ استعمال ان کو وقت ضائع کرنے کا عادی نہ بنادے، خلاصہ یہ کہ معایب سے بچتے ہوئے محاسن سے فائدہ اتھایا جائے،تاکہ طلبہ کے اوقات ضائع ہونے کے بجائے مفید ترہوجائے اور تعلیمی نقصان سے بھی بچ جائیں۔

دوسری بات یہ کہ آن لائن تعلیم صرف آواز(آڈیوکال)کے ذریعہ ہوتوزیادہ مناسب ہے، تاکہ ایک دوسرے کی تصویر نظر نہ آئے، یعنی تعلیم (ویڈیو کال وغیرہ)کے ذریعہ نہ ہو، حالانکہ آج کل کے حالات کے اعتبار سے ویڈیو کا لنگ سے تعلیم کی مفتیان کرام نے

اجازت دی ہے، بشرطے کہ اس میں رکارڈنگ نہ ہو، اس لئے کہ جب تک اس کو رکارڈ نہیں کیا جائے گا تب تک وہ آئینہ اور پانی کے اوپر آنے والے عکس کے مانند ہے جو جائز ہے، جیساکہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے جواہر الفقہ میں تصویر کی حرمت کی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :

'' لیکن یہ بات کچھ زیادہ غوروفکر کی محتاج نہیں کہ آئینہ، پانی وغیرہ کے اندرآئے ہوئے عکس اور فوٹوسے حاصل کی ہوئی تصویر میں زمین وآسمان کافرق ہے، واقعہ یہ ہے کہ ظل اور سایہ قائم وپائدار نہیں ہوتا ،بلکہ صاحبِ ظِل کے تابع ہوتاہے ، جب تک وہ آئینہ کے مقابل کھڑا ہے تویہ ظِل بھی کھڑاہے، جب وہ یہاں سے الگ ہوا تو یہ ظل بھی غائب اور فنا ہوگیا، فوٹو کے آئینہ پر جو کسی انسان کا عکس آیا اس کو عکس اُسی وقت تک کہا جاسکتاہے جب تک اس کو رنگ وروغن اور مسالہ کے ذریعہ قائم اور پائدار نہ بنادیا جائے اور جس وقت اس عکس کو قائم اور پائدار بنادیا اُسی وقت یہ عکس تصویر بن گئی، تصویر سازی کے لئے رنگ وروغن قلم سے لگایا جائے یا کسی مشین سے اس سے مسئلہ کی صورت نہیں بدلتی، اس کی مثال توبالکل یہ ہے کہ ایک شخص کو کسی آئینہ کے بالمقابل کھڑا کرکے اس کی صورت شکل کو کسی روغن کے ذریعہ اس آئینہ پر مرتسم کردیا جائے، تو یہ عکس جب تک رنگ روغن کے ذریعہ قائم اور پائدار نہیں تھا اس وقت تک عکس تھا ،اُس میں کوئی حُرمت وممانعت نہ تھی اور جب اس عکس کو رنگ روغن کے ذریعہ شیشہ پر مرتسم وپائدار بنادیا تو اب یہی عکس تصویر بن گئی، اس لئے اس کے بعد وہ ظل کے تابع نہیں رہتی ،صاحب ظِل یہاں سے چلا جاتا ہے مگر تصویر آئینہ پر قائم رہتی ہے'' (جواہر الفقہ۴،۲۱۳، مکتبہ تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند)۔

اسی طرح مفتی سلمان منصورپوری صاحب لکھتے ہیں:

''کوئی منظر اگر ٹیلی ویژن پر براہِ راست ٹیلی کاسٹ ہوا اور اس کی فلم محفوظ نہ کی جائے تو اُس پر توعکس کا اطلاق سمجھ میں آتاہے کہ گویا ٹی وی کیمرے نے برقی لہروں کے ذریعہ اس منظر کا عکس پورے عالم میں نشر کردیا ہے؛ لیکن اس عکس کو قرار نہیں ہے، جیسا کہ بعض اِداروں ،فرموں اور دفاتر میں نگرانی کیمرے لگے رہتے ہیں، اور حرمین شریفین میں جابجا اس طرح کے کیمرے لگائے گئے ہیں؛ تاکہ کنٹرول روم سے بیک وقت ہر جگہ کی نگرانی کی جاتی رہے ، تو اس طرح اسکرین پر نظر آنے والی تصاویر جب تک محفوظ نہ ہوں اُن پر تصویر کا اطلاق واقعۃً سمجھ میں نہیں آتا '' (کتاب النوازل ۱۶،۵۲۰، ط:المرکز العلمی، مرادآباد)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ویڈیو کا لنگ اگر رکارڈ نہیں ہوتی ہے تو اس کی اجازت ہونی چاہئے، اور جو حضرات ویڈیو کالنگ کو بھی تصویر کے حکم میں مانتے ہیں تو ان کے مطابق یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ ویڈیو کال میں جان دار کی تصاویر یعنی

استاذ یاطلبہ کو سامنے نہ لایا جائے، بلکہ استاذ بلیک بورڈ یا کتاب کو اور طلبہ بھی صرف کتاب کو سامنے رکھے تو اس طرح آن لائن پڑھانا جائز ہوجائے گا،اور اگر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی توجیہ کو مدنظر رکھیں،یعنی ویڈیوکال ریکارڈنہ ہو، اور طلبہ کے لئے استاذ اور طالبات کے لئے استانی مقرر ہو اور کوئی مفسدہ نہ ہو تو اس صورت میں ویڈیوکال سے تعلیم کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بلاضرورت اس کے استعمال سے بچنا چاہئے، اور اگر واقعی تعلیمی یا سماجی ،دینی یا شرعی ضرورت ہو تو شرعی حدود میں رہتے ہو ئے اور حالات وتقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے استعمال کی گنجائش ہونی چاہئے۔

جواب: (۵)

انٹرنیٹ یا اس قسم کے دیگر جدیدآلات آج کے سائنسی دور کے اعلی ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ ہیں، ان کا استعمال آج چاہے منکرات وخرافات اور لہوولعب کی اشاعت کے لئے کتنا بھی ہورہا ہو، لیکن ان کے ایجاد کے پس منظر میں ابلاغ وترسیل کا جذبہ بھی کارفرماتھا، یہ بگڑے ہوئے سماج کی دین ہے یا ان ذرائع کو استعمال کرنے والے ہاتھوں کا قصور کہ آج ان کا استعمال اچھی اور تعمیری چیزوں کی ترسیل سے زیادہ غلط اور تخریبی چیزوں کی ترسیل میں ہورہا ہے، مگر کسی چیز کا غلط استعمال اس کو غلط نہیں بناتا، اصل چیز صحیح استعمال ہے۔

کتب فقہیہ میں بعض ان آلات کا ذکر آتاہے جن کا استعمال لہوولعب کے لئے ہوتا تھا، اور کثرت استعمال کی وجہ سے ان کو آلات لہو ولعب کہا جاتاتھا، ان کے بارے میں فقہاء کی رائے یہی ہے کہ جواز وعدم جواز کا مدار صحیح مقصد اور صحیح استعمال پر ہے، یعنی حدود میں رہتے ہوئے صحیح نیت کے ساتھ ان کا استعمال کیا جائے تو مضائقہ نہیں ، ورنہ جائز نہیں۔

علامہ شامی مختلف آلات لہو پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

‘‘ہذا یفید أن آلۃ اللہو لیست محرمۃ لعینہا بل لقصد اللہو منہا.....ألا تری أن ضرب تلك الآلۃ لعینہا حل تارۃ وحرم أخری باختلاف النیۃ والأمور بمقاصدہا’’ (شامی :کتاب الحظر والاباحۃ ۹؍۵۰۵، ط:زکریا)۔

(اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ آلۂ لہو بذات خود حرام نہیں ہے، بلکہ ارادۂ لہو کی بناپر اس میں حرمت آتی ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ بعینہ اسی آلہ کا استعمال نیتوں کے فرق سے کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام، کیوں کہ امور میں اعتبار مقاصد کا ہے)۔

کتب فقہیہ میں اس کی کئی مثالیں آئی ہیں، مثلا ڈنکا بجانا(ضرب النوبہ) اظہار تفاخر کی نیت سے حرام ہے، اور لوگوں کو بیدا رکرنے کی غرض سے جائز ، مثلا کوئی تین اوقات میں ڈنکا اس لئے بجائے، تاکہ نفخات کی تذکیر ہو،یعنی عصر کے بعد نفخۂ فزع ،

عشاء کے بعد نفخۂ موت کی اور نصف شب کے بعد نفخۂ بعث کی یاد دہانی ہو۔

اسی طرح ڈھول آلۂ لہو ہے ،لیکن رمضان میں سحری کے لئے جگانے کی غرض سے اس کی گنجائش ہے۔

شادی بیاہ کے موقع پر بغرض اعلان واشتہار دف کا استعمال مباح ہے، بشرطیکہ دف میں گھونگھر و،گھنٹی یاسُرکی آواز نہ ہوتی ہو ،اور باجاکے طورپر اس کا استعمال نہ ہو۔

حمام کا بگل بھی اسی بنیاد پر جائز ہے۔

صوفیاء کے سماع کو بھی قائلین جواز نے اسی طورپر لیا ہے ،اور اسی وجہ سے ان پر تنقید واعتراض سے روکا گیاہے۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ آلات لہوجولہوولعب اور تفریحی خرافات ہی کے لئے عموما بنائے جاتے ہیں، جب ان میں اتنی گنجائش ہے تو وہ جدید سائنسی آلات جن کی ایجاد کے پیچھے لہوولعب سے زیادہ ابلاغ وترسیل اور اعلان وتشہیر کے مقاصد کارفرماتھے، ان میں بدرجۂ اولی گنجائش ہوگی کہ حدودمیں رہتے ہوئے صحیح قصد سے اور صحیح طرز پر ان کااستعمال ہوتو مباح ہو، بشرطیکہ ان کے استعمال سے کوئی محظور شرعی نہ لازم آتا ہو۔

حاصل کلام یہ کہ یہ آلہ بھی اپنی ذاتی حیثیت سے اچھی یا بری باتوں کے محفوظ کرنے اور انحاء عالم میں بآسانی پھیلانے اور عام کرنے کا ایک بہترین آلہ ہے۔

کیونکہ نیت صحیح، مقصد صحیح اور آلہ صحیح ہے، یہ ''مالا تقوم المعصیۃ بعینہ'' کے قبیل سے ہے، جن اشیاء کے عین ونفس میں قباحت نہ ہو؛بلکہ قباحت خارج سے پائی جاتی ہوان کا استعمال خارجی معصیت کے ارتکاب کے بغیر جائز ہے،جیسا کہ فقہی اصول وقواعد : ''الأصل فی الأشیاء الإباحۃ، الأمور بمقاصدہا، مالا یعلم فیہ تحریم یجری علی حکم الحل'' سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، بحیثیت خیر امت ان آلات جدیدہ کے استعمال میں سدھار اور ان کے ذریعہ پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

آج جبکہ باطل طاقتوں نے ہر چہارجانب سے مسلمان کو ان کے مذہب سے متنفر کراکر بے دین بنانے اورغیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے جہاں بہت سے دوسرے ذرائع کو استعمال کیاہے وہیں انتہائی تیزی کے ساتھ انٹر نیٹ کو بھی استعمال کررہے ہیں اور اس کے ذریعہ وہ صرف اپنے مذہب کی ترویج واشاعت ہی نہیں؛ بلکہ مذہب اسلام پر مختلف قسم کے واہی تباہی اعتراض بھی انحاء عالم میں پھیلارہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ باطل پرست اسلام دشمنی کا مزاج رکھنے والے حضرات اس کو خوب استعمال کررہے ہیں، اور اپنے باطل مذہب کو خوب مشتہر کررہے ہیں اور یہ چاہ رہے ہیں کہ اسے اتنا عام کریں کہ حق دب جائے اور باطل کا بول بالا ہوجائے۔

ایسے موقع پر ہر فرد مسلم کے لئے دشمنان اسلام کی طرف سے گویا ایک قسم کا چلینج ہے جس کا فوری اور مناسب تدارک ضروری ہے، تاکہ بروقت خاص انداز میں اسلام کی اشاعت کا کام بھی ہوجو اس امت کا اہم فریضہ ہے اور دشمنان اسلام کی طرف سے پیش کردہ اعتراضوں کے جواب کا بھی اہتمام ہو۔

البتہ اگر ہر کس وناکس کو اس کے استعمال کی اجازت دی گئی تو ہر گھر عیاشی وفحاشی اور ننگے ناچ کا تماشاگاہ بن جائے گا، اس لئے ''سدًا لباب الفتنۃ'' اور ''دفع مضرت ''کے لئے عوام کے حق میں اسے نامناسب ہی کہا جائے ،البتہ احقاق حق اور ابطال باطل اور اس طرح کے دیگر مقاصد حسنہ کی خاطر دیانت وفکر آخرت رکھنے اور حلال وحرام کے حدود کی رعایت کرنے والے خاص اشخاص وافراد یا تنظیم کو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، اور عوام وخواص کے اعتبار سے احکام شرعیہ میں فرق واختلاف ایک معروف بات ہے۔

جواب :(۶)

سائنسی انقلاب سے پہلےدارالقضاءمیں مقدمہ کی سماعت، دعوی، رفع الزام اور شاہد کی شہادت کے لئے یہی ایک معتبر ذریعہ ہوسکتا تھا کہ مدعی قاضی کی مجلس میں اپنا دعوی پیش کرے اور جو اس واقعہ کودیکھے وہ اس کے بعد اپنے دیکھنے کی گواہی دے، قاضی اپنے اعتبار سے اس پر جرح و احتساب کرے اور اپنے طور پر اطمینان حاصل کرنے کے بعد اس کی گواہی قبول کرلے اور اس شہادت کی بنیاد پرفیصلہ صادر فرمائے، یہ طریقہ عہد رسالت سے جاری و ساری ہے۔

فقہاء نے اس معاملے میں بڑی دقت نظری کا مظاہرہ فرمایا ہے، اور اس کے لئے بڑے اہم اصول مقرر فرمائے ہیں، جیسے اگر کوئی شخص دارالقضاءسے دور ہے ،مجلس قضاء میں حاضر نہیں ہوسکتا تو اس کے لئے شہادت علی الشہادت اسی طرح شہادت علی قضاء القاضی یا کتاب القاضی الی القاضی جیسے آسان طریقے بتلائے ہیں، اس لئے کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات کا حکم دیاہے کہ ہم عام مسلمانوں کے لیے آسانیاں پیدا کریں، مشکلات کھڑی نہ کریں، انہیں مانوس کریں، بیزار نہ کریں۔ ''یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنفِّرُوا'' (بخاری شریف: کتاب العلم، باب ماکان النبیﷺ یتخولہم بالموعظۃ والعلم، رقم الحدیث: ۶۹)۔

اور بدائع میں ہے:

''وأما شرائطها فما ذكرناه كسائر الشهادات، والذي يختص بهذه الشهادة أن يكون المشهود عليه ميتاً أو غائبًا مسيرة سفر أو مريضًا لا يستطيع أن يحضر مجلس القضاء، لأن جواز الشهادة للحاجة والضرورة، ولا تتحقق الضرورة إلا في هذه المواضع'' (بدائع الصنائع:کتاب

الشہادۃ ۴۲۵،۵،ط: زکریا)۔

اور آج کل کورونا وائرس کی وجہ سے لوک ڈائون کے زمانہ میں جہاں دارالقضاء کی کاروائی میں مدعی، مدعی علیہ، شاہدین وغیرہ کا ایک مجلس میں جمع ہونا ممکن نہیں تو وہیں سائنس اور ٹکنالوجی کے اس دورمینملکی عدالتوں میں ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ عدالت کی کاروائی کا رواج عام ہوتا جارہاہے،لہذا ہمیں بھی اس پر غور کرنا چاہئے کہ اسلامی شریعت میں اس کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟

فقہاء کی عبارت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالقضاء کی کاروائی کے لئے مدعی، مدعی علیہ اور شاہدین کا مجلس قضاء میں موجود ہونا ضروری سمجھا گیا ہے، کیونکہ دعوی کی صحت کے لئے دعوی کے وقت فریق مخالف کی موجود گی لازم قرار دی گئی ہے۔

جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے: ''ومنہا:حضرۃ الخصم فلا تسمع الدعوی والبینۃ إلا علی خصم حاضر'' (بدائع الصنائع : کتاب الدعوی ۳۳۳،۵،ط: زکریا)۔

اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ دعوی مجلس قضاء میں کیا جائے :

''ومنہا مجلس الحکم فلا تسمع الدعوی إلا بین یدي القاضي کما لا تسمع الشہادۃ إلا بین یدیہ'' (بدائع الصنائع :کتاب الدعوی۳۳۳،۵، ط: زکریا)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اسی طرح شہادت بھی مجلس قضاء ہی میں سنی جاتی ہے۔

''وأما الذي یخص المکان فواحد، وھو مجلس القاضي، لأن الشہادۃ لا تصیر حجۃ ملزمۃ إلا بقضاء القاضي فتختص بمجلس القضاء'' (بدائع الصنائع: کتاب الشہادۃ ۴۱۷،۵، ط:زکریا)۔

اورشہادت کے لغوی معانی میں سے دو معانی بہت اہم ہیں: مشاہدہ و معاینہ، یعنی آنکھوں سے دیکھنا اور حضور ووجود، یعنی حاضر وموجود ہونا ، شہادت کو شہادت اس لیے کہتے ہیں کہ شاہد قاضی کی مجلس میں حاضر و موجود ہوتا ہے اور اپنے مشاہدے کی خبر دیتا ہے، شہادت یہ قاضی کی مجلس میں شاہد کا اس بات کا بیان ہے کہ وہ فلاں واقعہ کا عینی شاہد ہے، اس نے اپنی آنکھوں سے فلاں مقام پر فلاں واقعہ ہوتے دیکھا ہے، گویا شہادت نام ہے محل وقوع میں اصل واقعہ کے عینی مشاہدے کا اور قاضی کی مجلس میں اس واقعے کے تعلق سے اپنی عینی شہادت کی خبر دینے کا۔

شامی میں ہے:

''(الشہادۃ) (ہي) لغۃ:خبر قاطع، وشرعاً:(إخبار صدق لإثبات حق) فتح. (بلفظ الشہادۃ في مجلس القاضي)'' (شامي :کتاب الشہادات۱۷۲،۸،ط: زکریا)۔

بدائع میں ہے:

''الثالث:أن یکون التحمل بمعاینۃ المشہود بہ بنفسہ لا بغیرہ، إلا في أشیاء مخصوصۃ یصح التحمل فیہا بالتسامع من الناس، لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام للشاہد: ''إذا عَلِمت مِثْلَ الشَّمْسِ

فَاشْهَدْ وإلا فَدَعْ" (بدائع الصنائع:کتاب الشہادۃ، ۳۹۹،۵،ط: زکریا)۔

اور شامی میں بھی ہے:

"(شرائط مکانہا واحد) أي مجلس القضاء . وشرائط التحمل ثلاثۃ: العقل الکامل وقت التحمل، والبصر، ومعاینۃ المشہودبہ" (شامي :کتاب الشہادات۱۷۳،۸،ط: زکریا)۔

کفایہ میں بھی ہے:

"الشہادۃ:وہی فی اللغۃ عبارۃ عن الإخبار بصحۃ الشیئ عن مشاہدۃ وعیان، ولہذا قالوا:إنہا مشتقۃ من المشاہدۃ التي تنبيء عن المعاینۃ، لأن السبب المطلق للأداء المعاینۃ. وقیل: ہی مشتقۃ من الشہود بمعنی الحضور، لأن الشاہد یحضر مجلس القضاء للأداء فسمی الحاضر شاہداً، وأداؤہ شہادۃ، وہی في الشریعۃ عبارۃ عن إخبار بصدق مشروط فیہ مجلس القضاء ولفظ الشہادۃ" (کفایۃ تحت فتح القدیر:کتاب الشہادات ۳۳۹،۷،ط: زکریا)۔

اور شوافع کے یہاں یہ شرائط نہیں ہیں،لہذا ان کے یہاں خصم کا مجلس قضاء میں موجود ہونا شرط نہیں، تو قضاء علی الغائب ان کے یہاں جائز ہے اور ہمارے یہاں نہیں، جیسا کہ علامہ کاسانیؒ رقمطراز ہیں:

"وعند الشافعي رحمہ اللہ: حضرۃ المدعی علیہ لیست بشرط لسماع الدعوی والبینہ والقضاء، فیجوز القضاء علی الغائب عندہ، وعندنا لا یجوز" (بدائع الصنائع:کتاب الدعوی ۳۳۳،۵، ط: زکریا)۔

لیکن بعض ایسی صورت میں جہاں صورت حال کا اقتضاء یہ ہے کہ قضاء علی الغائب پر عمل نہ کرنا فتنہ ، ابتری ،ضیاع اور حرج کا موجب ہے، وہاں دفعا للحرج اور صیانۃ للحقوق فقہاء حنفیہ نے ائمہ ثلاثہ کی طرح "قضاء علی الغائب " کو جائز رکھاہے، اب یہ قاضی کا فریضہ ہے کہ وہ واقعہ کی صورت حال کو پیش نظر رکھ کر یہ طے کرے کہ یہاں قضاء علی الغائب موجب فتنہ ہوگایا قضاء علی الغالب نہ کرنا موجب فتنہ ہوگا اور حرج اور ضرورت کا دفع قضاء علی الغائب سے ہوگایا قضاء علی الغائب نہ کرنے سے ہوگا، حاصل یہ کہ مصالح شرعیہ کے پیش نظر جس سے فتنہ کارفع ہواور جس سے حرج اور ضرورت کادفع ہو،قاضی وہ صورت اختیار کرے اور اسی کے مطابق فیصلہ دے ،جیسا کہ شامی کی کتاب القضاء میں اس کی صراحت موجود ہے:

"فالظاہر عندی:أن یتأمل فی الوقائع، ویحتاط، ویلاحظ الحرج، والضرورات فیفتی بحسبہا جوازًا أو فسادًا، مثلاً لو طلق امرأتہ عند العدل فغاب عن البلد ولایعرف مکانہ أو یعرف ولکن یعجز عن إحضارہ أو أن تسافر إلیہ ہی، أووکیلہا لبعدہ أو لمانع آخر۔

وکذا المدیون لوغاب ولہ نقد فی البلد، أو نحو ذلک ، ففی مثل ہذا لوبرہن علی الغائب، غلب علی ظن القاضی أنہ حق لا تزویرولاحیلۃ فیہ، فینبغی أن یحکم علیہ ولہ، وکذا للمفتی أن یفتی بجوازہ دفعًا للحرج والضرورات، وصیانۃ للحقوق عن الضیاع، مع أنہ مجتہد فیہ، ذہب

إلیہ الأئمۃ الثلاثۃ وفیہ روایتان عن أصحابنا" (شامی: کتاب القضاء۸،۱۰۷،ط:زکریا)۔

شہادت کے باب میں فقہاء کی جانب سے اس بات کی صراحت کہ شاہد قاضی کی مجلس میں موجود رہے، اس لیے کہ شہادت کے وقت ضروری ہے کہ شاہد کا چہرہ کھلا ہو اور قاضی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کا مشاہدہ کرے اور اگر قاضی ضرورت محسوس کرے تو اس سے جرح کرسکے، ظاہر ہے کہ قدیم زمانے میں اس عمل کے لیے شاہد کا قاضی کی مجلس میں جسمانی طور پر موجود ہونا ضروری تھا، اس کے بغیر قاضی کا شاہد کو دیکھنا اور اس سے جرح واستفسار کرنا ممکن نہ تھا، یہ طریقہ آج بھی اسلامی اور غیر اسلامی عدالتوں میں رائج ہے۔

اور ویڈیوکالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ کاروائی سے مجلس قضاء میں موجود ہونے کی یہ شرط فوت ہورہی ہے، قدیم فقہاء کے یہاں یہ کڑی شرط اس لیے رکھی گئی تھی کہ جد ید برقی اطلاعاتی انقلاب سے قبل ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی قاضی کی مجلس میں موجو در ہے بغیر راست طور سے اپنی بات قاضی کے سامنے رکھ سکے ،البتہ جدید عہد میں ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ کی مدد سے اب یہ آسان ہو گیا ہے کہ قاضی کی مجلس میں موجودگی کے بغیر ہی سیکڑوں اور ہزاروں میل کے فاصلے سےہر شخص راست طورپراپنی بات قاضی کے سامنے رکھ سکتا ہے،رفع الزام بھی کرسکتا ہے، قاضی جرح کرنا چاہےتو جرح بھی کرسکتا ہے ،تو جس طرح اقتصاد و معیشت جیسے زندگی کے نہایت حساس میدانوں میں ان ذرائع سے استفادہ کیا جارہا ہے، دارالقضاءکے باب میں بھی ان سے استفادہ کیا جائے تو گنجائش ہے۔

اس لئے کہ ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ میں انسان ہزاروں میل کے فاصلے پر ہوتے ہوئے بالکل آپ کے سامنے ہوتا ہے ، وہ آپ کو دیکھ اور سن سکتا ہے اور آپ کے سوالات کا جواب دے سکتا ہے ، گویا وہ مجلس ہی میں موجود ہے،اب , , Skype Imo اور Zoom جیسے Apps کی مدد سے ویڈیو کالنگ اور کانفرنسنگ عام ہے ، ان پر آن لائن کلاسیز، میٹنگس اور مباحثے و مکالمے سے عوام وخواص واقف و عامل ہیں، ایسے میں دارالقضاء کی کاروائی کے باب میں اگر ان سے استفادہ نہ کیا گیا اور اس سے احتیاط واجتناب برتا جاتا رہا توبہت سے عقود ومعاملات اور بہت سے مقدمات معرض التواء میں رہیں گے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت دارالقضاءکی کارروائی کے لئے اس کے استعمال کی گنجائش ہونی چاہئے۔

دو بڑے شبہات :

ویڈیو کالنگ اور ویڈیو کانفرنسنگ سے دارالقضاء کی کاروائی کے سلسلے میں دو بڑے اشکال ہوسکتےہیں :

۱) اس میں مجلس کی شر ط فوت ہورہی ہے ۔

۲) اس باب میں آج بھی دنیاوی عدالتوں میں جسمانی موجودگی کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔

(۱) غور کرنے سے معلوم ہوتا ہےکہ در اصل قدیم زمانے میں کسی کے سامنے ہونے کے لیے جسمانی وجود کے ساتھ موجود ہونا ضروری تھا ، قدیم زمانے میں یہ تصور ہی نہیں تھا کہ گواہ گواہی دے اور جسمانی اعتبار سے قاضی کی مجلس میں موجود نہ ہو، لیکن آج نہ صرف متصور ہے، بلکہ آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ ایک شخص ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے بھی ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ مجلس میں موجود ہوتا ہے اور اس سے بالکل اسی طرح بحث و مکالمہ ہوتا ہے، جس طرح پچھلے زمانے میں جسمانی وجود کے ساتھ شریک مجلسی شخص سے بحث و مکالمہ ہوتا تھا ، اب ایسے میں یہ اصرار کرنا نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ گواہی کے لیے بہرصورت گواہ کا جسمانی وجود کے ساتھ قاضی کی مجلس میں موجود ہونا ضروری ہے ، کیونکہ یہ ہر ایک کو پریشانی میں مبتلا کرنے والا مطالبہ ہے۔

(۲) اس کا مشاہدہ ملکی عدالتوں میں بھی ہورہا ہے، جس فریق کی جسمانی حاضری عدالت میں ممکن نہ ہو،یا اس کی حاضری سے اس کو ضررکا اندیشہ ہو،تو ان کو آن لائن ہی حاضرکیا جاتاہے، اوراب تو خود ہندوستانی عدالت عالیہ نے بھی اسے قانونی طور پر تسلیم کرلیا ہے ، چنانچہ جسٹس ایس این ویریوا اور جسٹس بی این اگروال پرمشتمل عدالتی بنچ نے ٹکنالوجی کی بڑھتی وسعت و ہمہ گیریت کے مد نظر ۲۰۰۳ ء میں ہی ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے بیرون ملک مقیم گواہوں کی گواہی کو قانونی طور پر تسلیم کرلیا تھا، (Criminal Procedure Code) کے سیکشن ۲۷۳ کی تعبیر وتشریح کرتے ہوئے عدالت عالیہ کے اس فیصلے میں یہ بات تاکید کے ساتھ کہی گئی ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ سے ثابت واقعہ مصنوعی نہیں حقیقی ہوتا ہے ، ویڈیو کانفرنسنگ سائنس اور ٹکنالوجی کی ایسی ایجاد ہے جس کی مدد سے طویل مسافت کے باوجود ایک شخص دوسرے کو اسی طرح دیکھ اور سن سکتا ہے اور اس سے باتیں کر سکتا ہے ، جیسے وہ اس کے رو برو بیٹھا ہو ، اپنے فیصلے میں عدالت عالیہ نے ممبئی ہائی کورٹ کو یہ آرڈر بھی دیا تھا کہ ڈاکٹر پرفل دیسائی اور ڈاکٹر اے کے مکھر جی کے خلاف امریکی ڈاکٹر ارنیسٹ گرین برگ کی گواہی ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ ریکارڈ کرے۔

(http://m.rediff.com/news/2003/apr/02sc.htm)

ہاں! یہ سچ ہے کہ آج بھی عدالتی امور میں ویڈیو کانفرنسنگ بہت عام نہیں ہوئی ہے اور مختلف وجوہات کے سبب اسے عدالتوں نے بالعموم تسلیم نہیں کیا ہے؛ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس کا وجودسرے سے ناپید ہو ، اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

لہذا یہاں دو آسان طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے ویڈیو کانفرنسنگ اور

ویڈیو کالنگ سے دارالقضاء کی کاروائی ممکن ہوسکتی ہے :

(۱) حضورمجلس کی قید اتفاقی سمجھیں ، چوں کہ قدیم عہد میں قاضی کے حضور اسی وقت مقدمہ پیش ہو سکتا تھا ، جب اس کی مجلس مینسب جسمانی طور پر موجود رہیں، اس لیے قدیم فقہاء کے یہاں یہ شرط ملحوظ تھی ، اب جب کہ جد یدٹکنالوجی کی مدد سے سب قاضی کی مجلس میں جسمانی طور پر موجود رہے بغیر ہی اپنا بیان دے سکتے ہیں، تو ایسے میں اب حضورمجلس کی رعایت ضروری نہ سمجھنی چاہئے، اس لئے کہ آج کل کورونا وائرس کی وجہ سے مجبوری ہے کہ لوگ ایک مجلس میں جمع نہیں ہوسکتے، حکومت کی جانب سے سخت پابندی ہے، پکڑے جانے کی صورت میں جرمانہ بھی عاید ہوتا ہے، تو دفع مضرت کے اصول کے پیش نظر اس کی گنجائش ہونی چاہئے، جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے: ‘‘الضرورات تبیح المحظورات’’ (الأشباہ والنظائر لابن نجیم۳۰۷، ط: دارالعلوم دیوبند)۔

اور ضرورت کی تفسیر فرماتے ہوئے علامہ جصاص رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:

‘‘الضرورۃ ہی خوف الضرر بترك الأكل إما على نفسہ أو على عضو من أعضائہ’’ (احکام القرآن للجصاص ۱؍۱۶۰، ط: دارالمصحف بالقاہرۃ)۔

(۲) مجلس کی شرط کو اب بھی ملحوظ رکھا جائے، لیکن حرج اور ضرورت کے پیش نظر مجلس کی توضیح میں توسیع کر دی جائے ، پہلے مجلس کا انعقاد جسمانی حضور سے ہی ہوتا تھا، اب جد یدٹکنالوجی کی مدد سے یہ برقی وجود سے بھی ممکن ہو گیا ہے ، لہذا قضاء کے باب میں مجلس قاضی کی شرط تو ملحوظ رہے ، البتہ اس مجلس میں عموم ہو، وہ مجلس جسمانی حضور اور برقی حضور دونوں کو شامل ہو ، جیسا کہ آج تعلیم ، تجارت، مکالمہ، مباحثہ ، مناقشہ وغیرہ کی دنیا میں یہی رائج ہے ، کہ لوگ مختلف مقامات پر ہوتے ہوئے بھی ایسے ہی ایک دوسرے کے رو برو ہوتے ہیں، جیسے ایک مقام پر ہوتے ہیں ، وہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے اور سنتے بھی ہیں، جانتے اور پہچانتے بھی ہیں ، ایک دوسرے کی تحسین و تنقید بھی کرتے ہیں اور تائید و تردید بھی کرتے ہیں ۔

لہذا جب جدید ذرائع ابلاغ انسانوں کی آسانی اور بھلائی کے لیے کار آمد ہوسکتے ہیں تو جہاں تک ہوسکے شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس سے ملنے والی سہولتوں سے استفادہ کرناچاہئے اور جس سے حرج اور ضرورت کا دفع ہوسکے وہ صورت اختیار کرنی چاہئے، البتہ جب ضرورت ختم ہوجائے تویہ شرط پھر عود آئے گی اور قاضی کی مجلس میں حاضری سب کے لئے ضروری سمجھی جائے گی۔

جواب : (۸.۷)

گوگل ایک انٹرنیٹ کمپنی ہے، جس کی ایک سائٹ یوٹیوب بھی ہے، گوگل کمپنی میں ایک اکاؤنٹ بنایا جاتا ہے، جب گوگل کمپنی اکاؤنٹ کی اپرول (اجازت) دیتی ہے، تو

پھر اس سائٹ پر آڈیو، ویڈیو، نعتیں، اسلامی بیانات اور ڈوکیومنٹری ویڈیو اپ لوڈ کیے جاتے ہیں، گوگل کمپنی والے اس پر اشتہار لگاتے ہیں او رجس کا اشتہار ہوتا ہے گوگل والے اس سے پیسے لیتے ہیں، تو ان پیسوں میں اپ لوڈ کرنے والے (جس کو گوگل کمپنی اکاؤنٹ کی اپرول دیتی ہے) کو بھی پیسے دیتے ہیں۔

تومعلوم ہونا چاہئے کہ یوٹیوب (You Tube) اور اس جیسے دیگر پلیٹ فارم گوگل کمپنی کی ویب سائٹ ہے اور ا س پر اشتہارات کے ذریعہ پیسے کمانے کا طریقہ وہی ہے جو ''گوگل ایڈسینس ''(Google Adsense) کا ہے او ر گوگل ایڈسینس کے ہی سارے قوانین کا اطلاق یوٹیوب پر بھی ہوتا ہے، صورت مسئولہ میں جس کاروباری صورت کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا تعلق زیادہ ترچوں کہ گوگل ایڈسینس سے ہے، لہٰذا پہلے ''گوگل ایڈسینس '' کے بارے میں جاننا ضروری معلوم ہوتاہے:

گوگل اپنے صارفین کو ایک سروس مہیا کرتا ہے، جس میں اگر کوئی شخص اپنے کاروبار، کمپنی یا ادارے کی انٹرنیٹ پر تشہیر کرانا چاہتا ہے تو گوگل اس معاملے میں اس کی اس ضرورت کو پورا کرتا ہے او رانٹرنیٹ پر مختلف ویب سائٹس پر اس کی تشہیر کرواتا ہے،مذکورہ صورت میں تین لوگ بنیادی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں؛اول: وہ جو اپنے ادارے، کاروبار یا کمپنی کی تشہیر کرانا چاہتے ہیں، دوم: گوگل، سوم: ویب پبلشر ، یعنی وہ شخص جس کی ویب سائٹ پر اشتہار چلتے ہیں، اب جو شخص اپنا اشتہار چلوانا چاہتا ہے، وہ گوگل سے رابطہ کرتا ہے اورگوگل اس سے ایک مخصوص رقم کے عوض ایک متعین مدت تک کا معاہدہ کرتا ہے، پھر گوگل وہ اشتہار ویب پبلشر کی ویب سائٹ پر چلاتا ہے او راسے فی کلک (اشتہار پر جتنی بار کلک ہو گا) یا بعض صورتوں میں امپریشن (ویب سائٹ پر رش اور اس پر لوگوں کی آمد) کے حساب سے پیسے دیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ Google AdSenseپروگرام دوفریقوں کے درمیان دلال (بروکر) کا کردار ادا کرتا ہے:

فریق اول: کمپنی یا ادارہ جس کی ویب سائٹ ہے،اور یہ کمپنی اپنی ویب سائٹ کے اشتہارات کیلئے گوگل کی پیڈایڈورٹائزنگ سروس استعمال کرنا چاہتی ہے ۔

فریق ثانی: مختلف سرگرمیوں کی حامل ویب سائٹس کے مالکان جو کہ گوگل کمپنی کے اشتہارات اپنی ویب سائٹس پر معاوضے کے بدلے میں دیتے ہیں۔

گوگل ایڈسینس کے مختصر تعارف کے بعد اب یہ جان لیں کہ ایڈسینس کا کام درج ذیل مفاسد کی وجہ سے درست نہیں ہے:

ایک یہ کہ ویب پبلشر کی اجرت مجہول ہے، یہاں اجرت اس بات پر ہے کہ ویب پبلشر اپنی ویب سائٹ پر اشتہار لگائے گا اور اس پر اسے پیسے ملیں گے، لیکن وہ پیسے متعین نہیں، بلکہ معلق ہیں اور وہ معلق اس بات پر ہیں کہ جتنے کلک ہوں گے، اتنے پیسے

ملیں گے، لہٰذا اجرت مجہول ہوئی، جس کی وجہ سے عقد جائز نہیں ہوا،یہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ گوگل اگر ویب پبلشر کی ویب سائٹ ایک متعین وقت کے لیے اجرت پر لے لیتا، مثلاً ایک ما ہ کے لیے اور اس پر اشتہار چلاتا، تو اجرت متعین ہو جاتی اور عقد کے عدمِ جواز کی یہ وجہ نہ بنتی، لیکن یہاں ایسا نہیں، بلکہ گوگل نے اجرت کو معلق کیا ہے کلک کے ساتھ اور وہ مجہول ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہےکہ بسا اوقات اجرت متعین نہیں ہوتی، بلکہ فی صد کے اعتبار سے مقرر ہوتی ہے، جو کہ دلالی کی صورت ہے کہ جتنے گاہک لاؤ گے، اتنے فی صد کے حق دار ہونگے، لہٰذا اگر دلالی کی صورت یہاں بھی ہو تو عقد جائز ہوسکتا ہے، لیکن یہاں دلالی کی صورت بھی ممکن نہیں، کیوں کہ گوگل نے دلالی سے بھی منع کیا ہے کہ ویب پبلشر کسی کو اپنی ویب سائٹ پر لگے اشتہار پر کلک کرنے کا کہہ نہیں سکتا کہ تم میری ویب سائٹ پر لگے اشتہار کو کلک کرو، لہٰذا دلالی کی صورت بھی یہاں نہیں ہوسکتی، جیسا کہ اس کے قوانین میں درج ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے :

ناشرین (Publishers) اپنے اشتہارات پر کلک نہیں کرسکتے ہیں، نیز Like بڑھانے یا کلک بڑھانے کے لئے دوسرا کوئی مصنوعی طریقہ استعمال نہیں کرسکتے ۔

توچونکہ گوگل نے اپنی ویب سائٹ پر اس بات کی وضاحت کی ہوئی ہے کہ ویب پبلیشرنہ خود اس اشتہار پر کلک کرسکتا ہے ،نہ اورروں کو اپنی ویب سائٹ پر کلک کرنے کی ترغیب دے سکتاہے،اورنہ ہی آگے کسی کو کلک کرنے کا ٹھیکہ دے سکتا ہے ،اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ ویب پبلشردلال کے طورپر کام نہیں کرسکتا۔

تیسری بات یہ کہ اجرت کے معاملے میں بھی گوگل نے یہ پابندی لگائی ہے کہ ویب پبلیشر کو اجرت اس وقت دی جائے گی جب اس کی اجرت سو(۱۰۰) ڈالر سے تجاوز کرگئی ہو، اگر نوے ڈالرکاکام کیا ہوگا تو گوگل اسے اس وقت تک پیسے نہیں دے گا، جب تک اس کے سوڈالر مکمل نہیں ہوجاتے، یہ شرط عقد کے منافی ہے اور اس قسم کی شرط کے ساتھ کیا جانے والا عقد درست نہیں۔

اس لئے کہ شرعا ایسے معاملات میں درستگی کے لئے ضروری ہےکہ اجرت معلوم اور متعین ہو،مثلاً یہ کہ فلاں کام کی اجرت اتنے روپئے ہوگی،اسی طرح مدت بھی متعین ہونی چاہئے۔

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:''وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين؛ لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة'' (الدر المختار، كتاب الاجارة ۷،۹،ط:زكريا) ۔

شیخ وہبہ زحیلی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:''أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوما علماً يمنع من المنازعة، فإن كان مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة لا يصح العقد؛ لأن هذه الجهالة تمنع من التسليم والتسلم، فلا يحصل المقصود من العقد.والعلم بالمعقود عليه يكون

ببیان محل المنفعة وبیان المدة وبیان العمل في استئجار الصناع والعمال" (الفقہ الاسلامی وادلتہ:القسم الثالث العقود،الفصل الثالث عقد الایجار۴،۵۳۰، ط:الھدی انترنیشنل ، دیوبند)۔

تومعلوم ہواکہ ۱۰۰ڈالرکی شرط عقد کے تقاضے کے خلاف ہے ،مذکور شخص اجرت مثل اور اجرت مقررہ میں سے جو بھی کم ہو اس کا حقدار ہونا چاہئے،ہندیہ میں ہے:

‘‘وإن تکاراھا إلی بغداد علی أنھا أن بلغتہ بغداد فلہ أجر عشرة دراھم وإلا فلا شیئ لہ، فالإجارة فاسدة وعلیہ أجر مثلھا بقدر ما سار علیھا،کذا فی المبسوط

فالفاسد یجب فیہ أجر المثل ولا یزاد علی المسمی إن سمی فی العقد مالا معلوما، وإن لم یسم، یجب أجر المثل بالغا ما بلغ، وفی الباطل لا یجب الأجر" (کتاب الاجارة،الباب الخامس عشر،الفصل الثانی فیما یفسد العقد فیہ لمکان الشرط، و الفصل الاول فیما یفسد العقد فیہ ۴،۴۴۳، ط: مکتبہ زکریا)۔

اس میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں چوں کہ ویڈیواشتہارات ہوتے ہیں، جس میں عموما جان دار کی تصویر ہوتی ہے، جوکہ حرام ہے،اس لئے ضروری ہے کہ ایک مسلمان خود ایسے ویڈیو یا تصاویر مواد کے طورپر تیار کرنے سے بچے،جس میں جاندار ،ذی روح کی تصاویر ہوں،ہاں! قدرتی مناظر اور بے جان چیزوں کی تصاویر یا ویڈیو تیار کرے تو اس کی اجازت ہے،جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

‘‘عن سعید ابن أبی الحسن قال: جاء رجل إلی ابن عباس،فقال : إنی رجل أصور ھذہ الصور فافتنی فیھا، فقال لہ:ادن منی، فدنا منہ، ثم قال:ادن منی فدنا حتی وضع یدہ علی رأسہ؛ قال انبئك بما سمعت من رسول اللہ ﷺ یقول : کل مصور فی النار یجعل لہ بکل صورة صورھا نفسا فتعذبہ فی جھنم. وقال : إن کنت لابد فاعلا فاصنع الشجر وما لا نفس لہ" (صحیح مسلم:کتاب اللباس والزینۃ، با ب تحریم تصویر صورة الحیوان، رقم الحدیث : ۲۱۱۰،۹۹،ص:۵۴۳،ط: بیت الافکار الدولیہ، الاردن) اس سےتصویر کی حرمت اور اس کی شناعت و قباحت کا پتہ چلتا ہے۔

اور اگر جس نے ویڈیویا آڈیوبناکر یوٹیوب پر ڈالاہو ،اس نے اگرچہ اپنی ویڈیو میں جان دار کی تصاویر نہ ڈالنے کا اہتمام کیا ہو، لیکن یوٹیوب والے اشتہار ڈالتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھتے؛ لہذا ایک تو شروع میں گوگل سے کیاجانے والا عقد بھی درست نہیں اور پھر بعد میں چونکہ ویڈیواشتہارات بھی خلاف شرع ہوں گے، یہ مزید اس عقد اور اس کے ذریعہ آمدنی حاصل کرنے کے مفاسد میں سے ہے، لہذا سوشل میڈیا پر اپ لوڈکرنے والے کے لیے گوگل کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کرنا اور اس پر پیسے لینا مفسدِ عقدِ شرائط پائے جانے کی وجہ سے جائز نہیں اور اس سے مکمل اجتناب کرنا ضروری ہے ۔

البتہ سوال میں ذکر شدہ عقد کو ‘‘جُعالہ " [ایسا مالی معاوضہ جو کسی مبہم چیز پر ملے] بھی کہا جاسکتاہے،جو کہ شرعی طورپر درست ہے، بشرطیکہ یہ اشتہارات حرام

امور پر مشتمل نہ ہوں ، یا اس میں کسی قسم کی حرام کاموں کیلئے معاونت نہ ہو۔

جائز ''جعالہ ''کیلئے فقہائے کرام نے جو صورتیں ذکر کیں ہیں ان میں سے یہ ہے کہ : کوئی شخص کہے کہ : ''جو میرا اونٹ تلاش کرکے لائے گا ، اسے میں اتنا مال دونگا '' اور ''جعالہ '' کے جائز ہونے کی دلیل فرمان باری تعالی ہے: (وَلِمَن جَاء بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَاْبِهِ زَعِيم) (یوسف: ۷۲)(اور جو کوئی بھی گم شدہ [پیالہ]لائے گا، اسے ایک اونٹ پر لداہوا مال ملے گا، اور میں اس کا ضامن بھی ہوں)۔

مسلمانوں کا اس کے جائز ہونے پر اجماع بھی ہے ، متعدد اہل علم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، جن میں ابن قدامہ رحمہ اللہ بھی ہیں، وہ ''المغنی'': (۲۰،۶) میں رقمطراز ہیں: ''ہمیں اس بارے میں کسی کی مخالفت کا علم نہیں ہے''۔

حقیقت میں ''جعالہ'' بھی اجارہ ہی کی ایک قسم ہے، لیکن ''جعالہ '' کیلئے اتنی گنجائش دی جاتی ہے جو عام طورپر اجارہ میں نہیں دی جاسکتی، چنانچہ ''جعالہ '' میں عقد شدہ کام کے بارے میں ابہام قابل قبول ہوتا ہے ،جیسے کہ گم شدہ اونٹ کی مثال میں ہے، کیونکہ اونٹ کم یا زیادہ جدوجہد ہر دوصورت میں مل بھی سکتاہے ،اور نہیں بھی ۔

اجارہ اور جعالہ کے درمیان تھوڑاسا فرق ہے ،جعالہ ایسا عقد ہے جس میں غرر برداشت کرلیا جاتاہے،اسی طرح عمل اور مدت کی جہالت کے باوجود جعالہ درست ہوجاتاہے، اجارہ میں یہ گنجائش نہیں ہے،جعالہ میں پیشگی اجرت کی شرط قبول نہ ہوگی، جبکہ اجارہ میں یہ شرط عائد کی جاسکتی ہے، جعالہ عقد جائز غیر لازم ہے ،اس لئے قابل فسخ بھی ہے،جبکہ اجارہ عقد لازم ہے، اسی لئے قابل فسخ نہیں ہے، جعالہ غیر معین عامل کے ساتھ بھی صحیح ہے، جبکہ اجارہ میں اس کی گنجائش نہینہے، شیخ وہبہ زحیلی صاحبؒ فرماتے ہیں:

''أوجہ الاختلاف بين الجعالۃ والإجارۃ:

تختلف الجعالۃ عن الإجارۃ من خمسۃ وجوہ ہي:

۱) تصح الجعالۃ مع عامل غير معين ، ولا تصح الإجارۃ مع مجہول.

۲) تجوز الجعالۃ على عمل مجہول ، أما الإجارۃ فلا تصح إلا على عمل معلوم .

۳) لايشترط في الجعالۃ قبول العامل لأنہا تصرف بإرادۃ منفردۃ، أما الإجارۃ فلا بد من قبول الأجير القائم بالعمل لأنہا عقد بإرادتين.

۴) الجعالۃ عقد جائز غير لازم، أما الإجارۃ فہي عقد لازم، لا يفسخہا أحد العاقدين إلا برضا الاٰخر.

۵) لايستحق الجعل في الجعالۃ إلا بالفراغ من العمل، ولو شرط تعجيلہ فسدت، وفي الإجارۃ يجوز اشتراط تعجيل الأجرۃ'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ: القسم الثالث العقود، الفصل الرابع الجعالۃ او الوعد بالجائزۃ۴،۵۸۶، ط: الہدی انترنیشنل، دیوبند)۔

بالکل اسی طرح صورت مسئولہ میں ہے، کیونکہ آپ کو نہینمعلوم کہ کتنے لوگ اس اشتہار کو دیکھ کر کلک کریں گے، چنانچہ اگر آپ کو ہر کلک کے بدلے میں مالی معاوضہ معین کرکے بتلادیا گیاہے تو اس میں شرعی طورپر کوئی ممانعت نہیں ہے، لیکن ساتھ میں ان اشتہارات کے بارے میں جانچ بڑتال ضروری ہے، تاکہ حرام چیزوں کے اشتہارات کو ترویج نہ دی جائے، اورحرام چیزوں کے اشتہارات ہونے کی وجہ سے یہ حرام کاموں میں داخل ہوجائے گا ،لہذا اس پر معاوضہ لینا بھی حرام ہوگا، کیونکہ فرمان باری تعالی ہے کہ: (وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الإثم والعُدْوانِ) (المائدۃ: ۲) (گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد مت کرو)۔

اس لئے اتنا خیال ضرور کرنا ہوگا کہ شریعت سے متصادم اعلانات کو روکیں، اور اگر ایسا نہ کرپائیں اور شریعت سے متصادم اعلانات پھر بھی آپ کی ویب سائٹ پر نمودارہوں تو اس سروس کو چھوڑ دینا ہی مناسب معلوم ہوتاہے،کیونکہ پھر ویب سائٹ کے مالک حرام کاموں کی ترویج میں شریک ہوجائیں گے جس سے بچنا بھی ضروری ہے۔

علامہ وہبہ زحیلی صاحبؒ تحریرفرماتے ہیں:

‘‘أن تكون المنفعة المعقود عليها مباحة شرعاً:كاستئجار كتاب للنظر والقراءة فيه والنقل منه، واستئجار دار للسكنى فيها، وشبكة للصيد ونحوها.

يتفرع على هذاالشرط أنه باتفاق الفقهاء:لايجوز الاستئجار على المعاصي كاستئجار الإنسان للعب واللهو المحرم وتعليم السحر والشعر المحرم وانتساخ كتب البدع المحرمة، وكاستئجار المغنية والنائحة للغناء والنوح، لأنه استئجار على معصية، والمعصية لاتستحق بالعقد. أما الاستئجار لكتابة الغناء والنوح فهو جائز عند الحنفية فقط؛ لأن الممنوع عنه نفس الغناء والنوح، لاكتابتهما. فالقاعدة الفقهية إذن: أن ‘‘الاستئجار على المعصية لا يجوز’’ (الفقہ الاسلامی وادلتہ۴،۵۳۶،۵۳۷،ط: الہدیٰ انٹرنیشنل،دیوبند)۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

‘‘جعالہ یہ ایک مستقل عقد ہوتاہے جو اجارہ سے مختلف ہے۔

جعالہ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس میں نہ تو کوئی مدت مقرر ہے، نہ کوئی عمل مقرر ہے؛ بلکہ عمل کے نتیجے پر اجرت دی جاتی ہے ،مثلا کسی شخص کا غلام بھاگ گیا، پتہ نہیں وہ کہاں ہے؟ اس نے کسی شخص سے کہا کہ اگر تم میرے غلام کو میرے پاس لے آئوتو تمہیں اتنی اجرت دوں گا، اب غلام کب آئے گا؟ کتنی دیر لگے گی؟ کتنی محنت کرنی پڑے گی؟ یہ سب کچھ مجہول ہے، ملے گا یا نہیں ملے گا؟ ہوسکتا ہے چھ مہینے تلاش کرتارہے ،لیکن وہ نہ ملے اور ہوسکتاہے کہ کل مل جائے، ہوسکتاہے کہ بہت محنت کے باوجود نہ ملے اور ہوسکتا ہے کہ گھر سے باہر نکلے اور مل جائے، تو نہ عمل کی تعیین ہے،نہ مدت کی تعیین ہے، مدار اس پر ہے کہ جب عمل مکمل ہوجائے گا تو پیسے ملیں گے ،ورنہ نہینملیں گے، اس کو جعالہ کہتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کا مسلک:

ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالکؒ،امام شافعیؒاور امام احمد بن حنبلؒ یہ تینوں حضرات جعالہ کو جائز کہتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک :

امام ابوحنیفہؒ کی طرف یہ منسوب ہے کہ وہ جعالہ کو جائز نہیں فرماتے ،کیونکہ یہ اجارہ کی شرائط پر پورا نہیں اترتا۔

لیکن مجھے ایسا لگتاہے کہ ایسی کوئی صراحت موجود نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہو کہ جعالہ حرام ہے، البتہ جعالہ کے جواز پر بھی ان کی کوئی روایت موجود نہیں ہے، اس واسطے لوگوں نے یہ سمجھا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جعالہ جائز نہیں۔

سمسار کو بھی جعالہ کے اصول پر قیاس کیا، چونکہ سمسرۃ میں بھی نہ عمل متعین ہے اورنہ مدت متعین ہے؛ بلکہ یہ کہا کہ جب تم مشتری تلاش کرکے لائوگے تو اجرت ملے گی،یہ بھی جعالہ کی ایک شکل ہے ،اور جعالہ کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ سے کوئی روایت نہیں ہے ، اس واسطے کہا گیا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ عقد جائز نہیں اور علامہ عینیؒ نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسا کرنا درست نہیں۔

اس کے بارے میں میں نے عرض کیا کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ اس بارے میں امام ابوحنیفہؒسے کوئی نفی کی بات ثابت نہیں ہے ،لیکن اثبات کی بھی کوئی روایت نہیں ہے،اس واسطے ان کی طرف عدم جواز کی نسبت کی جاتی ہے، ورنہ دلائل کے نقطہ نظر سے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ ''ولمن جاءبہ حمل بعیر'' کی روشنی میں جعالہ کا جواز واضح ہے، اسی واسطے متاخرین حنفیہ نے سمسرۃ کی اجرت کو جائز قرار دیا ہے (اسلام اور جدید معاشی مسائل : دلالی کی اجرت ۲،۱۹۹-۱۹۸، ط: فیصل بکڈپو ،دہلی)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں لکھا ہے :

''القیاس عدم جواز عقد الجعالۃ لما فیہ من الغرر، لجہالۃ العمل وجہالۃ الأجل، حیث إن العامل یستحق الجعل بعد فراغۃ من العمل، وہو وقت مجہول، إلا أنہ جوز استثناءً للحاجۃ إلیہ، قال ابن رشد:ہو فی القیاس غرر إلا أن الشرع قد جوزہ'' (الموسوعۃ الفقہیہ: مادہ: غرر ۳۱،۱۵۹، ط: وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ،الکویت)۔

جواب : (۹)

ویڈیو گیمز جو کہ مغربی ممالک کے بعد اب ہمارے ملک میں بھی رواج پذیر ہیں،اس کو کھیلنے اور دیکھنے والوں کے مشاہدہ سے جہاں تک پتہ چلا اور حقیقت معلوم ہوئی وہ یہ کہ یہ کھیل چندوجوہات سے شرعاً جائز نہیں:

(۱) اس کھیل میں دینی اور جسمانی کوئی فائدہ مقصود نہیں ہوتا ،اور جوکھیل ان دونوں مقاصد سے خالی ہووہ جائز نہیں، اس لئے کہ شریعت میں ان ہی کھیلوں کی اجازت

دی گئی ہے جس میں کوئی دینی اور جسمانی فائدہ مقصود ہو۔

''عن عبداللہ بن عمر رضي اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ ''سَابَقَ بالخَيْل التِّي قَدْ أُضْمِرَتْ مِنَ الحَفْياءِ وكَانَ أمدُهَا ثَنِيَّةَ الوَدَاع وسَابَقَ بَينَ الخَيْل التي لَمْ تُضمَرْ مِن الثَّنِيَّة إلَى مَسجِدِ بَنِي زُرَيْق وكان ابْنُ عُمرَ فِيمَن سَابقَ بِهَا'' (رواہ البخاري في كتاب الجہادوالسير، باب غاية السِّباق للخيل المُضْمَرَة ،رقم: ۲۷۱۵(۹۶۸،۲)، ورواہ مسلم في كتاب الامارة ، باب المسابقة بين الخيل وتضميرہا ، رقم: ۱۸۷۰(۱۴۹۱،۳)).

''ففی الحدیث مشروعیۃ المسابقۃ وأنہ لیس من العبَثِ ، بل من الریاضۃ المحمودۃ الموصلۃ إلی تحصیل المقاصد في الغزو والانتفاع بہا عند الحاجۃ'' (فتح الباري لابن حجر العسقلاني ۱۶۴،۶، احکام المسابقات : ص:۳۰،ط: دارالنفائس ،الأردن)۔

''وأما المسابقۃ بعوض فلا تجوز إلا بین الخیل والإبل ورمی لماسنذکرہ إن شاءاللہ تعالی واختصت ہذہ الثلاثۃ بتجویز العوض فیہا لأنہا من آلات الحرب المأمور بتعلمہا وإحکامہا والتفوق فیہا وفی المسابقۃ بہا مع العوض مبالغۃ فی الاجتہاد فی النہایۃ لہا والأحکام لہا وقد ورد الشرع بالأمربہا والترغیب فی فعلہا، قال تعالی:(وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ) (الأنفال: ٦٠) ''(المغنی لابن قدامۃ: الجزء الثامن، ص: ۶۵۲، ط: مکتبۃ ابن تیمیۃ ،القاہرہ)۔

(۲) اس میں وقت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے اور ذکراللہ سے غافل کرنے والا ہے، حتی کہ نماز جیسی اہم عبادت سے بھی غفلت برتی جاتی ہے، یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں تراویح چھوڑ کر اس کھیل میں منہمک رہتے ہیں۔

''كثير من مباريات كرة القدم تكون سببا في تضييع فرائض الصلاة، سَوَاءٌ من قبل المشاہدين أو اللاعبين، ومن شرط إباحة السَّبْقِ عدم تسبُّبِہ في إضاعة فرض من الفرائض''(انظر المغني لابن قدامة ۱۵۷،۱۴،احکام المسابقات:ص: ۲۸۱،ط: دارالنفائس ، الأردن)۔

(۳)ایک بڑانقصان یہ ہے کہ اس کھیل کی عادت پڑجانے کے بعد چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔

(۴) بعض گیم تصویر اور فوٹوپر مشتمل ہوتے ہیں اور تصاویر واضح اور نمایاں ہوتی ہیں جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔

(۵) اس کھیل سے بچوں کو دلی فرحت اور لذت حاصل ہوتی ہے جبکہ ناجائز چیزوں سے لذت حاصل کرنا بھی شرعًا حرام ہے ، علاوہ ازیں اس سے بچوں کا ذہن خراب ہوتا ہے اور اس سے بامقصد تعلیم میں خلل واقع ہوتاہے،پھر بچوں کو پڑھائی اور دوسرے فائدے والے کاموناور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں دلچسپی نہیں رہتی ، ان مذکورہ وجوہات کی بناء پر یہ کھیل اس ارشادباری کا مصداق ہے :

''ومن الناس من یشتری لہو الحدیث ....''(سورۂ لقمان: ۶)۔

(بعض لوگ اپنی جہالت سے کھیل تماشے اختیار کرتے ہیں اور اس میں پیسے خرچ

کرتے ہیں؛ تاکہ اللہ تعالی کی راہ سے لوگوں کو بھٹکادیں اور جولوگ دین کی باتوں کو کھیل تماشابناتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے اہانت والا عذاب ہے)۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مذکورہ آیت مبارکہ ''لہو الحدیث ''کی تفسیر میں فرماتے ہیں :ہر وہ چیز مراد ہے ؛ جو اللہ تعالی کی عبادت اور اس کی یاد سے ہٹانے والی ہو، مثلا فضول لہوولعب، فضول قصہ گوئی،ہنسی مذاق کی باتیں اور واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ۔

واضح رہے کہ مذکورہ آیات کا شان نزول اگرچہ خاص ہے ؛ مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام رہے گا، یعنی جو کھیل فضول اور وقت وپیسہ ضائع کرنے والا ہے وہی آیت مذکورہ کی وعید میں داخل ہے ،چونکہ ویڈیو گیم میں یہ ساری قباحتیں موجود ہیں، اس لیے یہ گیم ناجائز ہے، اس میں وقت اور پیسہ لگانا بھی ناجائز ہے ۔

''لایجوز علی الغناء والنوح والملاہي؛ لأن المعصیۃ لایتصور استحقاقہا بالعقد، فلا یجب الأجر'' (تبیین الحقائق، باب الاجارۃ الفاسدۃ۶؍ ۱۱۸-۱۱۹،ط: بیروت)۔

''وعلی ہذا یخرج الاستئجار علی المعاصي أنہ لا یصح؛ لأنہ استئجار علی منفعۃٍ غیر مقدورۃ الاستیفاء شرعاً، کاستئجار الإنسان للللعب واللہو، وکاستئجار المغنیۃ والنائحۃ للغناء والنوح الخ'' (بدائع الصنائع :کتاب الاجارۃ۴؍۳۹،ط: زکریا)۔

اور رہا یہ کہ اس کو انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بناناتوجب اس کو کھیلنا ہی جائز نہیں تو اس سے حاصل ہونے والا انعام کیسے جائز ہوگا؟

دوسری بات یہ کہ اس میں لاٹری کی صورت معلوم ہورہی ہے، اس لئے کہ اس کو کھیلنے کے لئے پہلے نیٹ کارچارج کرانا ہوگا،گویا مقابلہ میں حصہ لینے کے لئے پہلے چارج اور فیس دینی ہوگی، جو کہ لاٹری کے ٹکٹ کو خریدنے کے مانند ہوا، پھر اس کے بعد جو جیتے گا اس کو انعام دیا جائے گا، اس لئے یہ معاملہ جوئے کے دائرہ میں آکر ناجائز ہونا چاہئے ۔

''إن السبق قد یکون بعوض وقد یکون بغیر عوض، فإن کان بغیر عوض فلا یتصور دخول القمار فیہ لغیاب عُنصر المال فیہ، أما إن کان السبق بعوض فإنہ یتصور وجود معنی القمار فیہ، وذلک في حالۃ ما إذا أخرج کلا الشخصین أو الفریقین عِوَضًا ولم یدخلا بینہما محللاً، لأن کلا المتسابقین دخلا علی أن یغنما أو یغرما علی حدٍّ سواء.

قال الزرکشي: ''الفاصل بین المسابقۃ الشرعیۃ والقمار أن المقامر یکون علی خطر من أن یغنم أو یغرم بخلاف المسابق، فعلی ہذا إذا کان الجعل منہما ولم یدخلا محللاً لم یجز لوجود معنی القمار فیہ وہو الخطر في کل واحد منہما'' (شرح الزرکشي علی مختصر الخرقي ۵۹؍۷ ، أحکام المسابقات: ۵۸،۵۹،ط: دارالنفائس ،الأردن)۔

علامہ ابن سیرین سے مروی ہے: ''کل شیئ فیہ خطر فہو من المیسر انتہی'' (من

الروح ملخصاً)۔

امام جصاص فرماتے ہیں: ''لاخلاف بین أہل العلم فی تحریم القمار'' (احکام القرآن للتھانوی ۳۹۳،۱، ادارۃ القرآن، کراچی)۔

حدیث شریف میں ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے: ''من حسن إسلام المرء ترکہ مالایعنیہ'' (سنن الترمذي، ابواب الزہد ۵۸،۲، رقم الحدیث : ۲۳۱۷)۔

جواب: (۱۰)

کسی شخص کو اس کی اجازت کے بغیر گروپ میں شامل کرنے کے سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ شخص اس سے بے تکلف ہے یا اس کو یہ علم ہے کہ اگر اس کو گروپ میں شامل کیا جائے گا تو اسے ناگواری نہیں ہوگی یا اس پر اس کو خوشی ہوگی، تو ایسے شخص کو اس کی اجازت کے بغیر شامل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے، البتہ اگر کسی اجنبی کو یا جس سے بے تکلفی نہیں ہے اس کو یا ایسے شخص کو جس کے بارے میں معلوم ہے کہ اگر اس کو اس کی اجازت کے بغیر شامل کیا گیا تو اس کو ناگواری ہوگی،تو ایسے لوگوں کو بغیر اجازت کے شامل نہیں کرنا چاہئے ۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''اَوْ صَدِیْقِکُمْ''(النور: ۶۱)۔

''ثم إن نفي الحرج في الأكل المذكور مشروطٌ بما إذا علم الآكل رضا صاحب المال بإذن صريح، أو قرينة؛..... لأن تخصيص ہؤلاء لإعتياد التبسط بينہم'' (روح المعاني۲۲۰،۱۸، ط: دارالتراث، بیروت) ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، والمؤمن من أمِنہ الناس علی دمائہم وأموالہم'' (سنن الترمذي: أبواب الایمان، باب ماجاء المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۹۰،۲، رقم الحدیث: ۲۶۲۸، صحیح البخاري: کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون الخ ۶،۱، رقم الحدیث: ۱۰)۔

جواب : (۱۱)

اہم اور مقبول کتابوں کی PDFکو مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر سوشل میڈیاپرڈالنا اور موبائل اور انٹرنیٹ پر اس کی نشرواشاعت کرنے کے سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ تصنیفات دوقسم کی ہوتی ہیں:

(۱) ایک قسم جو خالصۃً دنیوی اور عصری علوم سے متعلق ہوتی ہے۔

(۲) دوسری قسم میں وہ تصنیفات آتی ہیں جن میں خالصۃً دینی علوم وفنون مثلا تفسیر، حدیث، فقہ، اور اصلاحی مضامین درج ہوتے ہیں۔

پہلی قسم کی تصنیفات کا مقصد صرف دنیوی مفاد کو حاصل کرنا ہوتاہے کہ مصنف اپنی ذہنی اور دماغی صلاحیتوں کو کام میں لاکر دین رات محنت شاقہ کرتے ہوئے کوئی تحقیقی تصنیف کو وجود میں لاتا ہے اور اس سے اس کی مالی منفعت اور تجارتی اغراض

بھی وابستہ ہوتے ہیں، کہ وہ کتاب کی طباعت واشاعت میں غیر معمولی اخراجات کرکے اس کو معرض وجود میں لاتاہے، تو وہ اپنی اس محنت اور ظاہری آراستگی کا عوض طلب کرسکتاہے، اور اس کے حقوق طبع کو محفوظ کرسکتاہے، لہذا اس کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ اس کی PDFکو مصنف یا ناشرکی اجازت کے بغیر سوشل میڈیا پر ڈالے اور اس کی نشر واشاعت کرے؛تاکہ اس سے اسے کوئی معاشی نقصان نہ پہونچے۔

دوسری قسم کی تصنیفات جو خالص دینی علوم وفنون سے متعلق ہوتی ہیں،ان کی PDFکو مصنف یا ناشر کی اجازت کے بغیر شوشل میڈیا پر ڈالنا اور اس کی نشر واشاعت کرنے کی اجازت ہونی چاہئے ؛کیونکہ اس کا مقصد عام طورپر افادہ عامہ ہوتا ہے، یعنی لوگ اس سے استفادہ کریں، اس کو پڑھیں، اور علوم دین اور اس کی اشاعت شرعًا مطلوب بھی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے :

''بلّغوا عنِّی ولو اٰیۃ'' (بخاري: باب ذكر عن بنی اسرائيل ، رقم الحديث: ۳۴۶۱) ۔

اور'' لِیبلّغ الشاہدُ الغائبَ'' (البخاری:باب لیبلغ العلم الشاہد الغائب، رقم الحدیث: ۱۰۵)۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

''اور اگر غورسے دیکھا جائے تو دورحاضر کی عالمگیر بے چینی واضطراب کہ اس میں نہ کوئی فقیر وغریب مطمئن نظر آتا ہے نہ امیر وکبیر اور تحصیل مال کے لیے ہزاروں جائز وناجائز طریقے ہرروز ایجاد ہوتے ہیں، اس کا بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ شریعت اسلامیہ نے جن ذرائع آمدنی کو وقف عام کیا تھا اور وہ عامۃ الناس کا حقِّ مشترک تھے ان کو سرمایہ پرست حکومتوں اور ان کے اعوان وانصار نے یا خود قبضا لیا، یا ان کو تجارت کی منڈی بنادیا کہ جوان کو ٹیکس اداکرے وہ اس کا مالک ہے ''(جواہر الفقہ ۲،۳۳۱،ط: مکتبہ تفسیر القرآن ،دیوبند)۔

حضرت کی عبارت میں غور کریں کہ تفسیر وحدیث ،فقہ وفتاوی وغیرہ خالصۃً دینی کتابوں کو بھی دنیاوی مفادات کے حصول کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے اور بقول حضرت حسن بصریؒ کے کہ قلب عالم کو موت کے منہ میں دھکیلنے کی کوشش کی گئی ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ :عالم کی سزا اس کے دل کی موت ہے، پوچھا گیا: دل کی موت کیاہے؟ فرمایا: عمل آخرت سے طلب دنیا ۔

مصنف نے اپنی دینی صلاحیتوں کو بروئے کارلاتے ہوئے علمی سمندر میں غوطہ لگاکر موتی نکالنے کی جو سعی مسعود کی ہے اس کا مقصود رضائے الٰہی اوردین حقہ کی اشاعت وتبلیغ ہے، تو حق تصنیف جتلاکر اس کی بلامعاوضہ اشاعت میں رکاوٹ بننا مناسب نہیں، اس کے لئے نہ شہادت حق کا کتمان جائز ہے اورنہ علم دین کے پھیلائو اور تبلیغ میں مفید بننے والی چیزوں میں رکاوٹ بن کر ''منّاع للخیر'' کے زمرہ میں شامل ہونا جائز ہے۔

لہذا دینی کتاب کی پی ڈی ایف بناکر شائع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے ، اور اس سے کتاب کی اشاعت میں بھی شاید فرق نہ آتاہو، بلکہ شاید اضافہ ہو،کیونکہ پی ڈی ایف اور کتاب کے قارئین میں فرق ہوتاہے، قارئین کو پی ڈی ایف پر وہ مزہ نہیں آتا جو اصل کتاب کے مطالعہ میں آتاہے، وہ حضرات پی ڈی ایف پر سرسری مطالعہ کرکے اصل کتاب کے خریدنے پر مجبور ہوتے ہیں، گویا پی ڈی ایف ان کے لئے اشتہار کا کام کرتی ہے، اس سے ان طلبہ کو بھی بڑا فائدہ ہوتا ہے جو کتاب کے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے ،اب وہ سیکڑوں کتابیں اپنے موبائل میں لئے پھرتے ہیں،کتنے ایسے نوجوان بھی دیکھے گئے ہیں کہ اگر پی ڈی ایف کی شکل میں انہیں دینی کتاب میسر نہ ہوتویہ موبائل اور انٹر نیٹ کا جال انہیں شیطان کی شیطانیوں میں الجھا کر رکھ دیں گے،نیز کتنے ہی علمی ودعوتی کام ایسے ہوتےہیں جن کی بنیاد یہ پی ڈی ایف ہی بنتی ہیں، کتنی ایسی کتابیں ہوگی جن کی ہارڈکاپی(مطبوعات) نے بیرون ملک کی شکل بھی نہ دیکھی ہوگی،جبکہ پی ڈی ایف کی وجہ سے دنیا کے دور دراز علاقوں تک وہ کتاب دستیاب ہوجاتی ہے۔

لیکن ناشرین ،مصنف یا ناشر نے زرکثیر صرف کیاہے تو ان کا بھی زیادہ نقصان نہ ہواور دینی کام بھی جاری رہے، اس لئے کوئی ایسی راہ نکالی جائے کہ ان کی حق تلفی بھی نہ ہو اور علم کی اشاعت بھی اس طرح ہوتی رہے، اس کی ایک صور ت یہ ہوسکتی ہے کہ کتاب کی طباعت کے بعد کچھ عرصہ کے لئے مثلا دوتین سال کے لئے پی ڈی ایف پر روک لگائی جائے ، بعدہ اجازت دے دی جائے ۔

المختصر اشاعت دین کی نیت سے مصنف یا ناشر کی اجازت کے بغیر پی ڈی ایف بناکر شائع کرنا یہ جائز ہونا چاہئے، لیکن مادی منفعت اور حصول دنیا کے لئے اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، ایک حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

‘‘من تعلم علماً مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ إلا لیصیب بہ عرض الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیامۃ یعنی ریحہا’’ (مشکوۃ المصابیح: کتاب العلم ۳۴،۱، ط: التھانوی، دیوبند)۔

جواب : (۱۲)

سوشل میڈ یا سے جہاں علم و معرفت کے دروازے کھلے اور معلومات کا حصول آسان ہوا ہے، اسی طرح اس نے عریانیت و بے حیائی کادر وازہ بھی کھولا اور راحت پسندی کو بھی ہوا دی ہے، آج بدکاریوں، جرائم اور اس جیسی منفی باتوں میں جو بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے،وہ اسی کی مرہون منت ہے، دوسری طرف اہل علم اس کے ذریعہ بحث وتحقیق کے میدان میں بھر پور استفادہ کر رہے ہیں، آج دنیا کے سارے کاروبار اسی سے جڑے ہوئے ہیں، دنیا کے سارے نظام کا انحصار اسی پر ہے۔

ان حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ والدین اپنے معصوم بچوں اور بچیوں کو اور نوجوانوں کو اس کے مفید و مضراثرات سے آگاہ کریں، ان کی صحیح تربیت کریں،

انہیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ وروشناس کریں۔

کیونکہ اس کی وجہ سےہمارے نوجوان تعلیم و ثقافت اور دین و ایمان سے رشتہ توڑ کر آوارگی میں مبتلا ہورہے ہیں، ان میں بے راہ روی عادت ثانیہ بن گئی ہے، ان کے اندر سے باہمی میل جول، رشتہ داروں اور عزیزوں سے ملنا جلنا بند ہو گیا، صلہ رحمی کا فقدان ہو چکا ہے، کوئی اپنے عزیز واقارب سے اب ملنا پسند نہیں کرتا، کہ جو بھی فرصت کا وقت میسر آتاہے اسے انہی وسائل کے استعمال میں صرف کرتاہے اور اسی میں مگن رہتا ہے، بہت سے نوجوان تو ایسے ہیں کہ ان میں حرام کے اندر بے باکی و جرات پیدا ہوگئی ہے اور وہ کھلے عام محر مات شرعیہ کے ارتکاب میں کوئی عار وحجاب محسوس نہیں کرتے، وہ دینداروں اور شرعی حدود کی پاسداری کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں،شرعی قوانین اور اسلامی تعلیمات پر آوازیں کستے اور بہت سے فرائض ومحرمات کا انکار کر کے یا اسے اپنے لئے جائز سمجھ کر کفر تک کا ارتکاب کررہے ہیں، اپنے دین و ایمان کو بیچ کر غیر مسلموں سے معاشقہ کرتے ہیں، ان سے شادی کرتے اور اسے اپنے لیے مباح و حلال سمجھتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو فرسودہ گردانتے ہیں۔

اس لئے آج سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے، اور پوری امت مسلمہ کا اولین فریضہ ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال میں کچھ امورکا لحاظ رکھیں:

(۱)وہ گلے میں پڑے اس غلامی کے طوق کو اتارپھینکیں،اور اس سے خود بھی آزادی حاصل کریں اور اپنے بچوں اور دیگر مسلمان بچوں کو بھی اس سے آزادی دلائیں ۔

(۲) والدین اور ہر فردمسلم جن پر چھوٹوں کی تربیت و نگرانی کی ذمہ داری ہے وہ ان جدید آلات کے مفاسد سے اپنے ماتحتوں کو آگاہ کریں، ان پر عقابی نگاہ رکھیں اور انہیں اسلام کی تعلیمات اور دینی معلومات سے آراستہ کریں کہ یہی انہیں راہ سےبھٹکنے اور دوسروں کے دام فریب میں پھنسنے سے روکنے والی چیز ہے،ان کو سمجھائیں کہ سوشل میڈیا کا اچھے مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے اور اس کی مضرتوں سے بچا جائے؛ کیونکہ جن چیزوں میں نفع اور نقصان دوسرے لفظوں میں محاس ومعایب دونوں پہلوہوں، اور اس ذریعہ کو بالکل ختم کردینا ممکن نہ ہو تو اسلامی نقطۂ نظر سے اس کے لئے یہی حکم ہے کہ اس کو مفید طریقہ پر استعمال کیا جائے اور نقصان دہ پہلوئوں سے بچا جائے۔

(۳) سوشل میڈیا کا استعمال اپنے مقاصد کی تکمیل اور اسلام کی بالادستی قائم کرنے کی خاطر کیا جاسکتا ہے، اوردعوت کے فروغ کے لیے کیا جا سکتا ہے، اسلام کی عالمگیریت اور آفاقیت سے غیرمسلموں کو متعارف کرایا جاسکتا ہے ۔

(۴) آج ہمارے معاشرے میں بہت سے ایسے بندے ہونگے جن کو اللہ تعالی نے بے پناہ صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا ہے؛ لیکن وہ وسائل کی کمی کی وجہ سے نہ کتاب لکھ پاتے ہیں اوراگر لکھ بھی لیں تو اس کی طباعت کے لیے مالی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا اور اس طرح ان کی صلاحیتیں ان کے ساتھ ان کی قبر میں چلی جائے گی، لیکن دور

حاضر میں ایسے بندوں کے لیے ایک خوبصورت موقع ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے سوشل میڈیا کا استعمال کریں اور اقوام عالم کو اپنی علمی کاوشوں اور صالح خیالات سے مستفید فرمائیں ، اسی طرح وہ حضرات جو متلاشی علم ہیں اور جنہیں اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے کتب خانوں کا چکر لگانا پڑتا ہے اور بسا اوقات بہت سی مطلوبہ کتابوں سے محرومی ہوا کرتی ہے، ایسے لوگ سوشل میڈ یا کی وساطت سے ملک و عالم کے بڑے بڑے کتب خانوں تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں اور بروقت من پسند کتابوں سے مستفید ہو سکتے ہیں ، اور اس طرح سوشل میڈ یا کو افادہ و استفادہ کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے ۔

(۵) ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ مسلمان عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھیں ، اپنے فنی ومادی وسائل کو بروئے کار لا کر ذرائع ابلاغ پر اپنا تسلط جمائیں ، پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا، سوشل میڈ یا کی طاقت اپنے حق میں استعمال کرنے کی جدو جہد کریں ، اس میدان میں اہم پیش رفت کے بغیر اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکتے ہیں، کم از کم سوشل میڈیا میں تو ہم سر گرم رول ادا کر ہی سکتے ہیں ۔

اور سوشل میڈیا میں جن باتوں سے نئی نسل کو بچانے کی ضرورت ہے ، ان میں چند اہم نکات یہ ہیں :

(۱) چھوٹے بچوں کو جہاں تک ممکن ہو ، اس سے دور رکھا جائے، تا کہ ان کی پہنچ ایسی تصویروں تک نہ ہو جائے، جو ان کے ذہن کو پراگندہ کرے ، یاقتل یا ظلم کے مناظر دیکھ کر ان میں مجرمانہ سوچ پیدا ہو جائے ۔

(۲) طلبہ و طالبات اور نوجوانوں کو علمی اورتعمیری مقاصد کے لئے ایک مختصر وقت ان ذرائع سے استفادہ کے لئے خصوص کر لینا چاہئے ؛ کیوں کہ اس کا بہت زیادہ استعمال انسان کو وقت ضائع کرنے کا عادی بنا دیتا ہے اور پیغامات کے تسلسل کی وجہ سے اچھی چیزوں کوبھی اتنی دیر تک دیکھنے کا خوگر ہو جا تا ہے کہ اصل کام سے اس کی توجہ ہٹ جاتی ہے ، یہ بھی ایک طرح سے لہوولعب ہے جس سے بچنے کاحکم دیا گیا ہے اور صحت کے نقطۂ نظر سے بھی نہایت نقصاندہ ہے ۔

(۳)جو عمل عام حالات میں جائز نہیں ہے، وہ ان ذرائع کے ذر یہ بھی جائز نہیں ہے جیسے جھوٹ ، بہتان تراشی، لوگوں کی کوتاہیوں کو طشت از بام کرنا، مذاق اڑانا، سب وشتم کے الفاظ لکھنا یا کہنا ، یہ سب کبیرہ گناہ ہیں اور ان سے بچناشرعی فریضہ ہے۔

(۴)ایسی خبریں لکھنا یا ان کو آگے بڑھانا جن سے اختلاف بڑھ سکتا ہے ، جائز نہیں ہے ، اگر چہ کہ وہ سچائی پر مبنی ہوں۔

(۵)ایسی چیز یں دیکھنا ، دکھانا، لکھنا اور پڑھنا ، سب کا سب حرام ہے ، جوفحشاء اور بے حیائی کے دائرہ میں آتی ہوں، خواہ وہ تصویر کی شکل میں ہوں یا آواز کی،تحریر کی شکل میں ہوں یا کارٹون کی ، شعر کی شکل میں ہوں یا لطیفہ کی، ان سے اپنی حفاظت

کرنا اس دور میں نوجوانوں کے لئے بہت بڑا جہاد اور ایک عظیم عبادت ہے ۔

(۶) سوشل میڈیا پر اسلام اور پیغمبر اسلام، مسلمانوں کی تاریخ اور مقدس مقامات شخصیات کے بارے میں ایسی نازیبا باتیں بھی آجاتی ہیں ، جو بجا طور پر نوجوان تو کیا ہرمسلمان کے خون کو گرما دینے اور دل کو کھولا دینے کے لئے کافی ہیں؛ لیکن اس کے باوجود ہمیں صبر، سنجیدگی اور متانت سے کام لینا چاہئے اور ایسے جذباتی رد عمل کا اظہارنہیں کرنا چاہئے جو نفرت کو بڑھانے والا ہو ۔

(۷) نہایت قابل توجہ بات یہ ہے کہ نوجوانوں کو ایسی سائٹوں سے دور رہنا چاہئے، جن کا تعلق دہشت گردوں سے ہے، ان کے قریب بھی جانے سے بچنا چاہئے، کیوں کہ یہ چیز غلط راستہ پر لے جاتی ہے ، یا کم سے کم شکوک وشبہات کو جنم دیتی ہے ،اس لئے نوجوانوں کو تہمت کے ان مواقع سے دوررہنا چاہئے۔

(۸)یہ بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ ہرکسی پوسٹ پر ہمارا تبصرہ یا لائیک ضروری نہیں، وہ ہی تبصرہ یالا ئیک یاشیئر کیا جائے جو آپ کی شخصیت کی عکاسی کرتا ہو اور جب تبصرہ کیا جائے تو وہ بےمعنی نہ ہو، بلکہ آپ کے خیالات ظاہر کرنے والا ہو۔

(۹) بعض اوقات انسان کا ایک چھوٹا ساعمل صدقہ جاریہ بن جاتا ہے جس کا ثواب رہتی دنیا تک انسان کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا ،اور جیسے کچھ اچھے اعمال ثواب جاریہ بنتے ہیں، ویسے ہی کچھ بُرے اعمال گناہ جاریہ بن جاتے ہیں ، سائنسی ترقی نے جہاں ہماری روزمرہ ضروریات کے حصول میں بہت آسانیاں پیدا کی ہیں وہاں گناہ اور ثواب کمانا بھی بہت آسان بنادیا ہے ، جہاں ہم ایک کلک سے گھر بیٹھے اپنی ضرورت کی چیز خرید لیتے ہیں وہاں ایک کلک سے ثواب اور گناہ کے بھی مالک بن جاتے ہیں ،ان میں سب سے زیادہ خطرناک کلک وہ ہیں جو ہمیں نہ صرف کسی دوسرے کے کردہ گناہ کا حصہ دار بنادیتے ہیں؛ بلکہ ہمارے لیے گناہِ جاریہ بھی بن جاتے ہیں، اور اس سے بھی بڑھ کر خطرناک بات یہ ہے کہ ہمیں اکثر اس ممکنہ ناقابلِ تلافی گناہ کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

(۱۰) سوشل میڈیا کے استعمال کے وقت تقوی یعنی اللہ کا خوف ، اس بات کا استحضار ہونا چاہئے کہ اللہ رب العزت دیکھ رہا ہے ، دنیا کی آنکھوں سے بچ کر ہم کوئی غلط کام کریں؛ لیکن اللہ رب العزت کی نظروں سے نہیں بچ سکتے ؛ لہذا تنہائی مینبھی اس کے غلط استعمال سے بچنا بہت ضروری ہے ۔

خلاصہ یہ کہ اعتدال کی راہ یہ ہے کہ ہمیں اس ذریعہ ابلاغ کے مثبت اورمنفی اور مفید ونقصاندہ پہلوکا تجزیہ کرنا چاہئے اور اس سلسلہ میں تمام مسلمانوں اور خاص کر ملت کی نوجوان نسل کی رہنمائی کرنی چاہئے، منفی استعمال نا جائز ہوگا اور مثبت استعمال نہ صرف جائز ہوگا، بلکہ بعض مواقع پرمستحسن بھی ہوگا۔

سوشل میڈیا کا استعمال کے بابت سوالات کا جواب

ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی•

تمہید:

ابلاغ کے متعدد ذرائع میں سوشل میڈیا موجودہ دو رمیں کافی اہمیت اختیار کرچکا ہے، اس کا استعمال مختلف اغراض ومقاصد کے لئے ہوتا ہے، اس کے ذریعہ سے جہاں دینداری پیدا کی جاسکتی ہے، وہیں بے دینی، بدچلنی، بدکاری، بداعمالی، بدکرداری، بدوضعی اور بداطواری بھی عام کی جاسکتی ہے، چنانچہ اس وقت خیر وشر دونوں مقاصد کے لئے اس کا استعمال وسیع پیمانہ پر ہورہا ہے، ایک مسلمان کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم سوشل میڈیا کا صحیح استعمال کریں اور اسے صحیح رخ دینے کی کوشش کریں، اس سلسلہ میں کتاب وسنت کی تعلیمات بالکل واضح ہیں، ابلاغ ہو یا تشہیر اسے اصول وضوابط کا پابند ہونا چاہئے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''واجتنبوا قول الزور'' (الحج: ۳۰) (اور غلط اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو)۔

نبی کریمﷺ نے ہنسنے ہنسانے کی خاطر بھی جھوٹ بولنے کو سنگین جرم قرار دیا ہے، حضرت معاویہ بن حیدہ قشیریؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریمﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ویل للذی یحدّث فیکذب، لیضحک بہ القوم، ویل لہ ویل لہ'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۹۹۰، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۱۵، مسند ابن المبارک، حدیث نمبر: ۱۷، الزہد لابن المبارک، حدیث نمبر: ۷۳۳، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۰۰۲۱، ۲۰۰۴۶، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (اس شخص کے لئے تباہی ہے جو گفتگو کرتے ہوئے جھوٹ بولے، تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے، اس کے لئے تباہی ہے، اس کے لئے تباہی ہے)۔

لہذا سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے جھوٹ سے مکمل پرہیز ضروری ہے۔

اس تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

سوال نمبر ۱ کا جواب:

سوشل میڈیا پر آنے والے پیغامات کی اشاعت کے سلسلہ میں شرعی حکم:

۱۔ سوشل میڈیا پر سماجی زندگی، دینی معلومات اور شرعی مسائل سے متعلق جو پیغامات آتے ہیں اگر ان کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے سلسلہ میں فیصلہ لینے کی اہلیت سوشل میڈیا استعمال کرنے والے کے اندر ہو تو خواہ پیغام بھیجنے والے کے بارے میں

• استاذ جامعہ سید احمد شہیدؒ احمد آباد، کٹولی، ملیح آباد، لکھنؤ۔

معلوم ہو یا معلوم نہ ہو، وہ صحیح پیغامات کو آگے بڑھا سکتا ہے، اس لئے کہ شرعی اعتبار سے خیر وبھلائی کی ترویج مطلوب ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''کنتم خیر أمۃ أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ''(آل عمران: ۱۱۰) (تم بہترین امت ہو، جسے تمام انسانوں کے لئے برپا کیا گیا ہے، تمھیں بھلائیوں کا حکم دینا ہے، برائیوں سے روکنا ہے، اور اللہ پر ایمان رکھنا ہے)۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إن مثل أمتی مثل المطر، لا یدری أولہ خیر أو آخرہ'' (مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۲۳۲۷، ۱۲۴۶۱، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۸۶۹، مسند طیالسی، حدیث نمبر: ۲۰۲۳، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (میری امت کی مثال بارش جیسی ہے، معلوم نہیں کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا پچھلا حصہ بہتر ہے)۔

لہذا جو شخص یہ فیصلہ کرسکتا ہو کہ یہ پیغام شرعی اعتبار سے درست ہے اسے اس کو آگے بڑھا کر خیر وبھلائی کی نشر واشاعت کا ذریعہ بن کر نفع بخش انسان بننا چاہئے۔

۲۔ اگر سوشل میڈیا استعمال کرنے والے کے اندر یہ اہلیت نہ ہو کہ وہ یہ فیصلہ لے سکے کہ یہ پیغام شرعی اعتبار سے درست ہے یا نہیں، تو پھر اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس پیغام کو آگے بڑھائے، فرمان باری تعالی ہے: ''یا أیہا الذین آمنوا إن جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا أن تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین'' (حجرات: ۶) (اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر متقی (جو احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتا رہتا ہے) کوئی خبر لے کر آئے، تو تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ (اس کی بات اور بے بنیاد اطلاق پر اعتماد کرکے) تم کچھ لوگوں کے خلاف نادانی میں کوئی اقدام کر بیٹھو، اور پھر اپنے کئے پشیمانی کا سامنا کرو)۔

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر مینتحریر فرماتے ہیں: ''یأمر تعالی بالثبت فی خبر الفاسق لیحتاط لہ لئلا یحکم بقولہ فیکون -فی نفس الأمر - کاذباً أو مخطئاً، فیکون الحاکم بقولہ قد اقتفی وراءہ، وقد نہی اللہ عن اتباع سبیل المفسدین، ومن ہہنا امتنع طوائف من العلماء من قبول روایۃ مجہول الحال لاحتمال فسقہ فی نفس الأمر، وقبلہا آخرون؛ لأنا إنما أمرنا بالتثبت عند خبر الفاسق، وہذا لیس بمحقق الفسق، لأنہ مجہول الحال'' (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۲۵۲،۴، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۴ھ۱۹۹۴ء) (فاسق کی خبر کے سلسلہ میں اللہ تعالی تحقیق کرنے کا حکم دیتا ہے، تاکہ اس میں احتیاط سے کام لیا جاسکے، اور اس کے قول کے مطابق فیصلہ نہ کیا جائے کہ حقیقت میں جھوٹا یا غلطی کرنے والا بن جائے، کہ اس کے قول کے مطابق فیصلہ کرنے والا اس کے پیچھے چلنے والا ہوجائے، حالانکہ اللہ تعالی نے فساد مچانے والوں کی راہ کی پیروی سے منع فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل علم کی ایک جماعت مجہول الحال کی روایت قبول کرنے سے باز رہی ہے، اس وجہ سے کہ حقیقت

میں اس کے فاسق ہونے کا احتمال ہے، اور دوسرے اہل علم نے مجہول الحال کی روایت قبول کی ہے، ا س لئے کہ ہمیں فاسق کی خبر کے سلسلہ میں تحقیق کا حکم دیا گیا ہے، اور اس کا فسق یقینی نہیں ہے، اس وجہ سے کہ وہ مستور الحال ہے)۔

دینی معلومات اور شرعی مسائل سے متعلق پیغامات اسی وقت معتبر ہونگے جبکہ پیغام دینے والا عادل ہو، علامہ ابن نجیمؒ تحریر فرماتے ہیں: ''خبر الواحد فی الدیانات مقبول إذا کان عدلاً'' (ابن نجیم، البحر الرائق، کتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاتہ ۲۰۳٫۲، بیروت، دار المعرفہ) (دینی معاملات کے سلسلہ میں ایک آدمی کی خبر مقبول ہے جبکہ وہ عادل ہو)۔

ہندیہ میں ہے: ''ولا یقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاہر الروایات، وہو الصحیح ہکذا فی الکافی'' (ہندیہ، کتاب الکراہیہ، الباب الاول فی العمل بخبر الواحد، الفصل الاول فی الاخبار عن أمر دینی ۳۰۹٫۵، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۱ھ۱۹۹۱، ع۔أ۔ : ۶) (دینی معاملات میں ظاہر الروایہ کے مطابق مستور الحال کا قول مقبول نہیں ہے، یہی صحیح ہے، کافی نامی کتاب میں اسی طرح درج ہے)۔

علامہ زیلعیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''ولا یقبل فی الدیانات قول المستور فی ظاہر الروایۃ، وعن أبی حنیفۃ أنہ یقبل قولہ فیہا بناء علی ما شاہد من أہل عصرہ؛ لأن الصلاح کان غالباً فیہ، ولہذا جاز القضاء بشہادتہ، والظاہر أنہ کالفاسق حتی یعتبر فی خبرہ فی الدیانات أکبر الرأی، کما فی خبر الفاسق لظہور الفساد فی زماننا'' (زیلعی، تبیین الحقائق، کتاب الکراہیہ ۱۳-۱۲٫۶، قاہرہ، دار الکتاب الاسلامی، ۱۳۱۳ھ) (دینی معاملات کے سلسلہ میں ظاہر الروایہ کے مطابق مستور الحال کا قول مقبول نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ دینی معاملات میں مستور الحال کا قول مقبول ہے، انہوں نے اپنے زمانہ والے کے احوال کے مشاہدہ کی بنیاد پر یہ بات کہی، کیونکہ ان کے دور میں نیکی اور صلاح کا غلبہ تھا، اسی وجہ سے ان کے نزدیک اس کی گواہی کی بنا پر فیصلہ جائز ہے، جبکہ فریق مخالف کو اعتراض نہ ہو، اور ظاہر ہےکہ مستور الحال فاسق کی طرح ہے، حتی کہ دینی معاملات کےسلسلہ میں اس کی خبر کے بارے میں گمان غالب کا اعتبار ہوگا، جیسے فاسق کی خبر کے بارے میں گمان غالب کا اعتبار ہے، اس لئے کہ ہمارے زمانہ میں فساد کا غلبہ ہے)۔

فقہاء نے صراحت کی ہے کہ گواہ، مدعی یا مدعی علیہ کا ترجمہ کرنے، قاضی کی طرف سے گواہوں کو عادل اور سچا قرار دینے والے کی طرف خط لے جانے کے لئے عادل ہونا ضروری ہے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

''قولہ: کفی عدل واحد، قید بالعدل، لأن خبر المستور لا یقبل فی ہذہ الأشیاء، وإن کان إثنین، وکذا الدیانات کطہارۃ الماء ونجاستہ، وحل الطعام وحرمتہ'' (ابن عابدین، رد المحتار، کتاب الشہادات ۹۱٫۷، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ۲۰۰۰، ع۔أ۔: ۸) (مصنف کا قول ہے کہ

(بارہ مسئلہ میں) ایک عادل کافی ہے، مصنف نے عادل کی قید لگائی ہے، اس لئے کہ ان چیزوں میں مستور الحال کی خبر مقبول نہیں ہے، اگرچہ دو ہوں، اور ایسے ہی دینی معاملات میں مستور الحال کا قول مقبول نہیں ہے، جیسے: پانی کی پانی اور ناپاکی اور کھانے کی حلت وحرمت کے بارے میں)۔

سماجی زندگی سے متعلق پیغامات کے بارے میں سوشل میڈیااستعمال کرنے والے کو اگر قلبی اطمینان ہو کہ یہ پیغامات درست ہیں، اوران سے کسی طرح کی بدامنی پھیلنے کا اندیشہ نہ ہو، تو وہ مستور الحال کے پیغامات کو آگے بڑھاسکتا ہے۔

علامہ طوری تحریر فرماتے ہیں:

''وکل شئی لیس فیہ إلزام، ولا ما یدل علی النزاع، فہو من المعاملات، فإن کان فیہ شئی من ذلک لا یقبل فیہ خبر الواحد'' (طوری، تکملۃ البحر الرائق، کتاب لکراہیہ، فصل فی الأکل والشرب ۲۱۳٫۸، بیروت، دار المعرفہ) (ہر وہ چیز جس میں کسی پر کوئی چیز لازم کرنا نہ ہو، اور نہ ہی ایسی چیز ہو جو جھگڑے پر دلالت کرے، وہ معاملات سے ہے، (لیکن) اگر اس میں (ذکر کردہ شئی) میں سے کچھ ہو تو اس میں خبر واحد مقبول نہیں ہے)۔

۳۔ تحقیق کی خاطر مستور الحال کی طرف سے آنے والے پیغامات کو کسی دوسرے شخص کی طرف بڑھا سکتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''فأسئلوا أہل الذکر إن کنتم لا تعلمون'' (النحل: ۴۳) (اگر تم کو نہیں معلوم تو ان سے پوچھ لو جن کو علم ہے)۔

سوال نمبر ۲ کا جواب:

فحش اور ناجائز تصویروں کے شعبہ کی ملازمت کے سلسلہ میں شرعی نقطۂ نظر:

۱۔ فحش اور ناجائز تصویروں کے شعبہ کی ملازمت ناجائز ہے، خواہ اس کا کام ان تصویروں کو بنانا نہ ہو، بلکہ اس شعبہ کی تکنیکی ضرورتوں کو پورا کرنا ہو؛ کیونکہ فحش اور ناجائز تصویریں بذات خود معصیت ہیں اور معصیت پھیلنے کا محرک اور قوی ذریعہ ہیں، لہذا ان میں ہر طرح کا تعاون بھی ناجائز ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (مائدہ: ۲) (اور گناہ اور زیادتی کے کسی کام میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ رقمطراز ہیں:''فصار المراد بما تقام المعصیۃ بہ ما کان عینہ منکر بلا عمل صنعۃ فیہ'' (ابن عابدین، رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، مطلب فی کراہۃ بیع ما تقوم المعصیۃ بعینہ ۲۶۸٫۴ بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ۲۰۰۰ء، ع۔أ۔: ۸) (جس کی ذات سے معصیت قائم کی جائے، سے مراد یہ ہے کہ اس کی ذات ہی برائی ہو، بغیر اس کے کہ اس میں کوئی کاریگری کی جائے)۔

علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں:''ماقامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریماً، وإلا تنزیہا، فلیحفظ توفیقاً، وجاز تعمیر کنیسۃ، وحمل خمر ذمی بنفسہ أو دابتہ بأجر، لا عصرہا

لقیام المعصیۃ بعینہ ..... وقالا: لا ینبغی ذلک؛ لأنہ إعانۃ علی المعصیۃ، وبہ قالت الثلاثۃ" (حصکفی، الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع ۶،۳۹۱، بیروت، دار الفکر، ۱۳۸۶ھ، ع۔أ۔: ۶) (جس کی ذات سے معصیت کا ارتکاب ہو، اس کو فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے، ورنہ مکروہ تنزیہی ہے (مختلف عبارتوں کے درمیان) تطبیق کے لئے اسے یاد رکھا جائے، کنیسہ کی تعمیر، اور اجرت کے بدلہ غیر مسلم کی شراب کو ڈھونا خواہ خود ہی ڈھوئے، یا اپنی سواری کے ذریعہ ڈھوئے، جائز ہے، لیکن شراب کے لئے شیرہ نچوڑنا جائز نہیں، اس وجہ سے کہ اس سے بعینہ معصیت وجود میں آتی ہے ....جبکہ صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ (ذمی کی شراب ڈھونا، وغیرہ) جائزنہیں ہے؛ کیونکہ یہ معصیت پر تعاون ہے، اور ائمہ ثلاثہ کی بھی یہی رائے ہے)۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: ''قولہ: وحمل خمر ذمی ، قال الزیلعی: وہذا عندہ، وقالا: ہو مکروہ؛ لأنہ علیہ الصلاۃ والسلام: لعن فی الخمر عشرۃ، وعدّ منہا حاملہا ....زاد فی النہایۃ: وہذا قیاس، وقولہما استحسان" (ابن عابدین، رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع ۶،۳۹۱۔۳۹۲، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ۲۰۰۰ء، ع۔أ۔: ۸) (مصنف کا قول: ''غیر مسلم کی شراب ڈھونا جائز ہے)، زیلعیؒ کے مطابق یہ امام صاحب کے نزدیک ہے، جبکہ صاحبین کا کہنا ہے کہ یہ مکروہ ہے، اس لئے کہ نبی کریمﷺ نے شراب کے بارے میں دس اشخاص پر لعنت فرمائی ہے، اور ان میں شراب ڈھونے والے کو بھی شمار کیا ہے .....، ''نہایہ " نامی کتاب میں اضافہ ہے کہ امام صاحب کا قول قیاس کا تقاضا ہے، جبکہ صاحبین کا قول استحسان کا تقاضا ہے)۔

۲۔ اگر سائٹ کا مقصد بے حیائی پر مبنی ویڈیو اور آڈیو کی اشاعت نہ ہو، مگر ضمنی طور پر یہ کام بھی ہوتا ہو، تو اگر ملازم کا تعلق ضمنی طور پر ہونے والی فحش اور ناجائز تصویروں کے کام سے نہ ہو، تو اس کی ملازمت جائز ہے اور اجرت حلال ہے۔

اور اگر ملازم کا تعلق ضمنی طور پر ہونے والی فحش اورناجائز تصویروں کے کام سے بھی ہو تو ایسی جگہ ملازمت کراہت سے خالی نہیں ہے کہ اس میں ایک گونہ معصیت پر تعاون پایا جاتا ہے، لیکن زیادہ تر کام کے حلال ہونے کی وجہ سے اجرت حلال رہے گی، ''یغتفر فی التوابع ما لا یغتفر فی غیرہا" (مجلۃ الاحکام العدلیہ، ص: ۲۲، دفعہ نمبر: ۵۴، ط: کارخانہ تجارت کتب، ع۔أ۔ : ۱) (ضمنی چیزوں میں ایسی باتوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے، جو غیر ضمنی چیزوں میں نظر انداز نہیں کیا جاتی ہے)۔

سوال نمبر ۳ کا جواب:

ملحدانہ افکار، اسلام پر اعتراض اور اخلاقی اقدار کے استخفاف پر مشتمل مضامین پڑھنے اور دوسروں تک بھیجنے کا حکم:

الف: جو افراد حق وباطل میں امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ ملحدانہ

افکار، اسلام پر اعتراض اور اخلاقی اقدار کے استخفاف پر مشتمل مضامین پڑھ سکتے ہیں، تاکہ ان سے واقف ہوکر ان سے بچا جاسکے اور ان کی تردید کی جاسکے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جابجا کفار ومشرکین کے باطل افکار وعقائد نقل کرکے ان کی تردید کی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘وقالوا لن تمسنا النار إلا أیاماً معدودة قل أتخذتم عند اللہ عہداً فلن یخلف اللہ عہدہ أم تقولون علی اللہ ما لا تعلمون، بلی من کسب سیئة وأحاطت بہ خطیئتہ فأولئک أصحاب النار ہم فیہا خالدون’’ (بقرہ: ۸۰۔۸۱) (کہتے ہیں کہ دوزخ تو ہمیں چھوئے گی بھی نہیں، اگر (دوزخ میں جانا بھی پڑا) تو چند گنے چنے دن کے لئے، ان سے پوچھئے تم نے اللہ سے پٹہ لکھوا رکھا ہے؟ (عہد لے رکھا ہے) کہ وہ وعدہ خلافی تو کرتا نہیں، یا نادانی میں بکواس کررہے ہو، حقیقت یہ ہے کہ جو بھی برائی کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کے گناہ ان کو گھیر لیتے ہیں وہ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہینگے)۔

ایک جگہ ارشاد ہے:‘‘وقالوا اتخذ اللہ ولداً سبحانہ ہو الغنی لہ ما فی السموات وما فی الأرض إن عندکم من سلطان بہذا أتقولون علی اللہ ما لا تعلمون’’ (یونس: ۶۸) (یہ (عیسائی) کہتے ہیں کہ اللہ نے (عیسی کو) بیٹا بنالیا، پاک ہے اللہ (اس بکواس سے) وہ بے نیاز ہے، آسمانوں اور زمین میں جو ہے اسی کی ملکیت ہے، تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، کیا تم جہالت کے ساتھ اللہ کے بارے میں بکواس کرتے ہو)۔

۲۔ نبی کریمﷺ نے یہودیوں سے پوچھا: ‘‘من أہل النار؟ قالوا: نکون فیہا یسیراً، ثم تخلفونا فیہا، فقال النبیﷺ: اخسئوا فیہا، واللہ لا نخلفکم فیہا أبدا’’ (صحیح البخاری، کتاب الجزیہ، باب إذا غدر المشرکون بالمسلمین، حدیث نمبر: ۳۱۶۹، نیز حدیث نمبر: ۵۷۷۷، السنن الکبری للنسائی، حدیث نمبر: ۱۱۳۵۵، مسند احمد، حدیث نمبر: ۹۸۲۷) (جہنمی کون ہیں؟ یہود نے جواب دیا: ہم تھوڑی سی مدت کے لئے اس میں ہونگے، پھر آپ لوگ اس میں ہمارےجانشیں ہونگے، نبی کریمﷺ نے فرمایا: تم ہی اس میں ذلیل ہوکر رہو، اللہ کی قسم! ہم اس میں کبھی بھی تمہارے جانشیں نہیں ہونگے)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اہل کفر وشرک کی غلط باتوں، ملحدانہ افکار وخیالات اور باطل عقائد سے واقف ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ ان سے متاثر نہ ہو۔

ب: جن اشخاص کےاندر یہ اہلیت ہو کہ وہ باطل اور ملحدانہ مضامین کی تردید کرسکتے ہوں، ان کو ملحدانہ افکار، اسلام پر اعتراض اور اخلاقی اقدار کے استخفاف پر مشتمل مضامین بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ بہتر ہے، کیونکہ سلف سے خلف تک یہی طریقہ رہا ہے کہ جو لوگ باطل کی تردید کی اہلیت نہیں رکھتے ہوں وہ باطل

افکار ان لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جو ان کی تردید کی صلاحیت سے آراستہ ہوتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘وما أرسلنا قبلک إلا رجالاً نوحی إلیہم فاسئلوا أہل الذکر إن کنتم لا تعلمون’’ (انبیاء: ۷) (اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں کو ہی پیغمبر بنایا، ان کو اپنا پیغام دیا، اگر تم لوگ نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھو)۔

نیزفرمان باری تعالی ہے: ‘‘وإذا جاءہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا بہ ولو ردوہ إلی الرسول وإلی أولی الأمر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان إلا قلیلاً’’ (نساء: ۸۳) (انہیں جب کوئی بات امن وسلامتی یا خوف وبدامنی کی معلوم ہوتی ہے تو لے اڑتے ہیں، حالانکہ اگر اس کو رسول کے پاس پیش کرتے، اور ذمہ داروں تک پہنچاتے، تو جو اس کے مطلب کو سمجھ سکتے تھے، اور اس کے سر چشمہ کا پتہ لگاسکتے تھے وہ حقیقت حال کو جان لیتے، اب اگر اللہ ہی کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا، تو تمہاری اکثریت شیطان کے چکر میں پھنس جاتی)۔

ج: البتہ جن لوگوں کو خطرہ ہو کہ وہ ملحدانہ اور باطل افکار وخیالات سے متاثر ہوسکتے ہیں اور شکوک وشبہات میں مبتلا ہوسکتے ہیں، وہ ایسے مضامین نہ پڑھیں، اور نہ ہی ان لوگوں کو بھیجیں جو متاثر ہوسکتے ہوں، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘کفی بالمرء کذباً أن یحدث بکل ما سمع’’ (صحیح مسلم، مقدمہ ۱،۱۰، حدیث نمبر: ۵، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۹۹۲، الجمع بین الصحیحین للحمیدی، حدیث نمبر: ۲۵۹۸، بہ روایت: ابوہریرہ) (آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر معتبر خبر کی جب تک تحقیق نہ ہوجائے اسے پھیلانا جائز نہیں ہے، تو پھر متاثر ہونے والے افراد کی طرف غلط اور ملحدانہ مضامین کو منتقل کرنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟۔

سوال نمبر ۴ کا جواب:

دینی یا عصری تعلیم کے لئے اینڈروائڈ فون اور دیگر موبائل کے استعمال کے سلسلہ میں شرعی نقطۂ نظر:

دینی یا عصری تعلیم کے لئے موبائل بالخصوص اینڈروائڈ فون کا استعمال مباح ہے، البتہ چھوٹے بچے اور متوسط درجے کے بچے کے لئے اس کا استعمال مناسب نہیں ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ آن لائن تعلیم میں مصلحت اور مفسدہ دونوں جمع ہیں، لہذا ایسا نظام بنایا جائے کہ مفسدہ سے بچتے ہوئے تعلیمی مقاصد حاصل کیے جاسکیں اور موبائل اور لیپ ٹاپ کے ضرر سے حتی الامکان بچا جاسکے۔

۲۔ شرعی نقطۂ نظر سے وقت کی بڑی اہمیت ہے، بلکہ وقت ہی زندگی ہے، لہذا

وقت کا ضیاع عظیم خسارہ ہے، اللہ تعالی نے وقت کی اہمیت وقیمت کے پیش نظر زمانہ کی قسم کھائی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ‘‘والعصر إن الإنسان لفی خسر’’ (العصر: ١-٢) (زمانہ کی قسم! یہ حقیقت ہے کہ تمام انسان گھاٹے میں ہیں)۔

لہذا تعلیم جیسے عظیم مقصد کو موبائل یا لیپ ٹاپ کے متوقع ضرر پر ترجیح حاصل ہوگی۔

٣۔ بچوں کا دانستہ یانادانستہ نامناسب سائٹوں تک پہنچنا یقینی نہیں ہے، جبکہ تعلیم ضروری شئی ہے، لہذا غیر یقینی ضرر پر تعلیم کے یقینی فوائد مقدم رہینگے۔

البتہ چھوٹے بچے اور متوسط درجے کے بچے آن لائن تعلیم سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھاپاتے ہیں، اورا ن کے حق میں ضرر کا اندیشہ بھی قوی ہے، لہذا ان کے لئے آن لائن تعلیم کی جگہ دوسرے متبادل نظام کی کوشش کرنی چاہئے۔

سوال نمبر ٥ کا جواب:

اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات کے لئے سوشل میڈیا کے استعمال کا شرعی حکم:

سوشل میڈیا کے ذریعہ اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات وغیرہ کی ترویج انتہائی ضروری ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

١۔ سوشل میڈیا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے، اگر اچھائیوں کے لئے اس کا استعمال نہیں کیا گیا، تو پھر اس پر برائیوں کا غلبہ ہوجائے گا، لہذا اس ذریعہ کو غلط کار لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑا جاسکتا ہے۔

٢۔ مسلمانوں کو ہر ممکنہ ذرائع سے اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات وغیرہ کی ترویج کا حکم دیا گیا ہے، ان میں جدید ذریعہ سوشل میڈیا بھی داخل ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘قل ہذہ سبیلی أدعو إلی اللہ علی بصیرۃ أنا ومن اتبعنی’’ (یوسف: ١٠٨) (کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی دعوت پوری بصیرت کے ساتھ دے رہا ہوں، اور میرے ماننے والے بھی (یہی کام کررہے ہیں)۔

اللہ تعالی نے دین کی دعوت حکمت ودانشمندی اور پرتاثیر مواعظ کے ذریعہ دینے کا حکم دیا ہے، اس میں وہ تمام ذرائع داخل ہیں جو کسی بھی زمانہ میں موثر ہوں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:‘‘ادع إلی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی أحسن’’ (النحل: ١٢٥) (اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت، دانشمندی اور عمدہ، دل پذیر ومؤثر مواعظ کے ذریعہ دعوت دو، اور بحث کرنے والے لوگوں سے اس طریقہ پر بحث ومباحثہ کرو جو سب سے بہتر ہو)۔

موجودہ دور میں سوشل میڈیا دین کی اشاعت کا موثر ذریعہ ہے، لہذا اسے اختیار کرنا شرعاً مطلوب ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو کھول

دے، نبی کریمﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: ‘‘ثم ادعهم إلى الإسلام، وأخبرهم بما يجب عليهم من حق الله فيه، فو الله لأن يهدى الله بک رجلاً واحداً خير لک من أن يكون لک حمر النعم’’ (صحيح البخارى، كتاب الجهاد، باب دعاء النبىﷺ إلى الإسلام، حديث نمبر: ۲۹۴۲، نیز کتاب فضائل الصحابۃ، حدیث نمبر: ۳۷۰۱، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن أبی طالب، حدیث نمبر: ۲۴۰۶، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۶۹۳۲) (پھر ان کو اسلام کی دعوت دو، اور اسلام لانے کے بعد ان پر اللہ تعالی کا جو حق واجب ہوگا، انہیں اس کی خبر دو، اللہ کی قسم، اگر تیرے ذریعہ اللہ ایک شخص کو ہدایت د ے دے ، یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے)۔

اس حدیث سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے ہر ممکنہ کوشش ہونی چاہئے، اور یہ امر مخفی نہیں ہے کہ موجودہ دور میں سوشل میڈیا اس کا بہتر ذریعہ ہے۔

۳۔ ہر جائز طریقہ سے دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات وغیرہ کی ترویج بھی شرعاً مطلوب ہے، جس کا سوشل میڈیا عمدہ ذریعہ ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘بلغوا عنى ولو آية’’ (صحيح البخارى، حديث نمبر: ۳۴۶۱، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۶۹، مسند احمد، حدیث نمبر: ۶۴۸۶) (میری طرف سے پہنچا دو، خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو)۔

سوال نمبر ۶ کا جواب:

ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی کے سلسلہ میں شرعی نقطۂ نظر:

۱۔عام حالات میں یہ درست نہیں ہے کہ ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی، دعوی، رفع الزام اور شہادت کی سماعت نیز فریقین کی شناخت کی جائے، کیونکہ نبی کریمﷺ نے عدالتی کارروائی کے جو اصول متعین کئے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ فریقین قاضی کے سامنے بیٹھینگے، عبد اللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا فیصلہ ہے: ‘‘أن الخصمين يقعدان بين يدى الحكم’’ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۵۸۸، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۶۱۰۴، السنن الکبری للبیہقی ۱۳۵،۱۰، (۲۰۲۴۳) ، المستدرک علی الصحیحین ۱۰۶،۴، حدیث نمبر: ۷۰۲۹، اور اس کی سند پر کلام ہے) (فریقین فیصلہ کرنے والے کے سامنے بیٹھینگے)۔

۲۔ فریقین کے درمیان دیکھنے، اشارہ کرنے اور فریقین کے ساتھ گفتگو میں برابری کی جائے، حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘من ابتلى بالقضاء بين المسلمين فليساوِ بينهم فى المجلس فى الإشارة والنظر، ولا يرفع صوته على أحد الخصمين أكثر من الآخر’’ (المعجم الکبیر للطبرانی ۳۸۶،۲۳، حدیث نمبر: ۹۲۳، السنن

الکبری للبیہقی ١٣٥٫١٠، حدیث نمبر: ٢٠٢٤٤، سنن دارقطنی ٣٦٥٫٥، حدیث نمبر: ٤٤٦٦، او راس کی سند پر کلام ہے) (جو مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی آزمائش میں مبتلا ہو، اسے چاہئے کہ مجلس کے اندر ان کے درمیان اشارہ اور دیکھنے میں برابری کرے، اور ایک فریق پر دوسرے کے مقابلہ میں اپنی آواز بلند نہ کرے)۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو موسی اشعریؓ کو جو خط لکھا تھا اس کے الفاظ ہیں:

''آس بین الناس فی مجلسک وفی وجہک وقضائک'' (ابن القیم، اعلام الموقعین ٨٥٫١، بیروت، دار الجیل، ١٩٧٣ء، تحقیق: طہ عبد الرؤف، ع۔أ۔ : ٤) (لوگوں کے درمیان اپنی نشست گاہ، رخ اور اپنےفیصلہ میں برابری کرو)۔

٣۔ فریقین کا کلام سننے کے بعد ہی فیصلہ کیا جائے، نبی کریمﷺ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو یہ نصیحت فرمائی: ''فإذا جلس بین یدیک الخصمان، فلا تقضین حتی تسمع من الآخر، کما سمعت من الأول، فإنہ أحری أن یتبین لک القضاء'' (سنن ابی داؤد، باب کیف القضاء، حدیث نمبر: ٣٥٨٢، السنن الکبری للبیہقی ١٤٠٫١٠، حدیث نمبر: ٢٠٢٧٤، سنن ترمذی، کتاب الاحکام، باب ما جاء فی القاضی لا یقضی بین الخصمین حتی یسمع کلامہما، حدیث نمبر: ١٣٣١، مسند احمد، حدیث نمبر: ٦٩٠، اور یہ حسن لغیرہ درجہ کی حدیث ہے) (جب فریقین تمہارے سامنے بیٹھ جائیں تو اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک دوسرے فریق کی بات اسی طرح نہ سن لو جس طرح پہلے فریق کی بات سنی ہے، یہ زیادہ سزاوار ہے کہ تمہارے لئے فیصلہ کا درست پہلو ظاہر ہوجائے)۔

عام طور سے فقہاء نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے کہ دار القضاء کی کارروائی، دعوی، رفع الزام اور شہادت کی سماعت، نیز فریقین کی شناخت قاضی کی مجلس میں ہونی چاہئے، ہندیہ میں شہادت کی تعریف یوں درج ہے: ''ہو إخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشہادۃ فی مجلس القضاء'' (ہندیہ، کتاب الشہادات، الباب الاول فی تعریفہا ورکنہا ٤٥٠٫٣، بیروت، دار الفکر، ١٤١١ھ١٩٩١، ع۔أ۔: ٦) (شہادت لفظ شہادت کے ساتھ عدالتی مجلس میں حق ثابت کرنے کے لئے سچی خبر دینے کا نام ہے)۔

البتہ وبا وغیرہ کی مجبوری کی وجہ سے ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی، دعوی، رفع الزام اور شہادت کی سماعت، نیز فریقین کی شناخت کا اعتبار اس وقت ہوگا جبکہ خود عدالت یا دار القضاء کے عملہ کے ذریعہ ویڈیو کانفرنس کا انتظام کیا جائے، تاکہ ہر طرح کی جعلسازی، دھوکہ اور فریب سے بچا جاسکے۔

سوال نمبر ٧ کا جواب:

ویڈیو دیکھنے یا کسی دوسرے کو بھیجنے کے ذریعہ روپیہ کمانے کے سلسلہ میں شرعی حکم:

آڈیو سننے یا ویڈیو دیکھنے یا کسی دوسرے شخص کو بھیجنے پر کمپنی جو پیسہ

دیتی ہے اس کا لینا اور اس ذریعہ سے روپیہ کمانا جائز ہے، بشرطیکہ آڈیو یا ویڈیو کے مشتملات شرعی اعتبار سے درست ہوں اور غلط افکار وخیالات سے خالی ہوں۔

دراصل کمپنی آڈیو یا ویڈیو سننے یا دیکھنے یا کسی دوسرے کو بھیجنے کے دوران آنے والے اشتہار سے حاصل ہونے والی آمدنی کا ایک حصہ بہ طور انعام ان لوگوں کو دیتی ہے جو آڈیو سنتے ہیں یا ویڈیو دیکھتے ہیں یا کسی دوسرے شخص کو بھیجتے ہیں، لیکن یہ اشتہار چونکہ عام طور سے غلط تجارتی یا فرضی تجارت کے لئے عریاں یا نیم عریاں تصویروں کے ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے اگر ضرورت نہ ہو تو اسے لے کر صدقہ کردے، جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ وعرضہ، ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام، کالراعی حول الحمی یوشک أن یرتع فیہ، ألا وإن لکل ملک حمی، ألا وإن حمی اللہ محارمہ’’ (الجمع بین الصحیحین للحمیدی، حدیث نمبر: ۸۰۵، صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ، حدیث نمبر: ۵۲، صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب أخذ الحلال وترک الشبہات، حدیث نمبر: ۱۵۹۹) (سو جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بچ جائے، اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا، اور جو کوئی شبہ کی چیزوں میں پڑگیا وہ حرام میں بھی (کبھی) پڑجائے گا، جیسے وہ چرواہا جو (شاہی محفوظ) چراہ گاہ کے اردگرد اپنے جانوروں کو چرائے وہ قریب ہے کہ کبھی اس چراگاہ کے اندر گھس جائے، سن لو! ہر بادشاہ کی ایک چراہ گاہ ہوتی ہے، اور اللہ کی چراہ گاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں)۔

البتہ ایک مرد عاقل مسلمان کو چاہئے کہ حلال تجارت وغیرہ کے ذریعہ پیسہ کمائے، محض آڈیو سننے یا ویڈیو دیکھنے یا کسی اور کو بھیجنے کو پیشہ بنانے سے گریز کرے۔

سوال نمبر ۸ کا جواب:

اپنی ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنے کے سلسلہ میں شرعی حکم:

اپنی ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا درست نہیں ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ محض اپنی ویڈیو کی نشر واشاعت کی خاطر کسی حکم شرعی کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘واجتنبوا قول الزور’’ (حج: ۳۰) (اور غلط اور جھوٹ باتوں سے پرہیز کرو)۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ‘‘قال اللہ ہذا یوم ینفع الصادقین صدقہم’’ (مائدہ: ۱۱۹) (اللہ تعالی فرمائے گا: آج سچوں اور صحیح فکر وعمل رکھنے والوں کو ان کی سچائی اور کھراپن فائدہ پہنچائے گا)۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: ‘‘یا أیہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین’’ (توبہ: ۱۱۹) (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راست بازوں کے ساتھ رہو)۔

۲۔ ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات شامل کرنا، ایک طرح کی دھوکہ دہی ہے، جبکہ نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے:‘‘من غشنا فلیس منا’’ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبیﷺ من غشنا ،،، حدیث نمبر: ۱۰۱، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۴۹۰۵، بہ روایت: حضرت ابوہریرہؓ) (جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)۔

۳۔ ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنے میں مسلمانوں اور عام لوگوں کو ضرر پہنچانا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے، رسول کریمﷺ کا ارشاد ہے: ‘‘لا ضرر ولا ضرار’’ (مسند احمد ۵۵٫۵، حدیث نمبر: ۲۸۶۵، سنن ابن ماجہ، حدثی نمبر: ۲۳۴۱، بہ روایت: حضرت ابن عباسؓ اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (نہ خود کو اور نہ ہی کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا جائز ہے)۔

۴۔ خبرو نکے سلسلہ میں حکم الہی یہ ہے کہ جب تک ان کے سر چشمہ کا پتہ نہ چل جائے، اور ان کے معتبر ہونے کی تحقیق نہ ہوجائے، ان کی اشاعت نہ کی جائے اور ان کو پھیلایا نہ جائے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے: ‘‘وإذا جاءہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا بہ ولو ردوہ إلی الرسول وإلی أولی الأمر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم’’ (نساء: ۸۳) (انہیں جب کوئی بات امن وسلامتی یا خوف وبدامنی کی معلوم ہوتی ہے تو لے اڑتے ہیں، حالانکہ اگر اس کو رسول کے پاس پیش کرتے، اور ذمہ داروں تک پہنچاتے، تو جو اس کے مطلب کو سمجھ سکتے تھے، اور اس کے سرچشمہ کا پتہ لگاسکتے تھے وہ حقیقت حال کو جان لیتے)۔

لہذا اس آیت کی رو سے محض اپنی ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا درست نہیں ہوگا۔

آن لائن گیم کے سلسلہ میں شرعی نقطۂ نظر:

آن لائن گیم بہت سارے مفاسد پر مشتمل ہے ، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ بعض گیم ایسے ہوتے ہیں جن میں ایسی باتیں کی جاتی ہیں جو اسلام کے عقیدۂ توحید سے سراسر متصادم ہوتی ہیں، مثلاً: یہ دکھایا جاتا ہے کہ کھیل کا ہیرو بارش برساتا ہے، بجلی گراتا ہے، ہوائیں چلاتا ہے، بیماری سے شفا دیتا ہے، اور زندوں کو مردہ کرتا ہے، وغیرہ۔

۲۔ بعض گیم ایسے ہوتے ہیں جو جارحانہ میلان اور قتل وغارت گری کا رجحان پیدا کرتے ہیں، مثال کے طور پر کھیل کا ہیرو ایک ہی وار میں کئی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، کسی سین میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ ہیرو نے پیٹ چاک کرکے اور گردن کاٹ کرکے قتل کیا، کوئی منظر جھوٹ فریب، دھوکہ دہی، چوری اور جیب تراشی کے واقعات

پر مشتمل ہوتا ہے، اس طرح گیم میں شامل ہونے والوں میں برائی اور جرائم کا رجحان مستحکم ہوتا رہتا ہے۔

۳۔ بعض گیم ایسے ہوتے ہیں جن میں اخلاقی اقدار کو تار تار کیا جاتا ہے، اباحیت، جنسی بے راہ روی، بے پردگی اور بے حیائی کے مناظر ہوتے ہیں، بعض گیم میں شامل ہونے والے کو یہ بدلہ ملتا ہے کہ چوتھائی گیم پورا ہونے پر ایسا منظر پیش کیا جاتا ہے جس میں چوتھائی جسم برہنہ دوشیزہ رقص کرتی ہے، نصف گیم مکمل ہونے پر یہ منظر سامنے آتا ہے کہ نصف برہنہ دوشیزہ رقص کرتی ہے، گویا برہنگی اور رقص ہی زندگی کا مقصد ہے اور اخلاقی اقدار وقوانین کی پابندیوں سے آزاد ہونا ہی اصل آزادی ہے۔

۴۔ آن لائن گیم میں شامل ہونے والوں میں کھیل کے دوران جرائم کے مناظر کو دیکھ کر عام طور سے نقل کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، چنانچہ بہت سے افراد بالخصوص بچے قتل کر بیٹھتے ہیں یا خود کشی کرلیتے ہیں، اسی طرح ان میں دوسرے جرائم کی نقل کی عادت پڑجاتی ہے۔

۵۔ آن لائن گیم کا سب سے بڑا نقصان وقت کا ضیاع ہے، جو لوگ ایسے گیم میں شامل ہوتے ہیں، وہ عام طور سے اس کے ایسے عادی ہوجاتے ہیں کہ اپنے فرائض وواجبات سے بھی غافل ہوجاتے ہیں، جبکہ فرمان باری تعالی ہے: ''یا أیہا الذین آمنوا لا تلہکم أموالکم ولا أولادکم عن ذکر اللہ، ومن یفعل ذلک فأولئک ہم الخاسرون'' (المنافقون: ۹) (اے ایمان والو! تمھیں تمہارے مال واولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے، اور جو ایسا کرینگے وہی گھاٹے میں ہیں)۔

نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے: ''نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس:الصحۃ والفراغ'' (الجمع بین الصحیحین للحمیدی، حدیث نمبر: ۱۱۸۲، صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: لا عیش إلا عیش الآخرۃ، حدیث نمبر: ۶۴۱۲، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۰۴، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۴۱۷۰، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۴۰، بہ روایت: ابن عباسؓ) (دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ گھاٹے میں ہیں: (۱) صحت وتندرستی (کی نعمت) (۲) فرصت کے اوقات (کی نعمت)۔

فرصت کے اوقات کا استعمال طاعت وعبادت، ذکر اذکار اور مفید کاموں میں ہونا چاہئے، جبکہ آن لائن گیم میں شامل ہونے والے افراد زندگی کی نعمت کو ضائع کرتے ہیں، جوانی کو برباد کرتے ہیں اور مال کو بھی ضائع کرتے ہیں، جبکہ نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے: ''اغتنم خمسا قبل خمس: حیاتک قبل موتک، وصحتک قبل سقمک، وفراغک قبل شغلک، وشبابک قبل ہرمک، وغناک قبل فقرک'' (المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۳۴۱٫۴، حدیث نمبر: ۷۸۴۶، شعب الایمان للبیہقی، حدیث نمبر: ۱۰۲۴۸، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے)

(پانچ باتوں کو پانچ چیزیں پیش آنے سے پہلے غنیمت جانو: (۱) اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے، (۲) اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، (۳) اپنی فرصت کے اوقات کو اپنی مشغولیت سے پہلے، (۴) اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، (۵) اپنی مالداری کو اپنی محتاجی سے پہلے)۔

ذکر کردہ شرعی ممنوعات کی وجہ سے آن لائن گیم میں شامل ہونا اور اس کو انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا جائز نہیں ہے۔

البتہ اگر کوئی آن لائن گیم ایسا ہو جو ذکر کردہ شرعی ممنوعات سے خالی ہو، اور کوئی شخص کبھی کبھار اس میں شامل ہوتا ہو، فرائض وواجبات میں غفلت نہ برتتا ہو اور تھوڑے وقت کے لئے شامل ہوتا ہو، اور شامل ہونے کے لئے کوئی فیس ادا کرنا نہیں پڑتا ہے ، تو ایسے گیم میں شامل ہونا جائز ہے اور جیتنے پر ملنے والا انعام بھی حلال ہے۔

اور اگر شامل ہونے کے لئے فیس ادا کرنا پڑتا ہو، تو جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ جوا ہے، اس لئے کہ امر احتمال کو جس کے ہونے یا نہ ہونے دونوں کی گنجائش ہے، اسے مال حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے، اور یہی قمار وجوا ہے، علامہ زیلعیؒ تحریر فرماتے ہیں: ‘‘ومعنی شرط الجعل من الجانبین أن یقول: إن سبق فرسک فلک علیّ کذا، وإن سبق فرسی، فلی علیک کذا، وہو قمار، فلا یجوز؛ لأن القمار من القمر الذی یزاد تارۃ، وینقص أخری، وسمی القمار قماراً، لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذہب مالہ إلی صاحبہ، ویجوز أن یستفید مال صاحبہ، فیجوز الازدیاد والانتقاص فی کل واحد منہما فصار قماراً، وہو حرام بالنص’’ (زیلعی، تبیین الحقائق ۳۲۷،۶، قاہرہ، دار الکتاب الاسلامی، ۱۳۱۳ھ) (دونوں طرف سے بازی کی رقم کی شرط لگانے کا مطلب یہ ہے کہ یوں کہے کہ: اگر تمہارا گھوڑا آگے بڑھ جائے، تو میرے ذمہ تجھے اتنی رقم دینا لازم ہوگا، اور اگر میرا گھوڑا آگے بڑھ جائے تو تیرے ذمہ ہوگا کہ مجھے اتنی رقم دو، اور یہ جوا ہے، لہذا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ قمار قمر سے ماخوذ ہے جو کبھی بڑھتا ہے اور کبھی گھٹتا ہے، اور قمار کو قمار اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر ایک کا مال دوسرے کی طرف جاسکتا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کا مال حاصل کرلے، چنانچہ دونوں میں سے ہر ایک کے (مال میں) کمی بیشی ہوسکتی ہے، لہذا یہ جوا ہوگیا، جو نص قرآنی سے حرام ہے)۔

سوال نمبر ۱۰ کا جواب:

سوشل میڈیا گروپ میں کسی شخص کو اس کی اجازت یا اطلاع کے بغیر شامل کرنے کے بارے میں شرعی حکم:

صراحتاً یا دلالۃً اجازت کے بغیر کسی کو سوشل میڈیا گروپ میں شامل کرنا شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ کسی گروپ میں شامل ہونا یا نہ ہونا انسان کا اپنا ذاتی حق واختیار

ہے، جس میں دخل دینے کا کسی کو اختیار نہیں ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘یا أیہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی أہلہا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون’’ (نور: ۲۷) (اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت کے اور بغیر سلام کئے مت داخل ہو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے کہ تم آداب ملحوظ رکھو)۔

جس طرح کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا درست نہیں ہے، اسی طرح کسی کو اس کی صراحتاً یا دلالتاً اجازت کے بغیر گروپ میں شامل کرنا درست نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۱ کا جواب:

مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر اہم اور مقبول کتابوں کی PDFسوشل میڈیا پر ڈالنے کا شرعی حکم:

کتاب وسنت میں ‘‘مال ’’ کی تعریف وارد نہیں ہے، لہذا اس کا دارومدار عرف پر ہے، عرف میں جس کو مال سمجھا جاتا ہو وہ مال ہے، چنانچہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک منافع اور حقوق بھی مال شمار ہوتے ہیں، جبکہ حنفیہ کے بارے میں عام طور سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ ان کے نزدیک منافع اور حقوق مال شمار نہیں ہوتے ہیں، البتہ اجارہ میں ضرورت کی بنا پر خلاف قیاس منافع کی قیمت لگائی جاتی ہے، لیکن ہمارے یہاں بھی ایسی جزئیات پائی جاتی ہیں، جن میں منافع اور حقوق کو مال یا قابل عوض شئی قرار دیا گیا ہے۔

اس لئے موجودہ دور کے عرف کو دیکھتے ہوئے حق تالیف اور حق اشاعت بھی مال اور اعیان (مادی اشیاء) کے حکم میں ہے، لہذا یہ حق بھی شریعت میں قابل احترام ہے، اس لئے مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر اہم اور مقبول کتابوں کی پی ڈی ایف PDFسوشل میڈیا پر ڈالنا جائز نہیں ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حق تالیف اور حق نشر واشاعت ہاتھ اور دماغ کا کام ہے، لہذا یہ بھی مالی حق ہے جس کا مصنف اور ناشر مالک ہے، اس لئے مالک کی اجازت کے بغیر اہم اور مقبول کتابوں کی PDFسوشل میڈیا پر ڈالنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ حق تالیف اور حق نشر واشاعت ایسا مجرد حق ہے جو اصالتاً مشروع ہوا ہے، اور موجودہ دور کے عرف کے لحاظ سے مال ہے، لہذا مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر کسی کتاب کو سوشل میڈیا پر ڈالنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ مصنف اور ناشر کو حق اختصاص اور حق ملکیت حاصل ہے، جس کے نفع کو وہی عام کرسکتے ہیں۔

۳۔ محنت ومشقت سے تالیف کردہ کتاب یا شائع کردہ کتاب کو سوشل میڈیا پر ڈالنے میں مصنف اور ناشر کا بڑا معاشی نقصان ہے، جبکہ شریعت اسلامی میں ضرر پہنچانا ممنوع ہے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘لا ضرر ولا ضرار ’’ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۴۱، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۸۶۵، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (کسی کو ابتداءً یا بہ طور مقابلہ نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے)۔

۴۔ حق تالیف موجودہ دور کے عرف کی وجہ سے مال ہے، اور نبی کریمﷺ نے کسی کی معمولی چیز کو بھی اس کی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں قرار دیا ہے، حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا یحل للرجل أن یأخذ عصا أخیہ بغیر طیب نفسہ'' (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۶۰۵، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۹۷۸، شرح معانی الآثار للطحاوی، حدیث نمبر: ۶۶۳۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی، حدیث نمبر: ۲۸۲۲، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کی لاٹھی (جیسی معمولی چیز بھی) اس کی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں)۔

۵۔ یزید بن سائبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا یأخذن أحدکم متاع أخیہ لاعباً ولا جاداً'' (سنن ابی داؤد، باب ما جاء فی المزاح، حدیث نمبر: ۵۰۰۳، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲، ۲۴۱، حدیث نمبر: ۶۳۰، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے سامان کو (اجازت کے بغیر) نہ مذاق میں لے اور نہ ہی سنجیدگی کے طور پر حقیقت میں لے)۔

جب مصنف کی حوصلہ افزائی کے لئے حق تصنیف کو موجودہ دورکے عرف کے لحاظ سے مال اور مادی اشیاء کے حکم میں مان لیا گیا ہے تو پھر مصنف اور اس نے جس ناشر کو حق اشاعت دیا ہے، اس کی اجازت کے بغیر اہم اور مقبول کتابوں کی PDFسوشل میڈیا پر ڈالنا کیوں کر جائز ہوگا؟ حالانکہ نبی کریمﷺ نے کسی کے سامان کو بلااجازت نہ ہی مذاق میں اور نہ ہی حقیقت میں لینا درست قرار دیا ہے۔

سوال نمبر ۱۲ کا جواب:

بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا کے استعمال میں کن امور کا لحاظ ضروری ہے؟

بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا کے استعمال میں درج ذیل امو رکا لحاظ ضروری ہے:

۱۔ امت مسلمہ کی سب سے بڑی خصوصیت اعتدال ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ''وکذلک جعلناکم أمۃ وسطاً'' (بقرہ: ۱۴۳) (ہم نے اسی طرح (اے مسلمانو!) تم کو درمیانی اور افضل امت بنایا ہے)۔

لہذا سوشل میڈیا کا استعمال اعتدال سے ہونا چاہئے۔

۲۔ ایسی خبر نشر کرے جس کے صحیح ہونے کا یقین یا گمان غالب ہو، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''یا أیہا الذین آمنوا إن جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا'' (الحجرات: ۶) (اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر متقی (جو احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتا رہتا ہے) کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلیا کرو)۔

۳۔ سوشل میڈیا پر صرف ایسی تحریر نشر کرے جس میں عام لوگوں کی مصلحت یا منفعت ہو، اور جس سے شکوک وشبہات نہ پیدا ہوتے ہوں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''ما یلفظ

من قول إلا لديہ رقيب عتيد'' (ق: ۱۸) (تو جو بات بھی انسان کرتا ہے، اس کے پاس ایک نگراں حاضر رہتا ہے)۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اپنے اقوال کا ذمہ دار ہے، اور اقوال کے حکم میں ہی تحریریں بھی ہیں، اور ذمہ داری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایسی بات یا تحریر کو نہ پھیلائے جس میں عام لوگوں کے لئے کوئی نفع نہ ہو، یا اس سے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہوں۔

سوشل میڈیا کے استعمال میں کن باتوں سے اجتناب برتنا ضروری ہے:

بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا کے استعمال میں درج ذیل باتوں سے اجتناب برتنا ضروری ہے:

۱۔ ایسی بات یا تحریر یا خبر نہ پھیلائے جو فساد کا ذریعہ بنے۔

۲۔ بدی، برائی اور اباحیت کی دعوت دینے والی تحریر، اور غلط افکار وخیالات پر مشتمل تحریر کو عام نہ کرے۔

۳۔ جس تحریر کے معتبر ہونے پر اطمینان نہ ہو اسے نشر نہ کرے۔

ان باتوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع'' (صحيح مسلم، حديث نمبر: ۵، الجمع بين الصحيحين للحميدى، حديث نمبر: ۲۵۹۸) (آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرے)۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بلا تحقیق خبر کی اشاعت درست نہیں ہے۔

۲۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے زبان کی بے اعتدالیوں کو سنگین گناہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''وهل يكب الناسَ فى النار على وجوههم إلا حصائد ألسنتهم'' (سنن ترمذى، حديث نمبر: ۲۶۱۶، سنن ابن ماجہ، حديث نمبر: ۳۹۷۳، مسند احمد، حديث نمبر: ۲۲۰۱۶، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (کیا یہ حقیقت نہیں کہ جہنم میں لوگوں کو ان کی زبان کی بے اعتدالیاں ہی اوندھے منہ گرائینگی؟)۔

جس طرح زبان کی بے اعتدالیاں جہنم میں جانے کا سبب ہیں، اسی طرح غلط تحریریں بھی دوزخ میں گرنے کا سبب ہیں، جو حکم زبان کی بے اعتدالی کا ہے، وہی حکم غلط تحریر کا ہے۔

۳۔ حضرت سمرہ بن جندب فزاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے ایک ایسے شخص کا حال بیان فرمایا، جس کے جبڑے، آنکھوں اور نتھنوں کو اس کی گدی کے بل کاٹا جارہا تھا، آپ نے فرشتہ سے اس کے بارے میں پوچھا: فرشتہ نے جواب دیا: ''وأما الرجل الذى أتيت يُشرشَر شدقہ إلى قفاہ، وعيناہ إلى قفاہ، ومنخراہ إلى قفاہ، فإنہ الرجل يغدو من

بیتہ، فیکذب الکذبۃ تبلغ الآفاق" (صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح، حدیث نمبر: ۷۰۴۷، صحیح ابن خزیمہ، حدیث نمبر: ۹۴۲، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۰۰۹۴، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۶۵۵) (وہ شخص جس کے پاس آپ اس حال میں پہنچے کہ اس کے جبڑے، آنکھوں اور نتھنوں کو اس کی گدی کے بل کاٹا جارہا تھا، تو یہ وہ شخص ہے جو اپنے گھر سے چل کر ایسا جھوٹ بولتا ہے جو پوری دنیا میں پہنچ جاتا ہے)۔

لہذا سوشل میڈیا کے استعمال کے وقت جھوٹی اور بے بنیاد خبروں کی اشاعت سے کلی اجتناب برتنا ضروری ہے۔

سوشل میڈیا کا استعمال - فقہ اسلامی کی روشنی میں

مفتی محمد عثمان بستوی•

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد! فقد قال الله تعالى: ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد۔

انسان جو بات بھی زبان سے نکالتا ہے، اسے محفوظ رکھنے کے لئے ایک نگہبان ہر وقت تیار رہتا ہے، مطلب یہ ہے کہ انسان یہ نہ سمجھے کہ جو بات اس کی زبان وقلم سے نکل رہی ہے، وہ فضا میں تحلیل ہوکر فنا ہورہی ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ زبان وقلم سے نکلی ہوئی ہر بات ریکارڈ ہوتی ہے اور آخرت میں اس سارے ریکارڈ کا ہر شخص کو جواب دینا ہوگا، اسی لئے آنحضرت ﷺ نے بہت سی احادیث میں زبان کو قابو میں رکھنے کی تاکید فرمائی ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے: ''من يضمن لی ما بين لحييه ..... أضمن له الجنة'' اور ایک دوسری روایت میں ہے: ''أملک عليک لسانک'' (مشکوۃ: باب حفظ اللسان)، اور ظاہر ہے کہ زبان وقلم دونوں کا حکم ایک ہے، تو جو بات زبان سے کہنا ناجائز اور ممنوع ہے، اس کا لکھنا یا لکھے ہوئے کو دوسروں تک بھیجنا، سب ناجائز اور ممنوع ہوگا اور اسلامی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان معاشرے کا ایک ذمہ دار فرد بن کر زندگی گذارے، اس کی زبان وقلم اور عمل سے جو بات نکلے وہ کھری اور سچی بات ہو، اپنے کسی قول وفعل سے غیر ذمہ داری کا ثبوت نہ دے، لیکن آج اسلامی تعلیمات کے برعکس ہماری زبانیں، ہمارے قلم اور ہاتھ اتنے بے قابو ہوگئے ہیں کہ ان کے استعمال میں ذمہ داری کا تصور ہی باقی نہیں رہا، جو کوئی اڑتی ہوئی بات کہیں سے ہاتھ لگ گئی اسے تحقیق کے بغیر دوسروں تک پھیلانے اور پہنچانے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں کی جاتی ہے اور لوگ اسے بے دھڑک ایک دوسرے تک پہنچاتے چلے جاتے ہیں کہ فضا میں ہمہ وقت افواہوں کا ایک طوفان بپا رہتا ہے، اس صورت حال کے نتائج بدکھلی آنکھوں ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ فضا جھوٹی خبروں سے اتنی آلودہ ہوچکی ہے کہ حقیقت حال کا پتہ لگانا دشوار ہوجاتا ہے اور اس کی وجہ سے کسی کو کسی پر اعتبار نہینرہا، نیز اس غیر ذمہ داری کا نتیجہ یہ نکلا کہ جھوٹ، غلط بیانی، بہتان طرازی کی برائی دلوں سے نکل گئی اور ہر غیر ذمہ دار شخص کو یہ حوصلہ ہوگیا کہ وہ بے سروپر کی بات دھڑلے سے معاشرے میں پھیلاتا رہتا ہے اور اس پر اس کو کوئی احساس

• ریاض العلوم گورینی، جونپور، یوپی۔

بھی نہیں ہوتا، گویا کہ غلط الزامات کے سیلاب میں حقیقی مجرموں کو بھی پناہ مل گئی ہے، یعنی واقعی جو لوگ خطاکار اور بدعنوان ہیں، انھیں بدنامی کا زیادہ خطرہ باقی نہیں رہا اور کسی کو ان کے اس خطرناک جرم اور بے سروپیر کی بات پھیلانے پر روک ٹوک اور اس کے سد باب کی ہمت نہیں ہوتی ہے، جب کہ اس کے نتائج شرعاً واخلاقاً انتہائی خطرناک شکل میں ظاہر ہوتے ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ اہل علم اور سنجیدہ لوگ اس صورت حال کے اصلاح کی فکر کریں، اس کی اصلاح صرف مذمت کرتے رہنا نہیں؛ بلکہ ہر برائی کا علاج یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ یہ عزم کرلے کہ دوسرے لوگ خواہ کچھ کرتے رہیں، کم از کم وہ اپنے قول وعمل میں ذمہ داری کا مظاہرہ کرے گا اور بے تحقیق باتوں کو پھیلاکر افواہ طرازی کا مرتکب نہیں ہوگا، جب کسی فرد میں یہ فکر پیدا ہوجاتی ہے، تو اس کا یہ طرز عمل دوسروں کے لئے بھی نمونہ بنتا ہے اور ایسے نمونوں میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا ہے اور اس طرح معاشرہ سدھار کی طرف رواں دواں ہوجاتا ہے، لہذا تاریکیوں میں امید کی مشعلیں روشن کریں، صدق وسچائی اور اخلاقی پاکیزگی کے دیپ جلائیں، اس کے بغیر کبھی کوئی قوم ترقی کی منزلیں طے نہیں کرسکتی، اس مختصر تمہید کے بعد سوالات کے جوابات عرض کئے جاتے ہیں:

مستور الحال کی تعریف:

حضرات فقہاء کی اصطلاح میں مستور الحال وہ شخص ہے جس کے ظاہر میں فسق کے اسباب موجود نہ ہوں او راس کے صدق وامانت اور دیانت سے متعلق کچھ معلومات نہ ہوں؛ تو ایسے شخص کو مستور الحال کہا جاتا ہے: ''المراد بالعدل من ثبتت عدالتہ، ولا ثبوت فی المستور، أما مع تبین الفسق فلا قائل بہ عندنا'' (شامی۳؍۳۵۲)۔

''وأما مجہول الحال، وہو المستور، فعن أبی حنیفۃ قبولہ، وظاہر الروایۃ عدمہ، لأن المراد بالعدل فی ظاہر الروایۃ من ثبتت عدالتہ، وأن الحکم بقبولہا فرع ثبوتہا، ولا ثبوت فی المستور'' (البحر الرائق۲؍۴۶۵، قضایا فقہیہ معاصرہ ۲؍۲۱۷)۔

اور جس خبر میں مُخبر کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو، اس کے نام، پتہ وغیرہ سے کوئی واقفیت نہ ہو، تو ایسا شخص مجہول الذات والصفات ہے اور اس کی طرف سے موصول ہونے والی خبر پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، ایسی خبریں افواہ کہلاتی ہیں، خبر کے لئے ضروری ہے کہ مُخبر کے بارے میں معلومات ہوں، البتہ اس کے صدق وامانت، دیانت سے آگہی نہ ہو، اور نہ ہی موجبات فسق کا علم ہو، تب وہ اصطلاح میں مستور الحال کہلاتا ہے، ورنہ مستور الحال نہیں؛ بلکہ وہ مجہول الذات ہے، جس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

مستور الحال کی خبر میں علماء کا اختلاف:

ائمہ ثلاثہ شافعیہ، حنابلہ، مالکیہ اور حنفیہ کی ظاہر الروایت کے مطابق دینی امور

میں مستو رالحال کی خبر معتبر نہیں، البتہ امام ابوحنیفہؒ کی دوسری روایت مستور الحال کے خبر کے معتبر ہونے کی ہے، لہذا ضرورت کے وقت احناف کی دوسری روایت کے مطابق حضرات فقہاء نے مستور الحال کی خبر کو معتبر مانا ہے اور بلا ضرورت اس کی خبر کو غیر معتبر مانا گیا ہے، یہ مستور الحال سے متعلق فقہاء کے کلام کا خلاصہ ہے (قضایا فقہیہ۲،۲۱۶)۔

معاملات دینیہ میں مستور الحال کی خبر:

دینی امور سے متعلق خبر میں مخبر کا عادل ہونا شرط ہے، اس لئے کسی فاسق کی خبر مقبول نہیں؛ لہذا اگر خبر کسی غیر معتبر شخص کی طرف سے موصول ہو، تو اس کی ترسیل اور نشر واشاعت جائز نہیں؛ اسی طرح مستور الحال جس کی عدالت اور فسق کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہ ہو، تو اس کی بھی خبر مقبول نہیں؛ البتہ جن دینی امور میں عام طور سے عادل کی طرف سے خبر کا موصول ہونا شاذ ونادر ہو، تو اس میں حضرات فقہاء نے ضرورت کی بنیاد پر مستور الحال کی خبر کو بھی معتبر مانا ہے؛ لیکن وہ دینی امور جن میں ان کی خبر قبول کرنے کی مجبوری اور ضرورت نہ ہو، تو اس میں مستور الحال کو خبر کے عدم اعتبار میں فاسق کے حکم میں رکھا گیا ہے، لہذا مستور الحال کی طرف سے سوشل میڈیا میں موصول ہونے والی خبر جن کا تعلق کسی کی عزت آبرو یا حق کے اثبات یا دفاع وغیرہ سے ہو، اس میں مستور الحال کی خبر غیر معتبر ہے، اور ایک دوسرے کو اس کی اشاعت وترسیل جائز نہیں ہے۔

''خبر فاسق غیر مقبول فی الدیانات أی فی الفتی یتبر تلقیہا من العدول کروایۃ الأخبار، بخلاف الإخبار بطہارۃ الماء ونجاستہ ونحوہ، حیث یتحری فی خبرہ فیہ إذ قد لا یقدر علی تلقیہا من جہۃ العدول، وقول الطحاوی، أو غیر عدل، محمول علی المستور کما ہو روایۃ الحسن، لأن المراد بالعدل من ثبت عدالتہ ولا ثبوت فی المستور، وأما مع تبین الفسق فلا قائل بہ عندنا، وعلیہ تفرع ما لو شہدوا فی آخر رمضان برؤیۃ الہلال قبل صومہم بین إن کانوا فی المصر ردت لترکہم الحسبۃ، وإن جاءوا من خارج قبلت من الفتح ملخصا'' (الشامی۳،۳۵۲ زکریا)۔

''نص بعض العلماء علی أنا إذا لم نجد فی جہۃ إلا غیر العدول للشہادۃ علیہم ویلزم ذلک فی القضاۃ وغیرہم لئلا نضیع المصالح، وہذا کلہ لضرورۃ لئلا نہدر الأموال ونضیع الحقوق'' (جواہر الفقہ۳،۴۷۳ زکریا)۔

مستور الحال کے پیغامات سے متعلق احکام:

۱۔ جو خبر کسی شخص کی مذمت، معائب اور نقائص پر مشتمل ہو، اس کو دوسروں تک پہنچانا جائز نہیں، جب تک کہ حجت شرعیہ سے اس کا کافی ثبوت نہ مل جائے، کیونکہ جھوٹا الزام یا افترا کسی کافر پر بھی جائز نہیں اور حجت شرعیہ میں سے کسی افواہ کا عام ہونا یا کسی اخبار یا سوشل میڈیا پر لکھ دینا نہیں ہے، بلکہ شہادت شرعیہ

ضروری ہے اور شہادت کے لئے عدالت ضروری ہے، مستو رالحال کی شہادت غیر مقبول ہے۔ ‘‘قولہ تعالی: إن جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا، فثبت أن مراد الآیۃ فی الشہادات إلزام الحقوق أو إثبات أحکام الدین والفسق التی لیست من جہۃ الدین والاعتقاد فی ہذہ الآیۃ دلالۃ علی أن خبر الواحد لا یوجب العلم، إذ لو کان یوجب العلم بحال لما احتیج فیہ إلی التثبت’’ (احکام القرآن۳،۵۳۰)۔

۲۔ اگر حجت شرعیہ سے ثابت ہوجائے، تو بھی دوسروں تک پہنچانے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس خبر کا تعلق پہنچانے والے کی ذات سے بھی ہو اور اس خبر کی رو سے مظلوم ٹھہرتا ہو، تو ایسی صورت میں اس برائی کی اطلاع دوسروں کو دے سکتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول إلا من ظلم’’ یعنی اللہ تعالی برائی کے اعلان کو پسند نہیں کرتے مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو وہ ظالم کے ظلم کا اعلان کرسکتا ہے، لیکن اس صورت میں بھی بہتر یہ ہے کہ عام اعلان واشاعت کے بجائے صرف ان لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس کی دادرسی کرسکیں (احکام القرآن۲،۳۶۶)۔

لیکن اگر نقائص ومعائب پر مشتمل خبر جو حجت شرعیہ سے ثابت ہو، اس کا ضرر اور نقصان فاعل کے ساتھ خاص ہو، متعدی نہ ہو، تو ایسی صورت میں دوسروں کو اطلاع کرکے رسوا کرنا ہرگز جائز نہیں، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، ایک روایت میں ہے: ‘‘من ستر عورۃ فکأنما أحیا موؤدۃ فی قبرہا’’ (ترغیب وترہیب۴،۱۰۳)، دوسری روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘من ستر عورۃ أخیہ ستر اللہ عورتہ یوم القیامۃ، ومن کشف عورۃ أخیہ کشف اللہ عورتہ حتی یفضحہ بہا فی بیتہ’’ (ابن ماجہ)، یعنی جو شخص اپنے بھائی کا عیب چھپائے، اللہ تعالی قیامت کے دن اس کے عیوب کو چھپائینگے اور جو اپنے بھائی کے عیوب کو ظاہر کرے، تو اللہ رب العزت اس کو گھر کے اندر بیٹھے ہوئے بھی رسوا کردینگے، لہذا کسی کے نقائص ومعائب کو سوشل میڈیا کے ذریعہ عام کرنا، عام حالات میں ہرگز جائز نہیں۔

۳۔ اور مستور الحال کی وہ خبر جو کسی کے معائب ونقائص پر مشتمل نہ ہو اور اس سے کسی حکم شرعی کا اثبات بھی نہ ہو، تو اگر اس خبر پر اطمینان ہو، ایسی صورت میں اس کو عام کرنے کی گنجائش ہے اور مستور الحال کی خبر کو قبول کرنے میں بھی حرج نہیں ہے، حاصل یہ کہ ایسے دنیوی امور سے متعلق مستور الحال کی خبر جو براہ راست حلت وحرمت، عزت وآبرو، الزام واثبات پر مشتمل نہ ہو، تو اس کو اطمینان کے وقت تسلیم کرنے اور دوسرے تک پہنچانے کی اجازت ہے: ‘‘ویقبل قول الکافر والفاسق والعبد فی المعاملات، لکثرۃ وقوعہا کما إذا أخبر أنہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ إن غلب علی الرأی صدقہ’’ (الدر المختار ۹،۴۹۸)۔

۴۔ اور مستور الحال کی وہ اخبار جو دیانات سے متعلق ہوں یا کسی پر کسی حق کے

الزام سے متعلق ہوں، تو مستور الحال کی خبر کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کی نشر واشاعت جائز نہیں، البتہ دیانات سے متعلق وہ خبریں جس میں عام طور سے عادل افراد موجود نہیں ہوتے ہیں، ان چیزوں میں مستور الحال کو عادل مان کر خبر کو قبول کیا جائے گا، او راس کی نشرو اشاعت بھی جائز ہوگی، مثلاً: رویت ہلال کے متعلق موصول ہونے والی خبر، اسی طرح نجاست وطہارت وغیرہ سے متعلق معلومات واخبار کو بھی صحیح مان کر، اس کی نشر واشاعت جائز ہوگی، بشرطیکہ خبر کی صحت سے متعلق اطمینان ہو، ''وشرط العدالۃ فی الدیانات کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتمم إن أخبر بہا مسلم عدل ولو عبداً ویتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم یعمل بغالب ظنہ۔

اعلم أن المعاملات ثلاثۃ أنواع: الأول: ما لا إلزام فیہ، والثانی: ما فیہ إلزام محض، والثالث: ما فیہ إلزام من وجہ دون وجہ، ففی الأول یعتبر التمییز فقط، وفی الثانی شروط الشہادۃ، وفی الثالث إما العدد وإما العدالۃ عندہ خلافاً لہما'' (شامی۹؍۴۹۸ زکریا)۔

سوشل میڈیا پر آنے والی خبریں:

سوشل میڈیاکی خبروں سے متعلق خلاصہ یہ ہے کہ خبر کی دوقسمیں ہیں:

ایک وہ خبر جو دنیوی معاملات سے متعلق ہو، مثلاً: بیع وشراء، کفالہ،حوالہ وغیرہ، تو اس طرح کے دنیوی معاملات سے متعلق سوشل میڈیا پر موصول ہونے والی خبریں، اگر مخبر کے صدق پر اطمینان ہو، خواہ خبر دینے والا مسلم ہو یا کافر، عادل ہو یا فاسق جب خبر کے سچ ہونے کا اطمینان ہو، تو اس کو سچ سمجھنا اور دوسروں تک منتقل کرنا جائز ہے: ''ویقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا کما إذا أخبر أنہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ إن غلب علی الرأی صدقہ'' (شا می۹؍۴۹۸)۔

''ویقبل فی المعاملات قول الفاسق ولا یقبل فی الدیانات إلا قول العدل ووجہ الفرق أن المعاملات یکثر وجودہا فیما بین أجناس الناس، فلو شرطنا شرطا زائدا یؤدی إلی الحرج فیقبل قول الواحد فیہا عدلاً أو فاسقاً کافراً أو مسلماً عبداً أو حراً ذکراً أو أنثی دفعا للحرج'' (تکملۃ فتح القدیر ۹؍۱۰)۔

معاملات دینیہ: خبر کی دوسری قسم وہ ہے جن کا تعلق دینی معاملات سے ہو، مثلاً نجاست، طہارت، نکاح، طلاق، حلت وحرمت وغیرہ کی خبر میں مسلم، عادل ہونا شرط ہے، کافر یا فاسق کی خبر پر عمل کرنا جائز نہیں، البتہ اس طرح کی خبر میں حضور فی المجلس شرط نہیں، لہذا غائب کی خبر جو سوشل میڈیا کے ذریعہ موصول ہو، اس میں اسلام اور عدالت کی شرط ہوگی اور اس کی بھی شرط ہے کہ خط یا آواز کے ذریعہ اس کا اطمینان کرلیا جائے کہ یہ خبر مخبرکی طرف سے ہونے اورغیر کی طرف سے نہ ہونے کا اطمینان ہوجائے، تو بھی وہ خبر معتبر ہوگی، مثلاً: ایسے ٹیلیفون سے موصول ہونے والی خبر جس کا استعمال مخبر خود کرتا ہو دوسروں کو اس تک رسائی نہ ہو یا اس کی اجازت

کے بغیر کوئی بھی استعمال نہ کرتا ہو تو اس صورت میں تحریر اور آواز کی شناخت کے بغیر بھی خبر معتبر ہوگی (احسن الفتاوی۴٫۴۱۹-۴۲۰)۔

جواب نمبر(۱) پیغامات خواہ سماجی زندگی سے متعلق ہوں یا دینی معلومات واحکام شرعیہ سے متعلق جب تک ان کی صحت وصدق پر پورا اطمینان نہ ہوجائے، دوسروں تک پہنچانا جائز نہیں، ''ولو صح قول الواحد فی باب المعاملات عدلاً کان أو غیر عدل فلابد فی ذلک من تغلیب رأیہ فیہ أن خبرہ صادق فإن غلب علی رأیہ فلہ أن یعمل علیہ وإلا لا کذا فی السراج الوہاج'' (عالمگیریہ ۳۴۴٫۵)، البتہ اگر پیغامات یا خبریں ایسی ہوں جس میں کسی شخص کی عیب جوئی نہ ہو اور نہ ہی وہ خبر کسی کی مضرت پر مشتمل ہو او راس خبر کے صدق وصحت کا اطمینان ہو جب کہ خبر محض افواہ نہ ہو تو اس خبر کی اشاعت جائز ہے، جیسا کہ عبارت بالا سے معلوم ہوا اور اگر خبر کسی کے نقائص معائب پر مشتمل نہیں، لیکن اس کی صحت کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں تو صرف ایسے لوگوں تک خبر پہنچانا جائز ہے جو اس خبر سے متعلق کچھ تحقیق وغیرہ کرسکتے ہوں، ایسی خبروں کو بلا کسی قید وبند کے عمومی اشاعت ناجائز ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وإذا جاءہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا بہ'' (سورہ نساء: ۸۳)، اسی طرح آپﷺ نے ارشادفرمایا: ''کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ما سمع'' (مقدمہ مسلم)، اسی طرح ایک روایت میں ہے: ''بئس مطیئۃ الکذب یقول الناس'' ، اور ایک دوسری روایت میں ہے جس نے کسی جھوٹی بات کو جھوٹ جانتے ہوئےبیان کیا تو وہ بھی جھوٹا ہے: ''من حدث حدیث وہو یری أنہ کذب فہو أحد الکاذبین'' (التفسیر المنیر ملخصا ۱۸۵۹٫۵)۔

جواب نمبر (۲)، الف: جس شعبے میں جائز وناجائز دونوں طرح کے امورا نجام دیئے جاتے ہوں، تو اس شعبہ میں جائز امور کو انجام دینے کی ملازمت اور اس کی اجرت کی گنجائش ہے، تاہم بچنا اور احتیاط کرنا زیادہ مناسب ہے، چنانچہ فقیہ عصر مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے ناجائز امور کے شعبے میں جائز کام کرنے اور اس کی اجرت لینے کی گنجائش دی ہے، اسی بنیاد پر انہوں نے غیر مذبوح گوشت فراہم کرنے والی فیکٹری میں اکاؤنٹنٹ کی ملازمت کو جائز لکھا ہے، اسی طرح بینک کے حسابات کو آڈٹ کرنے کی ملازمت کو بھی جائز کہا ہے، نیز غیر مسلموں کے ان ہوٹلوں میں جس میں شراب وخنزیر وغیرہ بھی فراہم کئے جاتے ہوں، اس میں ناجائز کھانوں کو پیش کرنے کے علاوہ دیگر امور کی انجام دہی اور اس کی اجرت کو جائز کہا ہے (فتاوی عثمانی ۳۹۹٫۳، انعام الباری)۔

''العمل فی مطاعم الکفار إنما یجوزبشرط أن لا یباشر المسلم سقی الخمر، أو تقدیم الخنزیر، أو المحرمات الأخری، فإن سقی الخمر أو تقدیمہا إلی من یشربہا حرام بنص صریح .....'' (قضایا فقہیہ معاصرہ۳۲۴٫۱)۔

احسن الفتاوی میں سودی کاروبار کرنے والے اداروں میں بجلی کی فٹنگ سے متعلق

سوال کے جواب میں مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں: ‘‘آپ کے کام میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، اداروںکا سودی کاروبار ان کا فعل ہے جس کا وبال اور گناہ انہیں پر ہے، لہذا آپ کے کام کی اجرت بلاشبہ حلال ہے، البتہ یہ ضروری کہ اجرت کی رقم حلال آمدنی سے ہو، اس لئے کمپنی سے معاہدہ کرتےوقت یہ شرط کرلی جائے کہ ہمیں اجرت سودی منافع سے نہ دی جائے گی، کمپنی میں یقینا حلال آمدنی کے ذرائع بھی ہونگے، ان سے اجرت دی جائے، اگر حلال وحرام آمدنی کو خلط کردیا جاتا ہے اور حلال کو الگ رکھنے پر ادارہ تیار نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے: حلال وحرام مخلوط ہوں؛ لیکن حلال غالب ہو تو اس سے اجرت لینا جائز ہے، اور اگر حلال وحرام دونوں برابر ہوں یا حرام غالب ہو تو جائز نہیں ’’ (احسن الفتاوی۷٫۳۲۹)۔

ب۔ الف کے تحت جو حکم تحریر کیا گیا ہے، وہی حکم اس شکل کا بھی ہے، جائز امور کے مقصود تابع کی حیثیت سے انجام دہی سے حکم میں فرق نہیں ہوگا، بلکہ حکم کا تعلق عمل سے ہوگا، اگر عمل جائز امور سے متعلق ہے، تو جائز، خواہ اس شعبے میں ناجائز امور اصالۃً انجام دیئے جاتے ہوں یا تبعاً اور اگر عمل کا تعلق ناجائز امور سے ہو، تو حکم عدم جواز کا ہوگا، خواہ وہ امور اصالۃ انجام دیئے جاتے ہوں یا تبعاً، مثلاً: حلال کھانے کے ریسٹورنٹ میں ضمناً شراب دینا، تو یہ عمل جائز نہیں اگرچہ شراب کی فراہمی تبعا ہی ہو، تو حلال کھانے کے ساتھ شراب سپلائی کرنے اور فراہم کرنے کی ملازمت جائز نہیں، لہذا اگر سوشل میڈیا پر فحش اور ناجائز تصویروں کی ترسیل دوسروں کو نہ کرنی پڑے، تو اس کے جائز کام کی ملازمت جائز ہوگی، گرچہ اس شعبہ میں فحش وناجائز تصویریں بالقصد بھیجی جاتی ہوں یا تبعاً ان کی ترسیل ہوتی ہو، لیکن جس شخص کے ذمہ ترسیل وغیرہ کا کام نہ ہو تو اس جائز کام کی ملازمت جائز ہوگی، حاصل یہ کہ حکم کا مدار کام کی حلت وحرمت پر ہے، اگر کام حلال تو ملازمت جائز اور اگر کام حلال نہیں، تو ملازمت بھی جائز نہیں۔

رد المحتار میں ہے:‘‘(قولہ وجاز تعمیر کنیسۃ) قال فی الخانیۃ ولو آجر نفسہ لیعمل فی الکنیسۃ ویعمرہا لا بأس بہ، لأنہ لا معصیۃ فی عین العمل، و(جاز إجارۃ بیت) لأن الإجارۃ علی منفعۃ البیت ولہذا یجب الأجر بمجرد التسلیم ولا معصیۃ فیہ وإنما المعصیۃ بفعل المستاجر’’ (رد المحتار مع الدر المختار۹٫۵۶۲)۔

ان تمام شعبوں کی آمدنی ناجائز ہے جن شعبوں میں سود کا کام کرنا پڑتا ہے، باقی ایسے معاملات جن کا سود سے کوئی تعلق نہیں جیسے کیشیئر، کوئی آدمی چیک لاتا ہے اور اس کو چیک دیتا ہے، تو اس حد تک گنجائش ہے، بشرطیکہ اجرت حلال آمدنی سے ہو یا حلال غالب ہو: ‘‘إذا علم أن أکثر مالہ حلال بأن کان صاحب تجارۃ أو زرع فلا بأس، لأن أموال الناس لا تخلو عن قلیل حرام فالمعتبر الغالب’’ (ہندیہ۵٫۳۴۲)۔

جواب نمبر (۳) ملحدانہ افکار اور اسلام پر اعتراض، اخلاقی اقدار کے استخفاف پر مشتمل مضامین کی ترسیل اگرچہ سوشل میڈیا ہی کے ذریعہ ہو، جائز نہیں، اگرچہ مرسل الیہ سے اس کے رد کا امکان ہو، اس لئے کہ اگر مرسل الیہ نے رد نہیں کیا، تو ایسے مضامین کی اشاعت کا گناہ بہرحال ہوگا اور اشاعت کرنے والا اس گناہ میں شریک ہوگا، کسی ناجائز اور حرام امور پر مشتمل اقوال وافعال کا بھیجنا، یقینی طور پر ناجائز اور حرام ہے اور مرسل الیہ کی طرف سے اس کی تردید کا پایا جانا یقینی نہیں، بلکہ محتمل ہے اور کسی ناجائز اور یقینی حرام کو صرف حلت کے امکان کی وجہ سے جائز نہیں کہا جاسکتا، حضرت حکیم الامت ''آداب الاخبار '' میں تحریر فرماتے ہیں: ''خلاف شرع مضامین اور ملحدین کے عقائد باطلہ اول تو شائع نہ کئے جائیں اور اگر کسی ضرورت سے اشاعت کی نوبت آئے، تو جس پرچہ میں وہ شائع ہوں، اسی میں ان کی تردید اور شافی جواب بھی ضرور شائع کردیئے جائیں، آئندہ پرچہ پر اس کو حوالہ نہ کیا جائے، کیونکہ بہت سے آدمی وہ ہوتےہیں جن کی نظر سے آئندہ پرچے نہیں گذرے خدانخواستہ اگر وہ اس سے کسی شبہ میں گرفتار ہوگئے، تو اس کا سبب شائع کرنے والا ہوگا '' (جواہر الفقہ۶؍۵۱۸)۔

''التسبب للشر والمعصیۃ حرام ثم السبب علی قسمین: قریب وبعید، ثم القریب علی قسمین إلی أن قال: وسبب لیس کذلک ولکنہ یعین لمرید المعصیۃ ویوصلہ إلی ما یہواہ کإحضار الخمر لمن یرید شربہ وإعطاء السیف بید من یرید قتلاً بغیر حق إلی ما بسط، وقال: والقسم الثانی من السبب القریب أعنی ما لم یکن محرما وباعثا بل موصلا محضا فحرمتہ وإن لم تکن منصوصا ولکنہ داخل فیہ باشتراک العلۃ وہی الإفضاء إلی الشر والمعصیۃ'' (جواہر الفقہ۲؍۴۴۳-۴۴۵)۔

''دل محرم حلالا علی صید فقتلہ وجب الجزاء علی الدال بشرطہ فی محلہ، لإنالۃ الأمن، ذکر ابن نجیم: وشرطوا فی وجوب الجزاء علی الدال المحرم خمسۃ شروط وإن کان آثما مطلقاً'' (الاشباہ والنظائر مع شرحہ محمود النظائر؍۴۸۷)۔

جواب نمبر (۴) جس چیز میں نفع اور مضرت دونوں پہلو موجود ہوں، تو اس میں مدار غلبے اور کثرت پر ہے، اگر اس کا نفع غالب ہو اور نقصان مغلوب ہو، اسی طرح فائدہ کثیر ہو، ضرر قلیل ہو، تو اس کا استعمال جائز ہے اور اگر نفع مغلوب ہو، مضرت غالب ہو یا مضرت یقینی ہو، نفع محتمل ہو، تو اس کا استعمال جائز نہیں، کیوں کہ احکام کا مدار غالب پر ہوتا ہے ورنہ نفع اور نقصان، فائدہ وضرر ہر چیز میں ہے، اس لئے شریعت نے حکم غالب پر لگایا ہے اور مغلوب کو کالعدم قرار دیا ہے، لہذا موبائل پر آن لائن تعلیم میں بھی اسی اصول اور ضابطے کو ملحوظ رکھنا چاہئے اور بظاہر جب آف لائن تعلیم کی کوئی صورت نہ ہو آن لائن ہی تعلیم کے لئے متعین ہو، تو ایسی صورت میں آن لائن تعلیم کی اجازت ہوگی اور جو مفاسد ہیں مثلاً: نگاہ کا ضرر یا غلط سائٹ تک رسائی، تو ان

مفاسد کا سد باب حتی الامکان دوسرے ذرائع، مثلاً: چشمہ اور مناسب نگرانی سے کیا جائے گا، لیکن جب آف لائن تعلیم کا معقول انتظام ہوسکتا ہو تو ایسی صورت میں کالج کی شہرت اور دیگر سہولیات کے پیش نظر آن لائن کو ترجیح دینا اور آف لائن کو ترک کرنا، دانش مندی کے خلاف ہے، دانش مندی کا تقاضا ایسی صورت میں بہرحال یہی ہے کہ جب معتد بہ مقاصد بغیر ضرر کے حاصل ہوجائیں، تو مقاصد کو اعلی اور خوب سے خوب تر بنانے کے لئے ضرر کے پہلو کو نظر انداز نہ کیا جائے، ضرر سے بچنا ایسی صورت میں مقدم ہوگا، ''در أ المفاسد أولی من جلب المصالح'' کے ضابطے سے یہی حکم نکلتا ہے، حاصل یہ کہ جب ادنی درجہ ضرر سے خالی ہو اور اعلی درجہ ضرر پر مشتمل ہو تو ادنی کو اختیار کرے اور اعلی کو ترک کردے۔

''أكل قليل السقمونيا والبنج مباح للتداوی ومازاد علی ذلک إذا كان يقتل أو يذهب العقل حرام،،، وبكذا يقول فی غيره من الأشياء الجامدة المضرة فی العقل أو غيره، يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع؛ لأن حرمتها ليست لعينها، بل لضررها'' (شامی۱؍۴۰)۔

''الأصل أن المضارمتصفة بالحرمة وأن المنافع متصفة بالإباحة'' (رسائل لکھنوی، شرب الدخان؍۱۷-۱۸)۔

جواب نمبر (۵) جو آلات اور اسباب بذات خود معصیت نہ ہوں اور ان کا استعمال معصیت وغیر معصیت دونوں میں ہوسکتا ہو، تو ایسے آلات اور اسباب کو مباح اور دینی امور کے لئے بھی استعمال کی اجازت ہوگی، لہذا سوشل میڈیا کا اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی، اور اخلاقی تعلیمات وغیرہ کے لئے استعمال کرنا جائز ہی نہیں، بلکہ ایک حد تک ضروری ہے، البتہ ان کی اشاعت اور معلومات کے ساتھ حرام امور سے کلی طور پر اجتناب کرنا بھی لازم ہے، مثلاً: فحاشی کے پرچار، ان کا برہنہ اور عریاں تصاویر وغیرہ سے آمیز کرکے سوشل میڈیا کا استعمال جائز نہیں، لیکن اگر کوئی تیسرا صارف کی اجازت اور رضا کے بغیر ان چیزوں کو شامل کردیتا ہے، تو ایسی صورت میں دیکھنے والے کی ذمہ داری ہے اور اس کے لئے واجب اور لازم ہے کہ دینی مضامین کو سننے کے وقت غلط چیزوں کے سننے اور دیکھنے سے کلی اجتناب کرے، جس کے طریقے سے استعمال کرنے والے بخوبی واقف ہوتے ہیں، دینی معلومات کے ساتھ، فحاشی کے مناظر کو بھی دیکھنا اور سننا حرام وناجائز ہے اور استخفاف دین کا بھی شائبہ ہے۔

مولانا عبید اللہ الاسعدی صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''بے شک یہ سب چیزیں سلف کے عہد میں نہیں تھیں، اور ان کی مضرتیں بھی کھلی ہوئی ہیں، لیکن اس ابتلائی صورت حال میں جب کہ یہی ذرائع لوگوں کے نزدیک مقبولیت وسنجیدگی کا معیار اور علم وفکر کے استفادہ کا ایک عام ومعتمد ذریعہ ہیں ..... ایسے حالات میں ان آلات کے ذریعہ صحیح بات سامنے لائی جائے، تو احقاق حق وابطال باطل کے لئے اور حق کی حفاظت اور

نشر واشاعت کے لئے مقصد کے حصول میں معین ومفید صورتوں وپروگراموں کے ساتھ ان آلات کا استعمال نہ صرف جائز ومستحسن، بلکہ فی الجملہ ضروری ہے ''۔

اخیر میں حضرت تھانوی کے ایک ملفوظ کو ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: ''احقر اپنی عرض کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے چشم کشا وبصیرت افروز ارشاد پر ختم کرتا ہے:

''اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کی حفاظت کا ذریعہ ہوجائے، تو وہاں بدعت کو غنیمت سمجھا جائے، جب تک کہ ان کی پوری اصلاح نہ ہوجائے، جیسے مروجہ میلاد شریف کہ اور جگہ تو بدعت ہے، مگر کالج میں جائز؛ بلکہ واجب ہے، کیوں کہ اس بہانے سے وہ کبھی رسول اللہﷺ کا ذکر شریف اور آپ کے فضائل ومعجزات سن تو لیتے ہیں، تو اچھا ہے کہ اس طرح حضورﷺ کی عظمت ومحبت ان کے دلوں میں قائم رہے '' (مقالات اسعدی ملخصا ٣٫٢٤٤۔٢٤٩)۔

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''وتبین بذلک حکم بیع المذیاع (الرادیو) والمسجل والحاکی، فإن جمیع ہذہ الأشیاء وضعت لأغراض عامۃ تحتمل الاستعمال فی مباح وغیرہ، فبیعہا صحیح منعقد، ولا کراہۃ فیہ إن لم یعلم البائع أن المشتری یقصد منہا معصیۃ وذلک باتفاق العلماء .....والظاہر أن ہذا ہو الحکم فی بیع الکامیرا، فإنہ وضع لأغراض عامۃ ولا یتمحض لتصویر ما فیہ روح، فیمکن استخدامہ فی تصویر ما لا روح فیہ، وہو جائز بالإجماع'' (فقہ البیوع ١٫٣٢٤۔٣٢٥)۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ جس کے جائز استعمال کی صورت موجود ہو تو اس کی خریدوفروخت جائز ہے اور بیع وشراء کا جواز موقوف اور مستلزم ہے استعمال کے جواز کو، تو جب کیمرہ، ریڈیو، موبائل وغیرہ کی خریدوفروخت بالاجماع جائز ہے، تو اس کا استعمال بھی بالاتفاق جائز ہوگا، استعمال کے جواز میں کوئی اختلاف اور شبہ نہیں۔

جواب نمبر (۶) قضا ایک نازک ذمہ داری ہے، شریعت نے اس میں عدل وانصاف کے تقاضے کو آخری درجہ تک پوری کرنے کی کوشش کی ہے، ظلم وناانصافی سے بچانے کا پورا اہتمام کیا ہے، اسی لئے ظلم وناانصافی کے ادنی سے ادنی ذرائع کا سد باب کیا ہے:

الف: مثلاً: گواہوں کا مجلس قضا میں اگر حاضر ہونا ممکن ہو، تو ان کو خود حاضرہوکرکے گواہی دینا لازم وضروری ہے؛ تاکہ انصاف کو یقینی بنایا جاسکے اور اگر مرض یا مسافت بعیدہ کی وجہ سے حاضر ہونا ممکن نہ ہو، تو حقوق کی حفاظت کے لئے شہادت علی الشہادۃ کا طریقہ مشروع کیاگیا، اسی طرح رفع الزام کے لئے مدعی علیہ اور فریق کی حاضری کو بھی لازم کیا گیا کہ بینہ کے فقدان کی صورت میں یمین کے ذریعہ وہ

رفع الزام کو یقینی بناسکے اور یمین کے لئے مجلس قضا لازم وضروری ہے، تو جب رفع الزام متضمن بالیمین ہے، تو اس کے لئے مجلس قضا ضروری ہوگی، نیز دعوی کے لئے بھی قاضی کے سامنے پیش ہوکر کے اپنے بیان کو درج کرانا لازم وضروری ہے، لہذا نہ تو دعوی کے لئے اور نہ ہی رفع الزام کے لئے اور نہ ہی شہادت کے لئے ویڈیو کانفرنس کافی ہوگی، بلکہ ان امور کے لئے مجلس قضا میں حاضری ضروری ہے:

''الشرائط المصححة للدعوى فأنواع:منها:عقل المدعى والمدعى عليه، ومنها أن يكون المدعى معلوماً؛ لتعذر الشهادة والقضاء بالمجهول والعلم بالمدعى إنما يحصل بأمرين: إما الإشارة وإما التسمية .....أن المدعى إن كان محتملا للنقل فلا بد من إحضاره لتمكن الإشارة إليه عند الدعوى والشهادة فيصير معلوماً بها إلا إذا تعذر نقله .....ومنها حضرة الخصم فلا تسمع الدعوى والبينة إلا على خصم حاضر'' (بدائع ملخصا ۳۳۲،۵)۔

''قال الزيلعى: ولو سمع من وراء الحجاب لا يسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره إذ النغمة تشبه النغمة (تبيين ۲۱۴،۴)، قلت:ہذاوإن كان فى تحمل الشهادة ولكن اعتبارہا فى أداء الشهادة أظہر وأولى، وإن سمعوا كلامه ولم يروه لا تجوز شہادتہم عليه، لأن النغمة تشتبه عليه فتقع الشبہة إلا إذا علموا أنه ليس فى غيره'' (رد المحتار ۴۶۷،۱۰)، شرح المجلہ میں شہادت کے لئے گواہوں کے مجلس قضا میں موجود رہنے کی شرط صراحتاً مذکور ہے: ''منها (شروط الأداء) أيضاً مجلس القاضى ومواجہة الخصمين'' (شرح المجلہ، الماده: ۱۶۸۴)۔

ب۔ شہادت کے وقت فریقین یعنی مشہود لہ ومشہود علیہ اور مشہود بہ کا تعارف بھی لازم ہے، اگر فریقین مجلس شہادت میں موجود ہوں، تو اشارۃ کافی ہے اور اگر مقدمہ کی کارروائی وکلاء کے ذریعہ انجام پائے، تو فریقین کے نام، نسب وغیرہ کا ذکر کرنا ضروری ہے، جس سے ان کے متعلق پوری معلومات ہوجائے، ''يجب أن يشير الشاہد عند الشہادة إلى كل من المشہود له والمشہود عليه والمشہود به إذا كانوا حاضرين فإن فعل ذلك، كفى ..... أما فى الشہادة المتعلقة بالموكل الغائب أو بالميت فيلزم الشاہد ذكر أبيہا وجدہما'' (شرح المجلہ، الماده: ۱۶۹۰)۔

ج۔ دفع خصومت کے لئے مدعا علیہ کا دعوی، شہادت کی سماعت، نیز فیصلے کے وقت موجود رہنا ضروری ہے، اگر وہ سرکشی اختیار کرے، نہ خود حاضر ہو نہ وکیل بھیجے اور نہ ہی دعوی کی نوٹس کا کوئی جواب دے، تو ایسی صورت میں قاضی کسی ایسے شخص کو جو اس کا خیر خواہ معلوم ہو جس کے بارے میں معلوم ہو کہ مدعا علیہ کے مفادات کی حفاظت کرے گا، وکیل نامزد کردے، اس کو وکیل مسخر کہا جاتاہے اور اس کی موجودگی میں مقدمے کی پوری کارروائی انجام دے:''فلو امتنع (المدعى عليه) عن الحضور إلى المحكمة وإرسال وكيل، نصب الحاكم له وكيلا يحافظ على حقوقه وسمع الدعوى والبينة فى مواجہته وإذ تبين بعد الفحص أن الدعوى مقارنة للصحة وثبت الحق، حكم بمقتضى

ذلک'' (شرح المجلہ، المادہ: ١٨٣٦)۔

د۔ مقدمے کی کارروائی کے لئے جس طرح مدعی اور مدعا علیہ خود مقدمہ کی کارروائی میں حصہ لے سکتے ہیں، اسی طرح توکیل سے بھی مقدمے کی کارروائی پوری کی جاسکتی ہے، البتہ توکیل کا اقرار مجلس قضا میں کرنا پڑے گا یا اس کی اطلاع کرنی پڑے گی: ''لکل من المدعی والمدعی علیہ أن یوکل من شاء بالخصومۃ، ولا یشترط رضا الآخر'' (شرح المجلہ، المادہ: ١٥١٦)۔

ہ۔ قضا کی بحث میں ایک عنوان آتا ہے ''کتاب القاضی الی القاضی ''، یعنی کبھی تو مقدمے کی کارروائی میں سے شہادت وغیرہ کی سنوائی کے بعد مقدمے کی ترسیل کی نوبت آجاتی ہے، تو اسی مقدمے کی کارروائی کو دوسرے قاضی تک منتقل کرنے کا نام ''کتاب القاضی إلی القاضی '' ہے، اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تحریر دو گواہوں کے سامنے لکھی جائے اور ان کے سامنے سیل مہر کرکے گواہوں کے حوالے کی جائے اور دونوں گواہ اس تحریر کو لے کر جائیں اور قاضی کو حوالے کریں اور مُرسِل کی طرف سے اس تحریر کے ہونے کی گواہی دیں، تو ایسی صورت میں دوسرے قاضی کے یہاں وہ تحریر معتبر ہوگی اور مقدمے کے بقیہ حصہ کی کارروائی کرکے فیصلہ کیا جائے گا، ''القاضی یکتب إلی القاضی فی کل حق غیر حد وقود لیحکم المکتوب إلیہ بہما .....فإذا وصل إلی المکتوب إلیہ نظر إلی ختمہ ولایقبلہ ولا یقرؤہ إلا بحضور الخصم وشہودہ'' (درمختار٨،١٣١-١٣٥)۔

نتیجہ بحث:

جب کرونا وغیرہ جیسی مجبوری کے وقت قضا کی شرائط مذکورہ پر عمل ممکن نہ ہو، تو ایسی صورت میں مقدمے کی کارروائی کے لئے گواہوں کا مجلس قضا میں حاضر ہوکرگواہی دینی یا شہادۃ علی الشہادۃ تو بہرحال شرط ہے، اس سے مفر نہیں، لہذا ویڈیو کانفرنس وغیرہ کے ذریعہ اشہادکافی نہیں اور فریقین کو وکیل کے ذریعہ سے مقدمے کی کارروائی پوری کرانے کا اختیار ہے اور تعنت کے وقت مدعا علیہ کی طرف سے ''وکیل مسخر '' بھی متعین کیا جاسکتا ہے، اس لئے جب مجلس قضا میں حاضری ممکن نہ ہو تو مدعی اور مدعی علیہ کی طرف سے وکلاء متعین کردیئے جائیں، اگر مدعا علیہ خود اس سے اعراض کرے اور صاحب حق کے حقوق فوت ہورہے ہوں تو قاضی از خود اس کی طرف سے وکیل مقرر کرکے فیصلہ کرسکتا ہے، اسی طرح جہاں فریقین میں سے کوئی ایک موجود ہو، اس جگہ کے قریب دوسرے قاضی کو مقدمے کی کارروائی جدید محفوظ ذرائع کے ذریعہ مثلاً مخصوص واٹس ایپ اور ایمیل اور دیگر ذرائع جدیدہ سے منتقل کرکے بقیہ کارروائی مکمل کرائی جاسکتی ہے، اس کی گنجائش دی گئی ہے:''ولا یکفی معرفۃ المکتوب إلیہ خط الکاتب وختمہ ولا یجوز لہ قبولہ بذلک فی قول أئمۃ الفتوی وحکی

عن الحسن وسوار والعنبری أنہم اکان العرف خطہ وختمہ قبلہ وہو قول أبی ثور والأصطخری ویتخرج لنا مثلہ بناء علی قولہ فی الوصیۃ إذا وجدت بخطہ، لأن ذلک تحصل بہ غلبۃ الظن، فأشبہ شہادۃ الشاہدین'' (المغنی۹٫۹۶ بحوالہ اسلامی عدالت۱٫۴۲۹)۔

قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ اپنی مشہور کتاب ''اسلامی عدالت '' میں فرماتے ہیں:

''ہمارے یہاں دار القضاء میں یہ معمول ہے کہ عام طور پر ایک قاضی دوسرے قاضی کو جب مسل ارسال کرتا ہے، تو اس پر دار القضاء کی مہر لگاتا ہے، اپنے دستخط کرتا ہے اور رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعہ ارسال کرتا ہے، عام طور پر دستی فریق کے ذریعہ بھیجنے کا رواج نہیں، بعض غیر اہم معاملات میں جہاں کوئی فوری ضرورت درپیش ہو، کسی معتبر شخص کے معرفت اور کبھی کسی فریق کی معرفت سر بمہر لفاف بھیجا جاتا ہے اور ایسا بہت شاذ ہے، برسہا برس کے تجربے کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ طریقۂ کار قابل اطمینان ہے، اور حصول انصاف کو سہل بنانے والا ہے، اسی لئے ہم نے ''متن کتاب '' میں ائمہ اربعہ کے عام مسلک سے ہٹ کر مالکیہ اور حنابلہ کی ایک روایت اور امام حسن بصری، سوار، عنبری، ابو ثور اور امام شعبی وغیرہ کی رائے کو اختیار کیا ہے، مختلف ائمہ کے مسلک کو جاننے کے لئے معین الحکام للطرابلسی، شرح ادب القاضی وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے '' (اسلامی عدالت۱٫۴۳۳)۔

خلاصہ یہ ہے کہ شہادت کے علاوہ دوسرے امور مثلاً فریقین کے تعارف اور بوقت ضرورت مقدمے کی کارروائی کے انتقال اور مقدمے کی کارروائی کے لئے توکیل اور اشہاد علی الخصم وغیرہ کی تکمیل کے بعد فیصلہ وغیرہ کے لئے جدید ذرائع (جو محفوظ طریقے سے اختیار کئے جائیں) کو استعمال کرنا اور اعتماد کرنا بوقت ضرورت ومجبوری جائز ہےاور کتاب القضا کی تفصیل دیکھنے کے بعد گنجائش نظر آتی ہے، بشرطیکہ حتی الامکان شرائط قضا کو ملحوظ رکھا گیا ہو، کیوں کہ ضرورتاً ثابت ہونے والا حکم بقدر ضرورت ہی ثابت ہوگا (الضرورۃ تقدر بقدر الضرورۃ) ۔

جواب نمبر (۷) اس سوال میں ابہام ہے، سوال یہ ہے کہ آڈیو یا ویڈیو ڈالے جاتے ہیں اور کوئی شخص اس کو سنتا یا دیکھتا یا کسی کو بھیجتا ہے، تو کمپنی اس کو پیشہ دیتی ہے تو اس کا ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سننے والے کو پیسہ ملتا ہے، حالانکہ یہ خلاف ظاہر ہے، بعض احباب سے معلوم کرنے پر یہ وضاحت ہوئی کہ پیسہ آڈیو ڈالنے والے کو ملتا ہے، لہذا اگر آڈیو کسی جائز اور مباح امور سے متعلق ہو اور کمپنیاں اس کے ضمن میں اپنے جائز اشتہارات منسلک کرکے پیسہ کماتی ہوں اور کچھ رقم آڈیو یا ویڈیو ڈالنے والے کو بھی دیتی ہوں، تو اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ آڈیو اور ویڈیو ڈالنے والا کوئی رسالہ یا کتاب لکھنے والے کے مانند ہے اور اس کے ضمن میں اشتہارات، رسالے اور اخبار میں چھپنے والے اشتہارات

کی مانند ہونگے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی اجرت کے درجے میں ہوگی، تو جس طرح اخبارات ورسائل کے جائز اشتہارات کی اجرت جائز ہے، اسی طرح آڈیو اور ویڈیو کے منسلکہ جائز اشتہارات کی اجرت بھی جائز ہوگی یا ملنے والے پیسے انعام کے حکم میں ہیں، خواہ انعام ہوں یا اجرت اس کے جواز میں شبہ نہیں، کیوں کہ ملنے والی رقم اگر اس کی آڈیو اور ویڈیو ہی سے جڑی رہتی ہیں، تو آڈیو اور ویڈیو ڈالنے والا گوگل کے اس حصے کا کرایہ دار ہے، جتنا اس کے آڈیو یا ویڈیو سے مشغول ہے اور اس حصے سے اشتہار منسلک کرنا گویا کہ اس کے شئی مستاجرہ پر اشتہار لگانا ہے اور اس پر عوض کا دینا یہ اس کی اجرت ہے اور اگر آڈیو اور ویڈیو سے مربوط اشتہار نہیں منسلک کئے جاتے ہیں تو ایسی صورت میں ملنے والی رقم انعام ہوگی، جو ویڈیو ڈالنے والے کی تشجیع اور برابر جڑے رہنے کی ترغیب کے لئے دی جاتی ہیں: ''إن کان الانتفاع لمدة معلومة، فإن الاعتیاض عنہا مشروع بطریق الإجارة وإن کان علی سبیل التابید، فإنہ بیع لتلک المنفعة'' (فقہ البیوع ملخصا۱/۲۶۸)، اور انعام ہونے کی جہت سے متعلق تفصیل کھیل پر ملنے والے انعام کے تحت جواب نمبر ۹ پر ملاحظہ کی جائے۔

جواب نمبر (۸) ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے فحاشی اور عریانیت پر مشتمل اشتہارات یا محتمل الضرر غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا جائز نہیں، البتہ ایسے جائز اشتہارات جن سے کسی کو ضرر، خداع، دھوکہ وغیرہ نہ ہو، بلکہ معاملہ کرنے والا اس کے ضرر ونقصان کو خود پہچان سکتا ہو، تو ایسی صورت میں غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا جائز ہوگا، کیوں کہ تصدیق کا مقصد ضرر وخداع سے بچانا ہے، لہذا جب ضرر وخداع کا احتمال نہ ہو، تو تصدیق شدہ ہونا لازم وضروری نہیں۔

حاصل یہ کہ جن چیزوں میں اشتہار کی وجہ سے خریدنے والے کو صرف علم اور رغبت پیدا ہوتی ہو اور اس کے نفع نقصان، فائدہ وضرر کے سلسلہ میں اشتہار سے دھوکہ نہ کھاتا ہو، بلکہ معاملہ کرنے والا اس کو دیکھ اور پرکھ کر اس کے حسن وقبح کو معلوم کرسکتا ہو تو ایسی چیزوں کے غیر مصدقہ اشتہارات شامل کرنا جائزہے، لیکن اگر ایسی چیزوں کا اشتہار ہو جس کے نفع اور ضرر کو اور حسن وقبح کو دیکھ کرکے یا اپنے ذرائع سے معلوم نہ کیا جاسکتا ہو، تو ان کے غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ اشتہار تغریر اور خداع کا سبب بنینگے اور دھوکہ دینا یا دھوکہ کا سبب بننا دونوں ناجائز ہے:

''لا یحل کتمان العیب فی مبیع أو ثمن، لأن الغش حرام إلا فی مسألتین.... وفی البزازیة إذا باع سلعة مبیعة علیہ البیان وإن لم یبین قال بعض مشائخنا یفسق وترد شہادتہ'' (شامی ۷/۲۳۰)۔

''لا بأس بیع المغشوش إذا بین غشہ أو کان ظاہرا یری'' (طحطاوی علی الدر ۳/۱۳۹)۔

''وکذا قال أبو حنیفة فی حنطة خلط فیہا الشعیر والشعیر یری'' (شامی ۷/۴۹۴)۔

‘‘ما کان ضرراً عاماً فہو مکروہ ولیس بمصلحۃ خوفا من الوقوع فی أیدی المدلسۃ علی الجاہل بہ’’ (طحطاوی علی الدر۳،۱۳۹)۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی چیز کی تفصیل واضح ہو اور سامنے والا اس کی حقیقت تک رسائی کے لئے دوسرے کا محتاج نہ ہو تو اس میں خداع اور تغریر کا پہلو نہیں ہوتا ہے، اس لئے حقیقت بیان کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی ہے۔

جواب نمبر (۹) کھیل کے احکام سے قطع نظر، اس کھیل سے حاصل ہونے والے انعام کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں ربا اور قمار کی شکل نہ بنے، تو یہ جائز ہے اور بہ ظاہر ربا اور قمار کی شکل بنتی نہیں ہے، کیونکہ جو پیسہ نیٹ پیک میں استعمال کیا جاتا ہے، اس پیسے کا عوض منافع کی شکل میں اس کو حاصل ہوگیا، لہذا انعام اس کا عوض نہیں ہوگا، بلکہ یہ تبرع میں داخل ہوکر ربا اور قمار کے حکم سے خارج ہوگا، اس لئے شرعاً اس کی گنجائش ہے، رہی بات غیر مشروع کھیل کے نتیجے میں یہ انعام حاصل ہوتا ہے، تو غیر مشروع کھیل کھیلنے کی اجازت اگرچہ نہیں؛ لیکن اگر کوئی کھیل لے اور پھر انعام ملے، تو انعام جائز ہوگا، کیوں کہ یہ انعام تبرع ہے، جیسے کہ پنشن یہ بھی تبرع ہے اور پنشن گرچہ ناجائز ملازمت کے نتیجے میں ملے، تو بھی جائز کہا گیا ہے، تو اگر کھیل ناجائز ہو تو اس پر ملنے والا انعام، ناجائز ملازمت کی پنشن کے مشابہ ہے، اس لئے اس کو جائز کہا جائے گا؛ البتہ کھیل کے سلسلہ میں شریعت مطہرہ نے کچھ قیودات لگائی ہیں اور اس طرح کے کھیل عموماً ان قیودات سے خالی اور عاری ہوتے ہیں، اس لئے ایسا کھیل کھیلنا جائز نہیں؛ لیکن اگر کوئی اس کا ارتکاب کرہی لے تو انعام کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، جیسے ناجائز کام کی ملازمت کرنا گرچہ جائز نہیں؛ لیکن اگر کوئی ایسی ملازمت کرلے، تو اس کی پنشن کو جائز کہا گیا ہے، حضرت اقدس تھانویؒ مغنیہ کی زمین پر مسجد بنانے کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں: ‘‘چونکہ گانا بجانا بھی معصیت ہے اور معصیت کے عوض جو چیز حاصل ہو، اس سے انتفاع جائز نہیں، اس لئے وہ زمین مسجد کے قابل نہیں ہے، البتہ اگر یہ تاویل کی جاوے کہ اس معصیت کا عوض تو جداگانہ ملتا تھا، مثلاً تنخواہ ملتی ہوگی، مزید برآں انعام واکرام ملتا تھا، اس لئے یہ زمین اس معصیت کا عوض نہ تھا، بلکہ ابتداء ایک تبرع تھا، اس طرح سے اس سے انتفاع ہوسکتا ہے، تو البتہ گنجائش ہے’’ (امداد الفتاوی۲،۶۷۳)۔

ناجائز ملازمت کی پنشن جائز ہے، بشرطیکہ پنشن دینے والے ادارے کے ذرائع آمدنی حلال ہوں (احسن الفتاوی۷،۳۱۶)۔

سوشل میڈیا کے کھیل اور اس کے انعام کے سلسلہ میں مذکورہ بالا سطور یہ پیش نظر رکھتے ہوئے لکھی گئی ہیں کہ ڈیٹا کی شکل میں جو پیسہ کمپنی لیتی ہے، یہ انعام اس کا عوض نہیں ہوتا، بلکہ اس کا عوض وہ کھیل ہوتے ہیں جو کھیلے جاتے ہیں اور کھیل

کے مقاصد میں سے تفریح ذہنی وطبعی ہے، اسی لئے یہ کھیل کھیلے جاتے ہیں، تو اگر واقعتاً کمپنیاں ڈیٹا کے عوض تفریحی کھیل مہیا کرتی ہیں اور اپنی تجارت کو بڑھانے کے لئے کھیل پر انعام بھی دیتی ہیں، تو ایسی صورت میں ڈیٹا کا عوض اور بدل وہ کھیل بن گیا، گرچہ وہ کھیل جائز نہ ہو اور اس پر ملنے والا انعام یہ کمپنی کا تبرع ہوگا اور ناجائز کام کی بنیاد پر اگر تبرع اور احسان کے طور پر انعام حاصل ہو، تو اس کی گنجائش ہے، جیسا کہ مغنیہ کو حاصل ہونے والے انعام اور ناجائز ملازمت کی پنشن سے متعلق حضرت اقدس تھانوی اور مفتی رشید احمد صاحب کے فتاوی نقل کردیئے گئے ہیں اور فتاوی عثمانی کے حاشیہ سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے، چنانچہ مرتب لکھتے ہیں: انعام کا کسی مسابقت یا مسابقت مشروعہ کے ساتھ مختص ومنسلک ہونا ضروری نہیں والتفصیل فی حاشیۃ فتاوی عثمانی۲۵۸٫۳۔

قضایا فقہیہ معاصرہ میں ہے: ''وإن مثل ہذہ الجوائز التی تمنح علی أساس عمل عملہ أحد، لا تخرج عن کونہا تبرعاً وہبۃ؛ لأنہا لیس لہا مقابل، وإن العمل الذی عملہ الموہوب لہ، لم یکن علی أساس الإجارۃ، أو الجعالۃ، حتی یقال: إن الجائزۃ أجرۃ لعملہ وإنما کان علی أساس الہبۃ للتشجیع'' (قضایا فقہیہ معاصرہ۱۵۵٫۲)۔

یہ ساری توضیح اس صورت کی ہے، جب ڈیٹا کا عوض انعامات کو نہ مانیں، بلکہ کھیل کو مانیں، لیکن اگر مقصود اصلی کھیل نہ ہو، بلکہ حصول انعام ہو، کھیل ایک سبب اور ذریعہ کی حیثیت سے تابع ہو، اصل انعامات کا لین دین ہو، تو ایسی صورت میں یہ انعامات تبرع نہیں بنینگے، بلکہ ڈیٹا کا عوض اور بدل بنینگے، پھر ایسی صورت میں ربا یا قمار سے زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، جیسا کہ حضرت تھانوی وغیرہ نے حل معمہ وغیرہ کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ معمہ میں شمولیت کے لئے فیس لی جائے اور اس کے حل پر عوض دیا جائے، تو یہ عوض جوابات کے صحیح ہونے کی وجہ سے انعامات میں داخل نہیں، بلکہ حضرت نے اس کو فیس کا عوض قرار دیا ہے اور عوض میں داخل ہونے کی صورت میں ربا یا قمار سے خالی نہیں؛ اس لئے یہ انعامات اس توضیح کے مطابق ناجائز ہونگے، حضرت فرماتے ہیں: ''پھر حل کرنے والے کو جو ملتا ہے اگر اس کو فیس کا عوض کہا جائے، تو قمار یا ربا سے مرکب ہونے کے سبب حرام ہے، اور اگر اس کا عوض نہ کہا جاوے، بلکہ مشقت کا عوض کہا جاوے، تو غالباً بلکہ یقینا وہ فیس ہی کے ذخیرہ سے دیا جاتا ہے، اس لئے حرام ہے کہ مال مغصوب سے لیتا ہے'' (امداد الفتاوی۶۰۹٫۴)۔

قضایا فقہیہ معاصرہ میں ہے: ''ومن شروط جوازہ: أن یکون تبرعاً محضا من قبل المجیز، وأن لا یشترط علی المجاز أن یدفع عوضاً عن الدخول فی المخاطرۃ؛ لأنہ إن اشترط علیہ ذلک دخل فی عقود المعاوضۃ التی یحرم فیہا الغرر والمخاطرۃ، ویتاتی فیہا القمار، وقد

عرّفہ الإمام الخطابی بقولہ إنما ہو مواضعۃ بین اثنین علی مال یدور بینہما فی الشقین فیکون کل واحد منہما إما غانماً، أو غارماً" (قضایا فقہیہ۲،۱۵۶)۔

ترجیح: بندہ کی ناقص رائے میں کھیل پر ملنے والے انعامات کو عوض نہیں کہا جاسکتا ہے، بلکہ یہ تبرع اور انعام محض میں داخل ہے، کیونکہ موبائل کمپنیاں جو عوض لیتی ہیں، تو اس عوض کے منافع مختلف شکلوں میں فراہم کرتی ہیں، مثلاً کال کی منفعت، گوگل کے استعمال کی منفعت، میسجنگ کی منفعت، تو ریچارج کی شکل میں دیا جانے والا پیسہ یہ اجرت ہے کالنگ، میسجنگ اور گوگل تک رسائی کی، یہ گوگل پر سرچ کرنے سے حاصل ہونے والے انعامات وغیرہ کا عوض نہیں، لہذا اس کو ربا اور قمار میں داخل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ تبرع محض ہے، اس لئے جائز ہے، بشرطیکہ حلال آمدنی سے دیا جائے اور یہ انعامات درحقیقت کمپنیاں صارفین کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے دیتی ہیں کہ صارفین زیادہ سے زیادہ ان کی کمپنیوں سے جڑیں، تو ریچارج کرانے والا بمنزلہ مستاجر کے ہے اور کمپنیوں کی خدمات بمنزلہ منافع ہیں اور منافع فی نفسہ جائز ہیں، اس لئے یہ عقد اجارہ جائز ہے،توجیسے بیع وشراء میں راغب کرنے کے لئے انعام دینا جائز ہے، اسی طرح اجارہ میں بھی راغب کرنے کے لئے انعام دینا جائز ہوگا، والتفصیل فی فتاوی عثمانی وجواہر الفقہ ۳،۲۵۳۔۲۵۸۔

جواب نمبر (۱۰) سوشل میڈیا پر گروپ بنانا اور گروپ میں شامل افراد کو میسج بھیجنے کا حکم یہ ہے کہ اگر قرائن اور حالات سے یہ اندازہ ہوجائے کہ ان کو گروپ میں شامل کرنے اور میسج بھیجنے سے کوئی تکلیف اور ناگواری نہیں ہوتی ہے تو گروپ میں شامل کرنا اور میسج بھیجنا جائز ہے اور اگر قرائن وحالات سے یہ اندازہ ہوجائے کہ ان کو گروپ میں شامل کرنے اور میسج وغیرہ بھیجنے کی وجہ سے ناگواری اور تکلیف ہوتی ہے، تو پھر جائز نہیں، اس لئے کہ ایذاء مسلم شرعاً ناجائز وحرام ہے، اور جس کے بارے میں کچھ اندازہ نہ ہو، تو گروپ میں شامل کرنے سے پہلے، پوچھ لینا ضروری ہے، یہی احتیاط کا تقاضا بھی ہے، تاہم اگر بلا استفسار کے ان کو شامل کرلیا جائے تو اس کو حرام وناجائز نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اگر ان کو یہ عمل ناگوار وناپسند ہوگا، تو اس سے نکلنے کے راستے ان کے پاس موجود ہوتے ہیں، نیز جب کسی فعل وعمل میں دو جہتیں ہوں، تو جب تک حرمت کی جہت معلوم نہ ہو، تو اس کو "الأصل فی الأشیاء الإباحۃ" ، "الیقین لا یزول بالشک" کے ضابطے سے جائز ہی کہا جائے گا، یعنی اصل کام میں جواز ہے، لہذا جواز یقینی کو عدم رضا کے احتمال اور شبہ کی وجہ سے ناجائز ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، گروپ بنانا اور گروپ میں شامل کرنا یہ اس کے واٹس ایپ تک رسائی حاصل کرنا ہے اور واٹس ایپ کی مثال عوامی جگہوں سے دی جاسکتی ہے اگرچہ وہ مملوک ہوں، لیکن عامۃ الناس کے لئے کھلی رہتی ہوں، تو وہاں تک رسائی کے لئے اجازت

ضروری ہے، اسی طرح واٹس ایپ تک رسائی کے لئے بھی اجازت ضروری نہیں ہوگی، البتہ اگر وہ اپنے واٹس ایپ کو صرف اپنے لئے مختص کرلے، تو بلا اجازت کے اپنی فنی مہارت سے رسائی حاصل کرنا جائز نہ ہوگا: ‘‘لیس علیکم جناح أن تدخلوا بیوتاً غیر مسکونۃ، قال قتادۃ: ہی الحانات والبیوت والمنازل المبنیۃ للسائلۃ، لیأووا إلیہا ویأووا إلیہا أمتعتہم جاز دخولہا بغیر استئذان فالمنفعۃ فیہا النزول وإیواء المتاع والإتقاء من الحر والبرد’’ (تفسیر مظہری۶؍۳۷۳)۔

جواب نمبر (۱۱) مطبوعہ کتابوں کے حقوق طبع اگر بحق ناشر یا مصنف محفوظ نہیں ہیں، تو اس کی پی ڈی ایف ڈاؤن لوڈ کرنا اور اس کی نشر واشاعت جائز ہے، عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، اور جس کو ناشرین یا مصنف نقصان سمجھتے ہیں، درحقیقت نقصان نہیں، بلکہ منافع کی کمی ہے، البتہ اگر مصنفین یا ناشرین نے حقوق طبع محفوظ کراکے، اس کو مشتہر کردیا ہو، تو چونکہ کہ حقوق طبع کو بھی ایک ایسا حق مانا گیا ہے، جو مال کے حکم میں ہے، لہذا صاحب حق کی اجازت کے بغیر، اس کے حق کو چھیننے اور اس کے بیع وشراء کی اجازت نہ ہوگی، یہ مسئلہ متقدمین حضرات کے نزدیک جائز تھا، کیوں کہ انہوں نے اس کو طابع اور ناشر کا حق نہیں تسلیم کیا تھا، لیکن فی زماننا تقریباً تمام اہل علم کا اس حق کے ثابت ہونے پر اتفاق ہوچکا ہے، لہذا بغیر اجازت کے پی ڈی ایف لوڈ کرنا اور اس کی خریدوفروخت کرنا جائز نہیں، لیکن خود اپنے استفادہ یا دوستوں واحباب کے استفادہ کے لئے بلا عوض ڈاؤن لوڈ کرنا اور بھیجنا جائز ہے، اس کے ذریعہ سے مالی منفعت حاصل کرنا جائز نہیں، یہ صاحب حق کی حق تلفی ہے: ‘‘أن حق الابتکار والتالیف حق معتبر شرعاً، فلا یجوز لأحد أن یتصرف فی ہذا الحق بدون إذن من المبتکر أو المؤلف، وینطبق ذلک علی حقوق برامج الکمبیوتر أیضاً، ولکن التعدی علی ہذا الحق إنما یتصور إذا أنتج أحد مثل ذلک المنتج أو الکتاب أو البرنامج بشکل واسع للتجارۃ فیہ، أو بقصد الاسترباح، أما إذا صوّرہ لاستعمالہ الشخصی، أو لیہبہ إلی بعض أصدقائہ بدون عوض، فإن ذلک لیس من التعدی علی حق الابتکار.....ولیس للمنتج أن یمنعہ منہا، وإنما الممنوع أن ینتج مثلہا بقصد الاسترباح والتجارۃ فیہ بدون إذن منہ’’ (فقہ البیوع۱؍۲۸۶)۔

جواب نمبر (۱۲) سوشل میڈیا کے استعمال کے وقت، خاص طور سے درج ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ جس وقت سوشل میڈیا پر لکھنے یا پڑھنے، سننے یا دیکھنے کے لئے اس کو آن کرے، تو سب سے پہلے اپنے ذہن سے خود استفسار کرے کہ ان مضامین کا لکھنا پڑھنا اور ان مناظر کا دیکھنا سننا میرے لئے جائز ہے یا نہیں، اگر جواز ثابت ہو، تو ٹھیک ورنہ صرف اپنا جی خوش کرنے اور وقت پاس کرنے کے لئے، ہر طرح کے مضامین ومناظر دیکھنے سننے میں مشغول ہوجانا، ہرگز جائز نہیں، اگر خود احکام شرعیہ سے واقف نہ ہو،

تو کسی ماہر سے استفتاء اور معلومات استعمال کیے بغیر سوشل میڈیا کے مضامین ومناظر دیکھنے سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

۲۔ عریاں اور فحش مناظر کا سوشل میڈیا پر بھی دیکھنا، سننا حرام اور ناجائز ہے۔

۳۔ غیبت، اتہام، تمسخر اور فتنہ پردازی جس طرح زبان وقلم سے انجام دینا حرام وناجائز ہے، اسی طرح سوشل میڈیا پر بھی یہ سب امور ناجائز وحرام ہونگے، اور بلا تحقیق صرف سنی سنائی سوشل میڈیا کی افواہ یا کسی دوسرے کے نقائص ومعائب (جس کا ضرر اسی کے ساتھ خاص ہو) سے متعلق خبروں کو پڑھنا سننا اور دوسروں کو بھیجنا جائز نہیں، ان سب سے اجتناب لازم ہے اور ایسے مضامین کو فی الفور محواور ڈیلیٹ کردینا واجب ہے۔

۴۔ اگر کسی پر ظلم وزیادتی کی خبر ہو اور وہ تحقیق سے ثابت ہو اور سوشل میڈیا پر اس کی نشر واشاعت سے مظلوم کو ظلم سے بچانا ممکن ہو، تو حتی الامکان مظلوم کو ظلم سے نجات دلانے کی کوشش کرنا لازم وضروری ہے، وہ جس طرح بھی ممکن ہو اور اس میں لاپرواہی اور سستی برتنا ظالم کی ایک گونہ حمایت اور اعانت میں داخل اور شامل ہے۔

۵۔ سوشل میڈیا پر غلط افکار وخیالات پر مبنی مضامین کو بغیر اس کی تردید کے آگے بڑھا دینا اس امید سے کہ ہوسکتا ہے کہ دوسرا اس کی تردید کردے، جائز نہیں، کیوں کہ جس مضمون کا فاسد اور مخرب اخلاق واعتقاد ہونا واضح ہو، اس کی نشر واشاعت فی نفسہ حرام وناجائز ہے، دوسرے کی موہوم تردید کی وجہ سے، یقینی حرام کو جائز نہیں کہا جاسکتا۔

۶۔ جو مضامین کسی شخص کی مذمت اور ضرر پر مشتمل نہ ہوں اور اس کی نشر واشاعت کسی مسلمان کی مصلحت عامہ یا خاصہ کے خلاف نہ ہو، تو اس کے نشر واشاعت کی اجازت ہے اور جس خبر میں مسلمانوں کے مصالح کے خلاف ہونے کا ادنی شائبہ بھی ہو، تو اس کو صرف ارباب حل وعقد تک پہنچانے کی اجازت ہے اور ایسی خبروں کو بالکل عام کرنا نص قرآنی کے خلاف ہے، کیوں کہ ممکن ہے کہ جس کو یہ خبر پہنچے اس کو نقصانات کی طرف خیال نہ ہو، آیت قرآنی: ''إذا جاءہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا بہ'' کا یہی مفہوم اور حاصل ہے۔

۷۔ سوشل میڈیا پر موصول ہونے والی خبر جس کا کوئی دینی ودنیوی نفع نہ ہو، تو اس کو پھیلانے سے پرہیز کرنا ضروری ہے، اور یہی عقل کا تقاضا ہے، ''من حسن إسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ'' ۔

سوشل میڈیا سے متعلق فقہی مسائل

مفتی محمد جمال الدین قاسمی•

موجودہ دور میں سوشل میڈیا انسانی زندگی کا ایک جزو لا ینفک بن چکا ہے، اس کی وجہ سے پوری دنیا ایک گاؤں کی شکل اختیار کرچکی ہے ، لمحوں کے اندر مشرق کی خبر مغرب تک پہونچ جاتی ہے، آدمی گھر بیٹھے عالمی خبریں معلوم کرسکتا ہے اور قرب و جوار کے احوال سے واقفیت حاصل کرسکتا ہے، سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم پر خبروں کے علاوہ اس کے ذریعے دینی معلومات سے بھی آگاہی ہوتی ہے اور جنرل نالج سے بھی وہ باخبر کرتا رہتا ہے، اسی طرح دوستوں اور رشتہ داروں سے جڑے رہنے کا یہ ایک اچھا ذریعہ ہے، حمد ونعت ،تقاریر وبیانات اور مضامین وتحریرات کے ذریعہ دین کی اشاعت کا بھی یہ ایک بہترین وسیلہ ہے، قدیم زمانہ میں ایک باصلاحیت انسان کی صلاحیتیں جو ایک محدود دائرہ میں سمٹ کر رہ جاتی تھیں اور ایک قلیل تعداد ہی اس سے مستفید ہوسکتی تھی ، سوشل میڈیا کی وجہ سے یہ دائرہ وسیع ہوچکا ہے ، اور اس کا استعمال کرکے آدمی اپنی بات بے شمار افراد تک پہونچاسکتا ہے، عصر حاضر میں جودینی کتب سے بیزاری اور صحبت اولیاء سے دوری عام ہوچکی ہے ، اور انسان کا اکثر وقت سوشل میڈیا کی نذر ہورہا ہے،علماء اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سوشل میڈیا کے ذریعہ ان جیسے افراد تک دین کی باتیں پہونچاسکتے ہیں اور ان کی اصلاح حال کی کوشش کرسکتے ہیں ، یہ سکہ کا ایک رخ تھا؛ مگر دوسری جانب دیکھا جائے تو ایک بہت ہی افسوس ناک صورتحال سامنے آتی ہے، سوشل میڈیا کے ذریعہ غیر محقق خبریں عام ہوتی رہتی ہیں، افواہوں کا بازار گرم رہتا ہے، دینی معلومات بلا حوالہ شائع ہوتی ہیں، حضور اکرم ،صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کی جانب احادیث ، آثار اور واقعات کو منسوب کیا جاتا ہے، اور اس نسبت کی صحت سے واقفیت حاصل کیے بغیر انہیں فارورڈ کیا جاتا ہے ، نتیجۃً معاشرہ میں ایک غیریقینی صورت حال پیدا ہوتی ہے، بے اعتمادی کی فضا عام ہوتی ہے، اور دینی لحاظ سے بھی ضرر کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح سوشل میڈیا کی وجہ سے انسان گناہوں کے دلدل میں پھنستا ہی جارہا ہے، بد نظری جیسے سنگین فتنہ میں ابتلائے عام ہوچکا ہے،حلال وحرام کی تمیز ختم ہوچکی ہے، اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ ایک ایک کرکے رخصت ہوتے جارہے ہیں ،اور ایک ایسا معاشرہ تیار ہورہا ہے جس

• صدر مفتی دار العلوم حیدرآباد، تلنگانہ۔

کی فضا نہایت ہی مسموم اور زہر آلود ہے۔

اسلام ایک جامع اور مکمل مذہب ہے، اس کی تعلیمات ہر دور میں انسان کے لیے مشعل راہ ہیں،زندگی کا کوئی زاویہ ایسا نہیں ہے جس میں اس کی ٹھوس رہ نمائی موجود نہ ہو،سوشل میڈیا کی وجہ سے جو نفع وضرر پر مشتمل صورت حال سامنے آئی ہے اور جو مسائل پیدا ہوئے ہیں ، یقینا ان کا حل بھی شریعت کی روشنی میں کیا جاسکتا ہے، اور جائز وناجائز میں امتیاز کرکے امت مسلمہ کو ایک سیدھی راہ فراہم کی جاسکتی ہے، ذیل میں اسی نقطۂ نظر سے سوشل میڈیا کے ابھرتے ہوئے مسائل کاقرآن وحدیث کی روشنی میں حل کرنا مقصود ہے۔

۱۔ بلا تحقیق خبروں کی اشاعت:

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ اگر ان کو کوئی ایسی خبر موصول ہو جس کا حق ہونا معلوم نہ ہو تو جب تک اس کی تحقیق نہ ہوجائے اور اولوالامر کی جانب سے اس کی تصدیق نہ کردی جائے تب تک اس کی اشاعت اور آگے پھیلانے سے احتراز کیا جائے، اوربلا تحقیق خبریں عام کرنااورافواہوں کا بازار گرم کرنا منافقوں کا شیوہ قرار دیا گیا ہے ، ارشاد باری تعالی ہے :

''وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭوَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ'' (النساء: ۸۳)۔

(اور جب ان کو کوئی بھی خبر پہنچتی ہے، چاہے وہ امن کی ہو یا خوف پیدا کرنے والی،تو یہ لوگ اسے (تحقیق کے بغیر)پھیلانا شروع کردیتے ہیں، اور اگر یہ اس(خبر) کو رسول کےپاس یا اصحاب اختیار کے پاس لے جاتےتو ان میں سے جو لوگ اس کی کھوج نکالنے والے ہینتو وہ اس کی حقیقت معلوم کرلیتے)۔

علامہ قسطلانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں :

''وفيه إنكار على من يبادر إلى الأمور قبل تحققها فيخبر بها ويفشيها وينشرها وقد لا يكون لها صحة'' (شرح قسطلانی۱/۸۹)۔

(اس آیت میں اس شخص پر نکیر کی گئی ہےجو خبروں کی تحقیق سے قبل ان کی نشر واشاعت میں جلدبازی سے کام لیتا ہے، حالاں کہ بسا اوقات وہ درست بھی نہیں ہوتی ہیں)۔

دوسری جگہ بھی قرآن میں اسی کی تعلیم دی گئی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَــهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ'' (الحجرات: ۶)۔

(اے ایمان والو !اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہوکہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کونقصان پہنچابیٹھو، پھر اپنے کیےپر پچھتاؤ)۔

متعدد احادیث میں بھی آپ ﷺ نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ جب تک تحقیق وتفتیش نہ ہوجائے تب تک خبر عام نہ کی جائے،حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہینکہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ''(ابوداؤد،حدیث نمبر: ۴۹۹۲)۔

(آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کردے)۔

اور امام مسلم نے اپنے مقدمہ مینحضرت ابو ہریرہ کے ہی حوالہ سے ''إثما'' کے بجائے ''کذبا'' کا لفظ نقل کیا ہے، ملا علی قاری اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''يَعْنِي: لَوْ لَمْ يَكُنْ لِلْمَرْءِ كَذِبٌ إِلَّا تَحْدِيثُهُ بِكُلِّ مَا سَمِعَ مِنْ غَيْرِ تَيَقُّنٍ أَنَّهُ صِدْقٌ أَمْ كَذِبٌ، لَكَفَاهُ مِنَ الْكَذِبِ أَنْ لَا يَكُونَ بَرِيئًا مِنْهُ، وَهَذَا زَجْرٌ عَنِ التَّحْدِيثِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْلَمْ صِدْقُهُ، بَلْ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يَبْحَثَ فِي كُلِّ مَا سَمِعَ خُصُوصًا فِي أَحَادِيثِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ '' (مرقاۃ المفاتیح ۱/۲۴۰)۔

(حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جھوٹ نہ بولتا ہو ؛لیکن ہر سنی ہوئی بات اس کے سچ یا جھوٹ ہونے کا تیقن کیے بغیر بیان کردیتا ہو تو یہ اس کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے، اس حدیث میں جس بات کی سچائی کا علم نہ ہو اس کو بیان کرنے پر زجر وتوبیخ کی گئی ہے؛ بلکہ ہر سنی ہوئی بات بالخصوص احادیث نبوی میں تفتیش کرناانسان پر لازم ہے)۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

'' إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ المَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ (بخاری، حدیث نمبر: ۱۴۷۷)۔

علامہ ابن کثیر نے اس حدیث کی یہ تشریح کی ہے:

''أَيْ:الَّذِي يُكْثِرُ مِنَ الْحَدِيثِ عَمَّا يَقُولُ النَّاسُ مِنْ غَيْرِ تَثَبُّت، وَلَا تَدبُّر، وَلَا تبَيُّن'' (تفسیر ابن کثیر ۲،۳۶۶)۔

(یعنی وہ شخص جو لوگوں سے سنی ہوئی باتیں احتیاط،غوروفکر اور تحقیق کیے بغیر بکثرت بیان کرتا ہو)۔

پھرسوشل میڈیا پر بعض خبریں تو ایسے افراد کی جانب سے ہمیں موصول ہوتی ہیں جن پر ہمارا اعتماد ہوتا ہے کہ وہ مصدقہ خبریں ہی ارسال کرتے ہیں؛لیکن اکثر خبریں ایسے لوگوں سے ہم تک پہونچتی ہیں جن کی ثقاہت وعدم ثقاہت کا کچھ پتہ نہیں ہوتا، ایسے افراد کو علماء نے مستور قرار دیا ہے، علامہ علاء الدین بخاریؒ لکھتے ہیں:

''خَبَرُ الْمَسْتُورِ، وَهُوَ الَّذِي لَمْ يُعْرَفْ عَدَالَتُهُ وَلَا فِسْقُهُ''(کشف الاسرار ۳/۲۰) ۔

(مستور وہ شخص ہے جس کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہ ہو)۔

امام نووی نے بھی یہی تعریف نقل کی ہے (التقریب ۱/۵۰)۔

مستور کے متعلق فقہائے حنفیہ کے یہاں دو روایتیں ملتی ہیں ، امام محمد سےروایت یہ ہے کہ مستور کا حکم فاسق کی طرح ہے؛اور فاسق کی خبر صرف ان معاملات میں قبول ہوتی ہے جو الزام کے معنی سے خالی ہوں ؛ کیوں کہ فسق کے عام ہونے کی وجہ سے ہر معاملہ کے لیے کسی عادل کا ملنا مشکل ہے، رہی احادیث نبویہ اور وہ معاملات جن میں الزام کا معنی پایا جاتا ہوتو ان میں کلی طور پر فاسق کی خبر غیر معتبر ہے ؛ البتہ دینی امور مثلا پانی کی پاکی وناپاکی تو اگر ظن غالب بھی فاسق کی خبر کی تائید کرے تو اس کی خبر مقبول ہوگی؛ لیکن اصلا دیکھا جائے تو یہاں فاسق کی خبر کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے : بلکہ مبتلی بہ کے غالب گمان کا اعتبار کیا گیا ہے، امام سرخسی لکھتے ہیں:

‘‘فاسق کے متعلق کتاب الاستحسان میں مذکور ہے کہ اگر وہ پانی کی پاکی یا ناپاکی کی یا کھانے پینے کے حلال یا حرام ہونے کی خبر دے تو سننے والا اپنی رائے پر عمل کرے گا،اگر اس کے گمان میں وہ سچا ہو توخبر پر عمل کرنا ضروری ہے؛ ورنہ عمل نہ کرے، اس بنیاد پر ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہہ دیا کہ فاسق کی روایت کا بھی یہی حکم ہوگا، میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ فاسق کی خبر حجت نہیں ہے؛ کیوں کی اس کی شہادت مردود ہے، اور کھانے کی حلت وحرمت اور پانی کی پاکی و ناپاکی میں ضرورت کی وجہ سے اس کی خبر کا اس وقت اعتبار کیا گیا جب کہ غالب گمان سے اس کی تائید ہوگئی؛ کیوں کہ یہ ایک خاص حکم ہے، بسا اوقات دوسرے کی جانب سے اس کا علم ہونا دشوار ہوتا ہے، اور اس جیسی ضرورت روایت حدیث میں متحقق نہیں ہے، کیوں کہ عادل حضرات کی کثرت ہے، ان سے سن کر احادیث کا علم حاصل کیا جاسکتا ہے؛ لہذا اس باب میں فاسق کی روایت پر اعتماد کرنے کی ضرورت نہیں ہے،پھر معاملات میں ضرورت کی وجہ سے فاسق کی خبر کو قابل قبول قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ معاملات بکثرت پیش آتے ہیں، اور ہر معاملہ کی خبر کے لیے عادل کا ملنا مشکل ہے،نیز یہ الزام کے معنی سے بھی خالی ہیں؛ اس لیے اس میں مطلقا فاسق کی خبر پر اعتماد جائز ہے،اور حلت وحرمت میں من وجہ الزام کے معنی ہیں،یہی وجہ ہے کہ اس میں جب تک فاسق کی خبر کی غالب گمان سے تائید نہ ہوجائے تب تک وہ ناقابل اعتماد ہے’’ (اصول سرخسی ۱/۳۷۰۔۳۷۱، کشف الاسرار ۳/۲۱)۔

فاسق کی خبر سے متعلق مذکورہ تفصیل مستور کی خبر میں بھی جاری ہوگی؛ البتہ امام ابو حنیفہ سے امام حسن نے یہ روایت کی ہے کہ مستورعادل کی مانند ہے اور اس کی خبر تمام امور حتی کہ احادیث نبویہ میں بھی معتبر ہے ؛ لیکن فقہاے احناف نے امام محمد کے قول کو اصح قرار دیا ہے، اور امام حسن کی روایت کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ خیر القرون کے زمانہ پر محمول ہے؛ کیوں کہ اس زمانہ میں خیر عام تھا، خود حضور ﷺ نے اس کی گواہی دی ہے؛ لیکن خیر القرون کے بعد فسق کے شیوع کی بنا پر مستور کا

جب تک عادل ہونا ظاہر نہ ہوجائے تب تک اس کی خبر فاسق کی خبر کے درجہ میں ہوگی، علامہ سرخسی لکھتےہیں:

‘‘مستور کے متعلق کتاب الاستحسان میں امام محمد کی صراحت ہے کہ اس کی خبر فاسق کی خبر کی طرح ہے،اور امام حسن؍ نے امام ابو حنیفہ؍ سے نقل کیا ہے کہ روایت حدیث میں وہ عادل کےدرجہ میں ہے، کیوں کہ ظاہرا اس کی عدالت ثابت ہے، آپ ﷺ اور حضرت عمرسے مروی ہے:مسلمان ایک دوسرے کے سلسلہ میں عادل ہیں، لیکن کتاب الاستحسان میں مذکور قول ہمارے زمانہ میں اصح ہے؛ کیوں فسق اس زمانہ والوں میں عام ہے،مستور کی عدالت کے ظاہر ہونے تک اس کی روایت معتمد نہیں ہے، جیسا کہ باب قضاء میں اس کی شہادت بھی تبھی قابل اعتماد ہوتی ہے جب کہ اس کی عدالت ظاہر ہوجائے ’’ (اصول سرخسی ۱/۳۷۰و ۳۷۱ ،و کذا فی کشف الاسرار ۳/۲۰)۔

شرح نخبۃ الفکر میں ہے:

‘‘مستور کی روایت کو ایک جماعت نے کسی زمانہ کی قید کے بغیرقبول کیا ہے، جن میں امام ابوحنیفہ ؍ بھی ہیں، علامہ ابن صلاح ؍فرماتے ہیں: بہت سی مشہور کتب احادیث میں ان راویوں کے سلسلہ میں اسی رائے پر عمل کیا گیا ہے جن کا زمانہ مقدم تھا اور ان کے باطنی احوال سے واقفیت ممکن نہ تھی؛ اس لیے صرف ظاہر پر اکتفا کرلیا گیا،اور کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ ؍ کا زمانہ ابتدائے اسلام کا تھا، اور اس دور میں لوگوں پر عدالت کا غلبہ تھا،موجودہ زمانہ میں فسق کے غلبہ کی وجہ سے توقف ضروری ہے، یہی صاحبین؍ کا قول ہے، اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ؍ میں جو مستور ہیں ان کی روایت قبول ہے؛ کیوں کہ آپ ﷺ نے اپنے قول ‘‘خير الْقُرُون قَرْني، ثمَّ الَّذين يَلُونَهُمْ ’’ کے ذریعےخیر کی گواہی دی ہے اور ان کے علاوہ کی روایت کے قبول کے لیے توثیق ضروری ہے، یہ تفصیل عمدہ ہے، اور جمہور نے مستور کی روایت کو رد کیا ہے (شرح نخبۃ الفکر للقاری ۱؍۵۱۸-۵۱۹)۔

۲۔ سوشل میڈیا کی ملازمت:

ملازمت کے جواز اور عدم جواز کا مدار کام کے شرعی نقطۂ نظر سے درست ہونے نہ ہونے پر ہے، اگر کام شرعا درست ہے تو اس کی ملازمت بھی جائز ہے ، اور اگر غیر درست ہے تو ملازمت بھی ناجائز ہے، آپ ﷺکا ارشاد ہے:

‘‘إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ’’(بخاری ، حدیث نمبر: ۱)۔

(اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے)۔

اس حدیث کی تشریح خود آپ ﷺکے قول سے بہتر طور پر معلوم ہوجاتی ہے:

‘‘فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ هَاجَرَ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ’’ (بخاری، حدیث نمبر: ۶۹۵۳)۔

(جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے شمار ہوگی، اور جس کی ہجرت دنیا کے حصول یا عورت سے نکاح کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی کے لیے شمار ہوگی)۔

فقہائے کرام نے اسی حدیث سے یہ فقہی قاعدہ مستنبط کیا ہے :

‘‘الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا’’(الاشباہ والنظائر ۱/ ۲۳)۔

(امور پر حکم ان کے مقاصد کے اعتبار سے لگتا ہے)۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر کسی امر میں نفع وضرر اور خیر وشر دونوں پہلو موجود ہوں تو انسان کی نیت اور مقصد کو مد نظر رکھ کر حکم لگایا جائے گا، اس بنیاد پر کہا جائے گا کہ سوشل میڈیا جس میں ایک طرف بہت سے فوائد اور منافع موجود ہیں وہیں دوسری جانب وہ انتہائی خسارہ اور ضرر کا بھی سبب ہے، اگر اس میں ملازمت کسی جائز کام کے لیے کی جائے تو یہ جائز ہوگا ، اور اگر کوئی غلط اور ناجائز کام کی ملازمت ہو تو یہ ناجائز ہوگا؛ کیوں کہ یہ اعانت علی المعصیۃ ہے ، جس کی قرآن وسنت میں ممانعت آئی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

‘‘وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ’’ (سورۂ مائدہ : ۲)۔

(اور گناہ اور ظلم میں تعاون مت کرو)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

‘‘قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ’’(القصص: ۱۷)۔

(حضرت موسیٰ نے کہا: میرے پروردگار! آپ نے مجھ پرانعام کیا ہےتومیں آئندہ کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا)۔

مفتی شفیع عثمانی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

‘‘ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ کسی مجرم ظالم کی مدد کرنا جائز نہیں، علماءنے اس آیت سے استدلال فرما کر ظالم حکام کی ملازمت کو بھی ناجائز قرار دیا ہے کہ وہ بھی ان کے ظلم کے شریک سمجھے جائیں گے’’ (معارف القرآن)۔

آپ ﷺ نے بھی اعانت علی الاثم کی ممانعت فرمائی ہے، چنانچہ آپﷺ نے سود کے سلسلہ میں شراب اور سود میں جہاں اس کے مرتکب افراد پر لعنت فرمائی ہے وہیں اس کا سبب بننے والوں کو بھی ملعون قرار دیا ہے، ارشاد رسولﷺ ہے:

‘‘ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺفِي الخَمْرِ عَشَرَةً: عَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَشَارِبَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالمَحْمُولَةُ إِلَيْهِ، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَآكِلَ ثَمَنِهَا، وَالمُشْتَرِي لَهَا، وَالمُشْتَرَاةُ لَهُ’’ (ترمذی، حدیث

نمبر: ۱۲۹۵)۔

(اللہ کے رسول ﷺ نے شراب کے سلسلہ میں دس لوگوں پر لعنت فرمائی ہے: نکالنے والے، نکلوانے والے، پینے والے، پلانے والے، لے جانے والے، جس کی طرف لے جائی جارہی ہے، فروخت کرنے والے ،شراب کی قیمت کھانے والے ، خریدنے والے اورجس کے لیے خریدی گئی ہو)۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

''لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا، وَمُؤْكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ:هُمْ سَوَاءٌ'' (مسلم، حدیث نمبر: ۱۵۹۸)۔

(رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے ،سود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی، اور ارشاد فرمایا یہ سب گناہ میں برابر کےشریک ہیں)۔

۳۔ ملحدانہ افکار کو فارورڈ کرنا؛ تاکہ کوئی اس کا رد کرسکے:

شریعت اسلامی میں منہیات سے بچنے کی بہت تاکید کی گئی ہے، اور مامورات پر عمل سے زیادہ منہیات سے اجتناب پر زور دیا گیا ہے، چنانچہ دفع مشقت کے لیے مامورات کو ترک کرنے کی اجازت تو دی گئی ہے ،مثلاسفر کی حالت میں روزہ کے ترک کی اور وضو پر قادر نہ ہونے کی صورت میں تیمم کی اجازت ہے ؛ لیکن منہیات کے ارتکاب کی اجازت نہیں دی گئی، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو سترہ نہ ملے تو وہ استنجاء نہ کرے؛ کیوں کہ یہاں ستر کھولنے کے گناہ کا ارتکاب لازم آتا ہے،آپ ﷺ کا ارشاد بھی اس پر دلالت کرتا ہے:

''فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ'' (بخاری،حدیث نمبر: ۷۲۸۸)۔

(اگر میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو تم اس سے بچو، اور اگر کسی بات کا حکم دوں تو اپنی استطاعت کے لحاظ سے اس کو بجا لاؤ)۔

مذکورہ حدیث سے مامورات پر عمل سے زیادہ منہیات سے اجتناب کی تاکید معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ مامورات پر عمل کے لیے تو استطاعت کی قید لگائی گئی ہے؛ لیکن منہیات سے بچنے کا بہر صورت حکم ہے، خواہ مشقت کا ہی سامنا کیوں نہ کرنا پڑے،اور اس میں کسی قسم کی رعایت نہیں دی گئی ہے(فتح الباری ۱۳/۲۶۱)۔

اسی بنیاد پر فقہاء نے یہ ضابطہ بیان کیا ہے:

''دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ''(الاشباہ والنظائر ۱/ ۷۸)۔

اگر مصلحت اور مفسدہ کا تعارض ہوجائے تو مصلحت کو ترک کرکے مفسدہ کو

دور کیا جائے گا، چنانچہ وضو اور غسل کے اندرمبالغہ کے ساتھ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا مسنون ہے؛ لیکن روزہ کی حالت میں اس سنت کو ترک کرنے کا حکم ہے ؛ تاکہ روزہ کے ٹوٹ جانے کے مفسدہ سے بچاؤ ہوسکے، اسی طرح بالوں میں خلال کرنا بھی سنت ہے؛ مگر محرم کے لیے اس کے ترک کا حکم ہے، تاکہ احرام کی حالت میں جو بالوں کا کاٹنا اور توڑنا ممنوع ہے اس کا ارتکاب نہ ہو۔

سوشل میڈ یا پر آنے والے ملحدانہ اور گمراہانہ افکار وخیالات کو آگے فارورڈ کرنے میں جہاں یہ مصلحت بھی ہوسکتی ہے کہ کوئی ذی علم اور با صلاحیت شخص اس کا رد کرکے لوگوں کو ضلالت سے بچاسکے، وہیں بے شمار افراد کے اس کو پڑھ کر متاثر ہونے اور ان کے ذہن میں شکوک وشبہات کے جنم پذیر ہونے کا مفسدہ بھی ہے، اوراس کا قوی اندیشہ بھی ہے؛کیوں کہ سوشل میڈیا پر عموما عوام کی اور ایسے افراد کی کثرت ہوتی ہے جن کے اندر ان تلبیسات کو سمجھنے اور رد کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ ادیان باطلہ اور فرق ضالہ سے وابستہ افراد اسی کو اپنا پلیٹ فارم بناکر لوگوں کو راہ راست سے برگشتہ کررہے ہیں؛ لہذا اس مفسدہ سے احتراز کرنا اہم ہے، اور ایسے مضامین کو فارورڈ کرنا جائز نہ ہوگا، ہاں ! کسی مستند عالم سے ذاتی طور پر ربط کرکے اس کا رد لکھواکر اشاعت کی جائے تو یہ درست ؛ بلکہ بہتر رہے گا۔

رہا ایسے مضامین کاخود پڑھنا تو اگر رد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو پڑھنا درست ہے؛ ورنہ جائز نہیں ہے،اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

'' اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰي يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ'' (النساء: ۱۴۰)۔

(اور جب تم اللہ کی آیتونکو سنو کہ ان کاا نکار کیا جارہا ہےاور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہےتو ایسے لوگوں کے ساتھ اس وقت تک مت بیٹھو جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہوجائیں)۔

اور حضور ﷺ نے تحریف شدہ تورات کے پڑھنے سے حضرت عمرؓکو اسی بنا پر منع فرمایا تھاکہ ان کے اندر یہ صلاحیت نہیں تھی کہ وہ موجودہ تورات کے نسخہ میں حق وباطل کے درمیان امتیاز کرسکیں، نتیجہ یہ ہوگا کہ یہود حق بات کہیں گے ؛ مگر تم تکذیب کردوگے ،اوروہ غلط کہیں گے تو تم تصدیق کر بیٹھوگے؛ کیوں کہ ان کی تحریفات کا علم وحی الہی کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے، اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے علاوہ کسی پر بھی وحی نازل نہیں ہوسکتی، خواہ وہ حضرت عمرؓ ہی کیوں نہ ہوں ، حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں:

''أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَةٍ مِنَ

التَّوْرَاةِ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللَّهِ، هَذِهِ نُسْخَةٌ مِنَ التَّوْرَاةِ، فَسَكَتَ، فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَوَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ يَتَغَيَّرُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ، مَا تَرَى بِوَجْهِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَنَظَرَ عُمَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ غَضَبِ اللهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي، لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ، وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِي، لَاتَّبَعَنِي''(سنن دارمی، حدیث نمبر: ۴۴۹)۔

(حضرت عمرؓ حضور ﷺ کی خدمت میں تورات کا نسخہ لے کر آئے،اورکہا: اے اللہ کے رسول!یہ تورات کا نسخہ ہے، آپ خاموش رہے، پھر وہ پڑھنے لگے،اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہورہا تھا،حضرت ابوبکر نے کہا رونے والیاں تجھ پر روئیں،تم حضور ﷺ کے چہرہ کو دیکھتے نہیں؟حضرت عمر نے حضور ﷺ کے چہرہ کو دیکھا، پھر کہنے لگے: میں اللہ کےاور اس کےرسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں،ہم اللہ عزوجل کو رب ،اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو رسول مان کر راضی ہیں،اللہ کے رسول ﷺ نے بھی فرمایا:ہم اللہ عزوجل کو رب ،اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو رسول مان کر راضی ہیں،پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے!اگر تمہارے سامنے موسی آجائیں اور تم مجھے چھوڑکر ان کی اتباع کرنے لگوتو تم سیدھی راہ سے بھٹک جاؤگے، اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پالیتےتو وہ بھی میری اتباع کرتے)۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ'' (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر: ۲۶۴۲۱) ۔

(تم ان سے کسی چیز کے متعلق پوچھوگے اور وہ صحیح بتائیں گے تو تم تکذیب کردوگے ، اور غلط بتائیں گے تو تصدیق کردوگے)۔

۴۔ آن لائن دینی وعصری تعلیم:

گزشتہ ایک دو سال میں کورونا کی وجہ سے جو تشویش ناک صورت حال پیدا ہوئی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، پھر لاک ڈاؤن کی وجہ سے صورت حال مزید ابتر ہوگئی، اور تمام شعبہائے حیات اس کی زد میں آگئے ، تعلیمی ادارے بھی اس سے مستثنی نہیں رہے؛ بلکہ دیکھا جائے تو یہ ادارے ہی سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں، اگراس کی نزاکت کو بروقت سمجھ کر ان اداروں نے آن لائن تعلیم کا آغاز نہ کیا ہوتا تو ان اداروں کے بند ہونے کی وجہ سے طلبہ کا جو علمی نقصان ہوناتھااور جو ان کے تعلیمی منصوبوں کی

عمارت منہدم ہونی تھی وہ ظاہر وباہر ہے، عصری تعلیم میں اصل اہمیت ڈگری کی ہے؛ اس لیے وہاں تو بغیر پڑھے ترقی دی جاسکتی ہے؛ مگر دینی تعلیم میں بنیادی چیز صلاحیت ہے، ہر اگلے نصاب کو کما حقہ سمجھنے کے لیے پچھلے نصاب کو صحیح طور پر سمجھنے اور ذہن میں محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے؛ اس لیے یہاں بلا تعلیم ترقی کا تصور نہیں کیا جاسکتا؛ لہذا عصری اداروں کے بجائےمدارس دینیہ میں آن لائن تعلیم کے آغاز کی زیادہ حاجت ہے، اور ظاہر ہے کہ اس کے لیے اسمارٹ فون اور لیپ ٹاپ ناگزیر ہے، اور طالب علم کو یہ دے دینے کی صورت میں ان کی صحت اور بینائی بھی متاثر ہوسکتی ہے، اور وہ اس کا ناجائز استعمال کرکے دینی خسران سے بھی دوچار ہوسکتے ہیں۔

یہاں دو مفسدے جمع ہوگئے، ایک مفسدہ تو یہ ہے کہ آن لائن تعلیم کا آغاز نہ کرکے طلبہ کا قیمتی وقت ضائع ہونے دیا جائے، حتی کہ بعض طلبہ کے متعلق سننے میں آیا ہے کہ وہ یہ لائن چھوڑکر تجارت یا کسی اور مشغلہ میں مشغول ہوگئے، دوسرا مفسدہ یہ ہے کہ آن لائن تعلیم کا آغاز کرکے طلبہ کے ہاتھ میں فون دے دیا جائے، اور ان کو جسمانی وروحانی نقصان کا سامنا کرنا پڑے؛ مگر پہلا مفسدہ زیادہ بڑا ہے ، اور اس کا ضرر بہت ہے؛ کیوں کہ دوسرے مفسدہ سے بایں طور حفاظت ہوسکتی ہے کہ سرپرست حضرات اپنے اپنے بچوں کی نگرانی کریں اور صرف تعلیمی اوقات ہی میں انہیں فون استعمال کرنے دیں ، اسی طرح صحت و بینائی وغیرہ کے تعلق سے بھی ڈاکٹرسے مشورہ لے کر اس پر عمل کیا جاسکتا ہے؛ جب کہ پہلے مفسدہ سے حفاظت کی کوئی راہ نہیں ہے؛ لہذا آن لائن تعلیم کا آغاز کرنا زیادہ بہتر ہے، حدیث مبارکہ سے بھی اس سلسلہ میں رہنمائی ملتی ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں :

''جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي طَائِفَةِ المَسْجِدِ، فَزَجَرَهُ النَّاسُ، «فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوبٍ مِنْ مَاءٍ فَأُهْرِيقَ عَلَيْهِ''(بخاری، حدیث نمبر: ۲۲۱)۔

(ایک دیہاتی آیا اور مسجد کے احاطہ میں پیشاب کرنے لگا،صحابہ نے اس کوروکا؛ لیکن آپ ﷺنے منع فرمادیا، اور دیہاتی کے پیشاب کرچکنے کے بعد وہاں ایک ڈول پانی بہادینے کا حکم فرمایا)۔

علامہ ابن حجر اس حدیث کے ذیل میں لکھتےہیں:

''لَمْ يُنْكِرِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَقُلْ لَهُمْ لِمَ نَهَيْتُمُ الْأَعْرَابِيَّ بَلْ أَمَرَهُمْ بِالْكَفِّ عَنْهُ لِلْمَصْلَحَةِ الرَّاجِحَةِ وَهُوَ دَفْعُ أَعْظَمِ الْمَفْسَدَتَيْنِ بِاحْتِمَالِ أَيْسَرِهِمَا'' (فتح الباری ۱/ ۳۲۴و۳۲۵)۔

(آپ ﷺ نےصحابہ پر نکیر نہیں فرمائی اور ان سے یہ نہیں کہا کہ تم نے اعرابی کو روکا کیوں نہیں؛ بلکہ راجح مصلحت کی بناپرمنع نہ کرنے کا حکم دیا، اوریہ دو

مفسدوں میں سے جو زیادہ بڑا ہے اس کو دور کرنا ہے اور کم والے کو اختیار کرنا ہے)۔

اور علامہ عینی لکھتے ہیں:

''فِيهِ دفع أعظم المفسدتين بِاحْتِمَال أيسرهما....فَإِن الْبَوْل فِيهِ مفْسدَة، وقطعه على البائل مفْسدَة أعظم مِنْهَا، فَدفع أعظمها بأيسر المفسدتين''(عمدة القاری۳/ ۱۲۷)۔

(اس واقعہ میں کم والے مفسدہ کو اختیار کرکے عظیم مفسدہ کو دور کیا گیا ہے؛ کیوں کہ مسجد میں پیشاب کرنا ایک مفسدہ ہے،اور پیشاب کرنے والے کے پیشاب کو روک دینا اس سے بڑا مفسدہ ہے؛ لہذا ایسر کے ذریعے عظیم مفسدہ کو دفع کیا گیا)۔

فقہاء نے بھی یہ فقہی ضابطہ بیان کیا ہے:

''إِذَا تَعَارَضَ مَفْسَدَتَانِ رُوعِيَ أَعْظَمُهُمَا ضَرَرًا بِارْتِكَابِ أَخَفِّهِمَا'' (الاشباہ۱،۷۶)۔

(دو مفسدوں کے باہم تعارض کی صورت میں اخف کا ارتکاب کرکے اعظم کا لحاظ کیا جائے گا)۔

۵۔ اشاعت دین کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال:

دین اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بڑی اہمیت ہے ، امت مسلمہ کو خیر امت کے لقب سے نوازکر آگے ان کی یہی ذمہ داری بتائی گئی ہے، اور اسے ایک مومن کی پہچان اور علامت قرار دیا گیا ہے، اور اسی بنیاد پر علماء نے اس کو فرض کفایہ قرار دیا ہے، اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ '' (آل عمران: ۱۱۰)۔

(تم لوگ اچھی جماعت ہوکہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' (التوبہ: ۷۱)۔

(اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں ، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں)۔

پھر اس عظیم ذمہ داری کو انجام دینے کے لیےشریعت نے تمام جائز ذرائع کے اختیار کرنے کی ہدایت دی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

''وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ'' (الانفال: ۶۰)۔

(اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہوسکے قوت (ہتھیار) سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو اور اس کے ذریعہ سے تم (رعب) جمائے رکھو ان پر

جوکہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم (بالیقین) نہیں جانتے ان کو اللہ ہی جانتا ہے)۔

مفتی شفیع عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''آیت مذکورہ میں سامان جنگ کی تیاری کا حکم دینے کے بعد اس سامان کے جمع کرنے کی مصلحت اور اصل مقصد بھی ان الفاظ میں بیان فرمایا (آیت) ''تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ'' یعنی سامان جنگ و دفاع جمع کرنے کا اصل مقصد قتل و قتال نہیں بلکہ کفر و شرک کو زیر کرنا اور مرعوب ومغلوب کردینا ہے، وہ کبھی صرف زبان یا قلم سے بھی ہوسکتا ہے اور بعض اوقات اس کے لیے قتل و قتال ضروری ہوتا ہے''۔

آپ ﷺ نے بھی اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے جو اسباب ممکن تھے ان کو اختیار فرمایا ہے، چنانچہ عربوں میں یہ طریقہ تھا کہ کسی اہم خبر کی لوگوں کواطلاع دینی ہوتی یا کسی کے حملہ سے چوکنا کرنا رہتا تو پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے یاصباحاہ وغیرہ کہہ کر ان کو مطلع کرتے تھے، آپﷺ نے بھی اس کو اختیار کیا، اور کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو دعوت دین دی، اور یہ آپ کی سب سے پہلی عمومی دعوت تھی (بخاری، حدیث نمبر: ۲۲۱)، اس بات کی تائید کہ دوسروں تک اپنی بات پہونچانے کا یہ ایک اہم ذریعہ تھاحضرت سلمہ کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے،حضرت سلمہ بن اکوع کا واقعہ احادیث کی کتابوں میں ملتا ہے کہ جب انہیں یہ علم ہوا کہ غطفان اور فزارہ کے افرادمسلمانوں کے اونٹوں کو بھگا لے جارہےہیں تو آپ نے یہی طریقہ اختیار کرکے آپ ﷺ اور صحابہ کو اس کی خبر دی (بخاری، حدیث نمبر:۳۰۴۶)، پھر صلح حدیبیہ کے موقع پر قیصر وکسری اور دیگر شاہان عالم کو دین کی دعوت دینے کے لیے آپﷺ نے خطوط کا ذریعہ استعمال فرمایا، اور اس راہ سے دین کی اشاعت فرمائی (بخاری، حدیث نمبر: ۴۴۲۴و ۲۹۳۶، الروض الانف ۷/۵۰۹تا۵۱۹)، حضور ﷺ سے قبل دیگر انبیاء سے بھی دعوت دین کے لیے ممکن ذرائع کے استعمال کی صراحت ملتی ہے ، چنانچہ حضرت سلیمانؑ کے متعلق خود قرآن میں موجود ہے کہ آپ نے ہدہد کے ذریعہ ملکہ بلقیس تک دین کا پیغام پہونچایا تھا، آیت میں مذکور ہے:

''اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ'' (النمل: ۲۸تا۳۱)۔

((اچھا) میرا یہ خط لے جا اور اس کو اس کے پاس ڈال دینا پھر (ذرا وہاں سے) ہٹ جانا اور پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال و جواب کرتے ہیں، (بلقیس نےپڑھ کر اپنے سرداروں سے مشورہ کے لیے) کہا کہ اے اہلِ دربار میرے پاس ایک خط (جس کا مضمون

نہایت) با وقعت (ہے) ڈالا گیا ہے، وہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور اس میں یہ (مضمون) ہے (اول) بسم اللہ الرحمن الرحیم، (اور اس کے بعد یہ کہ) تم لوگ (یعنی بلقیس اور سب اعیانِ سلطنت جن کے ساتھ عوام بھی وابستہ ہیں) میرے مقابلے میں تکبر مت کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ)۔

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں انسان کو جو اسباب ووسائل میسر ہوں ان کو دینی مقاصد کے لیے استعمال کرنا نہ صرف یہ کہ جائز: بلکہ مستحسن ہے؛ لہذا موجودہ دور میں سوشل میڈیا جو سب سے اہم ذریعۂ ابلاغ کی حیثیت اختیار کرچکا ہے ، اس کا استعمال کرنا وقت کا تقاضہ ہے، اور اس کے پیش نظر اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ دینی معلومات وغیرہ کے لیے عوام زیادہ اسی کی جانب رجوع کرتی ہے ۔

رہی یہ بات کہ سوشل میڈیا کا استعمال ایسے کاموں میں بھی ہوتا ہے جو شرعی نقطۂ نظر سے ناجائز اور حرام ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مالاتقوم المعصیۃ بعینہ کی قبیل سے ہے ، اور ایسی چیزوں میں مبتلی بہ کی نیت معتبر ہوتی ہے ، جیسا کہ سابق میں سوال نمبردو کے تحت قدرے تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت کی جاچکی ہے، نیز یہاں پر وہ بات بھی ذکر کردینی مناسب ہے جو علامہ شامی نے آلۂ لہو کے سلسلہ میں بیان کی ہے، علامہ حصکفی نے لکھا ہے:

''وَمِنْ ذَلِكَ ضَرْبُ النَّوْبَةِ لِلتَّفَاخُرِ، فَلَوْ لِلتَّنْبِيهِ فَلَا بَأْسَ بِهِ كَمَا إذَا ضَرَبَ فِي ثَلَاثَةِ أَوْقَاتٍ لِتَذْكِيرِ ثَلَاثِ نَفَخَاتِ الصُّوَرِ لِمُنَاسِبَةٍ بَيْنَهُمَا فَبَعْدَ الْعَصْرِ لِلْإِشَارَةِ إلَى نَفْخَةِ الْفَزَعِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ إلَى نَفْخَةِ الْمَوْتِ وَبَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ إلَى نَفْخَةِ الْبَعْثِ''(الدر مع الرد ۶/ ۳۵۰)۔

(اسی (لہو ولعب)میں تفاخر کی نیت سے ڈنکا بجانا ہے، اگر تنبیہ کی غرض سے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، مثلا صور کے تین نفخات کی یاددہانی کے لیے تین اوقات میں ان کے درمیان مناسبت پائی جانے کی وجہ سے ڈنکا بجایا جائے ، عصر کے بعد نفخۂ فزع کی جانب، عشاء کے بعد نفخۂ موت کی جانب اور آدھی رات کے بعد نفخۂ بعث کی جانب اشارہ کرنے کے لیے)۔

علامہ شامیؒ اس پر یہ حاشیہ لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آلۂ لہو بالذات حرام نہیں ہے؛ بلکہ اسکا لہو میں استعمال کرنے کی وجہ سے حرام ہے ،کیا تم نہیں دیکھتے کہ بعینہ اسی آلہ کا استعمال نیت کے بدلنے کی وجہ سے کبھی حلال ہوجاتا ہے اور کبھی حرام، حمام کا بگل بھی ڈنکا بجانے کی طرح جائز ہونا چاہیے،امام حسن سے اشتہار کی خاطر شادی میں دف بجانے کی اجازت منقول ہے؛ البتہ سراجیہ میں گھونگرو نہ ہونے اورگانے کا طرز نہ ہونے کی قید ہے، میں کہتا ہوں: رمضان میں سحری کے لیے طبلہ بجانا بھی حمام کے بگل کی طرح جائز ہونا چاہیے '' (الدر مع الرد ۶،۳۵۰)۔

ظاہر ہے کہ جب مذکورہ آلات جن کا غلط اور لا یعنی مقاصد کے لیے ہی استعمال معروف ہے،ان میں نیت کا لحاظ کرتے ہوئے فقہاء نے سند جواز فراہم کی ہے ،تو سوشل میڈیا جس کا بنیادی کردار ابلاغ وترسیل ہےاور اس میں اس کا عام استعمال بھی ہے تو اس کو دینی مقاصد کے لیے اختیار کرنا بدرجۂ اولی جائز ہوسکتا ہے، اور مفتی شفیع عثمانیؒ نے آلات جدیدہ کے احکام کے متعلق جو تفصیل ذکر کی ہے اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ سوشل میڈیا کا دینی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''۱)جو آلات ناجائز اور غیر مشروع کاموں ہی کے لیے وضع کیے جائیں ، جیسے آلات قدیمہ میں ستار ، ڈھولکی وغیرہ، اور آلات جدیدہ میں اسی قسم کے آلات لہو وطرب، ان کی ایجاد بھی ناجائز ہے، صنعت بھی، خرید وفروخت بھی اور استعمال بھی۔

۲)جو آلات جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں ، ناجائز میں بھی، جیسے جنگی اسلحہ اسلام کی تائید وحمایت میں بھی استعمال ہوسکتا ہے، مخالفت میں بھی، یا ٹیلی فون ،تار، موٹر ،ہوائی جہاز ہر قسم کی جائز وناجائز عبادات ومعصیت میں استعمال ہوسکتے ہیں ، ان کی ایجاد ،صنعت ،تجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے، اور جائز کاموں میں ان کا استعمال بھی جائز ہے، حرام اور معصیت کی نیت سے بنایا جائے یا اس میں استعمال کیا جائے تو حرام ہے۔

۳)ایسے آلات جو اگرچہ جائز کاموں میں بھی استعمال ہوسکتےہیں ؛لیکن عادۃ ان کو لہو ولعب اور ناجائز کاموں ہی میں استعمال کیا جاتا ہے ، جیسے گرامو فون وغیرہ، ان کا ستعمال کراہت سے خالی نہیں ، جیسے گرامو فون میں قرآن کا ریکارڈ سننا بھی مکروہ ہے؛ کیوں کہ یہ کام اگرچہ اپنی ذات میں جائز ؛بلکہ موجب ثواب ہے؛ لیکن جس آلے کو عادۃ لہو ولعب اور طرب کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے، اس میں قرآن سننا اور قرآن کو لہو ولعب کی صورت دینا ایک قسم کی بے ادبی ہے '' (جواہر الفقہ ۷/۲۹۵)۔

تصویر کا حکم:

سوشل میڈیا کے باب میں ایک اہم مسئلہ جان دار کی تصویر کا آتا ہے ، اس میں جو تصویریں یا ویڈیو ز آتی ہیں ان کا دیکھنا یا بنانا یا رکھنا جائز اور درست ہے یا نہیں ؟سب سے پہلے نفس تصویر کے سلسلہ میں شرعی احکام کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے،احادیث نبویہ میں جان دار تصویر کے سلسلہ میں شدید حرمت وارد ہوئی ہے، اور سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، اور تصویروں کو گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل نہ ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے،ذیل میں چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں:

''إِنَّ البَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لاَ تَدْخُلُهُ المَلاَئِكَةُ''(بخاری،حدیث نمبر: ۲۱۰۵)۔

(جس گھر میں تصویریں ہوں ان میں فرشتے داخل نہیں ہوتے)۔

''إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ القِيَامَةِ المُصَوِّرُونَ''(بخاری،حدیث نمبر: ۵۹۵۰)۔

(قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالی تصویر بنانے والوں کو سب سے دردناک عذاب دیں گے)۔

مذکورہ احادیث اور اس سلسلہ میں مروی دیگر احادیث کی بنا پر علماء نے تصویر سازی کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے ، چنانچہ علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری(۲۲/۷۰)میں اور امام نوویؒ نے شرح مسلم (۱۴/۸۱)میں لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کا تصویر سازی کی حرمت پر اتفاق ہے ، خواہ ایسی تصویرینہوں جن کو عادۃ پامال کیا جاتا ہےیا ایسی نہ ہوں ،نیز تصویر خواہ کپڑے میں بنائی جائے یا فرش میں، دینارودرہم میں یا برتنوں اور دیواروں میں، اور خواہ اس کا سایہ ہو یا نہ ہو، بہر صورت تصویر سازی حرام ہے؛ البتہ ایسی تصویر بنانے کی اجازت دی گئی ہے جس میں سر نہ ہو، جیسا کہ مفتی شفیع عثمانیؒنےجواہر الفقہ (۷/۲۵۲) میں بلوغ القصد کے حوالہ سے لکھا ہے۔

یہ تو تصویر کے بنانے کا حکم ہوا، رہا تصویر کا دیکھنا تو اس کے عدم جواز کی بھی فقہاء نے تصریح کی ہے، مفتی شفیع عثمانیؒ نے جواہر الفقہ (۷/۲۶۴و۲۶۵)میں بلوغ القصد کے حوالہ سے اس کی صراحت کی ہے، اور حکیم الامت تھانویؒ نے فلم بینی کی قباحت سے متعلق اپنے ایک رسالہ میں اس کی وضاحت کی ہے۔

تصویر کا عدم جواز معتد بہ علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے؛ البتہ ماضی قریب کے بعض روشن خیال افراد نے تصویر کو جائز قرار دیا تھا اور اس سلسلہ میں متعدد دلائل بھی پیش کیے تھے ؛ لیکن مفتی شفیع عثمانیؒ نے اپنے ایک رسالہ میں ان کی مفصل تردید کی اور ان کے دلائل کے تشفی بخش جوابات دیے، پھر یہ قول چوں کہ نصوص اور اجماع کے متصادم ہے ؛ اس لیے اتنا قابل اعتناء نہیں ہے۔

مذکورہ ساری تفصیل ان تصاویر کے متعلق ہے جو یا تو جسم والی ہوں یا کسی چیزمثلا کپڑے یا دیوار وغیرہ پر بنائی گئی ہونیا پرنٹ شدہ ہوں،اور وہ تصاویر جو ڈیجیٹل تصاویر کہلاتے ہیں، اور فون وغیرہ میں محفوظ ہوتے ہیں، ان کاابھی پرنٹ نہیں نکالا گیا ، تو کیا ایسی تصاویر بھی حرام ہوں گی، یا انہیں تصاویر کے تحت داخل ہی نہیں مانا جائے گا کہ اس پر حرمت کا حکم لگایا جائے؟ برصغیر کے بعض علماء جیسے مفتی رفیع عثمانی ومفتی تقی عثمانی اور دیگر علمائے پاکستان دامت برکاتہم نے اس کو عکس قرار دیا ہے،اور عکس ظاہر ہے کہ جائز ہے ؛ لہذا یہ بھی جائز ہوگا،جب کہ اکثر علماء نے اس کو بھی تصویرہی قرار دیا ہے؛ لہذا یہ بھی حرام ہوگا، دونوں جانب دلائل ہیں ؛ البتہ جمہور کا موقف قوی اور حرمت کا قول ہی راجح ہے۔

یہاں اایک افسوس ناک پہلو کی جانب توجہ کرنی ضروری ہے کہ جو حضرات تصویر کشی کی حرمت کے قائل ہیں وہ صرف قولا ہے ، عملا دیکھا جائے تو گنے چنے افراد کو چھوڑکر وہ بھی قائلین جواز کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں ، اور تصویر بینی

سے تو شاید ہی کسی کا دامن بچا ہو،گویا اس سے دو رخی ظاہر ہوتی ہے،ضرورت اس بات کی ہے کہ اس گناہ سے علماء اپنے آپ کو بچائیں، اور مسلسل ایک حرام کے ارتکاب سے کلی اجتناب کریں، مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی ؒنے اسی افسوس ناک گوشہ کی جانب توجہ دلاتے ہوئے کہا تھا:

''تصویر کا مسئلہ حقیقت میں عجیب نازک مسئلہ ہوگیا ہے،بایں معنی کہ ہم اس میں مبتلا ہیں، اور بہت کم لوگ ہیں جو چہرے پر رومال ڈال لیا کریں ، یا مجلس چھوڑکر چلے جائیں،ایسا شاذ ونادر ہے،دوسری طرف اگر فتوی پوچھا جائے تو ہم سب حرمت کی بات کہتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ اس پر یہ جو دو رخی صورت حال پیدا ہوگئی ہےاس سے اپنے ذہن پر بڑا بوجھ پڑتا ہے ''(انٹر نیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ: ۲۰۲)۔

۶۔ ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی:

دار القضاء کی کاروائی انجام دینے کے لیے گواہان، مدعی اور مدعی علیہ کا قاضی کی مجلس میں ہونا ضروری ہے، اگر قاضی کی مجلس میں یہ موجود نہ ہوں، اور شہادت ودعوی وغیرہ کا وقوع قاضی کی مجلس کے علاوہ میں ہو تو یہ نا قابل اعتبار ہے، اور یہ غیبت کہلائے گی جو کہ ایک سنگین گناہ ہے؛ بلکہ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک جگہ قاضی کی مجلس لگی ہوئی ہو ، اور زنا کے گواہان مجلس کے باہر موجود ہوں ، اور ایک ایک کرکے مجلس میں آکر گواہی دیں تو یہ گواہی غیر معتبر ہے ، اور چار گواہوں کے نہ پائے جانے کی وجہ سے ان پر حد قذف جاری ہوگی؛ علامہ حصکفی ؒشہادت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وَشَرْعًا(إخْبَارُ صِدْقٍ لِإِثْبَاتِ حَقٍّ)...(بِلَفْظِ الشَّهَادَةِ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي)''(الدر مع الرد ۵/۴۶۱)۔

(شہادت شرعی اصطلاح میں کسی حق کو ثابت کرنے کے لیے قاضی کی مجلس میں لفظ شہادت کے ذریعے سچ بات کی خبر دینا ہے)۔

اس کے تحت علامہ علاءالدین آفندی ؒلکھتے ہیں:

''قَوْله: (فِي مجْلِس القَاضِي)خرج بِهِ إخْبَاره فِي غير مَجْلِسه فَلَا يعْتَبر''(قرة عين الاخيار ۷/ ۴۷۴)۔

(مصنف کے قول فی مجلس القاضی سے مجلس کے علاوہ میں خبر دینا خارج ہوگیا؛ لہذا اس کا اعتبار نہ ہوگا)۔

اور علامہ حصکفی ؒمجلس قضاء میں گواہی کے شرط کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" يَعْنِي أَنَّ اجْتِمَاعَهُمْ يُعْتَبَرُ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي لَا خَارِجَهُ، فَلَوْ اجْتَمَعُوا خَارِجَهُ وَدَخَلُوا

عَلَيْهِ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ فَهُمْ مُتَفَرِّقُونَ فَيُحَدُّونَ" (الدر مع الرد ۴/ ۷)۔

(گواہوں کا قاضی کی مجلس میں اکٹھا ہونا معتبر ہے، نہ کہ مجلس کے باہر؛ لہذا اگر مجلس کے باہر وہ جمع ہوں اور قاضی کے پاس یکے بعد دیگرے آکر گواہی دیں تو ان کو متفرق مانا جائے گا، اور ان پر حد جاری ہوگی)۔

مدعی اور مدعی علیہ کی بھی مجلس قضاء میں حاضری شرط ہے ، چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

"(وَشَرْطُهَا) أَيْ شَرْطُ جَوَازِ الدَّعْوَى (مَجْلِسُ الْقَضَاءِ وَحُضُورُ خَصْمِهِ) فَلَا يُقْضَى عَلَى غَائِبٍ" (الدر مع الرد۵/ ۵۴۳)۔

(دعوی کے جواز کی شرط قاضی کی مجلس اور فریق ثانی کا موجود ہونا ہے؛ لہذا کسی غیر موجود شخص کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جائے گا)۔

پھر قاضی کی مجلس سے مراد یہ ہے کہ جہاں قاضی قضاء کے لیے بیٹھتا ہو ،اس جگہ گواہان ، مدعی اور مدعی علیہ کا موجود ہونا ضروری ہے، علامہ علاءالدین آفندیؒ لکھتے ہیں:

"وَحُضُور مجْلِس القَاضِي مَأْخُوذ فِي مَفْهُوم الدَّعْوَى حَيْثُ عرفهَا فِي الدُّرَر بِأَنَّهَا مُطَالبَة حق عِنْد من لَهُ الْخَلَاص...وَالْمرَاد بِمَجْلِس القَاضِي مَحل جُلُوسه حَيْثُ اتّفق وَلَو فِي بَيت أَو دكان، إِذْ لَا تسمع الدَّعْوَى وَلَا الشَّهَادَة إِلَّا بَين يَدي القَاضِي"(قرة عين الاخيار ۸/ ۱۱)۔

(قاضی کی مجلس میں حاضری دعوی کے مفہوم سے ماخوذ ہے، جیسا کہ صاحب درر نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ یہ ایسے شخص کے پاس حق کا مطالبہ کرنا ہے جو وہ حق دلاسکے، اور قاضی کی مجلس سے مراد اس کے بیٹھنے کی جگہ ہے ، کہیں بھی بیٹھے گھر ہو یا دوکان؛ کیوں کہ دعوی اور شہادت کی سماعت قاضی کے سامنے ہی ہوسکتی ہے)۔

ویڈیو کانفرنس میں ظاہر ہے کہ گواہان اور فریقین قاضی کی مجلس میں موجود نہیں ہوتے ؛ بلکہ ان کی مجالس علیحدہ ہوتی ہیں؛ لہذا اس کے ذریعے دار القضاء کی کاروائی انجام دینا جائز نہیں ہوگا۔

۷۔ آڈیو یا ویڈیو دیکھ یا سن کر یا بھیج کر پیسے کمانا:

ویڈیو میں تصویر کا آنا لازمی ہے، اور سابق میں تصویربنانے،رکھنے اور دیکھنے کی حرمت کا ذکر آچکا ہے،پھر موجودہ زمانہ کے بعض علماء کی جو رائے ہے کہ جدید آلات یعنی کیمرہ وغیرہ کے ذریعہ کھینچی گئی تصویر پر تصویر کا اطلاق نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ عکس ہے ، اس کی بھی جمہور علماء نے تردید کرتے ہوئے عدم جواز کو ہی راجح قرار دیا ہے، نیز عدم جواز کے بعض قائلین نے ویڈیو بیانات وغیرہ کی جو اجازت دی ہے

وہ دینی ضرورت کی وجہ سے دی ہے،جب کہ بعض نے تو اس کی بھی اجازت نہیں دی ہے اور کہا ہے کہ ضرورت اس کے بغیر بھی پوری ہوجاتی ہے، اس تفصیل کے پیش نظر ویڈیو کا مقصداشاعت دین ہی کیوں نہ ہو تب بھی اس کو دیکھنے یا بھیجنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اور جب یہ درست نہیں ہے تو اس کو ذریعۂ کمائی بنانا بھی درست نہیں ہوگا، جیسا کہ سابق میں ملازمت کے تعلق سے تفصیل آچکی ہے۔

یہ تو یہ فرض کرنے کی صورت میں تھا کہ ویڈیوکی غرض اشاعت دین ہو، اور یہ بہت ہی شاذ ونادر ہے، عموما جن ویڈیوز کے دیکھنے یا بھیجنے پر پیسے ملتے ہیں وہ غیر محرم کی تصاویر، میوزک، نیم برہنگی ، غیر مصدقہ اشتہارات یا کم از کم ایسے امور پر مشتمل ہوتے ہیں جو دیکھنے والے کے لیے عادۃ لا یعنی کے درجہ میں ہوتے ہیں ، ایسے ذریعہ سے پیسے کمانا بدرجۂ اولی ناجائز ہوگا ؛ بلکہ ان کا دیکھنا یا بھیجنا بھی درست نہیں ہوگا؛ کیوں کہ یہ لہو میں داخل ہیں،اورقرآن کے اندر لہو الحدیث کی شدید ممانعت آئی ہے، ارشاد باری ہے:

''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ گ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ'' (لقمان: ۶)۔

(اور بعض آدمی (ایسا) بھی ہے جوان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں؛ تا کہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کر لے اوراس کی ہنسی اڑا دے ، ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے)۔

مفسرین نے لہو الحدیث کا مصداق ہر ایسی چیز کو قرار دیا ہے جو انسان کو اللہ کی عبادت سے غافل کردے ، اسی طرح افسانہ اورگانے وغیرہ کو بھی اسی میں داخل مانا ہے،علامہ آلوسیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لہو الحدیث امام حسنؒ کی روایت کے مطابق ہر ایسی چیز ہے جو انسان کو اللہ کی عبادت سے مشغول کردے، اسی طرح قصے کہانیاں، ہنسانے والی باتیں،افسانے اور گانے وغیرہ بھی، اور یہی اس کی بہترین تفسیر ہے،اور ابن عباس کایہ قول بھی اسی کا مقتضی ہے : لہو الحدیث گانے اور اس جیسی چیزیں ہیں ، اس قول کی تخریج امام بخاری ؒ نے ادب مفرد میں، ابن ابی الدنیا،ابن جریر،ابن ابی حاتم،ابن مردویہ اور بیہقیؒ نے اپنی اپنی سنن میں کی ہے '' (روح المعانی ۱۱،۶۶-۶۷)۔

علامہ زیلعیؒ لکھتے ہیں:

''وَلَا تَجُوزُ الْإِجَارَةُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ وَالْمَزَامِيرِ وَالطَّبْلِ وَ شَيْءٍ مِنْ اللَّهْوِ وَلَا عَلَى الْحِدَاءِ وَقِرَاءَةِ الشِّعْرِ وَلَا غَيْرِهِ وَلَا أَجْرَ فِي ذَلِكَ، وَهَذَا كُلُّهُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ؛ لِأَنَّهُ مَعْصِيَةٌ وَلَهْوٌ وَلَعِبٌ وَالِاسْتِئْجَارُ عَلَى الْمَعَاصِي وَاللَّعِبِ لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّهُ مَنْهِيٌّ

عَنْهُ‘‘(حاشیہ شلبی مع تبیین الحقائق۵/ ۱۲۵)۔

(گانا، نوحہ،بانسری،طبلہ،لہو ولعب، حدی خوانی،اشعار وغیرہ پڑھنے کے لیے اجرت پر لینا جائز نہیں ہے، اور اس پر اجرت بھی نہیں ملے گی، یہ امام صاحب اور طرفین کا قول ہے؛ کیوں کہ یہ معصیت اور لہو ولعب ہے، اور معاصی ولعب پر استئجار ناجائز ہے، کیوں کہ یہ ممنوع ہے)۔

اور علامہ کاسانی ؒلکھتے ہیں:

‘‘وَعَلَى هَذَا يُخَرَّجُ الِاسْتِئْجَارُ عَلَى الْمَعَاصِي أَنَّهُ لَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ اسْتِئْجَارٌ عَلَى مَنْفَعَةٍ غَيْرِ مَقْدُورَةِ الِاسْتِيفَاءِ شَرْعًا كَاسْتِئْجَارِ الْإِنْسَانِ لِلَّعِبِ وَاللَّهْوِ، وَكَاسْتِئْجَارِ الْمُغَنِّيَةِ، وَالنَّائِحَةِ لِلْغِنَاءِ، وَالنَّوْحِ’’ (بدائع الصنائع ۴/ ۱۸۹)۔

(اسی پر یہ تخریج ہوگی کہ معاصی کے لیے اجیر لینا ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ ایسی منفعت پر اجارہ ہے جس کا شرعا استیفاء نہیں ہوسکتا، جیسے انسان کا لہو ولعب کے لیے استئجار، گانا گانے والی اور نوحہ کرنے والی کا گانے اور نوحہ کے لیے استئجار)۔

اور آڈیو اگر ناجائز اور لایعنی باتوں پر مشتمل نہ ہو ؛ بلکہ اس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ مربوط ہو تو اس کو سننا یا بھیجنا اور پیسے کمانا جائز ہوگا۔

۸۔ اپنی ویڈیو کی اشاعت کے لیے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہار شامل کرنا:

اشتہار اگر ناجائز ہو مثلاس میں کسی غیر محرم کی تصویر ہو یا لایعنی بات کی تشہیر ہو تواس کو اپنی ویڈیو کی اشاعت کے لیے شامل کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس سے فاحشہ کی اشاعت لازم آتی ہے ، جس کی قرآن کریم میں سخت ممانعت آئی ہے، ارشاد باری ہے:

‘‘اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ’’ (النور: ۱۹)۔

(جو لوگ (بعد نزول ان آیات کے بھی) چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک (مقرر) ہے)۔

ناجائز اشتہارات کی اشاعت سے جنسی انارکی اور صنفی آوارگی کو شہ ملتی ہے، زہدوتقوی اور عفت و پاک دامنی جیسی بہترین خصلتیں انسان سے رخصت ہوجاتی ہیں، شہوانی جذبات کی جو دبی ہوئی چنگاری تھی وہ شعلہ زن ہوجاتی ہے،اور نفس امارہ ہل من مزید کی صدا لگانا شروع کردیتا ہے، انسان گناہوں کا رسیا ہوتا جاتا ہے،اور اس کا دل سیاہ نقطوں سے بھرجاتا ہے،دیکھتے دیکھتے ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جس کے اندر بہیمیت کے جذبات فزوں تر ہیں،شیطانی وساوس وخیالات کی مکمل گرفت ہے،گناہوں کا بازار گرم ہےاور جرائم نقطۂ عروج پر ہیں،موجودہ دور پر نظر ڈالیے تو یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہوجائے گی کہ انہی ناجائز اور فحش اشتہارات کی وجہ سے آج حیا اور

پاک دامنی عنقا ہوچکے ہیں، عورتوں کی عزت وعصمت محفوظ نہیں ہے،زنا کاری عام ہوچکی ہے،ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے اشتہارات پر حتی الامکان پابندی لگانے کی کوشش کی جائے، اور جتنی استطاعت ہو اس کے بقدر ان کی اشاعت سے احتراز کیا جائے۔

اپنی ویڈیو پر ایسے اشتہارات ڈالنے کا ایک سب سے بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ جو شخص بد نظری سے اجتناب کرتا ہے، اور پاکیزہ زندگی گزارتا ہے،وہ اس ویڈیو کو جیسے ہی دیکھے گا اس کی نظروں کے سامنے وہ ناجائز اشتہار آجائے گا، پھر اس کے دل میں نفسانی جذبات مچلنے لگیں گے، بالآخر وہ گناہوں میں مبتلا ہوجائے گا، گویا یہ ویڈیو نفع پہونچانے کے بجائے ایک عظیم نقصان کا ذریعہ بن گئی ، اور ایک اچھا بھلا دین دار شخص گناہوں کا شکار ہوگیا۔

اور اگر اشتہار غیر مصدقہ ہو تو اس کو بھی شامل کرنا جائز نہیں ہے ، جیسا کہ سوال نمبرایک کے جواب میں آچکا ہے، ایسے اشتہارات کی اشاعت سے معاشرہ میں غیر یقینی فضا پیدا ہوتی ہے،بسا اوقات دیکھنے والا اس اشتہار کو سچ مان کر اس پر یقین کرلیتا ہے، اور اس پر عمل در آمد کرتا ہے، نتیجۃ اس کو ضرر و نقصان سے دو چار ہونا پڑتا ہے؛ لہذا اس طرح کے اشتہارات بھی اپنی ویڈیو پر ڈالنا ناجائز ہوگا۔

۹۔ آن لائن گیم کھیل کر پیسے کمانا:

اسلام دین اعتدال ہے، اس کی تعلیمات اور احکام میں توازن کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے، اور اس کا دامن افراط وتفریط کے داغ سے بالکل محفوظ ہے، چنانچہ کھیل کود اور تفریح کے سلسلہ میں بھی اسلام نے معتدل احکامات دیے ہیں، نہ بالکل ہر قسم کے کھیل کود کو ناجائز قرار دیا گیا اور نہ ہر نوع کے کھیل کو روا رکھا گیا ؛ بلکہ بعض کی اجازت اور بعض کی ممانعت کی گئی ہے،اور اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جن کھیلوں کی اجازت دی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے کوئی دینی منفعت وابستہ ہے،اور وہ کھیل برائے کھیل نہیں؛ بلکہ اس کا ایک مقصد ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"كُلُّ مَا يَلْهُو بِهِ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ، إِلاَّ رَمْيَهُ بِقَوْسِهِ، وَتَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ، وَمُلاَعَبَتَهُ أَهْلَهُ" (ترمذی، حدیث نمبر: ۱۶۳۷)۔

(آدمی کا ہر کھیل بے کار ہے ، سوائے تین کے، کمان سے تیر اندازی کرنا، اپنے گھوڑے کو سدھانا، اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا)۔

اور ایک روایت میں مزید دو کھیلوں کا ذکر ہے:

"كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ مِنْ ذِكْرِ اللهِ فَهُوَ لَعِبٌ، لَا يَكُونُ أَرْبَعَةٌ: مُلَاعَبَةُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ، وَتَأْدِيبُ الرَّجُلِ فَرَسَهُ، وَمَشْيُ الرَّجُلِ بَيْنَ الْغَرَضَيْنِ، وَتَعَلُّمُ الرَّجُلِ السَّبَّاحَةَ" (نسائی، حدیث نمبر: ۸۸۸۹)۔

(اللہ کے ذکر کے علاوہ ہر چیز لعب ہے، سوائے چار کے، آدمی کا اپنی بیوی کے

ساتھ کھیلنا، اپنے گھوڑے کو سدھانا، دو ہدفوں کے مابین دوڑنا اور تیراکی سیکھنا)۔

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ تیر اندازی، گھوڑدوڑ ، بیوی کے ساتھ باہمی دل لگی،پیدل دوڑ اور تیراکی سیکھنا یہ سب جائز کھیل ہیں، ان کے علاوہ کچھ کھیلوں کی ممانعت بھی آئی ہے، ارشاد نبوی ہے:

''مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيرِ، فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ''(مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۶۰)۔

(جس نے نرد شیر کھیلا گویا اس نے خنزیر کے گوشت وخون سے اپنا ہاتھ رنگ لیا)۔

حضرت ابن عمر کا اثر ہے:

''هُوَ شَرٌّ مِنَ النَّرْدِ''(بیہقی، حدیث نمبر: ۲۰۹۳۴)۔

(شطرنج نرد سے زیادہ برا ہے)۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے:

''أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ:شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً''(صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۸۷۴)۔

(آپ ﷺ نے ایک شخص کو کبوتر کے پیچھے دوڑتے دیکھا تو آپ نے فرمایا: ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے دوڑرہا ہے)۔

ان احادیث سے نرد شیر، شطرنج، کبوتر بازی اور جانور لڑانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، مذکورہ جائز اور ناجائز کھیلوں کو سامنے رکھ کر دیگر کھیلوں کے جواز کے لیے فقہاء نے کچھ شرائط بیان کی ہیں، جو کھیل ا ن شرائط کے مطابق ہو وہ جائز ہوگا؛ ورنہ ناجائز ہوگا :

۱)کھیل میں کسی حرام اور معصیت کا ارتکاب نہ کیا جائے،اب معصیت کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں، مثلا کھیل میں جوا لگایا جائے، ستر مکمل طور پر ڈھانپا نہ جائے، مردوزن کا مخلوط اجتماع ہو یا تصویر کشی ہو وغیرہ ۔

۲)کھیل کی وجہ سے فرائض وواجبات کی ادائیگی میں خلل نہ آئے، لہذا جو کھیل ان میں کوتاہی کا سبب ہو وہ ناجائز ہوگا؛ کیوں کہ وہ لہو الحدیث میں داخل ہے، جس کی ممانعت سابق میں آچکی ہے۔

۳)کھیل با مقصد ہو؛ لہذاجس کھیل کا کوئی مقصد نہ ہو ؛ بلکہ محض وقت گزاری کے لیے کھیلا جائے تو یہ بھی ممنوع ہے؛ کیوں کہ قرآن میں ایک کامیاب مؤمن کی صفات میں یہ بھی شمار کیا گیا ہے کہ وہ بے کار چیزوں سے اپنی حفاظت کرتا ہو، فرمان خدا ہے:

'' وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ'' (المؤمنون: ۳)۔

(اور جو لغو باتوں سے (خواہ قولی ہوں یا فعلی) پر کنار رہنے والے ہیں)۔

آپ ﷺ نے بھی لا یعنی امور سے اجتناب کی ترغیب دی ہے، ارشاد نبوی ہے:

''مِنْ حُسْنِ إِسْلاَمِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لاَ يَعْنِيهِ'' (ترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۱۷)۔
(آدمی کے اسلام کی خوبی اس کا لایعنی کاموں کو ترک کردینا ہے)۔
مذکورہ تفصیلات کی تائید علامہ خطابی ؒکے کلام سےہوتی ہے ، وہ لکھتے ہیں:

''کھیل کی تمام قسمیں ممنوع ہیں، اور آپ ﷺ نے جن کھیلوں کااستثناء فرمایا ہے ان میں آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ حق کے سلسلہ میں معاون یا اس کا ذریعہ ہیں، اور انہی کھیلوں کے حکم میں وہ کھیل بھی داخل ہیں جن سے جسمانی ورزش ہوتی ہو، بدن کو تقویت ملتی ہو اوردشمن سے جہاد کی قوت حاصل ہوتی ہو،جیسے ہتھیار چلانا اور پیدل دوڑنا،ان کے علاوہ جو کھیل ہیں جن سے نہ حق کام میں اعانت ہوتی ہے اور نہ کسی واجب کی ادائیگی میں مدد ملتی ہے تو وہ سب ممنوع ہیں، جیسے نرد شیر، شطرنج اور کبوتر بازی '' (معالم السنن ۲،۲۴۱، ملخص از کتاب کھیل اورتفریح کی شرعی حدود مؤلفہ مفتی محمود اشرف عثمانی)۔

کھیل کے مذکورہ احکام جان لینے کے بعد اب اصل مسئلہ یعنی ویڈیو گیم کی جانب نظر کرتے ہیں تو یہ مختلف قسم کے مفاسد کا مجموعہ نظر آتا ہے،اکثر ویڈیو گیم میں ذی روح کی تصاویر ہوتی ہیں، حد تو یہ ہے بعض میں برہنہ تصاویر بھی ہوتی ہیں، اور اگر ذی روح کی تصاویر نہ ہوں تو میوزک تو لازما ہوتی ہے ، اور بالفرض یہ بھی مان لیا جائے کہ وہ تصویر اور میوزک دونوں سے پاک ہے تو یہ تو یقینی ہے کہ یہ صرف وقت گزاری کے لیے کھیلے جاتے ہیں، ان سے کوئی دینی مفاد متعلق نہیں ہے؛ بلکہ الٹا دینی ودنیوی نقصان ہوتا ہے کہ آدمی فرائض وواجبات میں کوتاہی کرنے لگتا ہے اور اس گیم میں دیوانگی کی حد تک مشغول ہوجاتا ہے اور اس سے اس کی صحت بھی بری طرح متاثر ہوتی ہے؛ لہذا ویڈیو گیم کھیلنےکی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں دی جاسکتی ، اور جب یہ ناجائز ہے تو ظاہر ہے کہ اس کو ذریعۂ کمائی بنانا بدرجۂ اولی ناجائز ہوگا۔

۱۰۔ بلا اجازت گروپ میں شامل کرنا:

واٹس اپ یا ٹیلی گرام وغیرہ پر گروپ سازی بشرطیکہ نیک مقصد کی خاطر ہوایک اچھا کام ہے، اس سے مختلف افراد باہم مربوط ہوتے ہیں ، اور ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں، افکار ونظریات اور تصورات و خیالات کا آپس مینتبادلہ ہوتا ہے، اہم امور پر مشاورت بھی کی جاسکتی ہے، نیز کسی عمومی پیغام کو عام کرنے کا بھی یہ ایک بہتر اور آسان ذریعہ ہے، آدمی فردا فردا بھیجنے کی کلفت سے بچ جاتا ہے، اور اس اندیشہ سے بھی حفاظت ہوجاتی ہے کہ کوئی ایسا تو نہیں بچا جس تک یہ پیغام نہ پہونچ سکا ہو،غرض گروپ سازی ایک نفع بخش چیز ہے؛ لیکن اس میں متعدد خرابیاں بھی در آئی ہیں ، ان ہی میں سے ایک خرابی یہ ہے کہ گروپ میں ممبران کو ان سے اجازت اور پیشگی اطلاع

دیے بغیرشامل کرلیا جاتا ہے،اب ضروری نہیں ہے کہ گروپ کے مقاصد سے وہ شخص بھی متفق ہو ، عموما جو معتبر علماء ہیں ان کو بلا اجازت گروپ میں شامل کرنے سے دوسروں کو یہ دھوکہ ہوتا ہے کہ گروپ بہت ہی اچھا ہے ، جب کہ خود علماء ہی اس سے ناواقف ہوتے ہیں کہ انہیں گروپ میں شامل کیا گیا ہے، یہ کسی کی حیثیت عرفی کا غلط استعمال کرکے دوسروں کو دھوکہ دینا ہے ،اور دھوکہ دہی کی اسلام میں ممانعت آئی ہے، کتب احادیث میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی حیثیت عرفی کا غلط استعمال کرکے ایک قبیلہ میں جاکر یہ کہا کہ مجھے حضور ﷺ نے تمہاری عورتوں کے متعلق جو میں چاہوں فیصلہ کرنے کااختیار دیا ہے، جب آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ایک انصاری کو بھیج کر اسے جلادینے کاحکم فرمایا،حدیث میں ہے:

''أَنَّ رَسُولَ اللهِ بَعَثَ رَجُلًا إِلَى حَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ، فَلَمَّا أَتَاهُمْ قَالَ:إِنَّ رَسُولَ اللهِ أَمَرَنِي أَنْ أَحْكُمَ فِي نِسَائِكُمْ بِمَا شِئْتُ، فَقَالُوا:سَمْعًا وَطَاعَةً لِأَمْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَبَعَثُوا رَجُلًا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺفَقَالُوا:إِنَّ فُلَانًا جَاءَنَا فَقَالَ:إِنَّ النَّبِيَّ ﷺأَمَرَنِي أَنْ أَحْكُمَ فِي نِسَائِكُمْ بِمَا شِئْتُ، فَإِنْ كَانَ أَمْرَكَ فَسَمْعًا وَطَاعَةً، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ فَأَحْبَبْنَا أَنْ نُعْلِمَكَ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَبَعَثَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، وَقَالَ:اذْهَبْ إِلَى فُلَانٍ فَاقْتُلْهُ وأَحْرِقْهُ بِالنَّارِ ، فَانْتَهَى إِلَيْهِ وَقَدْ مَاتَ وَقُبِرَ، فَأَمَرَ بِهِ فَنُبِشَ، ثُمَّ أَحَرَقَهُ بِالنَّارِ''(طبرانی، حدیث نمبر: ۶۲۱۵)۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گروپ پر آنے والےبے تحاشا میسیجز کی وجہ سے انسان الجھن کا شکار ہوجاتا ہے، اور اس کے پاس گروپ سے نکلنے کا بھی اختیار ہوتا ہے، مگر وہ ایڈمن کی دل جوئی کی خاطر اس گروپ سے نکل نہیں پاتا، تو بلااجازت شامل کرناگویا ایک شخص کوتکلیف دینا ہے، حالاں کہ حقیقی مسلمان وہ ہے جس کے قول وفعل سے کسی قسم کی تکلیف لاحق نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ بلا اجازت گروپ میں شامل کرنا مناسب نہیں ہے ، اس سے احتراز کرنا چاہیے، بہتر طریقہ یہ ہے کہ آدمی جس شخص کو گروپ میں شامل کرنا چاہ رہا ہے ، پہلے اس سے ذاتی طور پر ربط کرکے اجازت حاصل کرلے اس کے بعد شامل کرے ، یا گروپ کی لنک کو عام کردے اور اس کے ساتھ گروپ کے مقاصد کو بھی منسلک کردے؛ تاکہ جو شخص ان مقاصد سے متفق ہو وہ اپنی صواب دید کے مطابق بذات خود اس میں شمولیت اختیار کرلے۔

۱۱۔ مصنفین کی اجازت کے بغیر سوشل میڈیا پر پی ڈی ایف کی اشاعت:

شریعت اسلامی میں حق اسبقیت کا اعتبار کیا گیا ہے، یعنی جو شخص کسی مباح الاصل چیز کی جانب سبقت کرجائے اور سب سے پہلے اس پر قبضہ کرلے تو وہی اس کا مالک سمجھا جائے گا ، اور کسی اور کو اس چیز سے اس کی اجازت کے بغیر انتفاع یا

تصرف اختیار نہ ہوگا؛ بلکہ ایسا کرنا ظلم اور غصب کہلائے گا، متعدد احادیث مبارکہ میں حق اسبقیت کی صراحت کی گئی ہے، ارشاد نبوی ہے:

''ایک انصاری نےحرہ کی ان نالیوں کے سلسلہ میں جن سے وہ کھجور کے درختوں کی آب یاری کرتے تھے آپ ﷺ کے پاس حضرت زبیرؓ سے جھگڑا کیا، انصاری نے کہا: پانی کو بہتا ہوا چھوڑدو؛ لیکن حضرت زبیرؓ نہیں مانے، چنانچہ وہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں اپنا مقدمہ لے گئے،تو حضور ﷺ نے زبیرسے فرمایا: اے زبیرا!تم آب یاری کرو،پھر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑدو،تو انصاری کو غصہ آگیا،اور اس نے کہا:(آپ نے یہ فیصلہ اسی لیے دیا ہے)کہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہوگیا،تو آپ نے زبیرؓ سے کہا: تم پانی سے سیراب کرو اور روکے رکھو ، یہاں تک کہ وہ دیواروں تک پہونچ جائے '' (بخاری، حدیث نمبر: ۲۳۵۹)۔

علامہ بغوی نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ اس سے حق اسبقیت کا پتہ چلتا ہے:

''وفقهُ هَذَا الْحَدِيث ...أنَّ من سبق إِلَى شَيْء مِنْهَا كَانَ أَحَق من غَيره''(شرح السنۃ۸، ۲۸۶)۔

(اس حدیث سے یہ فقہی مسئلہ نکلتا ہے کہ جو شخص ان (مباح الاصل)مینسےکسی چیز کی جانب سبقت کرجائے تو وہ دوسرے کے بالمقابل زیادہ حق دا رہوگا)۔

حضرت عائشہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں:

''مَنْ عَمَّرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا''(بیہقی ، حدیث نمبر: ۱۱۷۷۱)۔

(جو شخص کسی ایسی زمین کو آباد کرے جو کسی کی ملک نہ ہو تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے)۔

حضرت اسمر بن مضرس کی روایت ہے:

''مَنْ سَبَقَ إِلَى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ''(ابوداؤد، حدیث نمبر: ۳۰۷۱)۔

(جو شخص پانی کی جانب سبقت کرجائے اور اس کی جانب کسی مسلمان نے سبقت نہ کی ہو تو وہ اسی کا ہے)۔

مذکورہ احادیث اگرچہ ایک خاص پس منظر یعنی احیاء موات کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ محدثین نے اس کی تصریح کی ہے؛ لیکن اس سے دیگر اشیاء میں بھی حق اسبقیت کا ثبوت ہوتا ہے، علامہ مناوی نے احیاء موات کو ہی مراد لینا راجح قرار دیا ہے؛ لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ دیگر چیزوں کو بھی یہ حدیث شامل ہوسکتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''فيشمل ما كل عين وبئر ومعدن كملح ونفط فالناس فيه سواء ومن سبق لشيء منها فهو أحق به'' (فیض القدیر ۶/ ۱۴۸)۔

(پس یہ ہر چشمہ،کنویں،کان کو شامل ہوگا، مثلا نمک کی کان اور تیل کنواں، تو لوگ اس میں برابر ہیں ، اور جو ان میں سے کسی چیز کی جانب سبقت کرجائے تو وہ اس

کا زیادہ حق دار ہے)۔

ان تفصیلات کی بنیاد پر حق تالیف وتصنیف کو بھی حق اسبقیت میں داخل مانا جاسکتا ہے؛ لہذا مصنف ہی اس کا زیادہ حق دار ہوگا اور کسی اور کو اس میں بلا اجازت تصرف کی اجازت نہ ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر بلا اجازت کتاب میں کسی قسم کے تصرف کی یا اشاعت کی اجازت دی جائے تو اس سے مصنفین کو نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ حالاں کہ شریعت میں حتی الامکان ضرر کو دور کیا گیا ہے، ارشاد نبوی ہے:

''لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ'' (مؤطا مالک،حدیث نمبر: ۳۱، ابن ماجہ: ۲۳۴۰، مسند احمد: ۲۸۶۵)۔

اور فقہاء نے اس سے یہ قاعدہ مستنبط کیا ہے:

''الضَّرَرُ يُزَالُ'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۷۲)۔

اکابرین مثلا مفتی شفیع عثمانی (جواہر الفقہ۴/ ۴۴۷ تا ۴۵۱) اور مفتی محمود الحسن گنگوہی (فتاوی محمودیہ ۱۶/۱۸۳) نے مصنف کتاب کے لیے حق اسبقیت تو مانا تھا؛ لیکن کتاب کی اشاعت کے بعد خریدارکے لیے یہ جائز قرار دیا تھا کہ وہ اس کو شائع کرے؛ لیکن موجودہ زمانہ کے تقریبا تمام علماء نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے،اور بلا اجازت ایسا کرنا ظلم وتعدی اور چوری وغصب قرار دیا ہے، علامہ زحیلی لکھتے ہیں:

''والمؤلف قد بذل جهداً كبيراً في إعداد مؤلَّفه، فيكون أحق الناس به، سواء فيما يمثل الجانب المادي...أو الجانب المعنوي... ويظل هذا الحق خالصاً دائماً له، ثم لورثته...وبناء عليه يعتبر إعادة طبع الكتاب أو تصويره اعتداء على حق المؤلف، أي أنه معصية موجبة للإثم شرعاً، وسرقة موجبة لضمان حق المؤلف في مصادرة النسخ المطبوعة عدواناً وظلماً، وتعويضه عن الضرر الأدبي الذي أصابه'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۲۸۶۱و ۲۸۶۲)۔

(مؤلف نے اپنی کتاب کی تیاری میں بڑی محنت کی ہے،لہذا وہ خود اس کا زیادہ حق دار ہوگا،خواہ مادی پہلو ہو یا معنوی، اوریہ حق ہمیشہ خالص اسی کا پھر اس کے ورثہ کا رہے گا،اور اس بنا پر کتاب کو یا اس کی تصویر کودوبارہ طبع کرنا مؤلف پر زیادتی ہوگی، یعنی شرعا معصیت اور گناہ ہوگا،اور یہ چوری ہے جس کی بنا پر ضمان اور مؤلف کا نقصان کا عوض دینا لازم ہوگا)۔

اللجنۃ الدائمۃ کا بھی یہی فتوی ہے کہ بلا اجازت کتاب کی اشاعت جائز نہیں ہے (فتاوی اللجنۃ الدائمہ ۱۳،۱۸۷)۔

مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری کی خدمت میں حق تصنیف کے متعلق مفتی مدرسہ امینیہ دہلی مولانا عبد الغنی کاتحریر کردہ ایک مفصل فتوی آیا تھا ، جس مینمؤلف کے لیے حق اسبقیت مان کر دوسروں کے لیے بلا اجازت اس کو شائع کرنے کو ناجائزقرار دیا گیا

تھا، آپ نے اس فتوی کی تصدیق وتائید فرمائی (دیکھیے: فتاوی رحیمیہ۵/۲۵۵)۔

مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اس پر مفصل گفتگو کی ہے، اور انہوں نے مؤلف کے لیے حق تصنیف کو مان کر اس کی فروخت وغیرہ کو جائز قرار دیا ہے، اور مانعین کے دلائل کا بھی تشفی بخش جواب دیا ہے (دیکھیے: فقہی مقالات ۱/۲۲۴تا۲۲۷)۔

۱۲۔ سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے چند ضروری ہدایات:

۱)سوشل میڈیا پر عریانی وفحاشی کا سیلاب امڈ آیا ہے؛اس لیے ضروری ہے کہ بد نظری سے مکمل حفاظت کی جائے، اور اس سنگین گناہ سے اپنے دامن کو بچایا جائے،حضور ﷺ نے بد نگاہی کو ابلیس کا زہر آلود تیر قرار دیا ہے اور بد نگاہی سے بچنے والے کو حلاوت ایمانی کی بشارت دی ہے، حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''النَّظْرَةُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومَةٌ فَمَنْ تَرَكَهَا مِنْ خَوْفِ اللَّهِ أَثَابَهُ جَلَّ وَعَزَّ إِيمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ'' (مستدرک حاکم، حدیث نمبر: ۷۸۷۵)۔

۲)گانے سننے سے یا غیر محرم کی آواز سننے سے اجتناب کیا جائے، حضور ﷺ نے گانے کو دل میں نفاق کے پیدا ہونے کا سبب قرار دیا ہے ، ارشاد نبوی ہے:

''الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ''(ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۹۲۷)۔

اور فقہاء نے عورت کی آواز کو بھی ستر قرار دیا ہے،علامہ شامی ؒلکھتے ہیں:

''وَتَقَدَّمَ فِي شُرُوطِ الصَّلَاةِ أَنَّ صَوْتَ الْمَرْأَةِ عَوْرَةٌ عَلَى الرَّاجِحِ''(رد علی الدر ۶/ ۳۶۹)۔

۳)تصویر کھینچنےاورویڈیو بنانے،انہیں رکھنے اورآگے بھیجنے سے مکمل اجتناب کیا جائے ، الا یہ کہ کوئی شدید ضرورت پیش آجائے، اس مسئلہ کی تفصیل آچکی ہے۔

۴)لایعنی امور سے احتراز کیا جائے ، اور سوشل میڈیا پر فضول کاموں میں وقت گزاری نہ کی جائے؛ کیوں کہ آپ ﷺ نے اس کو ایک مؤمن کے لیے نازیبا قرار دیا ہے، ارشاد نبوی ہے:

''مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لاَ يَعْنِيهِ''(ترمذی، حدیث نمبر: ۲۳۱۷)۔

۵)کسی ناجائز کام کو ذریعۂ معاش نہ بنایا جائے، جیسا کہ اس کا بیان آچکا ہے۔

۶)اگر کوئی بات قابل تنقید نظر آئے تو اچھے اسلوب میں اس کی تردید کی جائے، طعن وتشنیع اور گالم گلوچ سے اپنی زبان کی حفاظت کی جائے، اللہ کا فرمان ہے:

''وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ گ'' (العنکبوت: ۴۶)۔

(اورتم اہل کتاب کے ساتھ بجز مہذب طریقہ کے مباحثہ مت کرو)۔

۷)افواہ اڑانے اور غیر مصدقہ خبریں پھیلانے سے احتراز کیا جائے؛ کیوں کہ اس سے بے اعتمادی کی فضا قائم ہوتی ہے،اور سننے والے کو ضرر کا بھی سامنا کرنا پڑتا

ہے، نیز افواہ اڑانے والے کے اندر منافقین کی دو علامتیں در آتی ہیں، ایک جھوٹ بولنا اور دوسرا بلا تحقیق باتوں کو آگے پھیلانا۔

۸) ملحدانہ افکار کی اشاعت اور فحش باتیں پھیلانے سے احتراز کیا جائے، جیسا کہ سابق میں اس پر تفصیلی کلام آچکا ہے۔

۹)سوشل میڈیا کا استعمال کسی کی جاسوسی کے لیے نہ کی جائے،اسلام نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

''وَّلَا تَجَسَّسُوْا'' (الحجرات: ۱۲)۔

اور حضور اکرمﷺ کا ارشاد ہے:

''وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ'' (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۸۸۰)۔

(مسلمانوں کی مخفی باتوں کے پیچھے نہ پڑو، جو شخص پیچھے پڑتا ہے اللہ اس کے پیچھے پڑجاتے ہیں، اور اللہ جس کے پیچھے پڑجائیں تو اس کو اس کے گھر میں ذلیل کردیتے ہیں)۔

۱۰) کسی کے فون کا پاس ورڈ معلوم کرکے واٹس اپ اور دیگر سوشل ایپس پر اس کے پیغامات وغیرہ بلا اجازت نہ پڑھے جائیں، یہ ناجائز ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''مَنْ نَظَرَ فِي كِتَابِ أَخِيهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، فَإِنَّمَا يَنْظُرُ فِي النَّارِ''(ابوداؤد، حدیث نمبر: ۱۴۸۵)۔

(جو شخص اپنے بھائی کا خط اس کی اجازت لیے بغیر دیکھتا ہے تو گویا وہ جہنم میں دیکھ رہا ہے)۔

سوشل میڈیا کا استعمال - چند اہم مسائل

مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور•

ماضی قریب میں جب سے موبائل کا رواج ہوا ہے ذرائع ابلاغ نے ایک نئی سمت اور نئی راہ ایجاد کرلی ہے جسے ‘‘سوشل میڈیا ’’ سے جانا جاتا ہے جس میں واٹس ایپ، ٹیلی گرام، انسٹاگرام، فیس بک، یوٹیوب، ٹیوٹر وغیرہ سبھی داخل ہیں، اور یہ سارے ہی ترسیل و ابلاغ کے شعبے بالکل آزادی و خود مختارانہ انداز میں ہر ایک کے دسترس میں ہیں، ہر عام و خاص اس سے افادہ واستفادہ کرتا اور کرسکتا ہے، بچوں بوڑھوں جوان اور صنف نازک خواتین سبھی کے ہاتھ اس میں آلودہ ہیں، یہ اور بات ہے کہ کوئی اسکا صحیح اور جائز استعمال کرتا ہے، بلکہ کار خیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ، دینی تعلیم و تعلم کا وسیلہ بناتا ہے، کوئی اس کے گندے اور بدبودار مواد میندلچسپی رکھتا ہے اور فواحش و منکرات کے دید وشنید کو مشغلہ بناتا ہے، یہ ایسی دودھاری تلوار ہے جو مفید و مضر اور نفع و نقصان دونوں پہلوؤں کو جامع ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ سوشل میڈیا کا استعمال مفید پروگرام اور جائز مقاصد تک محدود کیا جائے اور اس کے خطرناک مضر استعمال سے خود کو اور آنے والی نسلوں کو بچایا جائے، ظاہر ہے کہ جن چیزوں میں نفع اور نقصان دونوں پہلو ہوں اور اس ذریعہ کو بالکل ختم کردینا ممکن نہ ہو یا وہ ایک ضرورت کی لازمی شئ ہو جس کے بغیر چارہ نہ ہو تو اسلامی اصول کے مطابق ‘‘خذ ماصفاودع ماکدر’’ پر عمل کا حکم ہوگا اوراسکے مفید طریقۂ استعمال کو اپنایا جائے گا اور نقصاندہ اور غلط استعمال سے بچنے کی سعی کی جائے گی، جائز و ناجائز استعمال کے تعلق سے چند اہم سوالات اوران کے جوابات پیش خدمت ہیں:

موبائل کے کن مضامین کو شیئر کرسکتے ہیں؟

۱۔ موجودہ دور ، دجل و تلبیس کا دور ہے، صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح انداز میں پیش کرنا ایک فن بن گیا ہے، صحیح میں غلط کی آمیزش اہل باطل کی سازش کا حصہ ہے، اس لئے دینی مسائل اور شرعی امور کے سلسلہ میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، جو پیغامات موبائل کے ذریعہ شیئر کئے جاتے ہیں اگر وہ ثقہ و معتبر اور معلوم شخص کے ذریعہ ہوتو انکا اعتبار کرنا آسان اور قرین قیاس ہے؛ خواہ وہ دینی پیغام ہو یا دنیا وی

• صدر مدرس ومفتی مدرسہ مظہر العلوم، کانپور، یوپی۔

میسیج، لیکن موصولہ پیغام کو آگے ارسال کرنے کیلئے اتنی بات کافی نہیں کہ وہ پیغام کسی ثقہ شخص کی طرف سے آیا تھا، بلکہ فی نفسہ اس پیغام یا مضمون کا شریعت کی میزان پر درست ہونا ضروری ہے، بعض دفعہ ثقہ شخص غیر فقیہ یا غیر عالم ہوتا ہے، اس لئے ارسال کردہ مضمون کا شرعی اعتبار سے درست ہونا ضروری نہیں، اس لئے اگر کسی معروف عالم دین کا کوئی پیغا م ہے اوراسکا یقین و اعتماد ہے کہ یہ انہیں کی طرف سے ہے تو ایسے میسیج، آڈیو اور ویڈیو کو آگے بھیجنے میں مضائقہ نہیں، غیرمعروف عالم کا کوئی بیان وغیرہ ہے یا کوئی مؤثر ایسا مضمون ہے جوواضح طورپر شریعت کے عین مطابق ہے تو ''انظر إلی ماقال ولاتنظر إلی من قال''پر عمل کرتے ہوئے اسکو بھی عام کیا جاسکتا ہے، جیسے کہ بہت سے اقوال زریں اور حکماء کے تجربات وغیرہ کے نشر کرنے میں حرج نہیں، بلکہ بہت سے غیر مسلم دانشوروں کے حکمت و موعظت سے بھر ے چنیدہ اقوال سے استفادہ کرنا بھی اس زمرہ میں آتا ہے، حدیث پاک میں ہے:

''عن أبی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم:''الكلمة الحكمة ضالة المؤمن، حيثما وجدها فهو أحق بها'' (ترمذی باب العلم ۲۶۸۷، ابن ماجہ: ۴۱۶۹)۔

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی خالص دینی مضمون اور شرعی مسئلہ ہوتو ارسال کنندہ کے غیر معتبر یا مستور الحال ہونے کی صورت میں اس پر اعتماد کرنا اوراسکو آگے فارورڈ کرنا ہرگز درست نہیں، البتہ محض پندو نصائح اوراقوال زریں کے قبیل سے کوئی کلام ہو اوردین سے متصادم کوئی بات نہ ہو تو ایسے جملوں کو آگے بڑھاسکتے ہیں، تاہم آگے بڑھانے سے پہلے کسی معتبر عالم سے نظر ثانی کرالیں تو بہتر ہے۔

جائز و ناجائز ویڈیو آڈیو بنانے کے شعبہ میں ملازمت

۲۔ سوشل میڈیا کے ایسے شعبہ میں ملازمت جس میں سارے ناجائز امور مثلاً فحش و ناجائز تصاویر ہی تیار ہوتی ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اسکی تیاری میں تکنیکی مدد فراہم کرنے والی ملازمت بھی تعاون علی الاثم کی بناپر صراحتاً ناجائز قرارپائے گی، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''تعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الإثم و العدوان'' (المائدہ)۔

اوراگر تکنیکی ضرورت سے مراد مشین وکیمرہ وغیرہ کی مرمت یا اسکی سٹنگ فٹنگ ہے تویہ عین معصیت نہ ہونے کے باعث (خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق) اسکی گنجائش نہیں ہوگی، نیزاگر ناجائز امور پر مشتمل ویڈیو سازی کی سائٹ نہ ہو؛ مگر ضمنی طورپر اسکی نوبت آتی ہوتواگر گریز ممکن ہوتواس سے بچنا واجب ہے اور اگر اس سے بچنا ممکن نہ ہواور ضمنی طورپرکبھی کبھار ایسے امور کی انجام دہی کی نوبت آجائے تو غلبہ اور مقصد کا اعتبار کرتے ہوئے اسکی بھی گنجائش ہوگی اورغالب آمدنی بھی حلال رہے گی، البتہ اندازے سے ناجائز امور کی خدمت کے بقدر

اجرت کی رقم صدقہ کردینا لازم ہوگا، مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اعانت علی المعصیۃ '' اور '' تسبب للمعصیۃ '' کے مختلف درجات ہیں اوراسی وجہ سے احکام بھی مختلف ہیں، مختصر خلاصہ یہ ہے کہ کسی معصیت کی اعانت جو از روئے قرآن حرام ہے وہ ہے جس میں معصیت کا قصد ونیت حقیقۃً یا حکما شامل ہو،حقیقۃ یہ کہ دل میں یہ ہو کہ اس کے ذریعہ عمل معصیت کیا جائے ، یا یہ کہ صلب عقدمیں احد المتعاقدین کی طرف سے اس معصیت کی تصریح آجائے، اورحکماً یہ ہے کہ وہ چیز بجزمعصیت کے کسی دوسرے کام میں آتی ہی نہ ہو؛ جیسے آلات معازف، طبلہ، سارنگی اور مختلف قسم کے آلات موسیقی ان چیزوں کا بنانا اور بیچنا اگرچہ مقصد معصیت نہ ہو مگر حکماوہ بھی قصد معصیت میں داخل ہے اور جہاں کسب معصیت نہ ہو حقیقۃً ہو نہ حکما وہ اعانت علی المعصیۃ میں داخل نہیں '' (جواہر الفقہ۲،۴۵۳)۔

اسلام مخالف مضامین کو شیئر کرنے کا حکم :

۳۔ اہل باطل کے افکار و عقائد اوران کے ملحدانہ مضامین کے زہریلے اثرات سے امت مسلمہ کی حفاظت علماء اہل حق کا فریضہ ہے، لہذا اہل باطل کے باطل نظریات پر نظررکھنا اوراسکا رد کرنا تو فرض کفایہ ہے، حدیث میں ہے:

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:یحمل ھذ العلم من کان خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تأویل الجاہلین، رواہ البیہقی'' (مشکوۃ۱،۳۶، کتاب العلم فصل ثالث)۔

لیکن ہمہ و شماکے لئے اہل باطل اور زیغ و ضلال میں مبتلا لوگوں کی تحریرات پڑھنا سننازہر ہلاہل ہے، اس لئے ایسے مضامین کو پڑھنے اور دوسروں تک بھیجنے میں حد درجہ احتیاط لازم ہے، لہذا سوائے ان حضرات اہل علم کے جو واقعۃً یہ مضمون کی گمراہی سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اوراسکا مؤثر جواب دینے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں ان کو توایسے مضامین سے مطلع کردینا مناسب ہے؛ تاکہ وہ اسکا مناسب تدارک کرسکیں، باقی لوگوں کوایسے ملحدانہ مضامین ارسال کرنا ہرگز جائز نہیں، فقہاء کے یہاں یہ ضابطہ مسلم ہے کہ دفع مضرت مقدم ہے جلب منفعت پر (قواعدالفقہ)۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں :

''منفعت قابل اعتبار وہ ہے کہ جو ضرر پر غالب ہو، اسی طرح ضرر قابل اعتبار وہ ہے جو نفع پر غالب ہو اور دنیا کی منفعت سے آخرت کی منفعت بڑھی ہوئی ہے اور دنیا کی مضرت سے آخرت کی مضرت بڑھی ہوئی ہے (ملفوظات اشرفیہ ،۴۱، فقہ حنفی کے اصول،۱۷۵)۔

خلاصہ یہ کہ عامۃ المسلمین اور عوام الناس میں اسلام مخالف مضامین کو حتی الامکان عام کرنے سے پرہیز کیا جائے اور اگر ایسے مضامین کوارسال کرنا ہی ہوتواس

مضمون میں غلط اجزاء کی نشاندہی اور شبہ کا جواب بھی ساتھ میں ذکر کیاجائے، ورنہ باطل تحریروں کو خاموشی سے دفن کردینا ہی آسان طریقہ ہے نہ کہ عام کرنا۔

اہل باطل کے لٹریچر سے مسلمانوں کودور رکھنا کتنا اہم ہے اسکا کچھ اندازہ اس حدیث سے کیا جاسکتا ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ کو تورات کے پڑھنے پر حضورﷺ کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑا تھا،جبکہ تورات کا پڑھنا فی نفسہ کوئی ناجائز بات نہ تھی۔

حدیث پاک میں ہے :

''عن جابر أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما أتیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من التورۃ فقال یا رسول اللہ ھذہ نسخۃ من التورٰۃ فسکت فجعل یقرأ و وجہُ رسول اللہ یتغیر فقال أبوبکر تکلتک الثواکل ماتری مابوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقال أعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم، رضینا باللہ ربا و بالإسلام دینا و بمحمد نبیا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولوکان حیا وأدرک نبوتی لاتبعنی، رواہ الدارمی'' (مشکوۃ المصابیح مع مرقاۃ۱۹۴)۔

دارالعلوم دیوبند کے ایک فتوی میں ہے:

''البتہ اگر کوئی متبحر عالم ، کسی دوسرے مذہب کی کتابوں کا مطالعہ اس مذہب والوں کے عقائد باطلہ کی تردید کی نیت سے کرے تواسکی گنجائش ہے، کیونکہ اسکی تبحر علمی کی وجہ سے گمراہی کا اندیشہ نا کے درجہ میں ہوگا اور مقصد معلومات واستفادہ کرنا نہیں ہے، بلکہ اس مذہب کے لوگوں کے عقائد باطلہ کی تردید کرنا ہے، جوایک صحیح ودرست مقصد ہے، آن لائن فتوی '' (سوال وجواب نمبر۱۷۰۳۴۶۔ ۱۴۴۰ھ)۔

آن لائن دینی و عصری تعلیم کا مسئلہ:

۴۔ مسلم بچے و بچیوں کے لئے جتنی ضروری تعلیم ہے اتنی ہی ضروری ان کو اخلاقی تباہی سے بچاکر راہ راست پر باقی رکھنا ہے، موبائل منافع کے ساتھ جس قدر مضرات و مفاسد کو ہمراہ لاتا ہے اسکے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ ''إثمھما أکبر من نفعھما''۔

بدریادرمنافع بیشمار است گرخواہی سلامت برکنار است

اگر موبائل کے مضراثرات اور اخلاقی فساد سے بچتے ہوئے استفادہ کی صورت اختیار کی جائے تو تعلیمی سلسلہ کوموقوف رکھنے کے بجائے اسکو آن لائن جاری رکھنا ہی واحد راستہ ہے، ورنہ بے کاری اور تعطل تعلیم سے محروم کرنے کے ساتھ طلبہ کو دوسری لائنوں میں لیجانے کا سبب بنے گااور یہ بجائے خود بہت بڑا خسارہ ہے، اس لئے مالایدرک کلہ لایترک کلہ کے مطابق طلبہ کے لئے آن لائن سلسلہ قائم کرنا ہی مناسب ہے، اگرچہ اپنے بعض اکابر طلبہ کے لئے اسکو قطعاً مفید نہینخیال کرتے، کیونکہ مدرسہ کا

تعلیمی مزاج تعلیم و تربیت سے مرکب ہے، تدریس کے ساتھ اساتذہ کی صحبت بھی ضروری ہے، نیز آن لائن تعلیم کے رواج سے حکومت کو یہ بہانہ بھی ہاتھ آسکتا ہے کہ مدرسہ کھولنے کی چند اں ضرورت نہیں کہ تعلیم تو ہورہی ہے، پھر اساتذہ بھی کم ہمت اور مضمحل ہوجائینگے، ان ہی سب باتوں کے پیش نظر دارالعلوم دیوبند نے آن لائن تعلیم کا سلسلہ شروع نہیں کیا، جبکہ ندوۃ العلما وغیرہ دیگر اداروں نے مندرجہ مصلحتوں کی بنا پر آن لائن کے سلسلہ کورائج کردیا۔

ناچیز راقم الحروف کے خیال میں یہ تفصیل مناسب ہے کہ :

۱۔ چھوٹے بچے و بچیوں کو تو یقینا موبائل سے دور رکھتے ہوئے مقامی ٹیچر یا استانی کے ذریعہ گھر یا محلہ میں ہی انکی تعلیم کا بندوبست کرلینا چاہئے، کیونکہ بچوں کو موبائل تھمادینے میں فائدہ کم نقصان زیادہ ہے، اور ''إثمهما أكبر من نفعهما'' کا مصداق ہے۔

۲۔ بڑے لوگوں کیلئے بزرگوں کی دو رائے ہیں: یقینا اساتذہ کے رو برو زانوئے تلمذ تہ کرنے کے جوفوائدہیں اور اساتذہ کی صحبت کے جو اثرات و ثمرات ہیں وہ آن لائن سے حاصل نہیں ہوسکتے، لیکن ترک تعلیم اور منقطع الدراسۃ ہونے کے جونقصانات ہیں وہ زیادہ خطرناک ہیں، اس لئے مالایدرک کلہ لایترک کلہ پر عمل کرتے ہوئے ضروری مضامین کوآن لائن اس احتیاط کے ساتھ پڑھنا پڑھانا کہ اساتذہ اہتمام سے درسگاہ میں ہوں اور طلبہ باضابطہ آئن لائن حاضر ہوں اور تنبیہ و تذکیر جاری رہے، تو یہ طریقہ اخف المفسدتین کواختیار کرنے کی وجہ سے درست رہے گا، واللہ اعلم۔

سوشل میڈیا کے ذریعہ استفادہ:

۵۔ سوشل میڈیا کے شیوع و عموم اور اسکے متنوع ضروریات میں کار آمد ہونے اور مختلف الجہات میں اسکی افادیت کے پیش نظر اس سے صرف نظر اب ممکن نہیں، یہ بہت سی دینی و دنیاوی ضروریات کی تکمیل اور بہت سے شعبہائے زندگی کے مسائل کے حل و استفادہ کے لئے آسان نعم البدل بن کر لوگوں کی دسترس میں ہے، لہذا اب اسکی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اور ایسی ضرورت کی چیزیں جس میں کچھ منکرات بھی شامل ہوجائیں ان کاحکم یہ ہے کہ منکرات سے بچنے کی سعی کی جائے گی اورمنکرات وفواحش سے بچتے ہوئے ان سے استفادہ کو جائز قرار دیا جائے گا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ایک اصولی بات تحریر فرمائی ہے جس سے اس مسئلہ کے حل میں بھی روشنی ملتی ہے، فرماتے ہیں:

''ہمارے فقہاء حنفیہ کا مسلک ان معاملات میں یہ ہے کہ جو مباح یا مستحب مقاصد شرعیہ میں سے ہو، اس کے ساتھ تو یہی معاملہ کرنا چاہئے کہ اگر اس میں کچھ منکرات شامل ہوجائیں تو منکرات کے ازالہ کی فکر کی جائے، اصل کام کو نہ چھوڑا جائے، مثلاً مسجدوں کی جماعت میں کچھ منکرات شامل ہوجائیں تو اسکی وجہ سے جماعت چھوڑدینا

جائز نہیں ہوگا، بلکہ منکرات کے ازالہ کی کوشش مقدور بھر واجب ہوگی، اسی طرح اذان، تعلیم قرآن وغیرہ کا معاملہ ہے کہ وہ مقاصد شرعیہ میں سے ہیں، اگر ان میں کچھ منکرات شامل ہوجائیں تو ازالۂ منکرات کی کوشش کی جائے گی، اصل کام کو نہ چھوڑا جائے گا'' (مجالس حکیم الامت،۱۴۹، فقہ حنفی کے اصول،۲۰۵)۔

ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دارالقضاء کی کارروائی:

۶۔ دارالقضاء میں آنے والے معاملات مختلف نوع کے ہوتے ہیں، شریعت میں معاملہ کی نوعیت کے اعتبار سے شہادت میں فرق مراتب رکھا گیا ہے، بعض معاملات میں خواتین کی شہادت کو عدم اطمینان کی بناء پر غیر معتبر قرار دیا گیا ہے، بعض معاملات میں اقرباء کی شہادت غیر معتبر ہے، اسی طرح کہیں شہادت دوافراد کی ضروری ہے تو کسی سنگین جرم زنا وغیرہ میں چار کی شرط ہے، بہرحال ویڈیو کانفرنس وغیرہ کسی معاملہ میں نتیجہ تک پہونچنے میں ایک حد تک معاون تو ضرور ہے، لیکن اس کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی شرعاً گنجائش نظرنہیں آتی، کیونکہ ویڈیو وغیرہ میں تلبیس اور آمیزش کے کافی خطرات وامکانات ہوتے ہیں اور براہِ راست میں بھی الٹ پھیر اور تصرف ممکن ہوتا ہے، اس لئے ویڈیو کی تصویر ہویا ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ موصول ہونے والی معلومات وہ اشتباہ اور آمیزش کے امکان سے سو فیصد خالی نہیں ہوتی اور ظاہر ہے اس قسم کے اشتباہ ہوتے ہوئے قطعی طور پر ان چیزوں کو فیصلہ کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا، اس کے علاوہ گواہوں کا قاضی کے روبرو ہونا بھی شہادت کے لئے شرط ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے: '' وَلَوْ سَمِعَ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ لَایَسَعُہٗ اَنْ یَشْہَدَ لِاِحْتِمَالِ اَنْ یَکُوْنَ غَیْرَہٗ'' (فتاویٰ ہندیہ۳،۴۱۲)۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے :

سوال: یہ ہے کہ کیاکوئی شخص ویڈیو فون پر شہادت دے سکتا ہے جب کہ وہ ویڈیو پر نظرآئے اور لوگ اسے پہچان بھی لیں ؟

جواب: شہادت کے لئے گواہ کا مجلس قضاء میں موجود ہونا ضروری ہے اور صورتِ مسئولہ میں چونکہ شاہد مجلس قضاء میں موجود نہیں ہے، اس لئے شرعاً اس کی شہادت کا کوئی اعتبار نہیں (آن لائن فتویٰ (۱۲۰۵-۹۷۷) ۱۴۳۱-۷-تاریخ اجراء)۔

آڈیو ویڈیو کے سننے، دیکھنے یا شیئر کرنے کا کمپنی سے پیسہ وصولنا:

۷۔ جس طرح تجارت کے فروغ کے لئے بعض کمپنیاں کیش بیک کا آفر دے کر اپنے کسٹمر کو راغب کرتی ہیں اور فقہاء اس قسم کے کیش بیک کو جائز کہتے ہیں، اسی طرح بعض چینل اپنے چینل اور پروگرام کوعام کرنے کیلئے کچھ انعامات یا تعاون کی اجرت کے طور پر کچھ رقم ان کی آڈیو یا ویڈیو کو استعمال کرنے یا آگے شیئر کرنے والوں کو دیتی ہیں تو اس کا لینا دینا جائز ہے؛ بشرطیکہ وہ آڈیو یا ویڈیو کا مضمون فی نفسہٖ کسی ناجائز چیز پر مشتمل نہ ہو ۔

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے :

''مختلف ایپوں کے ذریعہ لین دین پر جو رقم کیش بیک کے نام پر ملتی ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہے، اس میں بہ ظاہر عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے ''(آن لائن فتویٰ ۱۶۷۹۷۸ تاریخ اجراء ۲۳؍ جنوری ۲۰۱۹ء)۔

ویڈیو کے فروغ کیلئے اشتہارات شامل کرنا:

۸۔ یوٹیوب وغیرہ کسی سوشل میڈیاپر چینل بناکر ویڈیو اپ لوڈ کرنے کے بعد مرحلہ اسکی مقبولیت اور فروغ کا ہوتا ہے، کسی ویڈیو کو قبولِ عام حاصل ہو، اسکے لئے جائز دائرہ میں ہی کوئی تدبیر اختیار کرنی چاہئے، جیساکہ ''سوال نمبر ۷ ''میں تدبیر گزری، اس کے علاوہ کسی ناجائز اور ممنوع چیز کا سہارالینا اور اس کی نشرواشاعت کیلئے خلاف شرع کسی امر کا ارتکاب کرنا جائز نہیں ہے مثلاً :

(۱) ویڈیو میں میوزک اور موسیقی شامل کرنا ۔

(۲) غیرشرعی کسی اشتہار کو چسپاں کرنا ۔

(۳) ممنوع تصاویر شامل کرنا ، وغیرہ۔

یہ امور جائز ویڈیوکو ناجائز بنادیں گے، البتہ بعض دفعہ خواہی نخواہی کسی مقبول ویڈیو میں یوٹیوب کا ادارہ اپنی جانب سے خود اشتہار چلادیتاہے، وہ اشتہار جائز بھی ہوتاہے ناجائز بھی، ایسی صورت میں اپنے اختیار سے کسی ناجائز اشتہار یاناجائز چیز کے اشتہارکی اجازت دیناتو ہرگز جائزنہیں، بلااجازت وہ ایساکریں تووہ خود ذمہ دارہونگے، البتہ اس میں موصولہ آمدنی کا مسئلہ بھی سامنے آتاہے، چونکہ یہ آمدنی مخلوط اشتہارات سے آتی ہے، اس لئے یہ حلال وحرام کا مجموعہ ہوتی ہے، تمیز کرنا بھی مشکل ہے، اس لئے احتیاط کا تقاضایہ ہے کہ کل کو حرام سمجھ کر سب صدقہ کردیں، ورنہ کم ازکم ایک اندازہ کے مطابق حرام اشتہار کی حدتک صدقہ کردیں ۔

آن لائن گیم اور گیم کھیل کر انعام حاصل کرنے کا حکم :

۹۔ سوشل میڈیا میں گیموں کی بھی ایک دنیا ہے، ہر قسم کے گیم اس میں دستیاب ہیں، جنون اور دیوانگی کی حد تک لوگ اس میں غرق ہوجاتے ہیں، بعض تو حقیقۃً مجنوں ودیوانہ بن جاتے ہیں، بعض کھیلوں میں توانسان اپنے کو ہلاک کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں، بعض گیم بچوں میں شرک وکفر کے جراثیم غیر شعوری طور پر پیوست کرجاتے ہیں، غرضیکہ ویڈیو گیم یا آن لائن گیم خواہ اس میں کوئی مادی منفعت بھی ہو یا انعام کی توقع ہویاکوئی مقابلہ جیتنے کا گیم ہو، یہ سب لہوولعب کی جدید شکلیں ہیں، اگر ان میں جانبین سے بازی لگائی گئی تو یہ قماراور جواپر مشتمل ہونے کی وجہ سے حرام ہے، اگر جوا نہ بھی ہوتواس میں جو وقت کا ضیاع ہوتاہے اور اس سے لہو ولعب کا مزاج بن جاتاہے اور دماغی صلاحیت مفلوج ہوجاتی ہے، انسان اپنے فرائض سے غافل ہوجاتاہے اور دل بہلانے

کے نام پر گیموں میں مشغول ہوکر پھر یہ اپنے آپ کو کسی کام کا نہیں چھوڑتا، یہ اور اس طرح کے دیگر نقصانات کی وجہ سے یہ ‘‘ظلمات بعضہافوق بعض’’ کا مصداق ہیں۔

اس لئے موجودہ سارے گیم کراہت سے خالی نہیں، اسلام صرف انہیں کھیلوں کی پذیرائی کرتاہے جن سے جسمانی ورزش ہوتی ہے اور صحت کے لئے مفید ہوں، باقی ایسے کھیل جس میں نظرودماغ تھکتاہو اور کھیلنے کے بعد انسان پژمردہ ہوجاتا ہو وہ طبی اعتبار سے بھی مضر ہیں اور شرعی اعتبار سے بھی مکروہ وممنوع ہیں، پھرجب اس طرح کے کھیل اور گیم کی لت پڑجاتی ہے توپھر دوسرے کاروبار اور بچوں کی تعلیم وغیرہ بری طرح متأثر ہوتی ہے، اس لئے فقہاء کے بقول یہ سارے کھیل کم از کم مکروہ تحریمی کے دائرہ میں آئینگے، جیساکہ نردوشطرنج کا حکم ہے ۔

‘‘وَکُرِہَ تَحْرِیْماً اَللَّعَبُ بِالنرد وَکَذَاَ الشَّطْرَنْجِ ’’ (شامی ۹،۵۶۶)۔

اور جب یہ گیم ہی مکروہ تحریمی ہیں تو اس کو ذریعہ آمدنی بنانا بھی مکروہ ہے ، لہٰذا کسی ایسے گیم میں شامل ہونا جس میں گیم جیت کر انعام بھی ملتاہو جائز نہیں ہے ۔

سوشل میڈیا گروپ میں بغیر اجازت کسی کو شامل کرنا:

۱۰۔ سوشل میڈیا پر گروپ بناکر اس میں شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے، کسی جائز یا نیک مقصد کے لئے گروپ بنانا اوراس مینشامل ہونے کی دعوت دینا، اس میں توشرعاً کو ئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ بغیر اجازت و اطلاع کے شامل کرلینا یہ نامناسب طریقہ ہے، ممکن ہے یوں شمولیت اسکے لئے خلل انداز اورایذا کا سبب بن جائے، لیکن چونکہ شامل کئے جانے والے افراد کا اختیار سلب نہیں ہوجاتا، بلکہ چاہے تو شمولیت کوباقی رکھے چاہے تو نکل جائے، اس لئے فی نفسہ جائز مقصد کیلئے بنائے گئے گروپ میں کسی کو شامل کرنے میں چندا ں مضائقہ نہیں، تاہم پیشگی اجازت لینا بہتر ہے۔

مصنف و ناشر کی اجازت کے بغیر کتابوں کوسوشل میڈیا پر عام کرنا:

۱۱۔ جوکتابیں پریس میں طباعت کے مراحل سے گذر کر منظر عام پر لانے کیلئے لکھی اور شائع کی گئیں، ان میں کثیر رقم اور طویل جانفشانی کی حاجت ہوتی ہے، یعنی جان و مال دونوں ہی اس میں صرف ہوتے ہیں، لہٰذا ایسی کتابوں کو مصنف یا ناشر کی اجازت کے بغیر ان کی PDFبناکر سوشل میڈیا پر عام کردینا، جبکہ ایسا کرنے سے ان کا معاشی نقصان ہوتا ہو، یہ حق کسی کو نہیں ہے، فقہاء کے یہاں طباعت اور نشرو اشاعت کا حق بھی ایک محفوظ حق تسلیم کیاگیا ہے، نیز کسی کے مالی خسارہ کا سبب بننا یا ایذا کا ذریعہ بننا بھی درست نہیں، اس لئے شوشل میڈیا پر ایسی کتابوں کی نشرو اشاعت بلا اجازت ہرگز جائز نہیں، البتہ خود مصنف کو چاہئے کہ خیر کی اشاعت میں سہولت فراہم کرتے ہوئے ممانعت کے بجائے اجازت کا معاملہ رکھے، تاکہ اسکا فیض عام اور آسان ہو، اور جو کتابیں پمفلٹ پریس میں طبع کرانے کے بجائے سوشل میڈیا میں اس کا مواد فراہم

کرنے کے لئے لکھے گئے ہیں، اس کے منتقل کرنے اور عام کرنے میں اجازت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، فقط واللہ اعلم۔

سوشل میڈیا کے استعمال کا محتاط طریقہ:

۱۲۔ اس سلسلہ میں تمہید میں گفتگو آچکی ہے ، چونکہ اب موبائل ضروریات زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے اوراس کے نقصانات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اس لئے جسمانی وروحانی نقصانات سے بچتے ہوئے محض ضروری اور مفید استعمال کی حد تک اس سے تعلق رکھا جانا چاہئے، موبائل آن کرنے سے پہلے محاسبہ کرلینا چاہئے کہ میں کس ضروری کام کے لئے اس کو کھول رہا ہوں اورکیا کیاکام لے کر اس کو بند کردینا ہے، جیسے کسی سواری پر سوار ہونے سے پہلے مسافر اپنی ایک منزل نگاہ میں رکھتا ہے اور منزل آنے پر سواری سے اتر جاتا ہے، اگر بلا منزل کا تعین کئے ہوئے بے لگام گھوڑے پر کوئی سوار ہوکر چل پڑے تو یقینا وہ کسی گہری کھائی یا گڑھے میں جاگرے گا یا خواہ مخواہ ادھر ادھر بھٹکتا پھرے گا، اسی طرح بلا مقصد کے موبائل ہاتھ میں لینے سے خواہ مخواہ اس کی انگلیاں حرکت کرینگی اور پھر انگلیاں بہکتے بہکتے اس کو کسی غلط جگہ لیجاکر چھوڑینگی، اس لئے اپنے اکابر موبائل کے سلسلہ میں بڑے حساس واقع ہوئے ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے تو ایسے لوگوں کے لئے موبائل رکھنے کو ہی ناجائز قرار دیا ہے جن کو حرام استعمال سے بچنے کا اپنے اوپر بھروسہ نہ ہو، فقط واللہ تعالی اعلم۔

درس وتدریس اور دعوت کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی•

سوشل میڈیا عام وآزاد ذرائع ابلاغ کا نام ہے، جس کا معاشرے میں مثبت ومنفی ہر دوکردار مؤثر رہا ہے، اس کے تحت مختلف پرنٹ والیکٹرانک ایجادات آتی ہیں: ٹیوٹر، یوٹیوب، فیس بک، واٹس ایپ، انسٹاگرام، موبائل ایس ایم ایس اور دیگر روابط کے بے شمار سائٹس اس میدان میں آزادانہ کام کرتے ہیں، اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ ابلاغ وترسیل کے لئے کسی پر کوئی پابندی نہیں، نہ کسی کی اجارہ داری، جس کا جو دل چاہے اس کے حوالہ کردے، سب قبول ہے، عدم قبول کا کوئی خانہ ہے ہی نہیں، یہ سمجھئے ایک سمندر ہے جس میں خس وخاشاک بھی ڈال سکتے ہیں اور زروجواہرات بھی، ایک سادا وصاف کاغذ ہے جس پر ہر نقش کو جگہ مل سکتی ہے، ایک پرنالا ہے جس سے شفاف پانی بھی بہایا جاسکتا ہے اور گندا وگدلا بھی، ہر شخص مکمل بااختیار، کہہ ومہہ کے مابین کا فرق نہیں اور غلام وآقا کا فاصلہ بالکل نہیں، اسی لئے جس طرح مثبت افکار کی اشاعت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، منفی استعمال بھی کچھ کم نہیں ہے، بلکہ اب تو ہر انقلاب کا کلید بردار بن چکا ہے اور دس بیس سالوں سے تو ہر آن ترقی پذیر ہے اور اس کی تاثیر وفعالیت میں ہر وقت اضافہ دراضافہ ہورہا ہے، بلکہ یوں کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ صاحب جبہ ودستار سے لے کر جاروب کش تک اس کا گرویدہ وعاشق ہے، پیرفرتوت سے لے کر نوجوانان اور بچوں پر اس کا طلسم طاری ہے، کیا سائنس داں وکیا قلم کار، منبر ومحراب کا شعلہ بیان مقرر ہو یا گوشہ نشیں وگم نام زاویہ مکین ہر ایک اس کے زلفِ دراز کا کسی نہ کسی قدر اسیر ضرور ہے۔

اسلام آزادی کا حامی ضرور ہے، مگر ایسی آزادی سے روکتا ہے جس میں نفسانیت کا راج ہو، جس کے نتیجہ میں دنیا بھی وبال جان بن جائے اور آخرت بھی برباد ہوجائے، اس لئے اس آزاد منش میڈیا کے تعلق سے ہر باشعور کا احساس جاگنا شروع ہوگیا ہے، مختلف گوشوں سے اس کے افعال وکردار کے تعلق سے آواز اٹھنا شروع ہوگئی کہ اس کے احوال وظروف کا معائنہ کرکے شرعی وغیر شرعی حد فاصل قائم کی جائے اور مکمل جائزہ لے کر امت مسلمہ کے سامنے ایک صاف وشفاف آئینہ پیش کیا جائے۔

مندرجہ ذیل سطور میں ‘‘سوشل میڈیا ’’ کے احوال وکردار کا جائزہ لیا گیا ہے اور

• جامعہ حسینیہ کایم کلم کیرلا۔

جہاں تک ہوسکا ہے شرعی جواز کے دائرے میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۔ ایسے پیغامات کو شیئر کرنا جو نامعلوم ومستور الحال شخص کی جانب سے ہو:

سوشل میڈیا پر مختلف معلومات آتی رہتی ہیں، بعض کا تعلق سماجی زندگی سے ہوتا ہے اور بعض دینی وشرعی امور سے بھی متعلق ہوتی ہیں، لیکن وہ پیغامات کس کے ہیں یہ معلوم نہیں ہوتا، تو اب سوال یہ ہے کہ ایسے نامعلوم افراد کے پیغامات ومیسج دوسروں کو شیئر کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

اگر اس پیغام کا تعلق دین سے ہے تو دینی امور کے قبول کرنے کا معیار یہ ہوا کرتا ہے کہ وہ باوثوق ذرائع وواسطے سے حاصل ہو، اگر واسطہ قابل اعتماد دنہیں یا نامعلوم ومستور ہو تو وہ نامقبول ہوا کرتا ہے:

''خبر الواحد یقبل فی الدیانات .....إذا کان مسلماً عدلاً ذکراً أو أنثی، حراً أو عبداً، محدوداً أو لا، ولا یشترط لفظ الشہادۃ والعدد کذا فی الوجیز للکردری، وہکذا فی محیط السرخسی والہدایۃ'' (فتاوی ہندیہ ۳۰۸٫۵، کتاب الکراہیۃ، الباب الاول فی العمل بخبر الواحد)۔

(دینی امور میں خبر واحد مقبول ہے، جبکہ مخبر مسلمان عادل ہو، مذکر ہو یا مؤنث، آزاد ہو یا غلام، غیر محدود فی القذف ہو یا محدود فی القذف، ہاں لفظ شہادت اور تعداد شرط نہیں ہے)۔

''ولا یقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاہر الروایات وہو الصحیح، ہکذا فی الکافی'' (فتاوی ہندیہ ۳۰۹٫۵ کتاب الکراہیۃ، الباب الاول فی العمل بخبر الواحد)۔

(مستور الحال کا قول دینی امور کی بابت ظاہر الروایہ میں مقبول نہیں ہے، یہی صحیح ہے، ایسا ہی کافی میں ہے)۔

الا یہ کہ وہ خبر دینی امور سے متعلق ہو اور اس کا دینی امر ہونا واضح ہو، جس کی وجہ سے اب وہ خبر واحد سے متعلق نہیں رہی، بلکہ مشہور ومتواتر کے درجے میں پہنچ چکی ہے، تو ''حکمت ضالہ '' یعنی مومن کی گم شدہ پونجی سمجھ کر اس کو قبول کرنے میں حرج نہیں ہے، مگر اس بات کا تثبت وتیقن تو بہرحال ضروری ہے کہ وہ امر واقعتاً دینی ہی ہے، اس میں کہیں سے کوئی جھول نہیں ہے، اس لئے کہ شیطانی وحیوانی جتھے نے ہر فسق وفجور کو دین کا لبادہ پہنا کر پیش کرنے کے لئے میدان کو سنبھال رکھا ہے، اس لئے یہ امتیاز کرنا از بس ضروری ہے کہ جو پیغام سوشل میڈیا پر آرہا ہے وہ دین ہی ہے اور یہ ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے کہ دودھ وپانی کو چھانٹ لے، اس کے لئے علم کے ساتھ عقل کی بھی ضرورت ہے، تب ہی باطل کو باطل اور جھوٹ سمجھ پائے گا، یعنی جب تک کسی پیغام کے تعلق سے کامل یقین نہ ہوجائے کہ وہ دینی وشرعی ہے، اس وقت تک اس کو شیئر کرنا جائز نہیں، فتاوی ہندیہ کے اس جزئیے سے استیناس کیا جاسکتا ہے:

''وإن کان المخبر فاسقاً أو مستوراً نظر فیہ فإن کان أکبر رأیہ أنہ صادق یتیمم ولا

یتوضأ بہ" (فتاوی ہندیہ ۳۰۹٫۵ کتاب الکراہیہ، الباب الاول فی العمل بخبر الواحد)۔

(اگر خبر رساں فاسق ہے یا مستور ہے تو غور کرے، اگر ظن غالب ہو کہ سچا ہے تو تیمم کرے اور وضو نہ کرے)۔

"ویجوز للمخبَر (بفتح الباء) أن یحکم رأیہ فی خبر الفاسق والصبی والممیز والکافر فإن غلب علی ظنہ أنہ صادق عمل بہ، وإن لم یغلب لا یعمل بہ" (الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، مادہ: خبر)۔

(جس کو خبر دی جارہی ہے وہ اپنی رائے سے فیصلہ کرے، فاسق بچہ، ممیز اور کافر کی خبر کے بارے میں، اگر ظن غالب ہو کہ صادق ہے تو عمل کرے، ورنہ نہیں)۔

لیکن وہ پیغام دینی نہیں، سماجی ومعاشرتی ہے تو ہر چند کہ غیر دینی اخبار میں مستور الحال کی خبر کا اعتبار ہوتا ہے، مگر جب تک صدق کا یقین نہ ہوجائے قابل اعتبار نہیں ہے۔

"یقبل قول الواحد فی المعاملات عدلاً کان أو فاسقاً ، حراً کان أو عبداً، ذکراً کان أو أنثی مسلماً کان أو کافراً دفعاً للحرج والضرورۃ " (فتاوی ہندیہ۳۱۰٫۵ کتاب الکراہیہ، الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات)۔

(ایک شخص کا قول معاملات میں مقبول ہے خواہ عادل ہو یا فاسق، آزاد ہو یا غلام، مذکر ہو یا مؤنث، مسلمان ہو یا کافر حرج وضرورت کو دفع کرنے کے لئے)۔

"وإذا صح قول الواحد فی أخبار المعاملات عدلاً کان أو غیر عدل فلا بد فی ذلک من تغلیب رأیہ فیہ أن أخبرہ صادق، فإن غلب علی رأیہ ذلک عمل بہ وإلا فلا، کذا فی السراج الوہاج" (فتاوی ہندیہ ۳۱۰٫۵ کتاب الکراہیہ، الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات)۔

(اور جب ایک شخص کی خبر معاملات میں صحیح ہے خواہ عادل ہو یا غیر عادل تو اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ غلبۂ رائے ہو کہ اس کا مخبر صادق ہے، پس اگر غلبۂ رائے ہو تو اس پر عمل کرے، ورنہ نہیں)۔

دنیوی معاملات میں غیر عادل کی خبر اس لئے مقبول ہوتی ہے کہ انسان زندگی گزارنے کے لئے بہت سے امور میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے، اس احتیاج کو ختم کرنے کے لئے غیر عادل کی بات بھی بعض اوقات ماننی پڑتی ہے، اس سے یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جہاں احتیاج ہی نہیں تو وہاں ضرر وحرج بھی نہیں، جیسا کہ سوشل میڈیا پر آئے نامعلوم افراد کے میسیج کی انسان کو کیا ضرورت ہے کہ ان پر اعتماد کیا جائے، لہذا غیر دینی امور بھی اس بابت دینی امور کے زمرے میں داخل ہونگے اور خلاصہ یہ ہوگا کہ خبر ومعلومات دینی ہوں یا غیر دینی دونوں میں اس بات کا یقین حاصل ہونا ضروری ہے کہ اس کا قائل جھوٹا نہیں، نیز اس بات سے کسی فتنہ کا اندیشہ وخوف نہیں ہے، اس لئے کہ اگر بات کتنی بھی اچھی ہو اگر اس سے شر کے پھیلنے کا خطرہ ہو تو وہ کہنے کی یا عام کرنے کی نہیں ہوتی ہے، مختلف احادیث وآثار اس بابت اشارہ کرتی ہیں۔

‘‘عن أنس بن مالک أن النبیﷺ ومعاذ ردیفہ علی الرحل، قال: یا معاذ ابن جبل، قال: لبیک یا رسول اللہ وسعدیک، قال: یا معاذ، قال: لبیک یا رسول اللہ وسعیدک، قال: یا معاذ، قال: لبیک یا رسول اللہ وسعدیک ثلاثاً، قال: ما من أحد یشہد أن لا إلہ إلا اللہ وأن محمداً رسول اللہ صدقاً من قلبہ إلا حرّمہ اللہ علی النار، قال:یا رسول اللہ! أفلا أخبر بہ الناس فیستبشرون، قال:إذاً یتکلوا وأخبر بہا معاذ عند موتہ تأثماً’’ (بخاری۱،۲۴ کتاب العلم، باب من خصّ بالعلم قوماً الخ)۔

(حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے حضرت معاذ کو جو کہ رسول اللہﷺ کی سواری کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، تین مرتبہ یا معاذ کہہ کر آواز دی، حضرت معاذ نے تینوں مرتبہ لبیک یا رسول اللہ وسعدیک سے جواب دیا، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی صدق قلب سے لا الہ إلا اللہ ومحمد رسول اللہ کی شہادت دے گا اللہ تعالی اس کو جہنم پر حرام کردینگے، حضرت معاذ نے فرمایا: یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو اس کی اطلاع نہ دوں کہ وہ بھی خوش ہوں، رسول اللہﷺ نے فرمایا (نہیں) تب تو وہ اسی پر بھروسا کرلینگے، حضرت معاذ نے موت کے وقت ازالہ اثم کے لئے خبر دی)۔

اس حدیث میں کلمہ لا الہ إلا اللہ کے تعلق سے جو فضیلت حضرت معاذ کو بتائی گئی عوام الناس کو اس کی اطلاع سے اس لئے منع کیا گیا کہ وہ اس کی تہہ اور حقیقت تک نہیں پہنچ پائینگے۔

‘‘عن أبی ہریرۃ قال حفظت من رسول اللہﷺ دعائین، فأما أحدہما فبثثتہ وأما الآخر فلو بثثتہ قُطع ہذا البلعوم’’ (بخاری ۱،۲۳ کتاب العلم، باب حفظ العلم)۔

(حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہﷺ سے دو نوع کا علم محفوظ کیا، ایک کی نشر واشاعت کی، بہرحال دوسری نوع کا علم اگر میں اسے لوگوں سے بتاؤں تو قتل کردیا جاؤں)۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جہاں شر وفتنہ کا خطرہ ہو وہاں اس کو چھپا لینا ہی بہتر ہے، اسی طرح حضرت انسؓ نے جب عکل وعرینہ کو کیفرکردار تک پہنچانے کا قصہ حجاج بن یوسف کے سامنے بیان کیا تو حضرت حسن بصری افسوس کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ کاش اس ظالم کو اس قصہ کی خبر نہ دی جاتی، حضرت علیؓ کا ایک اثر بھی امام بخاری نے نقل کیا ہے، ابن مسعود کا قول بھی اس بابت یہی ہے، حافظ ابن حجر نے خلاصہ ونچوڑ کے طور پر لکھا ہے:

‘‘وفیہ دلیل علی أن المتشابہ لا ینبغی أن یذکر عند العامۃ، ومثلہ قول ابن مسعود: ما أنت محدثاً قوماً حدیثاً لا تبلغہ عقولہم إلا کان لبعضہم فتنۃ، رواہ مسلم، وممن کرہ التحدیث

ببعض دون بعض أحمد فی الأحادیث التی ظاہرہا الخروج علی السلطان، ومالک فی أحادیث الصفات، وأبویوسف فی الغرائب، ومن قبلہم أبوہریرۃ کما تقدم عنہ فی الجرابین وأن المراد ما یقع من الفتن ونحوہ عن حذیفۃ وعن الحسن أنہ أنکر تحدیث أنس للحجاج بقصۃ العرنیین لأنہ اتخذہا وسیلۃ إلی ما کان یعتمدہ من المبالغۃ فی سفک الدماء بتأویلہ الواہی'' (فتح الباری ١٫٣٩١، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم الخ)۔

(حضرت علی کے اثر میں اس بات پر دلیل ہے کہ مبہم ومشتبہ امور عامۃ الناس کے پاس ذکر نہیں کرنا چاہئے، اسی طرح کا قول حضرت ابن مسعود کا بھی ہے، تم کسی طائفہ سے ایسی حدیث بیان کروگے جو ان کی فہم سے ماورا ہوگی تو بعض کے لئے فتنہ کا سبب ہوگی (مسلم نے روایت کیا ہے)، جن حضرات نے بعض باتیں بعض لوگوں کے سامنے ذکر کرنے کو پسند نہیں کیا ہے ان میں حضرت امام احمدؒ ہیں، جنہوں نے ان احادیث کو جن کا ظاہر خروج علی السلطان پر دلالت کرتا ہے بیان کرنے کو پسند نہیں کیا، امام مالک نے احادیث صفات کے متعلق اور امام ابویوسف نے غرائب کے متعلق یہی نظریہ اختیار کیا، ان سب سے پہلے حضرت ابوہریرہؓ گزرے ہیں جیسا کہ ''جرابین '' والی حدیث میں سابق میں آچکا ہے (دوسرے نوع سے) وہاں مراد فتن ہیں، اسی طرح حضرت حذیفہؓ سے منقول ہے، اور حضرت حسن کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت انسؓ نے حجاج کے سامنے حدیث عرینین کو ذکر کیا تھا، اس پر نکیر فرمایا تھا، اس لئے کہ حجاج نے اس حدیث کو خون ریزی کا ذریعہ بنالیا غلط تاویل کرکے)۔

جب ان علوم کے تعلق سے اتنا احتیاط ہے جن کا حق وصادق ہونا معلوم ومشہور ہے تو ان معلومات کے بارے میں کیا خیال کیا جائے جن کا قائل معلوم نہیں اور نہ ان معلومات کا بیک گراؤنڈ وپس منظر وپیش نظرکا علم ہے، ان کے بارے میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، کیونکہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو دوسرے سے بیان کردے، بعض اوقات تو بات بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے مگر اس کے نتائج دور رس اور بہت مضر ثابت ہوتے ہیں، اس لئے تمام معلومات کو خاص طور پر نامعلوم شخص کی جانب سے آئی معلومات کو شیئر کرنا نہ تو عقل مندی ہے اور نہ شرعی نقطۂ نظر سے صحیح ہے، حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ نے آیت کریمہ ''إذا جاءہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا بہ الخ'' کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے:

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے بیان نہیں کرنا چاہئے، چنانچہ رسول کریمﷺ نے حدیث میں فرمایا: ''کفی بالمرء کذباً أن یحدث بکل ما سمع'' (یعنی کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق بیان کردے) (معارف القرآن ٢٫٤٩٢)۔

۲۔ سوشل میڈیا کے تصویر والے شعبہ کی ملازمت کا حکم:

بعض اوقات انسان ایسے شعبے کی ملازمت سے منسلک ہوتا ہے جس میں سوشل میڈیا کا استعمال ناگزیر ہوتا ہے، چونکہ اس پر ناجائز تصویریں وفحش وعریاں ویڈیوز آتے ہیں، ہر چند کہ اس سائٹ کا مقصد تصویر وویڈیو نہیں ہے، اس لئے ضمناً اس کی اشاعت وترسیل میں اس شخص کا کچھ نہ کچھ حصہ رہتا ہے تو کیا ایسے سائٹ سے منسلک رہ کر ملازمت کرسکتا ہے؟

ذی روح کی تصویر وویڈیوز کی حرمت منصوص ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں، ایسی ملازمت جس میں حرام کا ارتکاب بھی خواہی نخواہی ہوتا ہو، اس کا مدار اصل میں قصد وارادہ اور نفع ونقصان کی کمی وبیشی پر ہے، اگر قصد خیر کا ہے تو حکم مثبت ہوگا، اگر خدانخواستہ قصد شر کا ہوجائے تو حکم بھی منفی ہوگا، فقہ اسلامی کا مشہور قاعدہ ہے: ''الأمور بمقاصدہا''، جو حقیقت میں ''إنما الأعمال بالنیات '' والی حدیث سے ماخوذ ہے، ابن نجیم نے بہت سی مثالیں دی ہیں جن کا حکم قصد وارادہ کے بدلنے سے بدل جاتا ہے، بعض امثلہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ ''ذکر قاضی خان فی فتاواہ أن بیع العصیر ممن یتخذ خمراً إن قصد بہ التجارۃ فلا یحرم وإن قصد بہ لأجل التخمیر حرم'' (الاشباہ ۳۹۱، ط: بیروت)۔

(فتاوی قاضی خان میں ہے: شیرۂ انگور کو ایسے شخص سے بیع کرنا جو شراب بناتا ہے اس سے اگر تجارت مقصود ہے تو حرام نہیں ہے، اور اگر شراب سازی کے مقصد سے ہے تو حرام ہے)۔

۲۔ ''قالوا:الأکل فوق الشبع حرام بقصد الشہوۃ، وإن قصد بہ التقوی علی الصوم أو مؤاکلۃ الضیف فمستحب''۔

۳۔ ''قالوا:الکافر إذا تترس بالمسلم فإن رماہ مسلم فإن قصد قتل المسلم حرم، وإن قصد قتل الکافر لا'' (الاشباہ ۴۰۱، ط: بیروت)۔

(سیری سے زیادہ شہوت کے قصد سے کھانا حرام ہے، اگر اس سے روزہ پر قوت حاصل کرنے یا مہمان کو کھلانے کی غرض سے ہو تو مستحب ہے۔

کافر مسلمان کو ڈھال بنالے تو اگر مسلمان کو تیر مارتا ہے اس نیت سے کہ مسلمان کو قتل کررہا ہے تو حرام ہے اور اگر کافر کو قتل کرنے کاقصد ہے تو حرام نہیں ہے)۔

صاحب درمختار لکھتے ہیں:

''ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر، فلو للتنبیہ فلا بأس بہ '' (درمختار ۲۴۷۵ کتاب الحظر والاباحۃ، قبیل فصل فی اللبس)۔

(آلۂ لہو ولعب میں سے ہے تفاخر کے لئے ڈھول پیٹنا، پس اگر کسی بات پر متنبہ کرنے کے لئے ہو تو حرج نہیں ہے)۔

نیز اس کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے کہ جس طرح معاصی کا ارتکاب جائز نہیں ہے، اس کا سبب ومعاون ہونا بھی جائز نہیں ہے، ''تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان''، نیز حضرت موسی علیہ السلام کی روح پرور دعاء ''رب بما أنعمت علی فلن أکون ظہیراً للمجرمین'' اس کی تائید وتوثیق کے لئے کافی ہے، نیز حرمت خمر والی حدیث میں جن چار اشخاص پر لعنت کی گئی ہے (آکل، موکل، کاتب،شاہد، مسلم شریف۲،۲۷ کتاب البیوع، باب الربا)، ان میں بھی ایک کے ماسوا سب اکل ربا کے معاون ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت کا تعلق جس طرح مباشر سے ہے معاون سے بھی ہے۔

معاونت کے قریب قریب تسبب بھی ہے، شریعت نے ہر ایسے امر کو جو فسخ وفجور کا سبب ہو ممنوع کردیا ہے، سبب میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے، جبکہ تعاون میں نیت حقیقتاً یا حکماً معتبر ہوتی ہے، حقیقتاً نیت کا مطلب ہے کہ معصیت مقصود ہو، اور حکماً نیت دو طرح ہوتی ہے: صلب عقد میں ارتکاب معصیت مشروط ہو، یا وہ محل معصیت کے علاوہ کسی خیر کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہ رکھتا ہو، تعاون علی المعصیۃ کی تینوں صورتیں ممنوع وحرام ہوتی ہیں، البتہ اسباب میں سے وہ سبب حرام ہے جو فی معنی العلۃ، یعنی سبب محرک وجالب ہو، یہ اصولی بحث ہے جس سے پہلے بھی کسی موقع پر فراغت ہوچکی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

نہ تو ہر سبب ممنوع ہے، نہ ہر اعانت ناجائز ہے، بلکہ وہ اعانت ممنوع ہے جس میں معصیت کا قصد حقیقتاً ہو یا حکماً، اسی طرح جو معصیت کے لئے سبب محرک ہو وہ بھی ممنوع ہے، محرک کا مفہوم ہے کہ اگر یہ سبب نہ ہو تو اس شئی کا وجود نہ ہو۔

اس تفصیل کی روشنی میں زیر بحث مسئلہ کو حل کیا جاسکتا ہے، اگر کوئی شخص سوشل میڈیا کے اس شعبہ کی ملازمت اس تصویر کے ارسال وابلاغ کے لئے کرتا ہے یا عقد میں مشروط ہے، یا پھر زیادہ تر کام ویڈیوز وتصویر کا ارسال کرنا ہو تو یقینا ممنوع ہوگا، مگر صورت حال ایسی نہ ہو، تصویر مقصود نہیں ہے، بلکہ ضمناً یہ کام بھی ہوتا ہے جس کی تعداد قلیل ہو تو ایسی ملازمت وپیشہ میں حرج نہیں ہے، نیز شرط یہ بھی ہے کہ اس سائٹ کا مقصد بے حیائی کی تشہیر نہیں ہو۔

۳۔ اسلام مخالف مضمون سوشل میڈیا پر شیئر کرنا:

ایسا پیغام جو مخرب اخلاق یا ملحدانہ افکار اور اسلام مخالف خیالات پر مشتمل ہو وہ شریعت کی نگاہ میں قبیح ہے اور اس سے اجتناب واجب وضروری ہے، اللہ کےر سول ﷺ کے سامنے جب حضرت عمرؓ نے ایک نسخۂ تورات کی تلاوت شروع کی تو آپ کا چہرۂ انور غصہ سے تمتا گیا، حتی کہ حضرت ابوبکرؓ کو مداخلت کرکے حضرت عمر کو متنبہ کرنا پڑا (سنن الدارمی ۱،۴۰۳، ح: ۴۴۹، باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ)۔

اسی طرح حضرات صحابہ کا کسی کو غیر شرعی امور بیان کرتے سننے کے بعد اظہار غضب کرنا احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے، ان واقعات میں واضح اشارہ موجود ہے کہ جو بات قبیح ہو، نہ تو خود اس کا قائل ہونا چاہئے اور نہ ہی اسے دوسروں سے بیان وشیئر کرنا چاہئے، فقہاء نے بھی اس اصول کو اپنایا، چنانچہ ان کتابوں کی بابت تصریح کی جو فلاسفہ کی تصنیف کردہ تھیں اور ان سے اسلام کے نظریۂ توحید پر زد پڑرہی تھی ان کتابوں کے بارے میں صاف لکھا ہے:

''ذلک کلہ خارج عن الدین المستقیم، زائغ عن الطریق القویم فلا یجوز النظر فی تلک الکتب ولا یجوز إمساکہا فإنہا مشحونۃ من الشرک والضلال۔

ووجدت أیضا تصانیف کثیرۃ فی ہذا الفن للمعتزلۃ مثل عبد الجبار الرازی والجبائی والکعبی والنظام وغیرہم فلا یجوز إمساک تلک الکتب والنظر فیہا کیلا تحدث الشکوک ولا یتمکن الوہن فی العقائد'' (فتاوی ہندیہ ۳۷۷،۵ کتاب الکراہیۃ، الباب الثلاثون فی المتفرقات)۔

(یہ سب دین مستقیم سے خارج ہیں اور سیدھے راستے سے منحرف ہیں، پس ان کتابوں کو دیکھنا اور اپنے پاس رکھنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ شرک وضلالت سے لبریز ہیں۔

کچھ اور تصنیفیں اس فن میں معتزلہ مثلاً عبد الجبار، رازی، جبائی، کعبی اور نظام وغیرہ کی ہیں، ان کتابوں کو اپنے پاس رکھنا یا دیکھنا جائز نہیں ہے، تاکہ شکوک وشبہات پیدا نہ ہوں اور عقائد میں کمزوری نہ آئے)۔

جس طرح خود دیکھنے میں شکوک وشبہات میں پڑنے کا خطرہ ہے، اسی طرح دوسرے کو شیئر کرنے میں بھی یہ خطرہ موجود ہے، چاہے یہ بھی امکان ہے کہ جس کو بھیجا جارہا ہے وہ ان مضامین کو پڑھ کر ان کا رد کرے گا، یہ صرف موہوم چانس ہے، پھر دفع مضرت جلب منفعت سے مقدم ہے، اس قاعدہ کا مقتضی ہے کہ مطلقاً ارسال نہ کیا جائے، ہاں جس کو ارسال کیا جارہا ہے اس کے بارے میں ظن غالب ہے کہ وہ ان مضامین سے متاثر ہونے کے بجائے مضبوط دلائل سے رد کرے گا تو ایسے باکمال اشخاص کو ترسیل کرنے میں حرج نہیں ہے۔

''ومن العموم المزعومۃ علوم الفلاسفۃ، فإنہ لا یجوز قراءتہا لمن لم یکن متبحراً فی العلم وسائر الحجج علیہم وحل شبہاتہم والخروج عن إشکالاتہم'' (فتاوی ہندیہ۳۷۸،۵ کتاب الکراہیہ، الباب الثلاثون فی المتفرقات)۔

(علوم مزعومہ میں سے علم فلسفہ ہے، اس کو پڑھنا اس شخص کے لئے جائز نہیں ہے جو متبحر فی العلم نہ ہو، نیز مخالف کے دلائل اور شبہات کے جواب اور ان کے اشکالات سے نکلنے میں ماہر نہ ہو)۔

۴۔ درس وتدریس کے لئے موبائل کا استعمال یعنی آن لائن تعلیم:

کووڈ ۱۹ کی تباہ کاریوں سے انسانی زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہوا یا کیا گیا، سماجی

دوری کے بہانے تعلیم گاہیں وعبادت خانے کی ہمہ ہمی ختم اور دوست واحباب سے ملنے جلنے کا روایتی طرز، بزرگوں واساتذہ سے استفادے کے موروثی طریقے یکدم بدل گئے، نظام تعلیم مینایک نیا انقلاب آیا، مجلد کتابیں ای بکس میں تبدیل ہوگئیں، پروجیکٹ فائلیں گوگل کلاس روم پر منتقل ہوگئیں، کلاس روم کے روبرو تجربے نے آن لائن پلیٹ فارم پر جگہ بنالی، نہ تعلیمی ادارے کھلے ہیں، نہ سرپرستوں کو اپنے بچوں کو بھیجنے کی تڑپ، نہ مدارس واسکول کی انتظامیہ میں دم خم اور نہ ہی اساتذہ وطلبہ کو ہی یکجا ہونے کی جرأت ہے اور نہ اساتذہ وطلبہ اس جوکھم کو اپنے سر لینے کے لئے تیار ہیں، سارا سسٹم بے کار، سارا نظام کالعدم، ساری کارروائیاں ٹھپ، پورا ماحول سنسنان اور ہکا بکا، کیا کیا جائے ان حالات سے نمٹنے کے لئے؟ ایک طریقۂ کار آن لائن تعلیمی سرگرمی شروع ہوئی، اس سے دانش کدہ کی فضا پہلے سے آشنا تھی، اب اسلامی مراکز ومدارس میں اس کی گونج سنائی دینے لگی، اب ہر چھوٹا بڑا ٹچ اسکرین موبائل میں مگن ہے یا لیپ ٹاپ وکمپیوٹر کی اسکرین وونڈو پر نظر جمائے ہے، پھر یہ ہفتہ وعشرہ کا قضیہ نہیں، اس کو سال دوسال ہوچکے ہیں، آگے کا کتنا عرصہ اس میں جائے گا یہ کہنا قبل از وقت ہوگا، جہاں اس طریقے سے منافع سامنے آئے ہیں نقصانات بھی کم نہیں ہیں، اسی لئے منفی ومثبت ہر دو رائے اس طریقۂ کار کے متعلق پائی جاتی ہیں، مندرجہ ذیل سطور میں اختصار کے ساتھ ایک تجزیہ پیش کیا جارہا ہے:

آن لائن تعلیم کے مفاسد:

آن لائن تعلیم کے مفاسد جسمانی بھی ہیں اور اخلاقی بھی، جسمانی نقصان تو یہ ہے کہ مستقل اسکرین پر نظر جمائے رہنے سے بینائی بھی متاثر ہوتی ہے اور دوسرے اعضاء پر بھی اس کے برے اثرات پڑتے ہیں، نیند کی کمی کا عارضہ لاحق ہوتا ہے، دائمی سردرد ودیگر اعصابی تکان محسوس کیا جاتا ہے۔

اخلاقی نقصان یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ میں جب اسکرین ٹچ موبائل آئے گا اور انٹرنیٹ کی سہولت فراہم ہوگی تو سوشل میڈیا پر چھائے ہوئے اخلاق سوز مناظر سے محفوظ نہیں رہ سکینگے اور جب ایک مرتبہ عادی ہوجائینگے تو پھر کبھی اس لت سے چھٹکارا نہیں پاسکینگے، پھر کیا ہوگا دنیا بھی برباد اور آخرت بھی خراب۔

اس طریقۂ کار میں معاشی نقصان بھی ہے، مدارس میں مسلمانوں کا وہ طبقہ پڑھنے کے لئے آتا ہے جن کی اکثریت ان افراد کی ہوتی ہے جو خط افلاس سے نیچے یا کچھ اوپر زندگی گزار رہے ہوتے یا متوسط طبقہ کے رہ رو ہیں جو اس راہ پر گامزن ہیں، جن کے پاس اسکرین ٹچ موبائل، یا لیپ ٹاپ اور کمپیوٹر کی سہولت نہیں ہوتی ہے، مجبوراً ان کو اس کا انتظام کرنا پڑے گا۔

ان سب کے علاوہ یہ طریقہ کتنا کارگر ہوگا یہ اپنی جگہ بحث کا موضوع ہے، ہر

طالب علم دہلی، حیدرآباد، بمبئی جیسے بڑے شہروں کا رہنے والا نہیں ہے، بلکہ اکثر طلبہ دیہاتوں کے باشی ہیں، جہاں نیٹ ورک کی سہولت اور ہمہ وقت فراہمی کی گارنٹی نہیں لی جاسکتی ہے، اس لئے موبائل دستیاب ہوتے ہوئے بھی نیٹ نہ رہنے کی وجہ سے گاڑی آگے نہیں چلے گی۔

طلبہ اس طریقۂ کار میں اسباق کتنا مستحضر رکھ پائینگے، یہ بھی غوروفکر کا موضوع ہے، مدارس میں رہتے ہوئے تو طلبہ پابندئ درس اور حفظ اسباق میں کاہل وسست ہوتے ہیں، جب آن لائن تعلیم ہوگی تو اس سے طلبہ کتنا فائدہ اٹھا سکینگے یہ کہنا بہت مشکل ہے۔

آن لائن تعلیم کے منافع:

موجودہ صورت حال کو ڈیڑھ سال تو چکے ہیں اور کتنا آگے جائے گا یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے، اگر یوں ہی طلبہ واساتذہ اور مدارس کے مابین انقطاعی صورت حال رہی تو افراد سازی کا مبارک سلسلہ جو مسلسل دستیاب رہا ہے بند ہوجائے گا، کیونکہ بہت دنوں تک علم واسباب علم سے دوری دل چسپی کو کم کردیتی ہے، اس کے تدارک کا واحد حل آن لائن تعلیم کا آغاز ہے۔

اگر آن لائن تعلیم نہ دی جائےاور حالات کے سدھرنے کا انتظار کیا جائے تو طلبہ کا وقت عزیز ضائع ہوجائے گا، جن کو اس سال فارغ ہونا تھا وہ کئی سالوں بعد فارغ ہوسکینگے، جبکہ ہر شخص کے ساتھ کچھ معاشی مجبوریاں بھی ہیں، اس کی وجہ سے صرف وہی پریشان نہیں ہوگا پورا گھر کش مکش کا شکار رہے گا۔

جو اساتذہ مدارس سے جڑے ہیں، مدرسہ کب تک ان کے بوجھ کو برداشت کرے گا، اور کتنے عرصے تک بیٹھے بٹھائے تنخواہ دے گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ اساتذہ بھی معاشی بدحالی کا شکار ہونگے، بلکہ ہورہے ہیں، ضروریات تو ہر شخص کے ساتھ لگی ہیں جن کی تکمیل کے لئے کوئی راہ اپنانی ہوگی اور اس دوسری راہ میں کامیابی مل گئی (اور مل ہی جاتی ہے) تو یقین جانیے وہ مدارس سے بالکل تعلق ختم کرلینگے، نہ معلوم دین سے کتنا تعلق رکھ پائینگے، پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ اچھے اور باکمال اساتذہ وعلماء سے قوم محروم ہوجائے گی جس کا انجام ‘‘ضلوا وأضلوا’’ کی شکل میں سامنے آئے گا۔

طلبہ کا حال بھی اس سے کچھ دیگر گوں نہیں ہوگا، جب اپنی راہ کو بدل لینگے تو مدارس سے رشتہ استوار رکھنا مشکل ہوگا، بلکہ ہوسکتا ہے کہ بیزاری کا اظہار بھی کریں تو پوسی پالی اولاد چھن جائے گی اور امت کا عظیم سرمایہ خزاں کا شکار ہوکر برباد ہوجائے گا، آن لائن تعلیم ان تمام مشکلات کے لئے ایک واحد حل اور بہت ہی مؤثر لائحہ عمل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس طریق میں جہاں مفاسد ہیں تو منافع بھی ہیں، مفاسد کا سد باب

اگر فکر مندی سے کیا جائے تو امکان سے باہر نہیں ہے، مثلاً اسکرین پر نظر جمائے بغیر بھی درس حاصل کیا جاسکتا ہے، افراد خانہ کی اس سلسلہ میں ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ جس طرح بچوں کی پرورش میں ہوش مندی کے ساتھ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے کی نگرانی کرتے ہیں، اس بات کی بھی دیکھ ریکھ رکھیں کہ تعلیم کے دوران نگاہ اسکرین پر جمنے نہ پائے، تو اس سے بہت حد تک جسمانی عارضہ سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

اخلاقی نقصان کے تعلق سے اتنا کہنا کافی ہے کہ جس گھر میں بھی اسکرین ٹچ موبائل آگیا (اور ایسا شاذ ونادر ہے کہ جس گھر کو اس وبا نے نہ دیکھا ہو) ایسے گھر کے کتنے سرپرست ہیں جو بچو ناور بچیوں کو موبائل استعمال کرنے کی نگرانی کرپاتے ہیں، اگر اسباق کا سلسلہ نہیں ہوگا تو ایسے موبائل سے فحش وعریانیت کے مناظر ہی میں مشغول ہونگے، یا کسی گیم میں لگ کر اپنے وقت عزیز کا خون کرینگے، اگر ان کے وقت کو آٹھ نو گھنٹے کے لئے علم میں مشغول کردیا جائے تو بہت حد تک اخلاقی بگاڑ کو روکا جاسکتا ہے، بلکہ علم میں مشغول نہ رہنے کی وجہ سے ان برائیوں کے شکار ہونے کا خطرہ زیادہ ہوجاتا ہے، اصل یہی ہے کہ آن لائن تعلیم میں اساتذہ سے زیادہ سرپرستوں اور گارجین حضرات کے کردار کو دخل حاصل ہے، اگر یہ حضرات اپنے فرائض کی نگرانی اچھی طرح انجام دیں تو بچوں کو ہر قسم کے لاابالی پن سے بچایا جاسکتا ہے۔

نیز جہاں معاشی نقصان کی بات ہے تو کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا تو پڑے گا، آخر اس مہاماری میں کس گھر کی دیگر ضروریات رک گئی ہیں، بلکہ شادی بیاہ کی لغویات اور فضول خرچیوں میں اضافہ ہی ہوا ہے، تو اگر کچھ مال دین کی نسبت سے خرچ کردیا جائے تو وہ ثواب کا کام ہوگا ، البتہ نیٹ کا پرابلم انسان کے اختیار میں نہیں ہے، اس پر کس طرح قابو پایا جائے یہ مشکل مرحلہ ہے، عام طور پر صبح کا وقت نیٹ کا اچھا ٹائم ہے اس وقت دوسرے اوقات کی بنسبت کام اچھا کرتا ہے تو کیوں نہیں آن لائن نظام کو بالکل صبح سے شروع کرکے ایسے وقت ختم کردیا جائے جس وقت تمام آفس کھل جاتی ہیں اور ہر جگہ کا نیٹ آن ہوجاتاہے۔

اگر غور کیا جائے تو آن لائن تعلیم میں ‘‘ملی منافع ’’ ہیں؛ جبکہ نقصان اخلاقی ومعاشی نیز جسمانی ہیں، جس کی تلافی یا ان کا سد باب ممکن ہے، لیکن ملی منافع کی بربادی کا تدارک مشکل ہوگا، اس لئے ناچیز کی رائے تو یہ ہے کہ جہاں ممکن ہو کہ آن لائن تعلیم شروع کیا جائے اور روبرو وآف لائن کی کوئی گنجائش نہ ہو تو وہاں شروع کرنا چاہئے، زوم ایپ یا گوگل میٹ کے ذریعہ طلبہ کو آمنے سامنے کرسکتے ہیں، اس طرح ویڈیو کلاس کا سلسلہ شروع ہوسکتا ہے، مگر جس ادارے کے لئے ممکن نہیں ہے، کیونکہ طلبہ کی تعداد بہت ہے سب کو جوڑنا ومربوط کرنا ناممکن مرحلہ ہے، یاطلبہ مختلف جگہوں کے ہیں جہاں بہت سی مشکلات کا سامنا ہے تو ایسے ادارے کے لئے تعلیم کو

موقوف رکھنا ہی بہتر ہے، جہاں شروع ہو تو وائس میسج واٹس ایپ میسج کافی ہرگز نہیں ہے، بلکہ واقعتاً آن لائن ہو، ہر طالب علم اسباق لکھ کر روزانہ استاذ کے پرسنل پر ارسال کرے، استاذ اس کو چیک کرے، اس میں احتمال ہے کہ طالب علم نقل کرکے یا دوسرے کا لکھا ہوا سبق بھیج دے گا اس کا امکان ہی نہیں وقوع وتحقق بھی ہے، مگر استاذ وگارجین کی تنبیہ کے بعد اس پر قابو پایا جاسکتا ہے، اس طریق سے تعلیم کی ضرورت کا تدارک ہوسکتا ہے، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ آف لائن تعلیم ممکن ہو پھر بھی آن لائن کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا جارہا ہے، بلکہ جہاں اور جب اس طرح کی صورت حال کا سامنا ہو تو تعلیمی نظام کو موقوف کرنے کے بجائے اس طریق کو اپنا کر طلبہ واساتذہ کو مربوط کردیا جائے اور بس۔

۵۔ اسلام کی اشاعت کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال:

اس وقت سوشل میڈیاسب سے زیادہ موثر کردار ادا کررہا ہے اور کسی بھی امر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں زودرفتار ذریعہ کا کام کررہا ہے، اس کو صحیح ونیک مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور غلط افکار وخیالات کی تشہیر کے لئے بھی، آج سارا اتار چڑھاؤ، انقلاب وانخلاء، ارتقاء وانحطاط اور کامیابی وناکامی پر اس کی گرفت مضبوط ہوچکی ہے، اس بے ہنگم میڈیا پر اسلام مخالف اور اسلام بیزار لوگوں کے پروپیگنڈے نشر ہوتے رہتے ہیں، ان کا دفاع بھی اسی سوشل میڈیا سے ضروری ہے، ورنہ شکوک وشبہات کا ازالہ نہیں ہوپائے گا، دنیا کی آبادی کا معتد بہ بلکہ اکثر حصہ سوشل میڈیا سے مربوط ہوچکا ہے، دشمن عناصر جس طرح زہریلے خیالات اس کے ذریعہ سے پھیلا رہے ہیں، اگر اسلامی افکار ودینی تعلیمات وشرعی قوانین وہدایات کی نشر واشاعت کے لئے اس کو استعمال کیا جائے تو بیک وقت ایک بڑے حصہ تک اسلام کی آواز پہنچ جائے گی اور اس وقت اسلام کی عظیم خدمت ثابت ہوگی۔

''إن آلۃ اللہو لیست محرمۃ لعینہا بل لقصد اللہو منہا، إما من سامعہا أو من المشتغل بہا، وبہ تشعر الإضافۃ ألا تری أن ضرب تلک الآلۃ بعینہا حل تارۃ، وحرم أخری باختلاف النیۃ بسماعہا والأمور بمقاصدہا'' (رد المحتار ۲۴۷،۵ کتاب الحظر والاباحۃ قبیل فصل فی اللبس)۔

(آلہ لہو بالذات حرام نہیں ہے، بلکہ اس لہو کا ارادہ کرنے کی وجہ سے حرام ہے یا تو سامع کی جانب سے یا اس میں مشغول شخص کی جانب سے، اضافت اسی کا احساس دلاتی ہے، دیکھتے نہیں کہ بعینہ اسی آلہ کا بجانا نیت کے بدلنے سے کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام اور امور کا مدار مقاصد پر ہوتا ہے)۔

البتہ مفاسد سے بچنا ضروری ہے، تصویر جو کہ حرام ہے اسلام کی خدمت کے نام پر اس کو حلال سمجھنا انتہائی تشویشناک طرز عمل ہوگا، آج کل یوٹیوب پر بغیر انسانی تصویر بھی آیا جاسکتا ہے اور تصویر سے اجتناب کرکے بھی واٹس ایپ وغیرہ

چلایاجاسکتا ہے، اس لئے جو چیز حرام ہے اس سے بچتے ہوئے اگر اسلام کی خدمت اور اس کی تعلیمات کی نشر واشاعت کا موقع سوشل میڈیا پر مل سکتا ہے تو لائق ستائش عمل ثابت ہوگا۔

۶۔ ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی:

دار القضاء کی کارروائی اگر آن لائن ہو بایں طور کہ قاضی (جج) مدعی، مدعی علیہ اور گواہان اپنی اپنی جگہ ہوں اور آن لائن ایپ کے ذریعہ سب مربوط ہوجائیں یا ویڈیو کال کے ذریعہ ایک دوسرے سے جڑجائیں، حتی کہ ہر شخص دوسرے کو دیکھ رہا ہو تو کیا اس طرح دار القضاء کی کارروائی چلائی جاسکتی ہے؟

ناچیز کے خیال میں دار القضاء میں تو مقدمات آتے ہیں ان کی دو نوعیت ہوتی ہیں: بعض مقدمات وہ ہوتے ہیں جن میں کوئی مدعی علیہ اور فریق نہیں ہوتا، جیسے ثبوت ہلال کا قضیہ دارالقضاء کے حوالہ ہے، اس مسئلہ میں کوئی مدعی علیہ نہیں ہے، لیکن بہت سے تنازعات ایسے ہیں جن میں دوفریق ہوتے ہیں، نیز خصم ومدعی علیہ کے اقرار وانکار پر فیصلہ کا مدار ہوا کرتا ہے، ایسے ہی مقدمات کی قضاء کا اہم ضابطہ ہے کہ جب تک دوسرے فریق کی بات سن نہ لی جائے مثبت ومنفی کسی بھی قسم کا فیصلہ نہ کیا جائے، حضرت علیؓ سے اللہ کے رسول نے یمن کا قاضی بناتے ہوئے فرمایا تھا ''لا تقض لأحد الخصمین ما لم تسمع کلام الآخر'' (مسند احمد۱؍۹۰)۔

اسی بنا پر حنفیہ نے کہا کہ قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے، کیوں کہ دوسرے فریق کا موقف کیا ہے وہ سامنے نہیں آپاتا ہے، جبکہ شافعیہ وجمہور کا موقف ہے کہ اگر شہادت وبینہ کے ذریعہ سے قضاء علی الغائب ہو تو حرج نہیں ہے۔

''ومنہا حضرۃ الخصم فلا تسمع الدعوی والبینۃ إلا علی خصم حاضر إلا إذا التمس المدعی بذلک کتاباً حکمیاً للقضاء بہ فیجیبہ القاضی إلیہ فیکتب إلی القاضی الذی للغائب فی بلدہ بما سمعہ من الدعوی والشہادۃ لیقضی علیہ وہذا عندنا، وعند الشافعی:حضرۃ المدعی علیہ لیست بشرط سماع الدعوی والبینۃ والقضاء فیجوز القضاء علی الغائب عندہ، وعندنا لا یجوز'' (بدائع الصنائع۵؍۳۳۳ کتاب الدعوی)۔

(شرائط دعوی میں سے مدعی علیہ کا حاضر ہونا ہے، پس دعوی اور بینہ اسی وقت مسموع ہونگے جبکہ مدعی علیہ حاضرہو، الا یہ کہ مدعی قاضی سے فیصلے کی تحریر کا مطالبہ کرے، تاکہ اس کے مطابق فیصلہ (دوسری جگہ ہوسکے) تو قاضی اس کی درخواست کو قبول کرے گا اور غائب کے قاضی کے لئے دعوی اور شہادت کے حوالہ سے تحریر لکھ دے گا، تاکہ اس پر فیصلہ کرے، یہ ہمارے نزدیک ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک مدعی علیہ کا حاضر ہونا عدالتی کارروائی کے لئے شرط نہیں ہے پس قضاء علی الغائب ان کے نزدیک جائز ہے ہمارے نزدیک نہیں)۔

‘‘كما أنہ یشترط حضور الطرفین حین المحاکمۃ فکذلک یشترط حضورہما فی مجلس المحاکمۃ حین الحکم أو حضور نائبہما یعنی یلزم حضورہما فی مجلس الحکم حین النطق بالحکم بعد إجراء المحاکمۃ بین الطرفین مواجہۃ؛ لأنہ لا یحکم للغائب فی غیابہ کما أنہ لا یحکم علیہ فی غیابہ سواء کان غائباً عن مجلس الحکم أو کان غائباً عن البلدۃ’’ (درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام ۴،۶۰۶، مادہ: ۱۸۳۰ کتاب القضاء، الباب الثانی فی الحکم)۔

(جس طرح دونوں فریق کی حاضری سنوائی کے وقت ضروری ہے، فیصلہ کے وقت بھی ضروری ہے یا ان کے نائبین کی حاضری ضروری ہے، یعنی ان دونوں کی حاضری فریقین کے مابین آمنے سامنے عدالتی کارروائی کے بعد فیصلہ سناتے وقت بھی ضروری ہے، اس لئے کہ غائب کے لئے جس طرح فیصلہ نہیں ہوسکتا ہے غائب کے خلاف بھی فیصلہ نہیں ہوسکتا ہے، خواہ فیصلہ کی مجلس سے غائب ہو یا شہر سے غائب ہو)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کی مجلس ضروری ہے، اسی بنیاد پر قاضی کو حکم ہے کہ دونوں کو سامنے بیٹھائے، دونوں کے ساتھ نگاہ میں، انداز گفتگو میں یکساں رویہ رکھے (بدائع ۵،۴۴۹۔۴۵۰ کتاب آداب القاضی، درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام ۴،۵۳۸، صنوان القضاء ۱،۱۶۲ کتاب آداب القاضی)۔

لیکن مجلس سے خاص وہ آفس ودفتر مراد ہے جو دار القضاء، محکمہ شرعیہ یا کورٹ وکچہری سے موسوم ہے یا پھر اس کا مفہوم یہ ہے کہ قاضی کی نظروں کے سامنے سارے فریق ہوں، خواہ قاضی آفس میں ہو اور فریقین آفس سے باہر ہوں، مگر قاضی کی نگاہ کے سامنے ہوں، جیسا کہ آن لائن وویڈیو کالنگ کی صورت میں پیش آتا ہے، یا پھر خاص مجلس قضاء اس کے لئے ضروری ہے؟ عاجز کا خیال ہے کہ خاص مجلس قضاء میں حاضری ضروری ہے، کیوں کہ فقہاء جہاں یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ قاضی کو مسجد میں مجلس قائم کرنی چاہئے یہی بہتر ہے تو وہاں حضرت امام شافعی کا اختلاف نقل کیا جاتا ہے کہ ان کے یہاں مسجد میں مجلس منعقد کرنا مکروہ ہے، وجہ یہ ہے کہ مجلس میں مشرک وحائضہ کا آنا بھی ہوسکتا ہے، جبکہ حائضہ کے لئے دخول مسجد بالاتفاق جائز نہیں ہے، اس کا حل حنفیہ کی طرف سے یہ پیش کیا جاتا ہے:

‘‘والحائض تخبر بحالہا فیخرج القاضی إلیہا أو إلی باب المسجد أو یبعث من یفصل بینہا وبین خصمہا کما إذا کانت الخصومۃ فی الدابۃ’’ (ہدایہ ۳،۱۳۵ کتاب آداب القاضی)۔

(حائضہ اپنا حال بتائے گی، پس قاضی اس کے پاس جائے گا یا مسجد کے گیٹ تک جائے گا یا کسی کو بھیجے گا جو اس کے اور اس کے خصم کے مابین فیصلہ کرے گا، جیسا کہ اگر مقدمہ دابہ کے بارے میں ہو تو ایسا ہی کرے گا)۔

اسی طرح جب مدعی دعوی کرتا ہے اور قاضی سے درخواست کرتا ہے کہ مدعی علیہ کو حاضر کیا جائے، لیکن مدعی علیہ مریض ہو یا پردہ نشیں خاتون ہو تو قاضی کیا

کرے گا، اگر قاضی استخلاف کا مجاز ہے تو اپنا نائب بنا کر ا ن کے پاس بھیجے گا اور نہ کسی باعتماد امانت دار صاحب فہم وذکاء کو دو شاہد کے ساتھ بھیجے گا (صنوان القضاء وعنوان الافتاء ۱،۲۰۴، فقرہ: ۱۹۱-۱۹۳)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے بھی ایک معاملہ میں حضرت انیسؓ کو مدعی علیہ کے پاس بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ واقعہ صحیح ہو تو یہ فیصلہ کردینا (بخاری شریف ۲،۱۰۶۷ کتاب الاحکام، باب ہل یجوز للحاکم أن یبعث رجلاً الخ)۔

نیز مجلس قاضی کی جو ہیئت ہوتی ہے وہ دوسری مجلس کی نہیں ہوگی، بہت سی مرتبہ مجلسی ہیئت کذب بیانی ودروغ گوئی سے روک دیتی ہے، اسی لئے تو قاضی کے لئے رعب کی کیفیت اختیار کرنا ضروری ہے اور ہر ایسے کام سے احتراز لازم ہے جو اس کے رعب میں خلل ڈالے۔

''ویجتنب القاضی فی مجلس الحکم الأفعال والأوضاع التی تزیل مہابۃ المجلس کالبیع والشراء لنفسہ وملاطفۃ أحد الخصمین أو غیرہما مما یزیل مہابۃ المجلس'' (درر الحکام ۴،۵۳۱ کتاب القضاء، الفصل الثانی فی بیان آداب القاضی)۔

(قاضی مجلس قضاء میں ایسے افعال واعمال سے اجتناب کرے جو مجلس کی ہیبت کو ختم کردے، جیسے اپنے لئے خریدوفروخت، اور ایک فریق سے ملاطفت کرنا یا ان کے علاوہ ہر ایسا کام جو ہیبت کو ختم کردے)۔

''ولہذا لا ینبغی للقاضی أن یمشی فی السوق وحدہ ولا یفعل شیئاً یذہب بذلک مہابتہ'' (صنوان القضاء ۱،۱۷۲ کتاب آداب القاضی، فقرہ: ۱۴۵)۔

(قاضی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ مارکیٹ میں تنہا جایا کرے اور ایسا کام نہ کرے جس سے ہیبت جاتی رہے)۔

یہ ہیبت اسی وقت قائم ہوگی جب کہ قاضی کی مجلس میں حاضری ہو، لہذا حاضری سے مراد مجلس قضاء کی حاضری ہے، صرف نگاہوں کے سامنے ہونا کافی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ وہ مقدمات جن میں فیصلے کے لئے مدعی علیہ وفریق کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے مقدمات کی کارروائی کے لئے مجلس قضاء میں بنفس نفیس شرکت ضروری ہے، آن لائن یا ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ اجلاس کی کارروائی سے شرعی قضاء کا تحقق نہیں ہوگا۔

البتہ جن معاملات میں مدعی علیہ وفریق کی حاجت نہیں ہے، ایسے معاملات میں آن لائن وویڈیو کانفرنس کے ذریعہ بھی کارروائی چلائی جاسکتی ہے، کیونکہ یہ قضاء علی الغائب حقیقت میں ہے ہی نہیں، کیوں کہ کوئی مدعی علیہ نہیں، علی حیدر نے شرح المجلہ میں قضاء علی الغائب کے مسئلہ سے دومسئلے کو مستثنی کیا ہے: اس میں سے ایک یہ ہے کہ مدعی علیہ نے اقرار کرلیا، پھر فیصلہ سے قبل غائب ہوگیا توا ب قاضی اس کی

غیبوبت میں فیصلہ کرسکتا ہے (درر الحکام ۶۰۶،۴ کتاب القضاء، الباب الثانی فی الحکم)۔

قاضی دراصل ایسے معاملات میں مفتی ہوا کرتا ہے اور بحیثیت مفتی فتوی دے کر معاملہ سلجھا دیتا ہے، نیز قاضی کے لئے ایسا کرنے کی گنجائش بھی ہے:

''قال الصدر الشہید الإمام أستاذ الأئمۃ ظہیر الدین: الصحیح أنہ لا بأس بأن یفتی فی مجلس القضاء وغیرہ فی العبادات والمعاملات وإنما یکرہ أن یفتی للخصم'' (صنوان القضاء ۱۶۹،۱ کتاب القضاء،فقرہ: ۱۳۸)۔

(صدر الشہید ظہیر الدین فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ قضاء کی مجلس ہو یا باہر، قاضی عبادات ومعاملات میں فتوی دے سکتا ہے، البتہ خصم وفریق کے لئے فتوی دینا مکروہ ہے)۔

حدیث ہند بنت عتبہ کا غالباً محل بھی یہی ہے:

''عن عائشۃ أن ہنداً قالت للنبیﷺ : إن أبا سفیان رجل شحیح فأحتاج أن آخذ من مالہ، قال: خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف'' (بخاری ۱۰۶۴،۲ کتاب الاحکام، باب القضاء علی الغائب)۔

(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ہند نے نبیﷺ سے کہا کہ ابوسفیان بخیل انسان ہیں، مجھے ان کے مال سے لینے کی ضرورت ہوتی ہے تو حضورﷺ نے فرمایا: جتنی ضرورت تم کو اور تمہارے بچوں کو ہو معروف طریقے سے لے لو)۔

اس کا تعلق فتوی سے ہے، اس سے اتنا استدلال کیا جاسکتا ہے کہ جہاں قاضی کی حیثیت مفتی کی ہوجائے وہاں فریق کی حاضری کی ضرورت نہیں رہتی ہے، اور یہ انہی مقدمات میں ہوگا جن میں فریقین نہ ہو۔

۷۔ ایسے پروگرام جس کی اشاعت پر پیسے ملتے ہوں:

یوٹیوب پر آڈیو یا ویڈیو جب اپلوڈ کیا جاتا ہے جس کو اگر مخصوص مقدار میں لوگ لائک کریں تو اس پر کمپنی کی جانب سے بعض اوقات پیسے ملتے ہیں، بہت سے لوگوں نے کمانے کا یہ دھندا بنا لیا ہے ، بعض لوگوں کے ذہن میں یہ خلجان آتا ہے کہ اس میں کس چیز کی اجرت مل رہی ہے توناچیز کی رائے میں لائک کرنے، سبسکرائب کرنے اور دیکھنے پر جو پیسے ملتے ہیں وہ بطور انعام اور ہدیہ کے ملتے ہیں جس میں بظاہر کچھ حرج نہیں ہے:

''الأصل إباحۃ الجائزۃ علی عمل مشروع سواء أکان دینیاً أو دنیویاً لأنہ من باب الحث علی فعل الخیر والإعانۃ علیہ بالمال وہو من قبیل الہبۃ'' (الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، مادہ: جائزہ)۔

(کسی بھی جائز عمل پر خواہ دینی ہو یا دنیوی انعام مباح ہے، اس لئے کہ مال کےذریعہ یہ نوازش خیر کے کرنے پر ترغیب کے لئے اور اس پر اعانت کے لئے ہوتا

ہے، نیز یہ ہبہ کے قبیل سے ہے)۔

جس کی جانب سے یہ مال مل رہا ہے وہ کمپنی جائز معاملات پر مشتمل ہے تو اس سے حاصل ہونے والا مال بھی پاکیزہ اور مباح ہوگا، ورنہ یہ دیکھا جائے گا کہ زیادہ مال حلال کی قبیل سے ہے یا حرام کی قبیل سے، اگر آمدنی کا زیادہ مدار حلال روزگار پر ہے تو بھی اس میں حرج نہیں ہوگا، ورنہ پھر ایسے مال کے لئے حرام مال کے حاصل ہونے کے جو اصول ہیں اس پر عمل ہوگا۔

البتہ ذی روح کی تصویر اپ لوڈ کرنا تصویر کے دائرے میں آتا ہے، اور تصویر کی حرمت شدید وعید کے ساتھ وارد ہے، لہذا حرام طریقے سے کسب مال سے احتراز بھی ضروری ہوگا۔

۸۔ ویڈیو کی نشر واشاعت میں ناجائز وغیر مصدقہ اشتہارات کو استعمال کرنا:

ایسے ویڈیوز جو باتصویر ہوں یا ناجائز اشتہارات مثلاًان پر تصویر ہو یا حرام تجارت کا اشتہار ہو، اسی طرح ایسے اشتہارات جو فرضی ہوں جن کا وجود یقینی نہ ہو، یہ سب فی نفسہ ناجائز وحرام ہیں، تو اس کی تشہیر کرنا تعاون علی الاثم ہے، ‘‘تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان’’ کے ضمن میں داخل ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں: ‘‘ظاہر کلام النووی فی شرح مسلم: الإجماع علی تحریم تصویر الحیوان، وقال: سواء صنعہ لما یمتہن أولغیرہ، فصنعتہ حرام بکل حال، لأن فیہ مضاہاۃ لخلق اللہ، وسواء کان فی ثوب أو بساط أو دراہم وإناء وحائط وغیرہا’’ (رد المحتار ۶۶۷،۱ مکروہات الصلاۃ)۔

(امام نووی کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ذی روح کی تصویر حرام ہے خواہ مقصود امتہان ہو یا نہ ہو، پس تصویر کشی ہرحال میں حرام ہے، اس لئے کہ اس کی وجہ سے اللہ کی تخلیق کی مشابہت اختیار کرنا لازم آتا ہے، چاہےکپڑے میں ہو یا بستر ہو، دراہم میں ہو یا برتن پر، دیوار پر ہو یا دوسری جگہ)۔

پہلے سے بنی حیوانی وانسانی ویڈیو اورتیار شدہ ناجائز اشتہار وغیرہ ترسیل وشیئر کرنے والے کا فعل نہ بھی ہو تو بھی معصیت تو ضرور ہے، ترسیل وتشہیر کرکے معصیت پر اعانت جائز نہیں، ہاں ایسی صورت ہو کہ مقصود تصویر نہ ہو، بلکہ اس کی حیثیت تابع کی ہو، اصل مقصود تو اس میں جو مضمون ہے وہ ہے، بعض اشتہارات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ تصویر ‘لوگو ’ کی حیثیت سے رکھی جاتی ہے تو پھر اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، جواہر الفقہ میں ہے:

‘‘لما ہو من القواعد المسلمۃ من فقہ الأحناف أن کثیراً من الأفعال لا یجوز قصداً ویجوز تبعاً کما صرحوا فی جواز بیع الحقوق تبعاً للدار لا أصالۃ وقصداً’’، لیکن جب کہ تصاویر ہی کی بیع وشراء مقصود ہو تو خریدنا وفروخت کرنادونوں جائز نہیں (جواہر الفقہ۲۶۳،۷ کتاب الحظر والاباحۃ)۔

فتاوی محمودیہ میں ہے:

''جن رسالوں کو ذی روح کی تصویر کی وجہ سے خریدا جاتا ہے ان کا خریدنا جائز نہیں ہے، ''لأن الأمور بمقاصدہا''، اگر مقصود مضامین صحیحہ کا پڑھنا ہے تو خریدنا درست ہے، تصاویر تابع ہیں ان کو محو کردیا جائے (فتاوی محمودیہ بترتیب جدید ۲۸۷،۲۹)۔

۹۔ آن لائن گیم کھیلنا:

انڈرائڈ موبائل کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ امت کا ایک بڑا طبقہ آن لائن گیم میں مشغول نظر آتا ہے جس کو پب جی (Pubg)کہتے ہیں، یہ مختلف مفاسد اور غیر شرعی امور کا مجموعہ ہوتا ہے، مطلق ولہو ولعب بھی جب شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے تو اگر مختلف مفاسد وخطرات وخدشات کا مجموعہ ہوجائے تو اس کی اجازت کیوں کہ ہوسکتی ہے۔

''کرہ کل لہو لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: کل لہو المسلم حرام إلا ثلاثۃ: ملاعبتہ أہلہ وتأدیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ'' (درمختار ۲۷۹،۵ کتاب الحظر والاباحۃ)۔

(ہر کھیل مکروہ تحریمی ہے اللہ کے رسولﷺ کے فرمان کی وجہ سے کہ مسلمان کا ہر لہو حرام ہے، سوائے تین کے: اپنی بیوی سے ملاعبت، گھوڑے کی سواری اور کمان سازی)، البتہ کچھ شرائط پائی جارہی ہوں تو اس کی اجازت دی جاتی ہے۔

الف: اس میں دینی یادنیوی کوئی منفعت ہو مثلاً جسمانی ورزش وغیرہ، محض وقت گزاری مقصود نہ ہو۔

ب۔ کھیل میں غیر شرعی کسی امر کا ارتکاب نہ پایا جاتا ہو ۔

ج۔ کھیل میں اتنا غلو نہ ہو جس سے شرعی فرائض میں کوتاہی وغفلت ہوجاتی ہو۔

د۔ اس میں قمار نہ ہو۔

''کرہ تحریماً اللعب بالنرد وکذا الشطرنج وأباحہ الشافعی وأبویوسف فقال:ولا بأس بالشطرنج، وہذا إذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب وإلا فحرام بالإجماع'' (درمختار۲۷۹،۵ کتاب الحظر والاباحۃ)۔

(نرد کھیل مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح شطرنج بھی، امام شافعی اور امام ابویوسف نے مباح قرار دیا ہے، پس فرمایا کہ شطرنج میں حرج نہیں ہے، مگر یہ اس وقت ہے جبکہ قمار نہ ہو، بہت زیادہ انہماک نہ ہو، اور کسی واجب میں کوتاہی نہ ہو رہی ہو، ورنہ سب کے نزدیک حرام ہے)۔

اس کھیل میں اتنا انہماک ہوتا ہے کہ پھر کسی چیز کا خیال تک نہیں رہتا ہے، بلکہ جنونی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، اگر عنفوان زندگی میں اس کا عادی ہوجائے تو پاگلوں کی طرح اس سے حرکت صادر ہوتی ہے، نیز نہ تو دینی فائدہ ہے نہ دنیوی نفع، مزید اس میں

ویڈیو وتصویر کی قباحت، موسیقی کی آواز، بلکہ اس کی بعض صورتوں میں بتوں کی پوجا پاٹ کے مناظر بھی ہے اورگیم کا کھلاڑی اس سے خوش رہتا ہے جو رضا بالکفر ہے، اللہ محفوظ فرمائے اتنی قباحتوں کے بعد اس کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی، جب یہ جائز نہیں تو اس پر انعام بھی جائز نہیں ہوگا۔

۱۰۔ اجازت کے بغیر گروپ میں شامل:

واٹس ایپ گروپ بنانا فی نفسہ جائز اور مباح عمل ہے، ہر مباح کام ہر شخص کے لئے مفید ہو یہ ضروری نہیں ہے، ہر انسان کو اختیار ہے جس کو بہتر سمجھتا ہے اس کو اختیار کرتا ہے، اس لئے کسی کو بھی شریک حلقہ کرنے کے لئے اس سے استمزاج ہونا چاہئے، پھر یہ ایک معاملہ بھی ہے، حلقہ کا مالک اور ایڈمن بہت سے افراد کی ایک کمیونٹی بنا کر خاص مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے، ہر شخص کے اپنے حالات ہیں وہ اپنے احوال وکوائف کو بہتر سمجھتا ہے، وہ اس مقصد کے لئے تیار ہے یا نہیں اس کی اپنی صوابدید ہے، اس لئے بھی اجازت مناسب ہے۔

‘‘الأصل أنہ لا یجوز للإنسان التصرف فی ملک غیرہ أو فی حق للغیر إلا بإذن من الشارع أو من صاحب الحق’’ (الموسوعۃ الفقہیہ، مادہ: استیذان)۔

(اصل یہ ہے کہ غیر کی ملک یا غیر کے حق میں تصرف انسان کے لئے جائزنہیں ہے، الا یہ کہ شریعت کی جانب سے اذن ہو یا صاحب حق کی جانب سے)۔

یہ الگ بات ہے کہ اجازت عرفاً بھی کافی ہوگا، صراحت کی ضرورت نہیں ہے، کسی کمپنی یا ادارے میں کام کرنے والے کسی خاص مقصد کے لئے اگر حلقہ تشکیل دیتے ہیں تو ادارے سے منسلک رہنا ہی اجازت کے لئے کافی ہے، مزید استمزاج کی ضرورت نہیں، اسی طرح ایڈمن گروپ کی بعض اشخاص سے بے تکلفانہ دوستی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اگر شریک کرلیا جائے تو ان کو ناگواری نہیں ہوگی تو یہ بھی اجازت کا قرینہ ہوجائے گا، اگر بالفرض ان کے حلقہ کے اصول وضوابط، یا مضامین ومشمولات نہیں بھارہے ہیں تونکل بھی سکتے ہیں، لہذا بلا اجازت ان کو داخل حلقہ کربھی لیا ہے خواہ پیشگی اجازت نہیں لی ہے تو بھی چونکہ انسان کی مصلحت خاصہ متاثر نہیں ہوتی ہے، کیونکہ ہر لمحہ لیفٹ ہونے اور گروپ چھوڑنے کا اختیار رہتا ہے، اس لئے اگر اذن کو بہتر ومناسب کہا جائے تو زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۱۔ کتابوں کا PDF سوشل میڈیا پر بلااجازت ڈالنا:

حق تالیف ہو یا حق طباعت دونوں عرفی حقوق ہیں اور مؤلف وناشر کے لئے وہ اسبقیت کی بنا پر ثابت شدہ حق ہے، بلکہ قابل بیع وشراء یا کم ازکم تنازل کرکے قابل عوض تو ہیں ہی۔

‘‘عن أبی ہریرۃ عن النبیﷺ قال: ‘‘إذا قام الرجل من مجلس ثم رجع إلیہ فہو أحق

بہ" (ابوداؤد: کتاب الآداب، باب إذا قام الرجل من مجلس، ح: ۴۸۵۳)۔

(حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص مجلس سے اٹھ جائے پھر واپس آئے تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے)۔

اس معنی کی اور بھی حدیثیں ہیں جن کی بنا پر فقہاء نے حق اسبقیت کو ثابت شدہ حق تسلیم کرلیا ہے، اس پر قبل ازیں بھی بھرپور بحث ہوچکی ہے، اس لئے مصنف کی اجازت کے بغیر یا ناشر کی رضاء کے بغیر PDFبنا کر سوشل میڈیا پر عام کرنا حق تلفی ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

۱۲۔ سوشل میڈیا کے استعمال میں جائز وناجائز امور:

سوشل میڈیا ذرائع ابلاغ وترسیل کا مؤثر اور بہت جلد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے والا زود ذریعہ ہے، فی نفسہ نہ اس میں خیر ہے نہ شر، ہر اچھی وبری چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اچھے وبرے ہر دو طریقے سے ہوتا ہے، یہ اچھا ہے یا برا ہے اس کا مدار اس کے استعمال پر ہے، چونکہ سوشل میڈیا بیک وقت پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا دونوں کی قائم مقامی کرتا ہے، اس لحاظ سے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے،اس لئے اس کو اچھے خیالات وافکار کی نشر واشاعت کے لئے استعمال کرنا چاہئے اور ہر قسم کی منفی تشہیر سے اجتناب کرنا چاہئے، اس کو کچھ مثبت وجائز امو رکے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ انسان کے ہر طبقے کے لئے اس کی عمر اور مقام کے مناسب دین کی تعلیم واشاعت اور اخلاقی تربیت کے لئے استعمال کیا جائے۔

۲۔ اسلام مخالف ٹولیوں نے جو دین بیزاری کا بیڑا اٹھا رکھا ہے سوشل میڈیا کے ذریعہ اس کا مسکت جواب دیا جائے، اور صارفین کے شکوک وشبہات کے ازالہ کی بھرپور کوشش کی جائے، نیز اسلامی تعلیمات کی ہمہ گیریت اور فعالیت وتاثیر کو ذہن نشیں کرایا جائے۔

۳۔ بعض مخصوص حالات میں اس سے درس وتدریس کا کام بھی لیا جائے۔

۴۔ حفظان صحت کے بہت سے ماہرین بھی اس سے جڑے ہیں اور اس کے مواد بھی موجود ہیں بوقت ضرورت ان ماہرین سے صلاح ومشورہ لیا جاسکتا ہے اور اس پر موجود مواد سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ سوئی ہوئی امت کو جگانے اور ان میں صحیح انقلاب برپا کرنے کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال مؤثر ثابت ہوگا۔

اسی طرح اس کے منفی پہلو بھی ہیں جن سے احتراز کیا جائے:

۱۔ چوں کہ سوشل میڈیا پر عریانیت واخلاق سوز تصاویر کی بھرمار ہے، نیز تعمیر کے بجائے تخریبی ذہن سازی والے مناظر کی بوچھار ہے، اس لئے حتی الامکان بچوں اور

نئی نسلوں کو دور رکھا جائے۔

۲۔ بہت زیادہ اور بہت دیر تک اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے کہ صحت واعصاب پر اس کے اثرات بہت مضر ثابت ہورہے ہیں۔

۳۔ جو چیزیں عام حالات میں ناجائز وحرام ہیں جیسے ویڈیو، تصویر، جھوٹ وغیرہ پر مشتمل مضامین اپلوڈ کرنے سے احتراز کیا جائے۔

۴۔ ایسے مضامین وتحریریں جن سےا سلام کے تعلق سے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، یاجن سے ملک کی سالمیت اور امن وامان پر برے اثرات پڑتے ہیں، یا ایسے لوگوں کی تحریریں جن کا رائٹر نامعلوم ہے، خواہ تحریر کتنی بھی اچھی کیوں نہ ہو مگر چونکہ صاحب تحریر کے نظریات وخیالات اس کی تحریر میں پنہاں ہوتے ہیں جو پڑھنے والے پر اثر انداز بھی ہوتےہیں، ایسی تحریروں کو ڈالنے سے اجتناب از بس ضروری ہے۔

۵۔ ایسے کارٹون وکھیل وگیم کی چیزیں جن میں نہ دینی فائدہ ہو نہ دنیوی، محض وقت کا ضیاع ہو ان سے بھی احتراز کیا جائے۔

سوشل میڈیا کے استعمال کے شرعی اصول وضوابط

مولانا قاضی محمد فیاض عالم قاسمی•

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

یکم جنوری ۱۹۸۳ء کو انٹرنیٹ کی ایجاد ہوئی، جس نے دنیا کو ایک نئی دنیابناکر پیش کیا، زندگی جینے کا ایک نیاطرز متعارف کرایا، ۱۹۹۰ء میں انٹرنیٹ کی دنیا کو اس وقت بڑی کامیابی ملی جب ماہرین نے ورلڈ وائیڈ ویب (www)کو ایجاد کیا، اس کے ذریعہ سے مختلف ویب سائٹس اور بلاگس بنا کر اس میں مزید سہولتیں پیدا کی گئیں، انسانی روابط و تواصل کے لیے نت نئے آلات و سائل مہیا کئے گئے، یہاں تک کہ انٹرنیٹ کو موبائل سے جوڑدیاگیا،اس طرح موبائل فون جو صرف بات چیت کرنے کاذریعہ تھا، اس میں نیٹ کی سہولت آنے کی وجہ سے پوری دنیا اور اس میں رونما ہونے والے واقعات، احوال وکوائف، دوست واحباب سے بات چیت اور ان کادیدار، مقامات مقدسہ اور بزرگ ہستیوں کی زیارت، مریضوں کی عیادت، تعلیم وتربیت،وعظ ونصیحت،امت کے درمیان دعوت وتبلیغ، بیعت وارشاد،دعاء وتعویذ، جھاڑپھونک کے علاوہ کتابوں کی نشر واشاعت، کاروباری لین دین، خریدو فروخت ، محافل ومجالس اورمشاعرہ ومکالمہ کاانعقاد،حتیٰ کہ کھیل کود اورموسیقی وغیرہ بھی انٹرنیٹ کے ذریعہ انجا م دئے جانے لگے،انٹرنیٹ کے اس انقلاب نےسوچ اوراظہار رائے، رہن سہن اور زندگی گزارنے کا عالمی منظر نامہ بدل دیا ہے، اس انٹرنیٹ نے ترسیل اور تبلیغ کو اس قدر آسان کردیاہےکہ ماضی میں اس کا تصور بھی نہیں تھا۔

نیٹ کی دنیا کا ایک عظیم پلیٹ فارم سوشل میڈیا ہے، جو فیس بک، واٹس ایپ، ٹیلی گرام، انسٹا گرام،ٹویٹر وغیرہ نامی ایپوں پر مشتمل ہے، سوشل میڈیاکی اہمیت کااندازہ اس سے لگاسکتے ہیں کہ انٹرنیشنل ٹیلی کمیونیکیشن یونین کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا کی نصف سے زائد آبادی یعنی ۵۱/ فیصدآبادی انٹرنیٹ استعمال کرتی ہے،یعنی ۳.۵ بلین لوگ نیٹ کی دنیا میں جیتے ہیں، جب کہ ۳.۹۶بلین لوگ سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہیں،اور اس میں تیزی سے اضافہ بھی ہورہا ہے، ایسے میں شریعت محمد ی ﷺ کی روشنی میں اس کے اصول وضوابط بھی متعین ہونے چاہئیں:

اس پس منظر میں اکیڈمی کی طرف سے کئے گئے سوالوں کے جوابات درج ذیل

• قاضی دار القضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، مسجد ناگپاڑہ، ممبئی۔

ہوں گے:

سوشل میڈیا پر آئے ہوئے پیغامات کو فارورڈ کرنا:

ہر خبر کی تحقیق کرنا ضروری ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کاارشادہے:''یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوا أَنْ تُصِیبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَی مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِینَ" (سورۃ الحجرات : ۶) (اے مسلمانو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر معتبر شخص کوئی خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کرلیا کرو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تم کسی گروہ کو ناواقفیت میں نقصان پہنچادو ، پھر تم کو اپنی حرکت پر پچھتانا پڑے)۔

علامہ ابوبکرجصاص ؒ فرماتے ہیں:

''اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ کسی فاسق کی خبر کو قبول کرنااوراس پر عمل کرنا اس وقت تک جائز نہیں، جب تک کہ دوسرے ذرائع سے تحقیق کرکے اس کا سچ ہونا ثابت نہ ہوجائے، کیوں کہ اس آیت میں ایک قرات ''فتثبتوا" کی بھی ہے، جس کے معنیٰ ہیں کہ عمل کرنے اوراقدام کرنے میں جلدی نہ کرو، بلکہ ثابت قدم رہو، یہاں تک کہ دوسرے ذرائع سے اس کاصدق ثابت نہ ہوجائے، تاکہ کوئی مصیبت میں گرفتار نہ ہوجائے،کسی کو تکلیف نہ پہنچ جائے '' (احکام القرآن للجصاص ۲۷۸،۵)۔

تفسیر جلالین میں ہے: ''{فَتَبَیَّنُوا} صِدْقه مِنْ کَذِبه وَفِي قِرَاءَة فَتَثَبَّتُوا مِنْ الثَّبَات" (۶۸۵)۔

تفسیر مظہری میں ہے: یہاں پر فاسق سےمرادایساخبر دینے والا ہےجس کا سچایا جھوٹا ہونا معلوم نہ ہو،پس اس میں وہ شخص بھی داخل ہوگا، جو مستورالحال ہو، یافاسق سے مراد وہ شخص ہےجو کسی چیز کی خبر دے، لیکن وہ بظاہرجھوٹاہو: ''فلعل المراد بالفاسق هاهنا من لم یظهر صدقه وعدالته فیدخل فیه مستور الحال أیضا أو المراد بالفاسق من کان مخبر الشيء یدل القرینة علی کذبه وإن کان المخبر ظاهر العدالة" (تفسیرمظہری ۴۶،۹)۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

''قرآن کریم کااسلوب یہ ہے کہ اس کی آیتیں چاہے کسی خاص موقع پر نازل ہوئی ہوں، اکثر ان کے الفاظ عام ہوتے ہیں، تاکہ ان سے ایک اصولی حکم معلوم ہوسکے، چنانچہ یہ ایک عام حکم ہے کہ کسی فاسق کی خبر پر بغیرتحقیق کے اعتماد نہیں ہونا چاہئے، خاص طورپر جب اس خبر کے نتیجے میں کسی کو کوئی نقصان پہنچ سکتاہو " (توضیح القرآن)۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم فرماتےہیں:

''اس سے سماجی زندگی کا ایک اہم حکم معلوم ہوا کہ کسی بات پر بلا تحقیق یقین نہیں کرلینا چاہئے کہ بعض اوقات یہ جلد بازی انسان کو باہمی جنگ و جدال تک پہنچادیتی ہے ''(آسان تفسیر قرآن مجید)۔

سنی ہوئی بات کو بغیرتحقیق کے آگے بڑھانا درست نہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ انسان کے جھوٹایا گنہگارہونے کے لئے اتناکافی

ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''كَفَى بِالمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ''(سنن ابی داؤد: ۴۹۹۲، الارنوط) [حكم الألباني: صحيح: الصحيحة (٢٠٢٥)]).

اس حدیث کے تحت حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب انسان ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرے گا تو جھوٹ سے نہیں بچ سکے گا،یہ حدیث اس بات پر تنبیہ ہے کہ جس چیز کی سچائی کے بارے میں معلوم نہ ہو اس کو بیان نہ کیاجائے، بلکہ انسان پر لازم ہے کہ وہ سنی ہوئی چیز کی تحقیق کرے، خاص طورپر حدیث رسول سے متعلق چیزوں کی (بذل المجهود فی حل ابی داؤد ۱۳،۲۹۱)۔

اس لئے سوشل میڈیا پر آئی ہوئی ہر چیزکو خواہ بظاہر وہ اچھی معلوم ہو،اس پر یقین کرلینا،اس کو Forward،یا دوسروں سے Shareکرنا درست نہیں ہے؛بلکہ اس کی تحقیق کرنا ضروری ہے، تحقیق کے بعد اگر وہ صحیح اور درست معلوم ہو تو پھر اس کو دوسروں تک پہونچایاجاسکتاہے۔

سوشل میڈیا سےمتعلق شعبوں میں ملازمت کرنا:

اعمال پر قصد واراده کے لحاظ سے حکم لگایاجاتاہے:

۱۔نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:''إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّات''(صحیح بخاری : ۱) (اعمال کادارومدارنیتوں پر ہے)، اصول فقہ کا ایک قاعدہ ہے:''الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا''(الاشباہ والنظائرلابن نجیم۲۳، القاعدة الثانية) (یعنی مقاصد کے لحاظ سےاحکام مرتب ہوتے ہیں)،فقہاء کرام نے کسی عمل کے قصداً اورتبعاً کرنے کے حکم میں فرق کیاہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ الاشباہ والنظائر میں ایک عنوان اس طرح قائم کرتے ہیں: ''وَفِي الْفَصْلِ الثَّاسِعِ، وَالثَّلَاثِينَ مِنْ جَامِعِ الْفُصُولَيْنِ فِيمَا يَثْبُتُ ضِمْنًا وَحُكْمًا، وَلَا يَثْبُتُ قَصْدًا''، پھر بہت ساری مثالوں سے اس کو واضح اور ثابت کیا،مثلا کسی فضولی نےسلمیٰ خاتون نامی عورت کانکاح اس کی رضامندی سے زید سےد س ہزارروپئے مہر کے عوض کردیا، اتفاق سےزید نے اِس کو وکیل بنایا کہ میرانکاح کسی عورت سے کردو، تو فضولی/وکیل نے کہا کہ میں نے پہلا والا نکاح(جو زید سے دس ہزارروپئےمہر کے عوض کیاتھا) توڑدیا، تو قصداًاس طرح کہنے سےیہ نکاح نہیں ٹوٹے گا، البتہ اگر اس نے زید کانکاح سلمیٰ سے دوبارہ بیس ہزارروپئے مہر کے عوض کردیا، تو پہلا والا نکاح ازخود یعنی تبعاً ٹوٹ جائے گا، اورزید پر بیس ہزارروپئے مہرلازم ہوگا (الاشباہ والنظائرلابن نجیم ۱۰۳،۱۰۳-۱۰۴)۔

۲۔ اگر کوئی آدمی ایساسامان خریدے جس میں تصویر ہو، تو چوں کہ سامان مقصود بالذات ہوتاہے، تصویر مقصود نہیں ہوتی؛ اس لئے ایسے سامان کی خرید وفروخت درست ہے،شرح السیرالکبیرمیں ہے:''أَلَا تَرَى أَنَّ الْمُسْلِمِينَ يَتَبَايَعُونَ بِدَرَاهِمِ الْأَعَاجِمِ فِيهَا التَّمَاثِيلُ

بِالتِّيجَانِ، وَلَا يَمْتَنِعُ أَحَدٌ عَنْ الْمُعَامَلَةِ بِذَلِكَ. وَإِنَّمَا يُكْرَهُ هَذَا فِيمَا يُلْبَسُ أَوْ يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ الصَّلِيبِ وَنَحْوِهَا''(الشرح السير الكبیر، ۱۰۵۱)۔

۳۔ مفتی سلمان منصورپوری صاحب نےجواہر الفقہ کے حوالہ سے یہ عبارت لکھی ہے:''لما هو من القواعد المسلمة من فقه الأحناف إن كثيراً من الأفعال لايجوز قصداً ويجوز تبعاً، كما صرحوا فی جواز بيع الحقوق تبعاً للدار لا إصالةً وقصداً'' (کتاب النوازل ۴۲۱،۱۰، بحوالہ جواہر الفقہ ۲۳۸،۳، قدیم نسخہ، رسالہ بابت تصویرسازی)۔

۴۔ انگورکے جوس کو اُس آدمی سے بیچنا جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اس کو شراب بنائے گا، جائز ہے،کیوں کہ انگورکے جوس کے ساتھ معصیت یا حرمت بذات خود متعلق نہیں ہے، بلکہ حرمت اس وقت ہوگی جب اس کو شراب بنادیاجائے گا، لیکن تبعاًمعصیت متعلق تھی: ''(و)جاز (بيع عصير) عنب (ممن) يعلم أنه (يتخذه خمرا) لأن المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره وقيل يكره لإعانته على المعصية.... (قوله وجاز) أي عنده لا عندهما بيع عصيرعنب أي معصوره المستخرج منه فلا يكره بيع العنب والكرم منه بلا خلاف''(درمختارمع ردالمحتار ۳۹۱،۶)۔

علامہ ابن عابدین شامی ؒ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ''بعینہ معصیت نہ ہونے ''سے مرادیہ ہے کہ بیع کے بعدمعصیت والا وصف پیداہواور ''بعینہ معصیت ہونے '' سے مراد یہ ہے کہ بیع کے وقت صفت معصیت موجود ہو:''يؤخذ منه أن المراد بما لا تقوم المعصية بعينه ما يحدث له بعد البيع وصف آخر يكون فيه قيام المعصية وأن ما تقوم المعصية بعينه ما توجد فيه على وصفه الموجود حالة البيع''(درمختارمع ردالمحتار ۳۹۱،۶)۔

۵۔ فقہاء کرام نے اس کام کوجو براہ راست گناہ نہ ہو، کرنے کی بھی اجازت دی ہے،چنانچہ اگر ذمی نے مسلمان کو مردار یاخون ڈھونے کے لئے اجرت پر لیا تو یہ جائز ہے؛ کیوں کہ مسلمان کو اپنا محنتانہ مل رہا ہے،اسی طرح اگر کسی ذمی نے مسلمان کو اس کا مَعبد تعمیر کرنےکے لئے اجرت پر لیا تو یہ بھی جائزہے،نوادرہشام میں امام محمد ؒ سے منقول ہے کہ اگرکوئی آدمی کسی کو تصویر بنانے کے لئے مزدوری کے طورپرلےتو اجیر کے لئے ایساکرناجائز ہے، لیکن مکروہ ہے،ہندیہ میں ہے:''وإذا استأجر الذمي مسلما ليحمل له ميتة أودما يجوز عندهم جميعا...ولو استأجر الذمي مسلما ليبني له بيعة أو كنيسة جاز ويطيب له الأجر. كذا في المحيط.... وفي نوادر هشام عن محمد - رحمه الله تعالى - رجل استأجر رجلاليصور له صورا أو تماثيل الرجال في بيت أو فسطاط فإني أكره ذلك وأجعل له الأجرة'' (ہندیہ ۴۵۰،۴)۔

پس ایسی ملازمت جس کامقصد بے حیائی کی اشاعت نہ ہو، بلکہ کسی جائز کام کی تکمیل ہو،لیکن ضمنی طورپر کچھ غلط چیزیں بھی آجائیں،تو وہ جائز ہوگی۔

۶۔ آج کل اخبار کی خریدوفروخت عام ہے، حالاں کہ عام اخبارات میں فحش تصویریں بھی ہوتی ہیں، لیکن وہ ضمنی ہوتی ہیں، اخبار کااصل مقصد خبریں اورمضامین ہوتے ہیں،اس لئے ایسے اخبار کی خرید وفروخت جائز ہے،اسی طرح آج کل بہت ساری ایسی چیزوں کی خریدو فروخت ہورہی ہے، جن میں تصویریں بھی ہوتی ہیں:جیسے صابن، تیل، ٹوتھ پیسٹ، شیمپو، بچوں کے کپڑے،کھلونے، بیگ، کتاب، کاپی وغیرہ؛لیکن چوں کہ ان میں مقصودتصویر نہیں ہوتی؛ اس لئے ان کی خرید وفروخت جائز ہے (کتاب الفتاوی ۲۰۹؍۵، ۲۷۹، کفایۃ المفتی ۲۳۴؍۹، کتاب الحظر والاباحۃ)۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ انٹرنیٹ کی دنیامیں ایسی ملازمت جہاں اصل کام دوسراہو، جو جائز ہو، لیکن ضمنی طورپر تصویریں اور بے حیائی بھی آجائیں تو جائز ہے، لیکن بہرحال یہ تقویٰ کے خلاف ہے، اس لئے ایسی ملازمت سے بچنا بہترہے۔

اسلامی تعلیمات کے خلاف لکھے گئے مضامین کو فارواڑڈ کرنا:

اسلام پراعتراض کرنے والے سب بڑے ظالم ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کاارشادہے: ''وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أُولَئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَى رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ، الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ''(سوہ ھود: ۱۸۔۱۹)۔

(اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا ، جو اللہ پر جھوٹ باندھے ؟ یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائینگے اور گواہی دینے والے کہیں گے : یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں جھوٹی باتیں کہی تھیں ، سن لو ! ایسے ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے جو خدا کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں ، اس میں شبہات نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں)۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''یعنی دین حق کے بارے میں طرح طرح کے اعتراضات نکال کر اس کو ٹیڑھا ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے '' (توضیح القرآن)۔

گویا کہ اس آیت میں ملحدانہ افکار وخیالات، اسلام پر اعتراضات کرنے اور ان کو تلاش کرکے پھیلانے کی مذمت بیان کی گئی ہے،ایسے لوگوں کو ظالم،بلکہ سب سےبڑا ظالم کہاگیاہے، اوران پر لعنت بھیجی گئی ہے، اس لئےایسے مضامین جوملحدانہ افکار وخیالات پر مشتمل ہوں، جن میں اسلامی تعلیمات کااستخفاف اوراخلاقی اقدارکی گراوٹ کو فروغ دیاگیاہو، انھیں پڑھنا اور دوسروں کو شیئر کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر اس کا جواب دیئے جانے کی نیت سے پڑھا جائے، یاکسی خاص فر دکوجو اس کا جواب لکھ سکے،جواب لکھنے کی گزارش، یا جواب دینےکےمقصدسے بھیجاجائےتو یہ درست ہے؛کیوں کہ اس کاجواب دینا اورلوگوں کو گمراہی سے بچانابھی ایک دینی فریضہ ہے۔

اسلام پر ہونےوالے اعتراض کا خوش اسلوبی سے جواب دینا واجب ہے:

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہےجو لوگوں کوبھلائی کی طرف بلاتے ہیں،اوربرائیوں کادفاع خوش اسلوبی سے کرتےہیں:''وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (سورة فصلت: ۳۳-۳۴)۔

(اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے ، نیک عمل کرے اور کہے کہ میں تو فرمانبردار بندوں میں سے ہوں ،بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی (اس لئے برائی کا) ایسے طریقہ سے جواب دیجئے جو بہت اچھا ہو ، تو یکایک جس شخص کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی ، وہ ایسا ہوجائے گا جیسے کوئی جگری دوست)۔

۳۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں ارشادہے:

''ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ''(سورہ نحل: ۱۲۵)۔

((اے رسول !)آپ اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ذریعہ بلائیے اور ان سے بہتر طریقہ پر بحث کیجئے ، یقیناً آپ کے پروردگار اس شخص سے بھی واقف ہیں ، جو اپنے راستے سے بھٹک گیا اور راہ راست پر لگنے والوں کو بھی خوب جانتے ہیں)۔

منکر پر گرفت کرنا شرعی فریضہ ہے:

۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نےارشادفرمایا: ''مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ''(صحیح مسلم: ۷۸) (اگر تم میں سے کوئی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس پر قادر نہ ہو تو زبان سے روکے، اس پر بھی قادر نہ ہو، توکم سے درجہ یہ ہے کہ اس برائی کو براجان لے،اور یہ ایمان کا کم ترین درجہ ہے)۔

پس سوشل میڈیا پر دشمنان اسلام کی طرف سے آئے ہوئے ملحدانہ افکار اوراسلامی تعلیمات پر اعتراض کاجواب دینا اور انھیں اُن لوگوں کو بھیجنا جو ان کا جواب لکھ سکیں، جواب دینے کی گزارش یااسی مقصد سے بھیجنا درست ہے، ورنہ درست نہیں ہے، کیوں ایسی صورت میں یہ ملحدانہ افکاروخیالات، اوربے جا اعتراضات کو غیرشعوری طورپر فروغ دینے میں معاون ہوگا، قرآنی آیت: ''وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ'' (سورہ مائدہ: ۲) (گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو ، اور اللہ سے ڈرتے رہو ، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والے ہیں)کی بناء پر ناجائز ہوگا۔

سوشل میڈیا کے ذریعہ علم حاصل کرنا اوراس کے مضراثرات سے بچاؤ:

قلم کی طرح انٹرنیٹ بھی ذریعہ علم ہے:

قرآن کریم کی نازل ہونے والی پہلی آیتوں میں قلم کاذکرہے؛چنانچہ ارشادربانی ہے:
''اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اقْرَأْ وَرَبُّکَ الْأَكْرَمُ، الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ''(سورۃ العلق : ۱-۴)۔

(اپنے پروردگار کے نام سے پڑھئے ، جس نے (سب کچھ) پیدا کیا ہے،اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے ، پڑھئے ، اور آپ کے پروردگار بڑے کرم کرنے والے ہیں ،جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی،انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی ، جن کو وہ نہیں جانتا تھا)(آسان تفسیر قرآن)۔

اس ضمن میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ذریعہ علم صرف قلم نہیں ؛بلکہ بیشمارذرائع ہیں، اصل تعلیم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے لئے ذرائع تعلیم بے شمار ہیں، کچھ قلم ہی کے ساتھ مخصوص نہیں(معارف القرآن)۔

پس انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا بھی ایک آلہ اورذریعہ ہے،جس کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھی استعمال کیاجاسکتا ہے، جس طرح قلم صرف ایک ذریعہ علم ہے،وہ بذات خود اچھا یابرانہیں ہے؛ البتہ اس کااستعمال کرنےوالا اس کو کس طرح استعمال کرتاہے، اس لحاظ سے اس پر حکم لگے گا، اسی طرح انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا کاحال ہے، اگرکوئی اسی قلم سے غلط بات لکھے، اللہ اوراس کے رسول کے خلاف لکھے، اسلام اورمسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانی کو فروغ دےتو ظاہر ہے کہ قلم کا قصور نہیں؛بلکہ صاحبِ قلم کا قصورہوگا، اسی طرح اگر انٹرنیٹ کے ذریعہ تعلیم حاصل کی جائے،تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں اگر کوئی اس کا غلط استعمال کرتاہے تو اس آدمی کاقصوراورگناہ ہوگا۔

جہاں تک رہی بات یہ ہے کہ بچے دانستہ یانادانستہ طورپر غلط سائٹوں تک پہونچ سکتے ہیں، جن سے ان کے اخلاق وکردارمتاثر ہوسکتے ہیں، تو اس کاجواب یہ ہے کہ بچے والدین کی نگرانی میں موبائل فون کااستعمال کریں، کھلی جگہ جہاں ہر ایک کی آمد ورفت ہووہاں استعمال کریں، نیز اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ آج کل ایساایپ بھی نکل گیاہے، جس سے والدین اپنے بچوں کی کڑی نگرانی کرسکتے ہیں، اس طور پرکہ والدین بچوں کے موبائل میں وہ ایپ ڈاؤنلوڈ کرکےغلط سائٹوں کوبلاک کرسکتے ہیں،اگر بچے ان سائٹوں تک پہونچنے کی کوشش کرتےہیں تو رضامندی کے لئے پہلےوالدین کے پاس میسیج آئے گا، والدین اجازت دیں گے تب ہی وہ سائٹ بچوں کے موبائل میں کھلے گی ورنہ نہیں کھلے گی، ایسابھی ہے کہ غلط سائٹ پر جانےسے ہی والدین کو اطلاع پہنچ جائے گی،بہرحال اس طرح کے ایپ ڈاؤنلوڈ کرکےبچوں کی نگرانی کی جاسکتی ہے۔

سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال:

سوال کادوسراجزء کہ موبائل یالیپ ٹاپ کازیادہ استعمال کرنے سےآنکھوں کی بینائی کمزورہوسکتی ہے، تو واضح رہے کہ صرف آنکھوں کی بینائی کامسئلہ نہیں ہے؛بلکہ

موبائل یا لیپ ٹاپ وکمپیوٹر کازیادہ استعمال بہت ساری بیماریوں جیسے ڈپریشن،کمردرد،گردن درد، ہارٹ اٹیک، برین ہیمبریج،رعشہ،حتیٰ کہ نامردی وغیرہ کابھی اندیشہ ہے،لیکن اس وجہ سے اس کااستعمال قطعی طورپر چھوڑدینااور علم وآگہی سے کورے رہ جانا،یازمانہ کے نئے آلات سے استفادہ کرتے ہوئے مزید علم حاصل نہ کرنا، بہرحال درست نہیں ہوگا۔

۱۔شریعت میں ہر کام میں اعتدال مطلوب ہے۔

۲۔ حدیث میں بھی اس کام کو بہترین کہا گیاہے جو متوسط اور معتدل ہو: ‘‘خیر الأمور أوساطها’’ (مصنف ابن ابی شیبہ : ۳۵۱۲۸)، گویاکہ کسی بھی چیز کا زیادہ استعمال نقصاندہ ہوتاہے۔

۳۔ احقر نے انٹرنیٹ کے ذریعہ جاننے کی کوشش کی تو معلوم ہواکہ اگر آدمی روزانہ اسکرین پر چارگھنٹےیا اس سے کم وقتوں کے لئے کام کرتاہے تو بیماریوں کا اندیشہ کم رہتاہے،لیکن اگر چار سے آٹھ گھنٹےتک کام کرتاہے تو اس کا جسم متاثر ہوسکتاہے، بیماریوں کااندیشہ رہتاہے، اوراگرآٹھ گھنٹے سےگیارہ گھنٹے تک کام کرتاہےتو زیادہ اندیشہ رہتاہےاوراگر اس سے زیادہ کام کرتاہے تو بہت زیادہ اندیشہ رہتاہے،اسی طرح ہرپچاس سے ساٹھ منٹ میں پانچ دس منٹ کا، یا ہر دوگھنٹے میں پندرہ بیس منٹ کا بریک (وقفہ) لینامفید ہوگا، اس سے بیماریوں کااندیشہ بہت کم رہتاہے،بہرحال بہتر ہے کہ اس کے ماہرین سے رائے ومشورہ لیکر کچھ طے کیاجائے۔

۴۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ آج کل ایساشیشہ بھی آگیاہےکہ اس کو اسکرین پر لگادیاجائے تو اسکرین کی شعائیں آنکھوں کو متاثر نہیں کریں گی،جسے Eye Zen Lensesکہاجاتاہے، پھر اسی شیشہ کو چشمہ کے طورپربھی کا استعمال کیاجانے لگاہے، جس کو Antiglare Glassesکہتے ہیں، بہرحال ان طریقوں کو اپنا کرموبائل ، لیپ ٹاپ، کمپیوٹر، اوران کی اسکرین کے مضراثرات سے اپنے آپ کو بچایاجاسکتاہے،اسی طرح کرسی،چیسٹ پیڈ، بیک پیڈ وغیرہ بھی نکل گئے ہیں جن سے کمروغیرہ کی بیماریوں سے بچاجاسکتاہے۔

اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے سوشل میڈیا کااستعمال:

۱۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: ‘‘وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ’’ (سورۃالانفال: ۶۰)۔

(اور (اے مسلمانو !) ان کے مُقابلہ میں جہاں تک ہوسکے ، طاقت اور گھوڑوں کی تیاری رکھو ، جن سے اللہ کے دشمن، اپنے دشمن اوران کے علاوہ دوسرے لوگوں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے ، اللہ جانتے ہیں، تمہاری دھاک قائم رہے اورجو بھی تم اللہ کے راستہ

میں خرچ کروگے ، تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اورتمہارے ساتھ حق تلفی نہیں ہوگی)۔

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب آسان توضیح القرآن میں فرماتےہیں: ‘‘یہ پوری امت مسلمہ کیلئے ایک ابدی حکم ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی شوکت قائم کرنے کے لئے ہر قسم کی دفاعی طاقت جمع کرنے کا اہتمام کرے، قرآن کریم نے طاقت کا عام لفظ استعمال کرکے بتادیا ہے کہ جنگ کی تیاری کسی ایک ہتھیار پر موقوف نہیں ؛ بلکہ جس وقت جس قسم کی دفاعی قوت کار آمد ہو اس وقت اسی طاقت کا حصول مسلمانوں کا فریضہ ہے، لہذا اس میں تمام جدید ترین ہتھیار اور آلات بھی داخل ہیں اور وہ تمام اسباب ووسائل بھی جو مسلمانوں کی اجتماعی معاشی اور دفاعی ترقی کے لئے ضروری ہوں ’’(توضیح القرآن)۔

۲۔ جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: ‘‘فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ’’ (سورہ حجر: ۹۴۔ ۹۵) (لہٰذا آپ کو جو کچھ حکم دیا جارہا ہے ، اس کو صاف صاف سنادیجئے اور مشرکوں کی(لعن طعن) پرواہ نہ کیجئے)۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ علی الاعلان دین کی دعوت دیں،تو آ پﷺنے صفاکی پہاڑیوں پر چڑھ کر اعلان کیا: واصباحاہ واصباحاہ، پہاڑی اتنی بلندی پرتھی کہ وہاں سے لگائی گئی آواز اہل مکہ تک پہونچ جاتی تھی، چنانچہ آپ ﷺ کی یہ آواز سن کر لوگ جمع ہوگئے اور آپ نے دین کی دعوت دی،کوہِ صفا اس زمانہ میں اپنی آواز دورتک پہونچانے کا بہترین ذریعہ تھا،آج کی زبان میں گویا کہ کوہ صفا میڈیا کا کام کرتاتھا۔

اسی طرح پہلےزمانہ میں مینارےمیں اذان دینا،حیعلتین کو صومعۃ(مینارے کا سوراخ) میں کہنا اور انگلیوں کو کانوں میں ٹھونس کر اذان دینے کامقصد یہ ہے کہ آواز زیادہ سے زیادہ دور تک پہنچے،لیکن آج کل لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ دورتک آواز پہنچائی جاتی ہے، پس اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر زمانے میں اُس زمانے کے مؤثرترین ذرائع ابلاغ کوشریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئےدعوت وتبلیغ اوردیگرجائز امور کے لئے استعمال کیاجاسکتاہے،یہ بھی یاد رہے کہ شریعت نےتبلیغ دین کے لئے کوئی ایک مخصوص ذریعہ یا مخصوص طریقہ متعین نہیں کیا ہے، زمانہ کے احوال وکوائف، سامعین کے اذہان وافکار کے لحاظ سے اس میں رد وبدل کیاجاسکتاہے، صرف شرط یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کے خلاف نہ ہو، پس فی زماننا سوشل میڈیا دعوت دین اوراسلامی تعلیمات کی نشرواشاعت اوراخلاق حسنہ کو فروغ دینے کابہترین ذریعہ ہے، اس لئے اس کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں دین کی تبلیغ صرف قلم سے لکھنےاورآمنے

سامنے تقریرکرنے سے ہوتی تھی، تقریرکو محفوظ کرنےکاکوئی ذریعہ نہیں تھا، ایک عرصہ کے بعد تقریرکوبھی محفوظ کرنے کاآلہ ایجاد ہوگیا،ایک لمبے عرصے تک اسی کو اپنایاگیا، پھربیسویں صدی عیسوی میں زمانہ نے کروٹ لی، اورایسا انقلاب آیا کہ آواز کے ساتھ ساتھ نقل وحرکت کو بھی محفوظ کیاجانے لگا،اب صورت حال یہ ہے کہ آپ گھر بیٹھےپوری دنیاکو خطاب کرسکتے ہیں، آپ کی آواز سننے کے ساتھ ساتھ آپ کی ہر نقل وحرکت کو پوری دنیا اسی آن میں دیکھ سکتی ہے، اسی پر بس نہیں؛بلکہ سامعین بھی اسی آن میں آپ سے مخاطب ہوسکتے ہیں، اس طرح ایک انسان بیک وقت دنیا بھر کے ان گنت لوگوں کے ساتھ گفت وشنید، سوال جواب اورتبادلہ خیال کرسکتاہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کافیصلہ:

۴۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے اٹھائیسویں فقہی سمینار میں انفارمیشن ٹکنالوجی سےمربوط مسائل کے عنوان سے جو تجویز پاس کی تھی اس کی دفعہ نمبر (۱) اس طرح ہے:

اسمارٹ فون موجودہ دور کی ایک اہم ایجاد ہے، جس کے ساتھ منافع اورمفاسد دونوں وابستہ ہیں،اگر اسمارٹ فون کااستعمال دینی، علمی، اصلاحی اورجائزمقاصد کے لئے کیاجائے تو درست ہے، لیکن اگر غیر شرعی امورکے لئے کیاجائےتو درست نہیں ہے (اسلامک اکیڈمی کافیصلہ،منعقدہ میل کھیڑلا راجستھان، نومبر۲۰۱۸ء)۔

۵۔ اسلامک فقہ اکیڈمی نےاپنے بارہویں فقہی سمینارمیں انٹرنیٹ اورجدید ذرائع ابلاغ کے عنوان پردرج ذیل تجویز پاس کی، وہ اس طرح ہے:

الف۔ اسلام کی نشرواشاعت اوراس کی حفاظت وبقاء کے لئے ہر ممکن جدو جہدا ورسعی امت مسلمہ کا اہم فریضہ ہے۔

ب۔ ‘‘وأعدوا لهم مااستطعم من قوة’’ کے مطابق اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے جدیدوقدیم ہر ممکن جائز ذریعہ ووسیلہ کا استعمال کرنادرست ہے، بلکہ ضرورت وحالات کے مطابق مفید وموثر وسیلہ کااستعمال کرناضروری ہے۔

ج۔ بنیادی طورپر انٹرنیٹ آج کے زمانہ کا سب سے اہم ذریعہ ابلاغ ہے،اس کی حیثیت اپنی بات دوسروں تک پہونچانے کے لئے ایک ذریعہ اوروسیلہ ہے، اورذرائع کاحکم شرعی متعین کرتے وقت یہ دیکھنا ہوگا کہ ان ذرائع کااستعمال کن مقاصد کے لئے ہورہاہے،ذرائع اوروسائل کااستعمال جائز مقاصد کے لئے شرعا جائز اورناجائزمقاصد کے لئے ناجائز ہے،پھر ان کاشرعی حکم اس طرح ہوگا، کہ ان مقاصد کاحصول فرض وواجب ہے یامستحب ہے یامباح ہے، اوران وسائل کااستعمال مکمل طورپران کے مقاصد کے لئے جس حد تک ضروری ہواسی کے بقدر ان وسائل کااستعمال فرض یامستحب یاجائز ہوگا۔

د۔ ان اصولوں کی روشنی میں شرکاء سمینارکی رائے ہے کہ انٹرنیٹ کااستعمال ایک

شرعی، دینی،دعوتی،اجتماعی فلاح کےلئے ذریعہ اوروسیلہ کی حیثیت سے جائز اوربعض دفعہ ضروری ہے (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیاکے فیصلے:بارہواں سیمینار، منعقدہ بستی، ۲۰۰۰ء)۔

دارالقضاء کی کارروائی آن لائن کی جاسکتی ہے یانہیں؟

آج کل معتبر دارالقضاء کی کارروائی کا جو طریقہ مروج ہے، وہ اسلامی تعلیمات، فقہاء کرام کے مجتہدات ،قاضیوں کےتجربات،عوام کی کمی کوتاہیوں کےمشاہدات اور ہندوستانی عدالت کے طریقہ کار سےہم آہنگ ہے، خیر القرون میں درخواست لکھنے اور فریق دوم کے نام نوٹس جاری کرنے کا رواج نہیں تھا، لیکن دھیرے دھیرے ہر شعبہ کی طرح اس شعبہ کوبھی فروغ ملا، فقہاء کرام اصول وضوابط متعین کرتے گئے،قضاۃ حضرات بھی اپنے مشاہدات وتجربات قلمبندکرتے گئے، یہاں تک کہ ہمارے زمانہ میں جو طریقہ اورنہج موجود ہے وہ شریعت کے اصول وضوابط کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ تقریبا ہرلحاظ سےمضبوط ،اورمحفوظ ہے۔

اگر ہم فقہاء کرام بالخصوص قاضیوں کے تجربات پر غورکرتے ہیں تو بہت ساری مصلحتوں اورحکمتوں سے واقف ہوتے ہیں، اسی وجہ سے قضاء سے متعلق کسی مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے درمیان اختلاف ہونے سے متاخرین احناف نے قاضی القضاۃ امام ابویوسفؒ کے قول کو ترجیح دی ہے؛کیوں کہ ان کی رائےاجتہادِمحض کی بنیاد پر نہیں؛ بلکہ تجربہ کی بنیاد پر بھی ہوتی ہے۔

فی زماننا انٹرنیٹ کاعام چلن ہے، سوشل میڈیا تک رسائی ہر خاص وعام کی ہے، اس لئے کیا اب ہم سوشل میڈیا کودارالقضاء کی کارروائی کے لئے استعمال کرسکتے ہیں یانہیں؟، آن لائن سنے گئےدعویٰ اور رفع الزم کااعتبارہوگا یا نہیں؟آن لائن لی گئی شہادت اوربینۃ قابل قبول ہوگا یانہیں، اور سوشل میڈیا میں موجود یا سوشل میڈیا کے ذریعہ حاصل کردہ امارات وقرائن فیصلہ کے لئےمفید ہوں گے یانہیں؟ بہرحال ہم ان سوالوں کے جواب کو چند مرحلوں میں تقسیم کرتےہیں:

پہلامرحلہ: پیشی درخواست وطلبی بیان تحریری:

یعنی کوئی آدمی کسی کاغذپراپنی درخواست لکھ کراس میں دستخط کرکےاس کافوٹو سوشل میڈیا کااستعمال کرتے ہوئےمیل، واٹس ایپ،انسٹاگرام، ٹیلیگرام وغیرہ کے ذریعہ قاضی کی خدمت میں بھیج دے،قاضی اس کی نقل (زیروکس، یافوٹو) فریق دوم کے پاس بیان تحریری کے لئے سوشل میڈیاکااستعمال کرتے ہوئےبھیجے،اورفریق دوم بھی اس کاجواب کسی کاغذپر لکھ کر دستخط کرکے اس کافوٹو قاضی کی خدمت میں بھیج دے۔

تو احقرکے خیال میں اس کارروائی کے لئے سوشل میڈیا(میل،واٹس ایپ، ٹیلیگرام وغیرہ) کااستعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ دارالقضاء کی کارروائی شروع کرنے کےلئے یہ پہلا مرحلہ ہوتاہے، اس کی حیثیت درحقیقت دعویٰ اور رفع الزام کی نہیں

ہے، بس کارروائی شروع کرنےکے لئے قاضی کے پاس کوئی تحریری ثبوت رہے،قاضی پر الزام نہ آئے،جیساکہ بعض نادان دوستوں کی طرف سے الزام آتاہےکہ قضاۃ از خود کسی کے معاملہ میں پڑکر اپنا فیصلہ نافذ کرتے ہیں، اس کے لئے یہ کارروائی کی جاتی ہے، حقیقی دعویٰ اوررفع الزام اس وقت ہوتاہےجب دونوں فریق مجلسِ قضاء میں حاضر ہوکر زبانی دعویٰ اور زبانی رفع الزام کرتے ہیں،تاہم اس میں یہ شرط ہونی چاہئے کہ فریقین اورقاضی بھی کاغذپر لکھ کر دستخط، انگوٹھا اور مُہر وغیرہ لگاکرکے اس تحریر کافوٹوبھیجیں؛ یونیکوڈ یعنی براہ راست میل،واٹس ایپ، ٹیلیگرام وغیرہ پرلفظوں میں نہ لکھیں، کیوں کہ یہ کام کوئی دوسرا آدمی بھی اس کے اکاؤنٹ اوراس کے نام پر کرسکتاہے، نیز دارالقضاء کا لیٹرہیڈ، قاضی شریعت کادستخط، دارالقضاء کی مہر وغیرہ کی بھی اہمیت ہوتی ہے، اوربہت ممکن ہے کہ بوقت ضرورت وہ اس کا پرنٹ بھی نکال لے، بلکہ بعض دفعہ تودارالقضاء کی طرف سےفریق سے کہا جاتاہے کہ اطلاع کی کاپی یا اس کی پرنٹ ساتھ میں لیکر آئیں،تاکہ پتہ چلے کہ فریق دوم یہی ہے، اوراسی کے نام اطلاع دی گئی تھی۔

اطلاع برائےسماعت:

جب درخواست اوربیان تحریری کی کارروائی مکمل ہوجاتی ہے تو دعویٰ اور رفع الزام کے لئے تاریخ سماعت مقررکی جاتی ہے،اس کی اطلاع زبانی یاتحریری طورپردی جاتی ہے، تو یہ اطلاع بھی کاغذپر لکھ کر دستخط کرکےا ورمُہرلگانے کے بعد اس کافوٹو نکال کرسوشل میڈیاکے ذریعہ دی جاسکتی ہے۔

دوسرامرحلہ:سوشل میڈیا کے ذریعہ دعویٰ اوررفع الزام کرنا:

۱۔ تاریخ سماعت پر جب دونوں فریق مجلس قضاء میں حاضرہوتے ہیں تواولافریق اول زبانی دعویٰ پیش کرتاہے اورپھر فریق دوم رفع الزام کرتاہے،فقہاء کرام نے دعویٰ کے لئے فریق اول کا اوررفع الزام کے لئے فریق دوم کا مجلس قضاء میں موجود ہونے کی شرط لگائی ہے:

درمختارمیں ہے:‘‘(وشرطها) أي شرط جواز الدعوى (مجلس القضاء وحضور خصمه) فلا يقضى على غائب وهل يحضره بمجرد الدعوى؟ إن بالمصر أو بحيث يبيت بمنزله نعم وإلا فحتى يبرهن أو يحلف’’ (شامی ۵۴۳٫۵، آداب قضاء: ۱۵۱)۔

بدائع الصنائع میں ہے:‘‘ومنها مجلس الحكم فلا تسمع الدعوى إلا بين يدي القاضي----- ومنها حضرة الخصم فلا تسمع الدعوى والبينة إلا على خصم حاضر’’ (بدائع الصنائع ۲۲۲٫۶)۔

ان عبارتوں سےواضح ہے کہ دعویٰ کے لئے مجلس قضاء شرط ہے، پس آن لائن مثلا آڈیو، یا ویڈیوکالنگ وغیرہ کے ذریعہ دعویٰ پیش کرنا درست نہیں؛ نیز آن لائن دعویٰ مسموع ہونے کی صورت میں ‘‘مجلس قضاء ’’ کی ضرورت ہی نہیں رہے گی، جس سے

دارالقضاء کی اہمیت کم ہوجائے گی، اوردھیرے دھیرے قضاء کا تصوربھی ختم ہوجائے گا۔

۲۔ جہاں تک رہی بات رفع الزم کی تو اس سلسلے میں علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ رفع الزام کے لئے فریق دوم کا مجلس قضاء میں آنا اس لئے ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی! جب تک تم دوسرے فریق کی بات نہ سن لو اس وقت تک فیصلہ نہ کرو،اوربات سننے کے لئے حاضر ہوناضروری ہے: ''(ولنا) ما روي عن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أنه قال لسيدنا علي - رضي الله عنه -: لا تقض لأحد الخصمين ما لم تسمع كلام الآخر، نهاه - عليه الصلاة والسلام - عن القضاء لأحد الخصمين قبل سماع كلام الآخر والقضاء بالحق للمدعي حال غيبة المدعى عليه قضاء لأحد الخصمين قبل سماع كلام الآخر فكان منهيا عنه'' (بدائع الصنائع ۲۲۲،۶)۔

لیکن اگر غورکیاجائے تو فریق دوم کا حاضرہونا مقصود نہیں ہے، بلکہ اس کو رفع الزام کاموقع دینا، اس کی بات سننا اصل مقصود ہے، اسی وجہ سے حدیث میں نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہاں تک کہ دوسرا فریق حاضر نہ ہوجائے، بلکہ یوں فرمایا کہ جب تک دوسرے فریق کی بات نہ سن لی جائے، حدیث کامتن اس طرح ہے:

''عَنْ عَلِيٍّ قَالَ:بَعَثَنِي رَسُولُ الله - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِلَى الْيَمَنِ قَاضِيًا ; فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: تُرْسِلُنِي وَأَنَا حَدِيثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ؟ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ; إِذَا تَقَاضَى إِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْأَوَّلِ حَتَّى تَسْمَعَ كَلَامَ الْآخَرِ، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ، قَالَ:فَمَا شَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَعْدُ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ (مشكاة المصابيح: ۳۷۳۸)۔

حضرت ملاعلی قاریؒ مشکاۃ کی شرح مرقات المفاتیح میں فرماتے ہیں: ''(حَتَّى تَسْمَعَ كَلَامَ الْآخَرِ) أَيْ فَإِنَّكَ لَنْ تَتَمَكَّنَ مِنْ الِاسْتِنْبَاطِ وَتَمْيِيزِ الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ بِسَمَاعِ كَلَامِ أَحَدِ الْخَصْمَيْنِ''(مرقاة المفاتيح ۲۴۲۹،۶)۔

۳۔ رفع الزام کرنے اور اپنی بات سنانے کا طریقہ یہ ہے کہ خواہ فریق دوم بذات خود حاضر ہوکر رفع الزام کرے، یا اس کی طرف سے کوئی دوسرا آدمی پیروی کرے، دونوں صورت میں اس کو رفع الزام کرنا سمجھاجائے گا: ''ثم إنما لا يجوز القضاء عندنا على الغائب إذا لم يكن عنه خصم حاضر فإن كان يجوز لأنه يكون قضاء على الحاضر حقيقة ومعنى والخصم الحاضر الوكيل والوصي والوارث ومن كان بينه وبين الغائب اتصال فيما وقع فيه الدعوى لأن الوكيل والوصي نائبان عنه بصريح النيابة والوارث نائب عنه شرعا وحضرة النائب كحضرة المنوب عنه فلا يكون قضاء على الغائب معنى''(بدائع الصنائع ۲۲۲،۶)۔

۴۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ فریق دوم اُس قاضی کی خدمت میں نہ آسکے ، جن کے یہاں معاملہ پیش ہواہے؛ لیکن وہ اپنے شہرکے قاضی کے پاس جاکر اپنا بیان دے،

تو اس کی بھی گنجائش ہے: ''إلا إذا التمس المدعي بذلك كتابا حكميا للقضاء به فيجيبه القاضي إليه فيكتب إلى القاضي الذي الغائب في بلده بما سمعه من الدعوى والشهادة ليقضي عليه وهذا عندنا''(بدائع الصنائع ۲۲۲،۶)۔

۵۔ اگرفریق دوم مجلس قضاء میں حاضرتو ہوتاہے،لیکن رفع الزام نہیں کرتاہے تواس کاکوئی فائدہ نہیں،اس کو رفع الزام نہ کرناسمجھاجائے گااور اس کے خلاف فیصلہ کردیاجائے گا۔

مبسوط میں ہے:''قال أبو يوسف - رحمه الله - لو حضر وأنكر فأقيم عليه البينة ثم غاب يقضى عليه؛ لأن إنكاره سمع نصا'' (مبسوط للسرخسی ۴۰،۱۷)۔

۶۔ اسی طرح اگر فریق دوم مجلس قضاء میں نہیں آتاہے،یا وہ غائب ولاپتہ ہوجاتاہے،تو اس کے خلاف بھی فیصلہ کرنادرست ہوتاہے،جہاں تک رہی یہ بات کہ قضاء علی الغائب امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے؛ تو اس سلسلے میں علامہ شامیؒ نے بحث کرتے ہوئے جامع الفصولین کی لمبی عبارت ذکر کی ہے،جس کاخلاصہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کی آراء اس سلسلے میں مختلف ہیں، کوئی ایسی خاص اورمضبوط رائے منقول نہیں ہے، جس پر مسائل متفرع کئے جاسکیں،ظاہر یہ ہے کہ مفتی حالات اورماحول کے حساب سے، نیز حرج اورضرورت کی بناء پرفتویٰ دے گا، اسی طرح قاضی مصلحت اورضرورت کی بناء پر بھی غائب کے خلاف فیصلہ کرسکتاہے (شامی ۴۱۴،۵)۔

علامہ شامیؒ منحۃ الخالق علی البحرالرائق میں فرماتے ہیں: ''ففي مثل هذه المواضع لو برهن على الغائب بحيث اطمأن قلب القاضي وغلب ظنه أنه حق لا تزوير ولا حيلة فيه فينبغي أن يحكم على الغائب وللغائب وكذا للمفتي أن يفتي بجوازه دفعا للحرج والضرورات وصيانة للحقوق عن الضياع مع أنه مجتهد فيه ذهب إلى جوازه الشافعي ومالك وأحمد بن حنبل وفيه روايتان عن أصحابنا والأحوط أن ينصب عن الغائب وكيل يعرف أنه يراعي جانب الغائب ولا يفرط في حقه فينصب الأولى ثم الأولى والله تعالى أعلم وأقره في نور العين إصلاح جامع الفصولين''(منحۃ الخالق علی البحر الرائق ۱۷،۷)۔

۷۔ آج کل قضاۃ کرام تحریری طورپرفیصلہ کرتے ہیں اور بذریعہ پوسٹ فریقین کو فیصلہ سے مطلع کردیتے ہیں، اگر غورکیا جائے تو یہ بھی من وجہ قضاء علی الغائب ہے، کیوں کہ بوقت فیصلہ فریقین میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہوتاہے، فقہاء احناف نے غائب کی ایک تعریف یہ بھی کی ہے کہ بوقت فیصلہ فریق موجود نہ ہو،جیساکہ البحرالرائق کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے:''أطلق في عدم القضاء عليه وهو مقيد بما إذا ثبت الحق ببينة سواء كان غائبا وقت الشهادة أو غاب بعدها قبل التزكية وسواء كان غائبا عن المجلس حاضرا في البلد أو غائبا عن البلد، وأما إذا أقر عند القاضي فغاب قبل أن يقضي عليه قضى عليه وهو

غائب''(البحرالرائق ۱۸،۷)۔

خلاصہ یہ ہے کہ فریق دوم کو رفع الزام کے لئے طلب کیاجائے گا،اگر وہ آتاہے اور ضابطہ کے مطابق رفع الزام کرتاہے، تو اسی حساب سے کارروائی کی تکمیل کرنے کے بعد فیصلہ کیاجائے گا، اوراگر وہ نہیں آتاہے ، تو وجہ دیکھی جائے گی، اگروہ تعنت کی بناء پر نہیں آتاہے، حالاں کہ وہ آسکتاہے؛تو فریق اول کادعویٰ ثابت ہوجانے پر فیصلہ کردیاجائے گا، اوراگر وہ واقعی نہیں آ سکتاہے مثلا لاک ڈاؤن ہے،سواری یابیماری کا عذرہے،یادوسرے ملک میں رہتاہے اوروہاں سے آناجانادشوار ہے،یا کسی اورمعقول وجہ سے مجلس قضاء میں حاضرنہیں ہوسکتاہے توجس طرح وہ بذریعہ وکیل معاملہ کی پیروی کرسکتاہے، یا کسی دوسرے قاضی کےیہاں جاکر اپنا بیان در ج کرواسکتاہے، اسی طرح آن لائن بھی رفع الزام کرسکتاہے، اپنا بیان دے سکتاہے۔

۸۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اقرارمضبوط ترین حجت ہے،اوربہت ممکن ہے کہ جب فریق دوم سے فون، موبائل، واٹس ایپ،آڈیو، ویڈیوچیٹنگ کے ذریعہ بات کی جائے، اوراس کو خوف خدادلایا جائے تو وہ دعویٰ کا اقرارکرلے، دارالقضاء میں ایساہوتابھی ہے کہ فریق دوم عام طورپر دعویٰ کا اقرارکرلیتاہے،اورفقہاء کرام نے اقرارکے لئے مجلس قضاء کی شرط نہیں لگائی ہے، درمختارمیں ہے:''(إِخْبَارٌ بِحَقٍّ عَلَيْهِ) لِلْغَيْرِ (مِنْ وَجْهٍ، إنْشَاءٌ مِنْ وَجْهٍ)'' (درمختار ۵۸۸،۵) ''الْإِقْرَارُ فِي الشَّرْعِ إِخْبَارٌ بِحَق الآخر''(قواعدالفقہ ۱۸۷،۱)، دوسری جگہ ہے: ''الْإِقْرَارُ إِخْبَارٌ لَا إنْشَاءٌ فَلَا يطيبُ لِلْمقر لَهُ لَو كَانَ كَاذِبًا''(قواعدالفقہ ۶۰،۱)۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوتاہے کہ اقرارکے لئے مجلس قضاء کا ہوناشرط نہیں ہے،پس اگر فریق دوم دعویٰ کا اقرارآن لائن آڈیوکالنگ، ویڈیوکالنگ، کانفرسنگ وغیرہ کےذریعہ بھی رفع الزام کرسکتاہے،تو یہ درست ہے؛ لیکن ایسی صورت میں اس کے بیان کی رکارڈنگ کرلی جائے، تاکہ وہ اپنے بیان سے مکر نہ سکے،نیز اس بات کو بھی یقینی بنایاجائے کہ بیان فریق دوم ہی کا ہے،کسی اور نے بیان نہیں دیاہے۔

تیسرا مرحلہ: پیشی ثبوت وشہادت:

فقہاء کرام نے شہادت کے لئے بھی مجلس قضاء کی شرط لگائی ہے، بلکہ اس کی تعریف بھی مجلس قضاء کے ساتھ کی گئی ہے:'' أما التعريف فهو إخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشهادة في مجلس القضاء هكذا في فتح القدير'' (ہندیہ ۴۵۰،۳)۔

بدائع الصنائع میں ہے:''ومنها مجلس الحكم فلا تسمع الدعوى إلا بين يدي القاضي كما لا تسمع الشهادة إلا بين يديه''(بدائع الصنائع ۲۲۲،۶)۔

لیکن کسی عذرمثلاًمرض، مجلس قضاء کی دوری، یا کسی اور وجہ کی بناء پر شہادۃ علی الشہادۃ کو جائز قراردیاگیاہے،یعنی شاہد اپنے مقام پر گواہی دیدے، اوراس کی گواہی پر کوئی آدمی قاضی صاحب کے یہاں آکر گواہی دے، اس میں اصل گواہ تو وہی ہے

جس نے اپنے مقام پر گواہی دی ہے، جو آدمی قاضی کی مجلس میں آکر گواہی دیتاہے وہ اصل گواہ نہیں ؛بلکہ اس کی حیثیت محض مُخبر کی ہے۔

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ شہادۃ علی الشہادۃ کی سخت ضرورت پڑتی ہے،اس لئےاس کو جائز قراردیا گیا ہے، ورنہ لوگوں کے حقوق ضائع ہونگے: ''قال (الشهادة على الشهادة جائزة في كل حق لا يسقط بالشبهة) وهذا استحسان لشدة الحاجة إليها، إذ شاهد الأصل قد يعجز عن أداء الشهادة لبعض العوارض، فلو لم تجز الشهادة على الشهادة أدى إلى إتواء الحقوق، ولهذا جوزنا الشهادة على الشهادة وإن كثرت'' (ہدایہ مع الفتح ۴۶۲،۷)۔

اس کے ذیل میں علامہ ابن الھمامؒ فرماتے ہیں کہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ شہادۃ علی الشہادۃ جائز نہ ہو، کیوں کہ شہادت عبادت بدنیہ ہے،اورعبادت بدنیہ میں نیابت جائز نہیں ہوتی، مگر چوں کہ اس میں ضرورت ہے، اس لئے جائز قراردیا گیا ہے: ''(قوله وهذا استحسان) أي جواز الشهادة على الشهادة، والقياس أن لا تجوز لأنها عبادة بدنية وجبت على الأصل وليست بحق للمشهود له حتى لا تجوز الخصومة فيها والإجبار عليها، والنيابة في العبادة البدنية لا تجوز''(فتح القدیر ۴۶۳،۷)۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے لئے مجلس قضاء کی حیثیت کوئی لازمی اورضروری شرط کی نہیں ہے، پس اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو رفع الزام کے لئے فریق دوم کا ہے،یعنی بوقت مجبوری آن لائن شہادت لینا اوردینا درست ہوگا۔

آن لائن فریقین اورشاہدین کی شناخت کرنا:

فریقین اور شاہدین وغیرہ کی شناخت اوران کے دستخط کی تحقیق بھی آن لائن درست ہے، اس کی شکل یہ ہوگی کہ دوسرے فریق کو اس کا دستخط دکھایاجائے، نکاح نامہ اوردیگر دستاویزات کے دستخط سے ملایاجائے،اسی طرح ایک فریق کی آوازدوسرے کوسنائی جائے یا صورت دکھائی جائے،اس سے اس کی تصدیق کرالی جائے،پس تصدیق کی صورت میں فیصلہ کرنا درست ہوگا، اور انکارکرنے کی صورت میں فیصلہ کرنادرست نہیں ہوگا، ایسی صورت میں چوں کہ معاملہ مبہم ہوجاتا ہے، اس لئےقاضی آن لائن کے بجائے آف لائن کارروائی کوضروری قراردے، بہرصورت قاضی کےیقین اور غالب گمان کالحاظ کیاجائے گا، ان چیزوں کو احتیاطاً فائل کے فرد احکام پر لکھ لیاجائے۔

سوشل میڈیائی امورکی بنیاد پرفیصلہ کرنا:

قرائن وامارات کی بناء پر فیصلہ کرنا:

١۔ یہ بات بھی درست ہے کہ محض قرائن اورامارات کی بنیاد پربھی فیصلہ کیاجاسکتاہے، جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈال کراپنے والدمحترم کے پاس آکرکہاکہ اس کو بھیڑئے نے کھالیا ہے، اور دلیل کے طورپرخون سے لت پت کُرتے کودکھایا،تو حضرت یعقوب علیہ السلام نےاس کودیکھ کراس قرینہ سے ان کو

جھوٹا سمجھا کہ اگرواقعی بھیڑئےنے کھایاہوتا،توان کاکُرتاضرورپھٹ جاتا۔''وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ" (سورة یوسف: ۱۸، آداب قضاء: ۲۵۷)۔

۲۔ جب یوسف علیہ السلام پرعزیزمصر کی بیوی نے اپنے ساتھ دست درازی کرنے کاالزام لگایاتوایک بچہ نے شہادت میں قرینہ کوپیش کیاکہ یوسف علیہ السلام کے کرتے کودیکھاجائے ،آگے سے پھٹاہے یاپیچھے سے،اگرآگے سے پھٹاہے تو یوسف جھوٹے ہیں اوراگرپیچھے سے پھٹاہے تو عورت جھوٹی ہے۔

''وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ، وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ، فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ" (سورة یوسف: ۲۸، آداب قضاء: ۲۵۲-۲۵۳)۔

۳۔ معین الحکام میں قاضی قدس علامہ أبو الحسن، علاء الدین، علي بن خلیل الطرابلسي الحنفي نے لکھاہے : ''الْبَابُ الْحَادِي وَالْخَمْسُونَ فِي الْقَضَاءِ بِمَا يَظْهَرُ مِنْ قَرَائِنِ الْأَحْوَالِ وَالْأَمَارَاتِ وَحُكْمِ الْفِرَاسَةِ، وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ مِنْ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَعَمَلِ سَلَفِ الْأُمَّةِ قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ:عَلَى النَّاظِرِ أَنْ يَلْحَظَ الْأَمَارَاتِ وَالْعَلَامَاتِ إذَا تَعَارَضَتْ، فَمَا تَرَجَّحَ مِنْهَا قَضَى بِجَانِبِ التَّرْجِيحِ، وَهُوَ قُوَّةُ التُّهْمَةِ، وَلَا خِلَافَ فِي الْحُكْمِ بِهَا، وَقَدْ جَاءَ الْعَمَلُ بِهَا فِي مَسَائِلَ اتَّفَقَ عَلَيْهَا الطَّوَائِفُ الْأَرْبَعُ مِنْ الْفُقَهَاءِ" ، اس کےبعد علامہ طرابلسی نے ۲٤/مثالیں پیش کی ہیں جن میں قرآئن وعلامات کی بنیاد پر فیصلہ کرنااورعمل کرناجائزہوجاتاہے (معین الحکام۱/۱۶۶)۔

علامہ حصکفی اورعلامہ شامیؒ وغیرہم نےبھی قرائن پر عمل کرنے کی بہت ساری مثالیں دی ہیں (درمختارمع ردالمحتار ۵۶۵/۵ ، آداب قضاء۲۵۲،۲۵۱)۔

تحریر اوردستاویز کی بناء پر فیصلہ کرنا:

اللہ تعالیٰ کاارشادہے:''يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوه وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ" (سورہ بقرۃ: ۲۸۲) (اے ایمان والو! جب تم ایک مقررہ مدت کے لیے ادھارلیاکروتواسے لکھ لیاکرو،اورچاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف کےساتھ لکھ دے، نیز جس کو لکھناآتاہے اسے لکھنے سے انکارنہ کرناچاہئے، جیساکہ اللہ نے اسے لکھنا سکھایا ہے، اس کو بھی چاہئے کہ لکھ دے،اورجس کے ذمہ حق ہے وہ لکھائے۔ اللہ سے-جو اس کاپروردگارہے-ڈرتارہے اوراس میں کچھ بھی کمی نہ کرے، اگروہ کم عقل یاکمزورہویاوہ خود لکھنے پر قادرنہ ہوتو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوادے)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ادھارمعاملات کولکھ لینے کاحکم دیاہے، پس اگرتحریر

اور وثائق کااعتبارنہ کیاجائے تو پھر عملی طورپراس حکم کافائدہ کیاہوگا؟اس لئے تحریر اوروثائق ودستاویزات کی بنیاد پر فیصلہ کرنا درست اور جائز ہے۔

آج کے ماحول میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی کافی اہمیت ہے،لائٹ بل،فون بل، کرایہ بل، خریداری بل، بینک کے ٹرانزیکشن وغیرہ پر لوگ اعتمادبھی کرتے ہیں،تاہم ان چیزوں میں دھوکہ وغیرہ بھی ہوتاہے، ایڈیٹنگ بھی ہوتی ہے، آواز بدل جاتی ہے، لب ولہجہ بھی بدل جاتا ہے، حتیٰ کہ حرکات وسکنات میں بھی ایڈیٹنگ ہوجاتی ہے، سر کسی کا اور دھڑ کسی کا دونوں کو جوڑ دیاجاتاہے، تو پھر ایسی صورت میں کیا کیاجائے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ علی الاطلاق سوشل میڈیا کی چیزوں کوکالعدم قراردینا یا آنکھیں بندکرکےقبول کرلینا درست نہیں ہے؛بلکہ ہر چیز کی تحقیق کی جائے،مثلااس قرینہ یاعلامت کو فریقین کے سامنے پیش کیاجائے اوران سے اس کے بارے میں استفسار کیا جائے، نیز بیک اَپ،متعلقہ افراد ، متعلقہ اداروں ا ور اس کے ماہرین کے ذریعہ بھی تحقیق کرائی جاسکتی ہے، پس سوشل میڈیاکےذریعہ حاصل موادمثلاًسوفٹ کاپی، چیٹنگ، فوٹو، آڈیو، ویڈیو، کالنگ وغیرہ کی صداقت پر قاضی کو ظن غالب ہوتو اس کی بنیاد پر فیصلہ کرسکتاہے ورنہ نہیں، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ اصل درست اور صحیح ہونے میں قاضی کا ظن غالب حاصل ہوجاناہے (انعام الباری)۔

اپنی آڈیویاویڈیو کےذریعہ کسبِ معاش:

آڈیویاویڈیو کے ذریعہ کمائی کی شرعی حیثیت اجارہ ہے یا ہدیہ؟

کسب معاش کے ذرائع بہت سارےہیں، اورزمانے کی رفتار کے ساتھ اس کے نئے نئے طریقے سامنے آرہے ہیں، آج کل آن لائن تجارت کوکافی فروغ مل رہا ہے، بعض ایسی شکلیں سامنے آئی ہیں کہ اس میں کوئی خاص سامان کی خریدوفروخت نہیں ہوتی ہے؛بلکہ اپناچینل بناکراس میں ویڈیو ڈالنا ہوتاہے، ویڈیوکوجس کثرت سے دیکھا جائے گا، اسی حساب سےکمپنی (مثلایوٹیوب)اس چینل کے مالک کو کچھ رقم دے گی اوربعض صورتوں میں فارورڈاورشیئر کرنے والے کوبھی پیسہ ملتاہے۔

پہلی صورت:

اس کو ہم اجارہ بھی مان سکتےہیں اورہبہ،ہدیہ اورانعام بھی،شرعااجارہ کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے،قرآن وحدیث اورسیرت طیبہ میں اجارہ اورہبہ کے تعلق سے کافی تفصیلات موجود ہیں۔

اجارة کے جواز کے سلسلے میں علامہ کاسانیؒ تفصیلی عبارت ملاحظہ ہو: ‘‘أما الكتاب العزيز فقوله عز وجل خبرا عن أب المرأتين اللتين سقى لهما موسى - عليه الصلاة والسلام - {قال إني أريد أن أنكحك إحدى ابنتي هاتين على أن تأجرني ثماني حجج} [القصص: ۲۷] أي على أن تكون أجيرا لي أو على أن تجعل عوضي من إنكاحي ابنتي إياك رعي غنمي

ثماني حجج، يقال: آجره الله تعالى أي عوضه، وأثابه، وقوله عز وجل خبرا عن تينك المرأتين {قالت إحداهما يا أبت استأجره إن خير من استأجرت القوي الأمين} [القصص: ٢٦] وما قص الله علينا من شرائع من قبلنا من غير نسخ يصير شريعة لنا مبتدأة ويلزمنا على أنه شريعتنا لا على أنه شريعة من قبلنا لما عرف في أصول الفقه، وقوله عز وجل {فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله} [الجمعة: ١٠] والإجارة ابتغاء الفضل، وقوله عز وجل {ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم} [البقرة: ١٩٨]-----

وأما السنة فما روى محمد في الأصل عن أبي سعيد الخدري، وأبي هريرة - رضي الله عنهما - عن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أنه قال:''لا يستام الرجل على سوم أخيه ولا ينكح على خطبته، ولا تناجشوا، ولا تبيعوا بإلقاء الحجر، ومن استأجر أجيرا فليعلمه أجره" وهذا منه - صلى الله عليه وسلم - تعليم شرط جواز الإجارة وهو إعلام الأجر فيدل على الجواز''.

وأما الإجماع فإن الأمة أجمعت على ذلك قبل وجود الاسلام حيث يعقدون عقد الإجارة من زمن الصحابة - رضي الله عنهم - إلى يومنا هذا من غير نكير، فلا يعبأ بخلافه إذ هو خلاف الإجماع''(بدائع الصنائع ۴،۱۷۳-۱۷۴)۔

اجارہ کے صحیح ہونے کے لئے فقہاء کرام نے کچھ شرائط بھی لکھی ہیں ان کا پایاجاناضروری ہے، مثلایہ کہ کام اور اجرت، عمل اورنفع دونوں معلوم اور متعین ہوں: ''وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين؛ لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة.------- (و) يعلم النفع أيضا ببيان (العمل كالصياغة والصبغ والخياطة) بما يرفع الجهالة، فيشترط في استئجار الدابة للركوب بيان الوقت أو الموضع،---(و) يعلم أيضا (بالإشارة كنقل هذا الطعام إلى كذا)''(درمختارعلی ردالمحتار ۶،۵-۱۰)۔

اپنی ویڈیو ڈالنے یافارورڈ کرنےکو اجارہ ماننے کی صورت میں یہ شرائط(نفع اورعمل) بظاہرنہیں پائی جاتی ہیں،بلکہ رجسٹریشن کرنے کی صورت میں بینک اکاؤنٹ میں پیسہ آجاتاہے،ہاں کمپنی نے اپنی مرضی کے مطابق شرائط اوراصول وضوابط طےکی ہوئی ہے، اور رجسٹریشن کے وقت آجر کو ان کی شرائط وغیرہAgreed پر کلک کرکے تسلیم کرنا ہوتا ہے، ان کے اصول وضوابط کبھی آجر کو معلوم ہوتے ہیں اورکبھی معلوم بھی نہیں ہوتے ہیں،صرف اتنا لکھا رہتا ہے :Terms and conditions appliedیعنی اصول وضوابط لاگوہوں گے، مثلا ان کی یہ شرط ہوتی ہے کہ آپ کی چینل کے اتنے سبسکرائبرس(ممبران) ہوں گےیاآپ کی ویڈیو کودیکھنے والے اتنےلوگ ہونگے،یااتنی بار شیئرہوتی ہے تو آپ کو اتنی رقم ملے گی،ورنہ کچھ نہیں ملے گا،اس لئےبیع تعاطی کی طرح عرف کی وجہ سےاستحسانا یہ بھی جائز ہوگا۔

درمختار اوراس کی شرح رد المحتارمیں ہے: ''وحكمها وقوع الملك في البدلين ساعة فساعة وهل تنعقد بالتعاطي؟ ظاهر الخلاصة نعم إن علمت المدة. وفي البزازية إن قصرت نعم

وإلا لا-----(قوله إن علمت المدة) صوابه الأجرة.----وفي التتارخانية عن التتمة: سألت أبا يوسف - رحمه الله تعالى - عن الرجل يدخل السفينة أو يحتجم أو يدخل الحمام أو يشرب الماء من السقاء ثم يدفع الأجرة وثمن الماء. قال: يجوز استحسانا ولا يحتاج إلى العقد قبل ذلك اهـ''(درمختار مع ردالمحتار ۶،۵-۶)۔

دوسری صورت:

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو ہم ہبہ مانیں،ہبہ کو ہدیہ،عطیہ، جائزہ اورانعام وغیرہ بھی کہاجاتاہے: ''الْهِبَةُ لُغَةً: الْعَطِيَّةُ الْخَالِيَةُ عَنِ الأَعْوَاضِ وَالأَغْرَاضِ، أَوِ التَّبَرُّعُ بِمَا يَنْفَعُ الْمَوْهُوبَ لَهُ مُطْلَقًا. وَهِيَ شَرْعًا: تَمْلِيكُ الْعَيْنِ بِلاَ عِوَضٍ" (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۱۴۴،۱) ''الْجَائِزَةُ: الْعَطِيَّةُ إِذَا كَانَتْ عَلَى سَبِيلِ الإِكْرَامِ يُقَال: أَجَازَهُ أَيْ: أَعْطَاهُ جَائِزَةً. وَالْجَمْعُ جَوَائِزُ. وَقَرِيبٌ مِنْهَا التُّحْفَةُ---- الأَصْل إِبَاحَةُ الْجَائِزَةِ عَلَى عَمَلٍ مَشْرُوعٍ سَوَاءٌ أَكَانَ دِينِيًّا أَوْ دُنْيَوِيًّا لأَنَّهُ مِنْ بَابِ الْحَثِّ عَلَى فِعْل الْخَيْرِ وَالإِعَانَةِ عَلَيْهِ بِالْمَال وَهُوَ مِنْ قَبِيل الْهِبَةِ" (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۱۵،۷۶-۷۷، قاموس الفقہ مادہ: ہبہ)۔

ہبہ اورہدیہ کے تعلق سے قرآن وحدیث اور سیرت طیبہ میں تفصیلات موجود ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دیاکرو، اس سے محبت بڑھتی ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''تهادوا تحابوا''(سنن بیہقی : ۱۱۹۴۶)۔

ہدایہ میں ہےکہ ہدیہ مشروع ہے،بقول صاحب ہدایہ ہبہ بھی دیگر عقود کی طرح ایک عقد ہے، جس میں ایجاب وقبول کا ہوناضروری ہے، ہبہ کردہ مال حلال اورطیب ہے (ہدایہ ۳،۲۲۲)۔

احقر کے خیال میں ہبہ اورانعام مانناہی زیادہ بہتر ہے،ایسی صورت میں اکاؤنٹ میں پیسہ آجانا قبول اور قبضہ تصور کیاجائے گا؛اورہبہ مکمل ہوجائےگا؛لیکن اخلاقی طورپر اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ کمپنی کی طرف سےایسا ہبہ ملنے کی امیدلگی رہے گی،جس سےانسان لالچ اورحرص کے گناہ میں مبتلا ہوگا، اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:''فَاتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (سورۃالتغابن: ۱۶) (تو جہاں تک ہوسکے، اللہ سے ڈرتے رہو، سنو اور مانو اور خرچ کیا کرو، یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہوگا ، اور جس شخص کو اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں)۔

اس لئے بہترہے کہ اس کی امیدنہ رکھی جائے، مل جائے تو الحمدللہ،نہ ملے تو کوئی حرج نہیں، ایسی صورت میں مستقل کسب معاش کے طورپر اس کو اپنانا مناسب نہیں ہوگا۔

بہرحال اس کو ہبہ مانیں یا اجارہ دونوں صورت میں یہ شرط ملحوظ ہونی چاہئے کہ

آڈیو یا ویڈیومعروف یعنی خیر وبھلائی اور صحیح معلومات پر مشتمل ہوں، اسلامی تعلیمات اورمقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہوں، معصیت،منکرات، مکروہات،اور غلط معلومات پر مبنی نہ ہوں،انسانیت اورملک وملت کے لئے مفید ہو،کسی بھی پہلوسے ضرررساں نہ ہوں،ورنہ آمدنی ناجائز ہوگی، اس کااستعمال کرنادرست نہیں ہوگا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نےعدل واحسان،کرنےاوربرائیوں سے باز رہنے کاحکم دیا ہے: ''إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ'' (سورہ نحل: ۹۰)۔

تفسیر مظہری میں ہے:''وَيَنْهى عَنِ الْفَحْشاءِ أی ما اشتد قبحه قولا أو فعلا وقال ابن عباس الزنى وَالْمُنْكَرِ أی ما أنكره الشرع والعقل السليم''(تفسیرمظہری ۳۶۴،۵)۔

خلاصہ یہ ہے کہ آڈیوویڈیووغیرہ کے ذریعہ جو آمدنی حاصل ہوتی ہے ،اس کو ہم اجارہ اورہبہ دونوں مان سکتے ہیں،دونوں کی گنجائش ہے، تاہم ہبہ ماننا زیادہ بہترہے،لیکن ایسی صورت میں ایسے ہبہ کی امید نہ ہو، دونوں صورت میں آمدنی کے حلال ہونے کے لئے شرط ہے کہ ویڈیو خیروبھلائی پر مشتمل ہو شراورغلط امورپر مشتمل نہ ہو۔

اپنی ویڈیو کے ساتھ اشہارات دینا

غیرمصدقہ یا ناجائز اشتہارات کی اشاعت یااپنی ویڈیو، اپنی ویب، بلاگ وغیرہ میں شامل کرناجائز نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ تو اولاقرآن کریم کی اس آیت کی خلاف ورزی ہے جس میں کہاگیاہے کہ کسی خبر کو بغیر تحقیق کے درست نہ مانا جائے: ''يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ'' (سورۃ الحجرات: ۶)، اشتہاردینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے نزدیک وہ درست ہے، اس لئے اس کا اشتہاردے رہے ہیں، اور لوگوں کو اس کی ترغیب دے رہے ہیں، ثانیااس میں دھوکہ اورجھوٹ کی آمیزش ہوسکتی ہے، جس کی قرآن وحدیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے، قرآن کریم میں جگہ جگہ جھوٹوں پر لعنت بھیجی گئی ہے، اوررسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ غَشّ فَلَيْسَ مِنَّا'' (سنن ترمذی : ۱۳۱۵) (جو کوئی دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)، اس لئے غیرمصدقہ چیزوں کا اشتہار دینا درست نہیں، ہاں اگر مصدقہ ہو تواس کو شائع کرنے کی اجازت ہے، بشرطیکہ اشتہارجائزچیزکا ہو، اور معصیت وعریانیت پر مشتمل نہ ہو۔

آن لائن گیم کھیلنے کا شرعی حکم:

شریعت میں آف لائن ایسے کھیل کود کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، جس میں جسمانی فائدہ ہو، یا جس سے ایسی مہارت حاصل ہوجوجسمانی کام کاج ،اسفاراورجنگ وغیرہ میں کام آئے،آپ ﷺ نے تیراندازی،نیزہ زنی ، شمشیرزنی، کشتی، تیراکی، اونٹ،

اورگھوڑے وغیرہ کی دوڑ میں مسابقت کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے،آپ ﷺ نے ثنیۃ الوداع اورمسجد خیف کے درمیان گھوڑدوڑ کرائی ہے،بعض کھیل جیسے تیر اندازی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگانے میں آپ ﷺ بنفس نفیس شریک بھی ہوئے، آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاکو حبشیوں کاکھیل بھی دِکھایا (سنن نسائی،باب اضمار الخیل للسبق،صحیح بخاری،باب التحریض علی ا لرمی، باب اللھو بالحراب، باب بترس المجن ،سنن ابی داؤد،باب فی السبق علی الرجل)۔

آج کل زمانہ کی رفتار نے آن لائن گیمس اور کھیل نکال دیےہیں، جیسے: پَب جی، فری فائر، کال آف ڈیوٹی، کیروم، لوڈو، ڈریم الیون، ایم پی ایل،رومی،کرکٹ، فٹ بال،ریسینگ،ڈرائیونگ،فائٹنگ اور سوڈوکووغیرہ نامی ہزاروں ایپس اور گیمس ہیں،جن میں انفرادی اوراجتماعی طورپرکھیل ہوتاہے،یونہی دل لگی کے طورپراورجوا، سٹہ وغیرہ کے طورپربھی کھیلاجاتاہے،بہرحال آن لائن کھیل اوراس کے احکام حسب ذیل ہوں گے۔

۱۔ ایساکھیل جس میں کوئی فائدہ نہیں:

آن لائن ایساکھیل کھیلنا جس میں ذہنی، جسمانی،دنیاوی یا اخروی کوئی فائدہ نہ ہو، خواہ انفرادی ہویااجتماعی ، شرط کے ساتھ ہو یا بغیرشرط کےنیزوہ جوا، قمار، بے حیائی، قتل وغارت گری، ماردھاڑ،جھوٹ اور دھوکے پرمشتمل ہو، کیوں کہ اس کا اثر انسانی ذہنیت پر پڑتاہے اور اسی چیز کووہ نیٹ کی دنیاسے باہرآکر بھی اپناتا ہے، تولغووفضول،لہو ولعب، ضیاع وقت اور ذہنی تخریب کی وجہ سےایساکھیل کھیلنا حرام اور ناجائز ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کاارشادہے: ‘‘وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ’’ (سورۃ المؤمنون: ۳) (اور جو بے فائدہ باتوں سے دوررہتے ہیں)۔

تفسیرمظہری میں ہے: ‘‘قلت والأولى أن يقال عما لا يفيدهم في الأخرة كلاما كان أو غيره ولا يحمد عليه من قول أو فعل مُعْرِضُونَ’’(سورۃ المؤمنون: ۶،۳۶۳)۔

حضرت مولانا خالدسیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں:

‘‘آیت میں لغو سے مراد ہے بے فائدہ کام ، اس میں گناہ بھی شامل ہے،اور وہ باتیں بھی شامل ہیں ، جو انسان کو اس کے فرائض سے غافل کردینے والی ہیں ، وہ باتیں بھی جو بے فائدہ ہوں اور ایسے کام بھی جو بے محل ہوں ’’ (آسان تفسیر قرآن)۔

۲۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ ہے: ‘‘وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِين’’ (سورۃ لقمان: ۶) (اور بعض لوگ (اللہ سے) غافل کردینے والی باتیں خرید تے ہیں ؛ تاکہ بغیر سمجھے بوجھے اللہ کے راستہ سے ہٹادیں اور اس کا مذاق اُڑائیں ، ایسے ہی لوگوں کے لئے رُسوا کن عذاب ہے)۔

روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ فرماتےہیں: ‘‘ولهو الحديث على ما روي عن الحسن: كل ما شغلك عن عبادة الله تعالى وذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء ونحوها’’ (روح المعانی ۱۱،۶۶)۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں: ‘‘لہو کے معنی ایسی بات یا چیز کے ہیں، جو انسان کو غافل کردے ؛ اس لئے وہ تمام باتیں اس میں شامل ہیں ، جس میں دین و دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو ‘‘ یشتری’’ کے معنی تو خریدنے کے ہیں؛ لیکن چوں کہ خریدار قیمت ادا کرکے ایک چیز کی ملکیت کو اختیار کرتا ہے ؛ اس لئے اس کے معنی اختیار کرنے کے بھی ہوسکتے ہیں ، قرآن میں بعض جگہ یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے : ‘‘ اَلَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى’’ (البقرہ: ۱۶) یہاں بھی یہی معنی مراد ہے کہ بعض لوگ غفلت میں ڈال دینے والی چیزوں یا باتوں کو اختیار کرلیتے ہیں ’’ (آسان تفسیر قرآن مجید)۔

۳۔ درمختار اور اس کی شرح میں ہےکہ ہر قسم کےغیرمفید کھیل کود حرام ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس سے نفاق پیدا ہوتا ہے(کفایہ، الدرالمختارمع ردالمحتار۶/۳۴۸)۔

۴۔ نبی کریم ﷺ نے انسان کو ہر اس چیز سے منع کیا ہے جس سے اس کا کوئی فائدہ نہ ہو، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه’’ (سنن ترمذی : ۲۳۱۷)۔

حضرت ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مالایعنی سے مراد یہ ہے کہ جس میں دنیاوی یااخروی کوئی فائدہ نہ ہو،نہ دین ودنیا کی کوئی ضرورت ہو، جس کے بغیر زندگی گزارناممکن ہو:‘‘ مَعْنَى تَرْكِهِ مَا لَا يَعْنِيهِ أَيْ مَا لَا يُهِمُّهُ وَلَا يَلِيقُ بِهِ قَوْلًا وَفِعْلًا وَنَظَرًا وَفِكْرًا...وَقَالَ وَحَقِيقَةُ مَا لَا يعنيه مالا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي ضَرُورَةِ دِينِهِ وَدُنْيَاهُ وَلَا يَنْفَعُهُ فِي مَرْضَاةِ مَوْلَاهُ بِأَنْ يَكُونَ عَيْشُهُ بِدُونِهِ مُمْكِنًا’’(مرقاۃ المفاتیح ۷،۳۰۴۰)۔

۲۔ ایساکھیل جس میں کچھ دنیاوی فائدہ ہو:

ایساکھیل جس میں کوئی اخروی یاذہنی طورپر کوئی فائدہ تو نہ ہو؛ لیکن دنیاوی فائدہ ہو، یعنی اس سے کمائی حاصل ہوتی ہو تو اس کی دوصورتیں ہیں:

الف۔ ایساکھیل جس کے کھیلنے کی وجہ سے پیسہ حاصل ہوتاہو، لیکن اس کی شکل یہ ہو کہ سبھوں نے پیسہ جمع کیا، لیکن ساری رقم یا متعینہ رقم جیتنے والےیا والوں کوملے گی،بقیہ کھلاڑیوں کو کچھ نہیں ملے گایا جتنا جمع کیا تھا اس سے کم ملے گا، تو یہ شکل جائز نہیں ہے، ایساکھیل کھیلناحرام ہے،کیوں کہ یہ قمار ا ور جوئے پر مشتمل ہے، جو حرام ہے:‘‘الْقمَار مصدر قامر هُوَ كل لعب يشْتَرط فِيهِ غَالِبا أَن يَأْخُذ الْغَالِب شَيْئا من المغلوب وَأَصله أَن يَأْخُذ الْوَاحِد من صَاحبه شَيْئا فَشَيْئًا فِي اللّعب ثمَّ عرفوه بِأَنَّهُ تَعْلِيق الْملك على

الْخطر وَالْمَال فِي الْجَانِبَيْنِ" (قواعدالفقہ : ۴۳۴)۔

"قالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ:سَمِعْتُ رَسُولَ الله ﷺيَقُولُ:"مَثَلُ الَّذِي يَلْعَبُ بِالنَّرْدِ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي مِثْلَ الَّذِي يَتَوَضَّأُ بِالْقَيْحِ وَدَمِ الْخِنْزِيرِ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي، يَقُولُ الله : تَقَبَّلَ صَلَاتَهُ يَعْنِي لَا تُقْبَلُ صَلَاتُهُ" (شعب الایمان للبیھقی: ۶۰۷۹)۔

اسی طرح انعام اگر یکطرفہ ہو، دوطرفہ نہ ہومثلا اگر رشید اورحمید نے کھیلا اورحمید نے کہا کہ تم جیت گئے تو میں تم کو انعام دوں گا،تو یہ جائز ہے، لیکن اگر اس میں یہ بھی ہو کہ اگر میں نے جیتاتو تم کو دینا پڑے گا، یا رشید نے از خود بولاکہ اگر تم جیتوگے تومیں دوں گا، یہ دوطرفہ شرط ہے، یہ جائز نہیں ہے۔

البتہ اگر کھلاڑیوں کے علاوہ کوئی تیسرا فرد یاجماعت، یونین، یاکمپنی یا ایپ والا انعام کے طورپرپیسہ دےتو یہ سب کے لئے جائز ہے۔

درمختارمیں اس کی تفصیل موجودہے: "(ولا بأس بالمسابقة في الرمي والفرس) والبغل والحمار كذا في الملتقى--- (والإبل و) على (الأقدام)---(حل الجعل) وطاب---(إن شرط المال) في المسابقة (من جانب واحد وحرم لو شرط) فيها (من الجانبين) لأنه يصير قمارا (إلا إذا أدخلا ثالثا) محللا (بينهما)" (درمختارمع ردالمحتار ۶؍۴۰۲، حلال وحرام: ۲۴۱)۔

ب۔ محض کھیلنے یعنی ایپ استعمال کرنے کی وجہ سےکمپنی کچھ پیسہ دے،جیسے کیرم، لوڈو وغیرہ تواگر اس میں جوااورسٹہ نہ ہو، کوئی بے حیائی نہ ہو،اس قدر انہماک نہ ہو کہ جس کی وجہ سے وہ حقوق اللہ اورحقوق العباد سے غافل ہوجائے؛ تو ایساکھیل مباح ہے، اس کی کمائی حلال ہے؛لیکن یہ بھی واقعہ ہے صرف چند منٹ یا چند گھنٹے کھیلنے سے ایک پیسہ بھی نہیں ملتا ہے، بلکہ کئی کئی گھنٹے کھیلناہوتاہے، اور ہزاروں کی تعداد میں اسکورScore یا پوائنٹس بنانے کی صورت میں کچھ پیسے ملتے ہیں، جو عام طورپرمکمل انہماک کے بغیر نہیں ہوتاہے،اس لئے گوکہ ایساکھیل مباح ہے، اس کی کمائی حلال ہے؛ لیکن اس سے بچنابہتر ہے،اور اس کو اپنا پیشہ بنالیناتو بہرحال مناسب نہیں ۔

۳۔ ایسا کھیل جس میں ذہنی ورزش ہو:

ایسا کھیل جس میں ذہنی ورزش ہو، جس سے ذہن تیز ہو، جیسے سوڈوکو وغیرہ کہ اس میں بعض چیزوں کو دوسرے سے ملاکر یاہٹاکرکوئی چیزبنانا، یا بعض الفاظ کو جوڑ کرنیا لفظ بنانا وغیرہ ہوتاہے، ماہرین نفسیات کاخیال ہے کہ اس سے ذہن تیز ہوتاہے۔

احقر کےخیال میں ایساکھیل کھیلنا جائز ہے، خواہ انفرادی ہویااجتماعی،ایساکھیل لایعنی میں داخل نہیں ہے، بشرطیکہ اس طرح انہماک نہ ہو، جس سے حقوق اللہ اورحقوق العباد متاثر ہونے لگیں، کیوں کہ ایسی صورت میں یہ جائز نہیں ہوگا، ہمارے اکابرؒ نے تعلیمی تاش کھیلنے کی اجازت دی ہے،اس سے اس مسئلہ کو مستنبط کیا جاسکتاہے، چنانچہ حضرت تھانویؒ نے لکھاہے : اگر ہار جیت نہ ہوتو جائز ہے، بلکہ مبتدیوں کے حق میں

شاید مفید ہے،مفتی کفایت اللہ صاحب نے لکھاہے : تعلیمی تاش بچوں کی تعلیم کے لئے استعمال کرنا مباح ہے (دیکھئے امداد الفتاوی ۲۵۳،۴، کفایۃ المفتی ۲۶۸،۹، فتاوی محمودیہ ۵۳۵،۱۹)۔

بہرحال آن لائن کسی بھی کھیل کے جائز ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ وہ کھیل بذاتِ خود جائز ہو، اس میں کوئی ناجائز بات نہ ہو۔

۲۔ اس کھیل میں کوئی دینی یا دنیوی منفعت (مثلاً کمائی یاذہنی ورزش وغیرہ) ہو، محض لہو لعب یا وقت گزاری کے لیے نہ کھیلا جائے۔

۳۔ کھیل میں غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ کیا جاتا ہو۔

٤۔ کھیل میں اتنا غلو نہ کیا جائے کہ جس سے شرعی فرائض میں کوتاہی یا غفلت پیدا ہو۔

٥۔ کھیل میں جوا اورسٹہ بازی نہ ہو۔

۶۔ اگر کھیل میں انعام ہو تو دونوں طرف سے مشروط نہ ہو، بلکہ یا تو وہ یکطرفہ ہو یا کھلاڑیوں کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف سے ہو۔

۷۔ بہرحال چوں کہ کھیل صلحاء کا عمل نہیں ہے،اورعرف میں معززاورسنجیدہ لوگ ایسے کھیلوں کو پسند نہیں کرتے ہیں؛ اس لئے جائز ہونے کے باوجود بچنابہتر ہے۔

سوشل میڈیا میں گروپ بناکر کسی کو اس کی اجازت کے بغیرشامل کرنا:

سوشل میڈیا میں گروپ کااستعمال اجتماعی طورپرکسی کام کو انجام دینے یا ایک ہی بات گروپ کے سارے ممبران تک پہنچانےکے لیے ہوتاہے، گروپ میں شامل افراد کی حیثیت کسی کمیٹی یا جماعت کے رکن اورممبر کی طرح ہوتی ہے، اس میں شمولیت کےتین طریقے ہیں:

(۱) پہلا طریقہ یہ ہے کہ گروپ ایڈمن رکن سے اجازت لیکراس کو گروپ میں شامل کرلے،اس کے جوازمیں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہےکہ گروپ ایڈمن رکن کی اجازت کے بغیر اس کو گروپ میں شامل کرلے،اس میں بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہےکہ رکن کو کوئی اعتراض نہ ہو اوردوسری صورت یہ ہے کہ اس کو اعتراض ہو،اول صورت میں کوئی حرج نہیں ہے، دوسری صورت میں درست نہیں ہے، کیوں کہ قاعدہ ہے:''الضَّرَرُ يُزَالُ''(الاشباہ والنظائر : ۷۲)،یعنی ضررکو دور کیاجائے،نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:''لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَار'' (مؤطأ امام مالک: ۳۱) (نہ کسی کو تکلیف دی جائے اور نہ بلاوجہ تکلیف کو جھیلاجائے)،نیز آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: ''الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ''(صحیح مسلم: ۶۵) (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے یعنی کسی بھی حرکت سے کسی کو

تکلیف نہ پہنچے)، ان دلائل کی بناء پرکسی کو کسی گروپ میں اس کی اجازت کے بغیر شریک کرنا درست نہیں؛ تاہم رکن کو یہ حق رہتاہے کہ وہ خود ہی گروپ سے نکل جائے۔

(۳) تیسراطریقہ یہ ہے کہ گروپ کی لنک کو شیئر کردیاجائے، اس لنک پر کلک کرکے کوئی بھی گروپ میں شامل ہوسکتاہے، بہتر شکل یہی ہوتی ہے۔

تاہم گروپ سے نکل جانے کا آپشن ہررکن کو ہر صورت میں رہتا ہے، وہ از خود گروپ کو چھوڑسکتاہے۔

کتابوں کی پی ڈی ایف بناکر شیئر کرنا

اگرکسی کتاب کی پی ڈی ایف نکال کر شیئر کرنے سے واقعی اس کے مصنف اور ناشرین کو معاشی نقصان ہوتاہے تو ایسے مصنف اورناشرین کو چاہئے کہ جملہ حقوق اپنے نام محفوظ کرلیں اور صفحہ اول میں لکھ دیں کہ مصنف یا ناشر کی اجازت کے بغیراس کی پی ڈی ایف فائل بنانا بھی منع ہے۔

اگر کوئی کتاب آن لائن موجود ہے تو اس میں پی ڈی ایف بنانے کی اجازت یا اس سے روکنے کا آپشن بھی رہتا ہے،پاسورڈ کے ذریعہ اس کو محفوظ بھی کیاجاسکتاہے، پس ایسے لوگوں کو وہ آپشن استعمال کرناچاہئے، فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق یہ کتمان علم میں شامل نہیں ہے،چنانچہ مفتی محمد تقی عثمانی نے اپنے ایک فقہی مقالہ میں اس پر تفصیلی گفتگوکی ہے اور اس کو جائز قراردیاہے، کیوں کہ دوسرے سے ضررکو دورکرنا بھی شرعی فریضہ ہے،پی ڈی ایف فائل بنانے کو بھی چوں کہ عرف میں شائع کرنا کہا جاتاہے، اورفائل بناتے وقت بھی عام طورپرلفظ Publishپر کلک کرنا ہوتاہے، اس لئے اشاعت بذریعہ پی ڈی ایف بھی اس میں شامل ہوگا (مجموعہ فقہی مقالات(۱)،رسالہ حقوق مجردہ کی خریدو فروخت، بعنوان:حق ایجاد واشاعت: ۲۲٤)۔

البتہ اگرمصنف یاناشر کی طرف سےپی ڈی ایف فائل بنانےکی اجازت ہے، یا منع نہیں ہے تو پھر پی ڈی ایف فائل بنانا اوراس کو شائع کرنادرست ہوگااوراگر آپ نے پی ڈی ایف فائل نہیں بنائی ہے،بلکہ کسی نے آپ کو بھیجاہے،تو ایسی صورت میں کسی کے مطالبہ پر اس کو شیئر کرنا بھی درست ہوگا، ورنہ کتمان علم کہلائے گا؛کیوں کہ کسی کو پڑھنے کے لئے کتاب نہ دینا،یا پی ڈی ایف فائل نہ دینا بھی علم چھپانا ہے، حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کو آگ کالگام پہنایاجائے گا، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ‘‘ من سئل عن علم علمه ثم كتمه ألجم يوم القيامة بلجام من نار’’، وفي الباب عن جابر، وعبد الله بن عمرو،‘‘حديث أبي هريرة حديث حسن’’ (سنن ترمذی: ۲۶۴۹، سنن ابن ماجہ: ۲۶۴)۔

کتابوں کے تعلق سے آج صورت حال یہ ہے کہ کتاب کی طباعت سے پہلے ہی اس کی پی ڈی ایف فائل وائرل ہوجاتی ہے، اگر آپ اس کو پاسورڈ کے ذریعہ محفوظ بھی

رکھیں تو ہیکر کے ذریعہ اس کو ختم کیاجاسکتاہے، اورکیابھی جارہا ہے، گرچہ یہ چوری کے دائرہ میں آتاہے اور گناہ ہے، لیکن جب پی ڈی ایف فائل وائرل ہوگئی تو اس کو روکنا اور اس پر کسی طرح کا ممنوع حکم لگانا مشکل ہوجاتاہے، پس ایسی صورت حال میں مصنفین اورناشرین کا مسئلہ ناقابل حل ہے۔

سوشل میڈیا استعمال کرنےکےبعض دیگر اصول وضوابط:

جواب: بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا کا استعمال شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے، اچھےکاموں کے لئے درست ہے اور غلط کاموں کے لئے درست نہیں،شریعت کادائرہ یہ ہے کہ سچائی، امانت داری،صحیح معلومات،اسلامی تعلیمات، اخلاقی واقعات، یعنی جو انسانیت، افراد، خاندان،سماج، اسلام اور ملک وملت کے لئے بہتر ہو،کے لئےسوشل میڈیا کا استعمال درست ہے، اس میں دھوکہ ،جھوٹ، وعدہ خلافی، کتربیونت،ملحدانہ افکار، غیرمسلموں کے بے جا اعتراضات اور ایسی چیزیں جس میں دنیا یا آخرت کاکوئی فائدہ نہ ہو،ان کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال درست نہیں ہے۔

سوشل میڈیا سے متعلق کچھ اہم مسائل

مفتی محمد جمیل اختر جلیلی ندوی•

عصر مینابلاغ وتبلیغ، اشتہاروتشہیر، ارسال وترسیل، افکاروخیالات اور جذبات واحساسات کی ترجمانی کابہترین ذریعہ سوشل میڈیاہے اوریہ ایک ایسا پلیٹ فارم ہے، جس کوہرکس وناکس استعمال کرتاہے، معلومات کے تبادلہ کے ساتھ ساتھ آج کل تعلیم کے لئے بھی اس پلیٹ فارم کواستعمال کیاجارہاہے اورلائیونشرواشاعت نے بہت سارے ایسے امورکی انجام دہی کوآسان بنادیاہے، جس کے تعلق سے پہلے زمانہ مینخیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا؛ بل کہ جن چیزونکو تلبیس اوردھوکہ دہی کے اندیشہ کی وجہ سے گزشتہ ادوارمیں منع کیاجاتاتھا، آج ان چیزوں کودائرۂ جواز میں لانے کی سہولت پیداہوگئی ہے، انہیں وجوہات کی وجہ سے سوشل میڈیاکے تعلق سے بعض اہم مسائل میں غوروفکرکی ضرورت ہرصاحب علم محسوس کررہاتھا، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) شکریہ کی مستحق ہے کہ اس نے اپنے سمینارکے لئے ان کوموضوع بنایااوراس سلسلہ میں سوالات مرتب کرکے اہل علم کی خدمت میں غوروفکر کے لئے ارسال کیا، انھیں سوالات کے جوابات بالترتیب یہاں دئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ راہ سداد وصواب کی توفیق دے، آمین!

جواب (۱):اس طرح کے پیغامات کی دوقسمیں ہوسکتی ہیں:

الف۔ ایسے پیغامات، جن میں خیرخواہی، اچھائی اوربھلائی کی بات ہو، اس کی وجہ سے نہ توکسی کونقصان پہنچ سکتا ہو اور نہی کسی قسم کے انتشار پیداہونے کا امکان ہو؛ بل کہ اس کی وجہ سے کچھ نہ کچھ دینی یادنیاوی فائدہ ہی ہو،نیز وہ پیغامات کسی کی طرف منسوب کئے بغیرلکھے گئے ہوں، ایسے پیغامات کی ترسیل میں راقم کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ پیغامات اس ''کلمۂ طیب '' میں سے ہیں، جس کے بارے میں صدقہ کاحکم لگایاگیاہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ'' (رواہ البخاری فی باب طیب الکلام عن أبی ہریرۃ تعلیقاً، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۴۷۲)۔

(اچھی بات صدقہ ہے)۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ مناوی لکھتے ہیں:

''اور کہا گیا ہے کہ کلمۂ طیبہ وہ ہے، جواچھائی کی رہنمائی کرتاہے، یابرائی کو

• جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک۔

دور کرتا ہے، یادولوگوں کے مابین صلح کراتا ہے، یادو لوگوں کے تنازعات کوحل کرتا ہے، یاکسی مشکل اورپیچیدہ مسئلہ کی گرہ کشائی کرتاہے، یاکسی اثر کو دور اور غصہ کوپرسکون کرتاہے" (فیض القدیر، حدیث نمبر: ۱۴۴، ۱۳۸،۱، ط:دارالمعرفۃ، بیروت ۱۹۷۲ء)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

''کل معروف صدقۃ'' (صحیح البخاری، باب کل معروف صدقۃ، حدیث نمبر: ۶۰۲۱)۔

(ہربھلائی صدقہ ہے)۔

اس کی شرح میں علامہ مناویؒ حرالی کاقول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حرالی کہتے ہیں: یہ وہ ہے، جس کی موافقت کی گواہی مشاہدہ دے اورلوگوں کے مابین اس کی مقبولیت کی نشاندہی اس طورپرکرے کہ اس کے ساتھ نکیرشامل نہ ہو، اوردوسری جگہ لکھتے ہیں: جس کولوگ قبول کریناوراس کی نکیر نہ کی جائے " (فیض القدیر، حدیث نمبر ۶۳۵۱: ۵ / ۳۲،ط: دارالمعرفۃ، بیروت ۱۹۷۲ء)۔

ان تمام وضاحتوں سے معلوم ہوا کہ ایسے پیغامات، جن میں خیرخواہی، اچھائی اوربھلائی کی بات ہو، اس کی وجہ سے نہ توکسی کونقصان پہنچ سکتا ہو اورناہی کسی قسم کے انتشار پیداہونے کا امکان ہو؛ بلکہ اس کی وجہ سے کچھ نہ کچھ دینی یادنیاوی فائدہ ہی ہو، نیز وہ پیغامات کسی کی طرف منسوب کئے بغیرلکھے گئے ہونتو ایسے پیغامات کی ترسیل میں راقم کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، ہذاماعندی واللہ اعلم بالصواب!

(ب) ایسے پیغامات، جن میں خیرکی باتیں اوراخلاقی مضامین ہوں؛ لیکن یہ کسی کی طرف منسوب ہوں، ایسے پیغامات کی تین شکلیں ہیں:

۱- یہ پیغامات قرآن اورحدیث کی طرف منسوب ہوں:اگریہ پیغامات قرآن وحدیث کی طرف منسوب ہوں تو تحقیق کے بغیرترسیل درست نہیں؛ کیوں کہ آج کازمانہ اہل فسق کازمانہ ہے اوریہ امرمشاہدہے کہ اس طرح کے بہت سارے پیغامات میں نسبت غلط ہوتی ہے، اب اگربغیرتحقیق کے اس کی نشرواشاعت کی جائے گی توغلط ہونے کی صورت میں ہم بھی گناہ گارہونگے، اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

''وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِباً أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لاَ يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ''(الأنعام: ۲۱)۔

(اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ افتراء کیا یا اُس کی آیتوں کو جھٹلایا، کچھ شک نہیں کہ ظالم لوگ نجات نہیں پائیں گے)۔

حافظ ابن کثیراس کی تفسیرمیں لکھتے ہیں:

''أي: لاأظلم ممن تقوّل على الله فادعى أن الله أرسله ولم يكن أرسله'' (تفسیرابن کثیر ۱۸/۶)۔

(یعنی اس سے بڑاظالم کون ہوگا، جواللہ پرجھوٹ گڑھ کرکہے کہ اس نے اسے بھیجاہے؛ حالاں کہ اس(اللہ) نے اسے نہیں بھیجاہے)۔

ان آیتوں میں واضح ہے کہ اللہ پرجھوٹی بات کہنے سے زیادہ ظلم والی بات اورکوئی نہیں ہے اوراللہ کی طرف نسبت کرکے غلط بات پھیلانابھی اس میں شامل ہے۔

اورحدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''کفی بالمرأ کذباً أن یحدث بکل ماسمع'' (صحیح مسلم،باب النہی عن الحدیث بکل ماسمع، حدیث نمبر: ۵)۔

(آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ ہرسنی سنائی بات کوبیان کرے)۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

''کنا نحدث عن رسول اللہ ﷺ إذالم یکذب علیہ، فلما رکب الناس الصعب والذلول ترکنا الحدیث عنہ'' (المستدرک، حدیث نمبر: ۳۸۴)۔

(ہم رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں اس وقت بیان کرتے تھے، جب ان کی طرف جھوٹ منسوب کرکے حدیث بیان نہیں کی جاتی تھی، جب لوگوںنے رطب ویابس بیان کرناشروع کردیاتو ہم حدیث بیان کرنے میں احتیاط کرنے لگے)۔

پھرقرآن نے صراحتاً حکم دیاہے :

''یَا أَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوا إِن جَاءکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَیَّنُوا أَن تُصِیْبُوا قَوْماً بِجَہَالَۃٍ فَتُصْبِحُوا عَلَی مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِیْنَ'' (الحجرات: ۶)۔

(مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کونادانی سے نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے)۔

مذکورہ احادیث وآیات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس دورِفسق میں اس طرح کے میسیج کثرت سے نشرکئے جاتے ہیں؛ اس لئے تحقیق بہت ضروری ہے، بغیرتحقیق کے بات کرنادرست نہیں؛ البتہ یہ حکم عوام کے لئے ہے، جنھینقرآن، حدیث اوراقوال کے درمیان فرق کرنانہیں آتا، جہانتک اہل علم کاتعلق ہے توچوں کہ انھیں معلوم ہوتاہے کہ واقعتایہ قرآن اورحدیث کے ہی اقتباسات ہیں؛ اس لئے ان حضرات کے لئے شیئرکرنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے، ہذاماعندی، واللہ أعلم بالصواب!

۲- یہ پیغامات کسی معروف شخص کی طرف منسوب ہوں: اس صورت میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ بغیرتحقیق کے ان کے پیغامات کوبھی فاورڈ نہ کیاجائے؛ کیوں کہ اس میں بھی دوباتوں کااحتمال ہے: ایک یہ ہے کہ وہ پیغام واقعی منسوب شخص کاہی ہو، دوسرے یہ کہ وہ منسوب شخص کانہ ہو، اگرواقعی منسوب شخص کاپیغام ہے توکوئی بات نہیں؛ لیکن اگروہ منسوب شخص کا پیغام نہینہے توہم اس کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے والے ہونگے اوراللہ تعالیٰ نے ایسے پرلعنت بھیجی ہے، ارشادہے:

'' ...لَعْنَۃَ اللہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن'' (آل عمران: ۶۱)۔

(جھوٹونپراللہ کی لعنت ہے)۔

اورنبی کریم ﷺ کافرمان ہے:

‘‘إیاکم والکذب، فإن الکذب یہدی إلی الفجور، وإن الفجور یہدی إلی النار، وإن الرجل لیکذب ویتحری الکذب؛ حتی یکتب عنداللہ کذاباً’’ (ابوداود، باب فی التشدید فی الکذب، حدیث نمبر: ۴۹۸۹)۔

(جھوٹ سے بچو، بلاشبہ جھوٹ برائیوں تک پہنچاتاہے اوربرائی دوزخ تک پہنچادیتی ہے، اورجب کوئی شخص جھوٹ بولتا رہتاہے اورجھوٹ کی عادت ڈال لیتاہے تواللہ کے نزدیک اسے جھوٹالکھ دیاجاتاہے)۔

یہاں جھوٹ اورسچ دونوں کااحتمال پیداہوگیاہے اورایسی صورت میں احتمال سے بچنے کاحکم دیاگیاہے، رسول اللہ ﷺ کاارشادہے:

‘‘دع مایریبک إلی مالایریبک’’ (رواہ البخاری فی باب تفسیر المشبہات تعلیقاعن حسان بن أبی سنان، سنن الترمذی، حدیث نمبر: ۲۵۱۸)۔

(شک والی چیز کوچھوڑکربغیرشک والی چیز کواپناؤ)۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہواکہ کسی معروف شخص کی طرف منسوب پیغامات کی ترسیل بھی بغیرتحقیق کے نہیں کرنی چاہئے؛ البتہ اگرمعروف شخص کاپیغام اس کے اپنے لیٹرپیڈ میں ہو، یاسوشل میڈیاکے اپنے پیج پر ہوتواس کے نقل کرنے میں حرج معلوم نہیں ہوتا۔

۳- یہ پیغامات غیرمعروف شخص کی طرف منسوب ہوں: یہاں غیرمعروف شخص سے مراد کیاہے؟ اس کا جاننا ضروری ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں دولفظ ملتے ہیں:

(الف) مجہول الحال: اس سے مراد وہ شخص ہے، جس کے بارے میں کوئی معلومات نہ ہوں، مجلہ دیالی میں ہے:

‘‘مجہول الحال:ہومن روی عنہ اثنان من الرواۃ، ولم یعرف شئی من أخبارہ، ولم یتہیأ دراسۃ مروایاتہ وسبرہا لتوزن بمیزان النقد’’ (مجلۃ دیالی، العددالرابع والخمسون ۲۰۱۲، ص: ۸۸)۔

(مجہول الحال سے مراد وہ شخص ہے، جس سے دوراوی روایت کریں اوراس کے حالات کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو اوراس کی مرویات کادراسہ اورتحقیق بھی نہ ہوسکے کہ میزان نقد میں سے اسے جانچاجاسکے)۔

جہاں تک مجہول الحال کی روایت کے قبول کرنے اورنہ کرنے کی بات ہے تواس سلسلہ میں درج ذیل آراء ہیں:

۱- مطلق قبول کیاجائے گا، امام صنعانی لکھتے ہیں:

‘‘الثانی: یقبل مطلقاً من غیرتفصیل، وإن لم تقبل روایۃ مجہول العین؛ لأن معرفۃ عینہ ہنا أغنت عن معرفۃ عدالتہ’’ (توضیح الأفکار ۲ / ۱۹۲-۱۹۱)۔

(دوسری رائے یہ ہے کہ بغیرکسی تفصیل کے(مجہول الحال کی روایت کو) مطلق قبول کیاجائے گا، تاہم مجہول العین کی روایت قبول نہیں کی جائے گی؛ کیوں کہ عین کی واقفیت نے عدالت کی معرفت سے بے نیاز کردیاہے)۔

۲- مطلق قبول نہیں کیاجائے گا، یہی جمہورکامسلک ہے، ابن کثیرلکھتے ہیں:

''مجہول العدالۃ ظاہراً وباطناً لاتقبل روایتہ عندالجمہور'' (الباعث الحثیث،ص: ۹۷)۔

(ظاہری اورباطنی طورپرجومجہول العدالت ہو، جمہورکے نزدیک اس کی روایت قبول نہیں جائے گی)۔

۳- توقف کیاجائے گا، ابن حجرلکھتے ہیں:

''والتحقیق أن روایۃ المستور لایطلق القول بردہا ولابقبولہا؛ بل ہی موقوفۃ إلی استبانۃ حالہ'' (نزہۃ النظر، ص: ۱۲۶)۔

(اورتحقیقی بات یہ ہے کہ مستورکی روایت کونہ تومطلق قبول کیاجائے گا اورناہی مطلق رد کیاجائے گا؛ بل کہ راوی کے حال ظاہر ہونے تک یہ موقوف رہے گا)۔

۴- اس وقت قبول کیاجائے گا، جب اس سے روایت کرنے والے دونوں راوی اسے جانتے ہوناوروہ دونوں عادل سے روایت کرتے ہوں، ورنہ نہیں، صنعانی لکھتے ہیں:

''یقبل إذاکان الراویان عنہ اللذان بہما عرفت عینہ، لایرویان إلا عن عدل، وإلا فلا'' (توضیح الأفکار ۱۹۲-۲/۱۹۱)۔

(اس وقت قبول کیاجائے گا، جب کہ ان سے روایت کرنے والے دونوں راویوں کے ذریعہ سے اس کی ذات کی پہچان ہوجائے اوروہ دونوں عادل سے ہی روایت کریں، ورنہ قبول نہیں کیاجائے گا)۔

۵- اگراس کی توثیق کسی اورکے ذریعہ سے ہوجائے تومقبول ہے، ورنہ نہیں۔

۶- اگرغیرعلم میں وہ معروف ہوتوقبول کیاجائے گا، ورنہ نہیں ----- ان دونوںآراء کوعلامہ سخاوی نے مجہول العین کے سیاق میں ذکرکیاہے (فتح المغیث ۲ / ۵۰-۴۷)۔

(ب) مستورالحال: اس سے مرادوہ شخص ہے، جس سے نہ توبدعت کاظہورہواہو، نہ ہی فسق وفجورکا اورناہی اس کے بارے میں شک وشبہ ہو، عبدالعزیز راجحی لکھتے ہیں:

''المستورالحال: ہوالذی لم تظہرمنہ بدعۃ ولافجور، وظاہرہ الخیر ، ولم یظہرمنہ فسق ولاریبۃ ولایشک فیہ'' (عون القاری بالتعلیق علی شرح السنۃللبربہاری، ص: ۳۵۴)۔

مستورالحال کی روایت قبول کرنے اورنہ کرنے کے تعلق سے چارنقاط نظرہیں:

۱- مطلق قبول کیاجائے گا، اس کے قائلین میں محدثین کی ایک جماعت، علامہ سخاوی، فقیہ عبدالغنی بن احمدبحرانی شافعی، سلیم رازی ہیں اوریہی بات بعض احناف کی طرف منسوب ہے، ان حضرات کی دلیل آپ ﷺ کی یہ حدیث ہے:

''إنما أنابشر، وإنہ یأتینی الخصم، فلعل بعضکم أن یکون أبلغ من بعض فأحسب أنہ

صدق، فأقضی لہ بذلک، فمن قضیت لہ بحق مسلم، فإنماہی قطعۃ من النار، فلیأخذہا أوفلیترکہا" (صحیح البخاری، باب إثم من خاصم فی باطل وہویعلمہ، حدیث نمبر: ۲۴۵۸)۔

۲- علی الاطلاق رد کیاجائے گا، یہ رائے محقق اصولیین اورجمہورمحدثین کی ہے، ان کی دلیل قرآن مجید کی آیت ہے:

"وَمَا لَہُم بِہِ مِنْ عِلْمٍ إِن یَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئاً" (النجم: ۲۸)۔

(حالانکہ ان کو اس کی کچھ خبر نہیں، وہ صرف ظن پر چلتے ہیں اور ظن یقین کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا)۔

۳- توقف کیاجائے گا، یہ رجحان امام الحرمین جوینی اورابن حجروغیرہ کاہے۔

۴- صدراول کے مستورالحال کی روایت قبول کی جائے گی، بعد کے زمانہ کے مستورالحال کی نہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: حکم مستورالحال والأحکام الفقہیۃ المتعلقۃ بہ، اعداد:أحمد نوری حسین، عماد أموری، جلیل الزاہدی، ورڈ فائل)۔

یہ باتیں توروایت کے تعلق سے ہے، جس میں حفاظت حدیث کے پیش نظربہت سخت اصول اپنائے ہیں؛ لیکن فقہی اعتبارسے مستورکی دوحالتینہیں:

۱- بعض حالتوں میں اس کی بات مانی جاتی ہے، جیسے: معاملات میں اس کی بات قبول کی جاتی ہے۔

۲- بعض حالتوں میں اس کی بات قبول نہیں کی جاتی ہے، جیسے:دیانات میں اس کی بات نہیں مانی جاتی ہے۔

اس لحاظ سے اگردیکھاجائے تویہ کہاجاسکتاہے کہ مستورکے وہ پیغامات، جن میں خیر کی باتیں ہوں، انتشار کا اندیشہ نہ ہوتواس کے نشرکرنے میں حرج نہیں ہونی چاہئے؛ البتہ جن پیغامات میں خیرکی باتیں نہ ہوناورجن سے انتشار وافتراق کااندیشہ ہوتوان کی نشر واشاعت سے پرہیز کرناچاہئے، واللہ اعلم وعلمہ اتم!

جواب(۲): سوشل میڈیا کی فحش اور ناجائز تصویروں سے بذات خود بچتے اور دوسروں کوترسیل نہ کرتے ہوئے اگر کوئی تکنیکی ضرورت کے تحت اس شعبہ میں ملازمت کرتاہے تویہ ملازمت کرنادرست ہے؛ کیونکہ جوچیز غلط تھی، اس سے بچتے ہوئے وہ صرف ٹیکنیکل ضرورت کے تحت کام کررہاہے، لہذا یہ اجیر ومستأجرکارضامندی کے ساتھ کیاہواایک درست معاملہ ہوا، کسی باطل طریقہ سے مال کمانانہینہوا،اور اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

"یَا أَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ لاَ تَأْکُلُواْ أَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَکُونَ تِجَارَۃً عَن تَرَاضٍ مِّنکُم" (النساء: ۲۹)۔

(مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ ہو جائے تو وہ جائز ہے))۔

اوراجارہ کامعاملہ بھی ایک قسم کی تجارت ہے، علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

''والإجارة تجارة؛ لأن التجارة:تبادل المال بالمال، والإجارة كذلک'' (بدائع الصنائع، شرائط الصحة (للاجارة)۴،۱۷۹)۔

نیزاس کی مثال ایسی ہے، جیسے بینک میں سود کے شعبے سے بچتے ہوئے ملازمت کہ علمانے اس کو جائز قرار دیا ہے؛ چنانچہ استاذ گرامی قدر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ بینک کی ملازمت کے تعلق سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''...البتہ نیچے درجے کی ملازمت (مثلا: جاروب کش، چوکیدار وغیرہ، جن کا کاروبار اورمعاملات سے تعلق نہیں، نفس عمارت کی حفاظت وغیرہ پرمامورہیں) جائزہے '' (کتاب الفتاوی۵،۳۹۲)۔

جدید فقہی مسائل میں رقم طراز ہیں:

''ہاں ایسی ذمہ داریاں، جن کاتعلق براہ راست سودی کاروبارسے نہ ہو؛ بلکہ وہ بینک کے دوسرے کام یااس کی حفاظت پرملازم ہوں، ان کے لئے اس ملازمت کاجاری رکھنا یاحاصل کرنا جائز ہے'' (جدید فقہی مسائل ۱،۲۶۸)۔

جب سود جیسی چیزوں سے بچتے ہوئے بینک میں ملازمت درست ہے توفحش چیزوں سے بچتے ہوئے تکنیکی ضرورت کے لئے سوشل میڈیاکی ملازمت بھی درست ہونی چاہئے، واللہ اعلم بالصواب!

جہاں تک اس کی دوسری شق کی بات ہے کہ اگرسائٹ کامقصد بے حیائی پرمبنی ویڈیو اورآڈیوکی اشاعت نہ ہو؛ مگر ضمنی طورپریہ کام بھی ہوتاہوتواس صورت میں بھی ملازمت درست ہونی چاہئے؛ کیوں کہ اصل اورضمن میں فرق ہوتاہے، اسی فرق کوذیل کے قاعدہ میں بیان کیا گیا ہے:

''یغتفرفی التابع مالا یغتفر فی المتبوع'' (القواعد الفقہیہ وتطبیقاتہا فی المذاہب الأربعة لمحمد مصطفی الزحیلی۱ /۱۴۷)۔

(متبوع(اصول)میں جوچیزیں قابل گرفت ہوتی ہیں،توابع مینوہ قابل گرفت نہینہوتیں)۔

البتہ احتیاط یہ ہے کہ اس طرح کی ملازت سے بچاجائے،ہذاماعندی واللہ اعلم بالصواب!

جواب (۳): اس سوال کے جواب میں تفصیل ہے:

۱- ملحدانہ افکاروالے مضامین کے بذات خود پڑھنے سے یاجس کے پاس بھیجا جارہا ہے، اس کے متاثرہونے کا امکان ہوتوایسی صورت میں ایسے مضامین کا پڑھنا یا متاثرہونے والے فردکوبھیجنادونوں درست نہینہیں، قرآن مینبہت ساری آیات موجود ہیں، جن سے ان کی تردید معلوم ہوتی ہے، ایک جگہ ارشاد باری ہے:

''وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ

یَعْقِلُونَ شَیْئاً وَلاَ یَہْتَدُون'' (البقرۃ: ۱۷۰)۔

(اورجب ان(کافروں) سے کہاجاتاہے کہ اس کلام کی پیروی کرو، جواللہ نے اتاراہے، توکہتے ہیں کہ نہیں! ہم توان باتوں کی پیروی کرینگے، جن پرہم نے اپنے باپ دادوں کو پایاہے، بھلاکیااس صورت میں بھی(ان کویہی چاہئے) جب ان کے باپ دادے(دین کی) ذرابھی سمجھ نہ رکھتے ہوں اورانھوننے کوئی (آسمانی) ہدایت بھی حاصل نہ کی ہو؟)۔

اس آیت مینصاف طورپران مشرکین کی تردید کی گئی ہے، جواپنے آباء کے غلط عقائد و افکارسے چمٹے رہناچاہتے تھے، اس آیت کی تفسیر مینحافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:جب مشرکین مینسے کافرونسے کہا جاتا کہ جوکچھ اللہ نے رسول پرنازل کیا، اس کی پیروی کرواور جس گمراہی اورجہالت مینتم ہو، اسے چھوڑدو تووہ جواب میں کہتے ہینکہ: ہم تواس کی پیروی کرتے ہیں، جس پراپنے آباء کو پایا ہے یعنی بتوناورہم سرونکی عبادت، اللہ تعالیٰ نے ان پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا: کیااگران کے وہ آباء، جن کی یہ پیروی کرتے ہیں،عقل نہ رکھیناورہدایت پرنہ ہوں (تب بھی یہ ان کی ہی پیروی کرینگے؟)'' (تفسیر ابن کثیر ۱؍۴۸۰)۔

معلوم ہوا کہ غیرشرعی اور ملحدانہ فکروفلسفہ پرمشتمل مضامین اورکتابوں کو پڑھنایاکسی متاثرہونے والے شخص کو دینا درست نہیں، اسی لئے تمام فقہاء کے نزدیک کہانت، سحر اورعلم نجوم وغیرہ کی تعلیم وتعلم غیرشرعی اورملحدانہ افکارپرمشتمل ہونے کی وجہ سے ہی حرام ہیں، علامہ حصکفیؒ رقم طراز ہیں:

''واعلم أن تعلم العلم یکون فرض عین...وفرض کفایۃ...ومندوباً... وحراماً، وہوعلم الفلسفۃ والشعبذۃ، والتنجیم، والرمل، وعلوم الطبائعیین، والسحر، والکہانۃ''(الدرالمختار ۱؍۱۲، نیز دیکھئے: فقہ شافعی: حواشی الشروانی۹؍ ۶۲، مغنی المحتاج ۴؍۱۲۰، فقہ مالکی:القوانین الفقہیۃ للغرناطی، الباب الثالث: فی العلم، ص: ۲۷۷، فقہ حنبلی:کشاف القناع للبہوتی، کتاب الجہاد۳؍۳۴، مطالب أولی النہی للرحیبانی، باب شروط من تقبل شہادتہ: ۶؍۶۱۸)۔

(جاننا چاہئے کہ علم کاحاصل کرناکبھی فرض ہوتاہے، کبھی فرض کفایۃ، کبھی مندوب اورکبھی حرام اوروہ(حرام) فلسفہ، شعبدہ اورنجوم ورمل کاعلم اورعلوم طبائع (سائنس) اورسحر وکہانت ہیں)۔

نیز ان مضامین کے پڑھنے سے سلبِ ایمان کاخطرہ ہے اور ایسے خطرہ کاسودا درست نہیں، اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللہِ الْإِسْلَامُ'' (آل عمران: ۱۹)۔

(بے شک اللہ کے تعالیٰ کے نزدیک دین تواسلام ہی ہے)۔

اورجواسلام کے علاوہ دین اختیارکرتا ہے، وہ اللہ کے نزدیک غیرمقبول ہے، ارشادہے:

''وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيْناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِيْ الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْن'' (آل عمران: ۸۵)۔

اسی طرح اگرپورے ایمان کے جانے کاسبب نہ بھی ہو تو بھی ایمان اوراس کے لوازمات کی انجام دہی میںنہ صرف یہ کہ کوتاہی پیداہوگی؛ بلکہ معاملہ استخفاف تک جاپہنچے گا، جو انکار کرنے کے حکم مینہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

''والاستخفاف فی حکم الجحود'' (ردالمحتار، کتاب الطہارۃ۱،۸۱)۔

(اوراستخفاف انکارکے حکم میں ہے)۔

اسی لئے دین کے سلسلہ میںاستخفاف کرنے والے کوفقہاء نے کافرقراردیاہے، امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

''...فإن الہازل مستخف لامحالۃ إذ الاستخفاف بالدین کفر'' (المبسوط، کتاب الاکراہ ۱۰۷،۲۴)۔

(ہازل (کھلواڑ کرنے والا)لامحالہ استخفاف کرنے والاہے اوردین کااستخفاف کفر ہے)۔

البتہ جوشخص عقائدکے اعتبارسے مامون ہواوروہ ان چیزوں کی تردیدکے لئے ایسی چیزیں پڑھتاہے تواس کے لئے گنجائش ہوگی، ہذاماعندی، واللہ اعلم بالصواب!

جواب (۴): سوشل میڈیاکے اس دورمیں واقعی یہ بڑااہم سوال ہے ، یہ طریقۂ تعلیم آج اگرچہ ہمارے سامنے مجبوری شکل میں سامنے آیاہے ؛ لیکن ترقی یافتہ ممالک میں باقاعدہ یہ ایک منظم شکل میں وجودمیں آچکاہے اورٹیکنالوجی کی ترقیات کودیکھتے ہوئے یہ کہاجاسکتاہے کہ یہ مستقبل کاایک اہم تعلیمی وسیلہ ہوگا؛ اس لئے ضرورت ہے کہ شرعی اعتبارسے اس کے جواز اورعدم جواز پربات کی جائے۔

اس کے جواز اورعدم جواز کے سلسلہ میں دورائیں ہیں:

۱- اگرآن لائن تعلیم صرف صوتی (آڈیوکی)شکل میں ہوتوجائزہے، ورنہ ویڈیوکی شکل میں(خواہ ریکارڈیڈ ہو یالائیو) درست نہیں، برصغیرکے زیادہ ترعلماء کی یہی رائے ہے، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک جاندار کی تصویرکشی حرام ہے، خواہ وہ کسی ڈیجیٹل کیمرے کے ذریعہ سے ہی کیوں نہ ہو؛ چنانچہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاون، کراچی کے ویب سائٹ پرایک سوال کے جواب مینیہ فتوی دیاگیاہے:

''واضح رہے کہ شریعت مطہرہ میں کسی بھی جان دارچیزکی تصویرکشی حرام، خواہ وہ تصویرکشی ڈیجیٹل کیمرے کے ذریعہ سے ہویاغیرڈیجیٹل کیمرے سے، بہرصورت ناجائزاورحرام ہے، ویب کیمرے کااستعمال بھی شرعاً تصویرکشی کے حکم میں ہے؛ اس لئے آن تعلیم وتدریس کے لئے یہ بنیادی شرط ہے کہ تعلیم محض صوتی یعنی صرف(آڈیوکال)کے ذریعہ ہو، ایک دوسرے کی تصویرنظرنہ آئے، یعنی تعلیم کیمرے(ویڈیوکال، لائیووغیرہ)کے ذریعہ نہ ہو، اگردوران تدریس کیمرے کااستعمال ہوتوکیمرے کارخ (فوکس) غیرجاندارچیز(بورڈ، کتاب وغیرہ)پرہو، کیمرے کے سامنے

استادیاطالب علم/طلبہ کاآنا جائز نہیں " (https://www.banuri.edu.pk، فتوی نمبر : ۱۴۴۱۱۱۲۰۰۲۰۰)۔

ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ''عن ابن عباسؓ قال:قال رسول اللہ ﷺ: من صور صورة فی الدنیا، کلف یوم القیامۃ أن ینفخ فیہا الروح، ولیس بنافخ" (صحیح البخاری،باب من صور صورة... حدیث نمبر: ۵۹۶۳)۔

۲- ''وعن رسول اللہ ﷺ:إن من أشد الناس عذاباً یوم القیامۃ الذین یصورون ہذہ الصور" (صحیح البخاری، باب مایجوز من الغضب والشدة لأمراللہ، حدیث نمبر: ۶۱۰۹)۔

۳- ''عن ابن عباسؓ ...سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:''کل مصور فی النار یجعل لہ بکل صورة صورہا نفساً فتعذبہ فی جہنم''، وقال:إن کنت لابدفاعلاً، فاصنع الشجرولانفس لہ" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۱۰)۔

۴- ''قال رسول اللہﷺ :لاتدخل الملائکۃ بیتاً فیہ تماثیل أوتصاویر'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۱۲)۔

۲- دوسری رائے یہ ہے کہ آن لائن تعلیم کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ ان کے نزدیک جب تک تصاویرکاپرنٹ نہ لیاجائے یاانہینپائیدارطریقہ سے کسی چیز پرمنقش نہ کرلیاجائے، اس وقت تک ان پرتصویرکے احکام جاری نہینہونگے؛ چنانچہ حضرت مولانامفتی شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

''حاصل یہ ہے کہ عکس جب تک کہ مسالہ وغیرہ کے ذریعہ سے پائیدارنہ کرلیاجائے، اس وقت تک عکس ہے اور جب اس کوکسی طریقہ سے قائم وپائیدارکرلیا جائے تووہ تصویربن جاتاہے، اور عکس جب تک عکس ہے، نہ شرعاً اس میں کوئی حرمت ہے اورنہ کسی قسم کی کراہت، خواہ آئینہ، پانی یاکسی اورشفاف چیزپرہو یافوٹوکے شیشہ پر، اورجب وہ اپنی حدسے گزرکرتصویرکی صورت اختیارکرے گا، خواہ وہ مسالہ کے ذریعہ سے ہو، یا خطوط ونقوش کے ذریعہ سے اورخواہ یہ فوٹو کے شیشہ پرہویاآئینہ وغیرہ شفاف چیزونپر، اس کے سارے احکام وہی ہونگے، جو تصویرکے متعلق ہیں ''(آلاتِ جدیدہ کے احکام، ص: ۱۴۱)۔

عالم عرب کے بہت سارے علماء توفوٹوگرافی کوبھی تصویرکے دائرہ میں نہینلاتے ہیں؛ چنانچہ شیخ محمدبخیت المطیعی الحنفی فرماتے ہیں:

''وعلی کل حال، فأخذ الصورة بالفوتوغرافیاالذی ہوعبارة عن حبس الظل بالوسائط المعلومۃ لأرباب ہذہ الصناعۃ لیس من التصویرالمنہی عنہ فی شئی؛ لأن التصویرالمنہی عنہ ہوإیجادصورة وصنع صورة لم تکن موجودة ولامصنوعۃ من قبل یضاہی بہاحیوانا خلقہ اللہ

تعالیٰ، ولیس ہذا المعنی موجوداً فی أخذ الصورۃ بتلک الآلۃ'' (الجواب الشافی فی إباحۃ التصویر الفوتوغرافی، ص: ۲۳)۔

(بہرحال! فوٹوگراف سے تصویرلینااوریہ سایہ کواس طریقہ پرقیدکرنے سے عبارت ہے، جس سے اس فن کے ماہرین واقف ہیں، یہ منہی عنہ تصویر میں سے نہیں ہے؛ اس لئے کہ منہی عنہ تصویرایسی صورت کووجودمیں لاناہے، جوپہلے سے نہینتھی اوراس کے ذریعہ سے اس حیوان کی مشابہت اختیار کی جاتی ہے، جسے اللہ نے پیداکیاہے، اوریہ معنی اس آلہ(فوٹوگراف) سے تصویرلینے میں نہیں پایاجاتا)۔

عصرحاضرکے ابن تیمیہ علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

''وأماالصورالشمسیۃ(الفوتوغرافیۃ)فالأصل فیہا الإباحۃ، مالم یشتمل موضوع الصورۃ علی حرام'' (الحلال والحرام فی الاسلام، ص: ۱۴۱)۔

(جہانتک شمسی تصویرکاتعلق ہے تواس میں اصل جواز ہے، جب تک کہ تصویرکاموضوع حرام پرمشتمل نہ ہو)۔

ان حضرات کے علاوہ شیخ محمدبن صالح العثیمین (دیکھئے: المجموع الثمین۱/ ۱۷۲، ۲/ ۲۵۶-۲۵۴، الشرح الممتع ۲۰۳-۲/۱۹۶، القول المفیدعلی کتاب التوحید۳ / ۲۰۴)، شیخ محمدمتولی الشعراوی (فتاوی الشیخ محمدمتولی الشعراوی۱/ ۲۴۱، ۳ /۴۴، ۱۵۲)، شیخ سالوس، شیخ احمد الخطیب، استاذ احمدمحمد جمال، محمدالخضرحسین شیخ الازہر، شیخ حسنین محمدمخلوف مفتی مصر (فتاوی عثمانی۴،۳۶۴) اورفقہ السنۃ کے مصنف شیخ سیدسابق بھی اس کے جواز کے قائل ہیں؛ چنانچہ سیدسابق لکھتے ہیں:

''أما الصورالتی لاظل لہا، کالنقوش فی الحوائط، وعلی الورق، والصورالتی توجد فی الملابس والستور، والصور الفتوغرافیۃ، فہذہ کلہاجائزۃ'' (فقہ السنۃ۳/۲۵۴)۔

(جہانتک بے سایہ تصویرکاتعلق ہے، جیسے: دیواراورکاغذمیں نقش اوروہ تصاویر، جوکپڑوں اورپردوں میں پائی جاتی ہیں اورفوٹوگرافی کی تصاویر تویہ سب جائز ہیں)۔

ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہے:

۱- ''ما رواہ بسر بن سعید:عن أبی طلحۃ عن النبیﷺ قال: إن الملائکۃ لاتدخل بیتاً فیہ الصور، قال بسر:ثم اشتکی زید فعدناہ، فإذا علی بابہ سترفیہ صور، فقلت لعبیداللہ ربیب میمونۃ زوج النبیﷺ: ألم یخبرنازیدعن الصوم یوم الأول؟ فقال عبیداللہ:ألم تسمعہ حین قال:''إلارقماً فی ثوب'' (صحیح البخاری، باب لک کرہ القعود علی الصورۃ، حدیث نمبر: ۵۹۵۸)۔

۲- ''عن عائشۃ قالت:کان لناسترفیہ تمثال طائر، وکان الداخل إذادخل استقبلہ، فقال رسول اللہ ﷺ: ''حوِّلی ہذا؛ فإنی کلما دخلت فرأیتہ ذکرت الدنیا'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۰۷)۔

دونوں دلائل کوسامنے رکھتے ہوئے علامہ عینیؒ نے جو نتیجہ نکالا ہے، وہ یہ ہے:

‘‘إنما نہی الشارع أولاً عن الصور کلہا، وإن کانت رقماً؛ لأنہم کانوا حدیثی عہدبعبادۃ الصور، فنہی عن ذلک جملۃ، ثم لما تقررنہیہ عن ذلک أباح ماکان رقماًفی ثوب للضرورۃ إلی اتخاذ الثیاب وأباح مایمتہن؛ لأنہ یأمن علی الجاہل تعظیم مایمتہن، وبقی النہی فیمالایمتہن’’ (عمدۃ القاری، باب لک کرہ القعود علی الصور : ۲۲ / ۱۱۷، ط: دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۲۰۰۱ء)۔

(شارع نے ابتداء تمام طرح کی تصویروں سے منع کیاتھا، اگرچہ کہ وہ کپڑوں پرہی کیوں نہ بنی ہوں؛ اس لئے کہ وہ تصاویرکی عبادت سے جلدہی دورہوئے تھے، لہٰذا تمام سے روک دیاگیا، پھرجب یہ ممانعت دلوں میں بیٹھ گئی توضرورت کی وجہ سے کپڑوں میں رقم کرنے کی اجازت دی کہ کپڑے بنانے میں اس کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ‘‘مایمتہن’’ کی بھی اجازت دی؛ کیوں کہ جاہل سے ‘‘مایمتہن’’کی تعظیم سے اطمینان ہوگیا اور ‘‘فیمالایمتہن’’ کی نہی نفی ہوگئی)۔

اگر دلائل پرغورکرینتویہ بات واضح ہوجائے گی کہ آج کل جوتصاویرڈیجیٹل کیمروں کے ذریعہ لی جاتی ہیں یاویڈیو کالنگ اورٹیلی ویژن پرلائیو نشر کی صورت میں جوتصویرسامنے آتی ہے، وہ تمثال کے مقابلہ میں عکس سے زیادہ مشابہ ہے اوراس کی صورت بالکل ویسی ہی ہوتی ہے، جیسے آئینہ کے سامنے آنے اورہٹ جانے سے ہوتی ہے، سامنے آنے سے عکس نظرآتاہے اورہٹ جانے سے عکس غائب؛ اس لئے سوشل میڈیاکے ذریعہ آن لائن تعلیم میں کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانہ کے بہت سارے علماء بھی ڈیجیٹل تصاویرکوعکس ہی قراردیتے ہیں؛ چنانچہ عالم اسلام کے نامور فقیہ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

‘‘...ڈیجیٹل کیمرے سے حاصل شدہ منظرجب تک کاغذوغیرہ پراس کی پرنٹ نہ لیاجائے تواسکرین کی حدتک وہ کہیں بھی تصویرکی شکل میں منقش اورقائم نہیں ہوتی؛ کیونکہ ڈیجیٹل مناظرجب سی ڈی یا چپ میں محفوظ ہوتے ہیں تو چند شعاعی اعدادوشمارکی شکل میں اس طرح محفوظ ہوتے ہیں کہ کھلی آنکھوں سے ان کامشاہدہ کیاجاسکتاہے اورناہی کسی خوردبین وغیرہ کے ذریعہ ہم انہیندیکھ سکتے ہیں؛ کیونکہ وہ تصویرکی شکل میں وہانموجود ہی نہینہوتے، پھرجب سی ڈی وغیرہ سے انہیناسکرین یاپردہ پرظاہرکیاجاتاہے تووہ بھی روشنی کے ناپائیدارشعاعی ذرات(Pixels)ناپائیدارشکل میں اسکرین پر ظاہر ہوکرفوراً ہی فناہوجاتے ہیں؛ اس لئے تصویر کی بنیادی شرط(استقراراورقیام)یہانمفقودہے، لہٰذا سادہ کیمرہ کی تصویربلاشبہ حرام تصویرکے حکم میں ہے اورڈیجیٹل کیمرہ کا منظرحرام تصویرکے حکم میں نہیں ہے’’ (فتاوی عثمانی ۴/ ۳۶۶)۔

اسی طرح جدیدمسائل پرگہری نظررکھنے والے ہندوستان کے مایہ ناز عالم حضرت مولانا برہان الدین سنبھلیؒ لکھتے ہیں:

‘‘ٹیلی ویژن پر جو کچھ نظرآتا ہے، وہ دراصل بجلی اورمشین کے ذریعہ لے

کردکھایاجانے والا عکس یاظل (سایہ) ہے، لہٰذا اس کاحکم بھی وہی ہوگا، جوان مناظرکاہے، جوٹیلی ویژن پر پیش کئے گئے ہیں...اگرٹیلی ویژن پربراہ راست ایسے مناظراورپروگرام پیش کئے جائیں، جن کابغیرٹیلی ویژن کے بھی دیکھنا اورسننا جائز ہے توایسے پروگراموں اورمناظر کا ٹیلی ویژن پردیکھنا اورسننا بھی جائز ہوگا ''(جدیدمسائل کاشرعی حل، ص: ۱۵۷)۔

استاذگرامی قدرحضرت مولاناخالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں:

''ٹی وی پرذی روح کی تصویراگر نیگیٹیولینے کے بعداس کے ذریعہ سے نشرکی جائیں، تب تواس کاحکم تصویر کا ہے اوراگربراہ راست اس طرح ٹیلی کاسٹ کیاجائے کہ فلم بنائی ہی نہ جائے تویہ عکس ہے '' (جدیدفقہی مسائل۱ / ۱۸۸)۔

ان حضرات کے علاوہ برصغیرکے اورکئی علماء نے ڈیجیٹل تصویر کو عکس قرار دے کر اس کو جائز قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاوی عثمانی ۴ / ۳۵۹ - ۳۹۵)۔

راقم الحروف بھی اسی رائے کاقائل ہے ، اس لحاظ سے تعلیمی مقاصدکے لئے ڈیجیٹل تصویرکے ذریعہ سے کام لینادرست ہے کہ یہ تصویرکے دائرہ کی چیز نہیںہے؛ چنانچہ جب عالم عرب کے مشہور عالم دین شیخ ابن عثیمینؒ سے بچونکے تعلیمی کارٹون فلمونکے بارے مینسوال کیا گیاتو انھوننے جواب دیا:

''لابأس بذلک، للفائدۃ، ولکونہ یشغلہم عمایضرہم'' (ثمرات التدوین من مسائل ابن عثیمین لأحمدالقاضی، مسئلہ نمبر: ۳۳، ص: ۱۴)۔

(فائدہ کی وجہ سے اوراس وجہ سے کہ اس کے ذریعہ نقصان دہ چیزسے غافل ہوجاتا ہے، جائز ہے)۔

اب یہ سوال رہ جاتاہے کہ اس طریقۂ تعلیم میں بعض طبی اوراخلاقی نقصانات بھی ہیں؛ لیکن ظاہرہے کہ ان نقصانات کی وجہ سے اس کے جواز پرفرق نہیں پڑے گا، نقصانات کامسئلہ الگ ہے اورڈیجیٹل تصویراورلائیوتعلیم کامسئلہ الگ ہے، اخلاقی برائیوں سے بچانے کے لئے کئی ایسے ویب سائٹ وجودمیں آگئے ہیں، جن میں یہ سہولت دی گئی ہے کہ والدین اپنے موبائل کے ذریعہ سے ایک توبچوں کی نگرانی بھی کرسکتے ہیں اوربچہ والدین کی اجازت کے بغیردوسرے سائٹ کو کھول بھی نہیں سکتا ہے، اسی طرح یہ سہولت بھی موجودہے ہم بذات خود ویب سائٹ کوبندکردیں، نیز آنکھوں کی حفاظت کے لئے اسکرین کارڈ کی سہولت بھی موجود ہے، اسی کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی کرناہوگاکہ ہم تعلیم کے لئے ایک وقت متعین کریں، اس متعینہ وقت ہی مینموبائل یالیپ ٹاپ استعمال کرنے کی اجازت دیں، ان چیزوں کے علاوہ اورجوامورا ن کی حفاظت کے لئے ہوسکتے ہوں، وہ سب اختیارکرتے ہوئے آن لائن تعلیم کی اجازت دی جاسکتی ہے، ہذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب!

جواب (۵): سوشل میڈیاایک وسیع پلیٹ فارم ہے، وہاں ہرطرح کی چیزیں موجودہیں، اچھی بھی اوربری بھی، اسی طرح ان وسائل کااستعمال بھی دونوں طرح کی چیزوں کے

لئے ہوتاہے، نیزموجودہ زمانہ میں ان وسائل کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے، پہلے زمانہ میں ایک بات کوسیکڑونلوگونتک پہنچانے کے لئے کافی وقت لگتا تھا اور پھر اس کے لئے کئی قسم کی دشواریونسے بھی گزرناپڑتاتھا؛ لیکن آج سوشل میڈیاکے ذریعہ سے منٹوں میں ہم کروڑوں لوگوں تک اپنی بات پہنچاسکتے ہیناورپھراس کام میں بہت زیادہ دشواری بھی نہیں اٹھانی پڑتی، نیزیہ ایک وسیلہ ہے، جس کے اندربذات خود کوئی برائی نہیں ہے؛ اس لئے ان وسائل کے ذریعہ سے اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات کے نشر کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس کی تائیدحضورﷺ کے اس واقعہ سے ہوتی ہے ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

''لمانزلت(وأنذرعشیرتک الأقربین)صعد النبی ﷺ علی صفا، فجعل ینادی:یابنی فہر، یابنی عدی لبطون قریش؛ حتی اجتمعوا، فجعل الرجل إذالم یستطع أن یخرج أرسل رسولاً لینظرماہو، فجاء أبولہب وقریش، فقال: أرأیتکم لوأخبرتکم أن خیلاً بالوادی ترید أن تغیر علیکم، أکنتم مصدقیَّ؟ قالوا: نعم! ماجربنا علیک إلاصدقاً، قال:فإنی نذیرلکم بین یدی عذاب شدید، فقال أبولہب: تبّاً لک سائر الیوم، ألہذا جمعتنا؟ فنزلت(تبت یدا أبی لہب وتبَّ، ماأغنی عنہ مالہ وماکسب)''(صحیح البخاری،باب(وأنذر عشیرتک الأقربین، واخفض جناحک)ألن جانبک ، حدیث نمبر: ۴۷۷۰)۔

اس واقعہ میں یہ مذکورہے کہ حضورﷺ نے دعوت کااعلان کوہ صفاپرچڑھ کرکیا، اگرآپ ﷺ چاہتے توکعبہ میں بھی سب کوبلاسکتے تھے، کہیں اوربھی بات کرسکتے تھے؛ لیکن صفا پراس لئے چڑھے؛ تاکہ آپ کی دعوت دورتک اورتمام جمع ہونے والے لوگونتک پہنچے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دعوت پہنچانے کے لئے جووسیلہ میسرہو، اس کااستعمال کیاجاسکتاہے اورموجودہ زمانہ میں سوشل میڈیابھی ایک وسیلہ ہے، لہٰذا اس کے استعمال میں کسی قسم کی کوئی برائی نہیں ہے۔

برصغیرکے بالغ نظرعالم دین مولاناابوعمارزاہدالراشدی اس تعلق سے رقم طراز ہیں:

''...اس کے ساتھ ابلاغ کے ذرائع کوبھی دیکھ لینکہ وہ دورمشینری کا دورنہیں تھا، ایسے آلات اس دورمیں وجود میں نہیں آئے تھے؛ مگراپنی بات زیادہ سے زیارہ لوگوں تک پہنچانے کافطری جذبہ موجودتھا؛ چنانچہ اپناپیغام دوسروں تک پہنچانے کے خواہش مندہرشخص اورہرگروہ یہ جذبہ پوری طرح استعمال کرتاتھا اورجناب نبی اکرمﷺ نے بھی ایسے کسی موقع سے استفادہ کرنے سے گریز نہیں کیا، مثلا: عکاظ کامیلہ کوئی مذہبی اجتماع نہیں ہوتاتھا؛ بلکہ اس کی حیثیت کلچرل فیسٹیول کی ہوتی تھی، جس میں ناچ گانابھی ہوتاتھا، شراب نوشی بھی ہوتی تھی، دنگل بھی ہوتے تھے، شعروخطابت کے مقابلے بھی ہوتے تھے، خریدو فروخت بھی ہوتی تھی اورعرب کی جاہلی معاشرت کا ہراچھا اور برا

پہلو اس میں نمایاں ہوتاتھا؛ لیکن اس کے ساتھ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک رسائی کاایک ذریعہ بھی ہوتاتھا؛ اس لئے حضورﷺ وہاں تشریف لے گئے اور ان سب سرگرمیوں کے باوجود وہاں آئے ہوئے مختلف قبائل کے لوگوں تک اپنی بات پہنچانے کی کوشش کی، اس کے علاوہ اس طرح کے دیگر میلوں میں بھی جناب رسالت مآب ﷺ تشریف لے گئے، اس سے ہمیں یہ سبق ملتاہے کہ اپنا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لئے جوذریعہ بھی موجودہو، اس کی قباحتوں کودیکھ کراسے ترک نہیں کردیناچاہئے؛ بلکہ جس حدتک ممکن ہو، اپنے مقصد اورمشن کے لئے اسے استعمال کرناچاہئے (https://zahidrashdi.org)۔

نیز اس مسئلہ پرعلامہ حصکفیؒ کی عبارت سے بھی روشنی پڑتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر، فلوللتنبیہ، فلابأس بہ''۔

(محرمات میں سے تفاخر کے طورپرڈھول بجانابھی ہے؛ لیکن اگرتنبیہ کے لئے بجایاجائے توکوئی حرج نہیں ہے)۔

اس کی تشریح میں علامہ شامی تحریرفرماتے ہیں:

''وہذا یفید أن آلۃ اللہولیست محرمۃ لعینہا؛ بل تقصد اللہومنہا: إما من سامعہا، أو من المشتغل بہا، وبہ تشعر الإضافۃ، ألاتری أن ضرب تلک الآلۃ بعینہاحل تارۃ، وحرم أخری باختلاف النیۃ بسماعہا، والأموربمقاصدہا'' (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحہ ۹؍ ۵۰۵)۔

یہاں مقصد کے بدلنے سے آلات لہوکے استعمال کی گنجائش دی گئی ہے توسوشل میڈیاپراگرچہ کے برائیانبھی پائی جاتی ہیں؛ لیکن مقصد کے فرق کے ساتھ اس کے استعمال کی بھی گنجائش ہوگی، ہذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب!

جواب (۶): قضاء کی کارروائی کی بنیادایسی چیزوں پررکھی گئی ہے، جہاندھوکہ دہی، مکروفریب اورتزویروتلبیس کاامکان نہ ہو، اسی وجہ سے یہ حکم دیاگیا ہے کہ پردہ کے پیچھے سے گواہی کی سماعت درست نہیں، فتاوی ہندیہ میں ہے:

''ولوسمع من وراء الحجاب لایسعہ أن یشہد لاحتمال أن یکون غیرہ'' (الفتاوی الہندیہ ۳ / ۴۱۲)۔

(اگرپردہ کے پیچھے سے سنے تودوسری چیزوں کے احتمال کی وجہ سے گواہی دینے کی گنجائش نہیں ہے)۔

اور اسی تزویر کے اندیشے کی وجہ سے خط پربھروسہ کرکے فیصلہ کرنے کودرست قرارنہیں دیاگیا ہے، علامہ شامی تحریرفرماتے ہیں:

''وفی الأشباہ:لایعتمد علی الخط، ولایعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین؛ لکن قال البیری: المرادمن قولہ''لایعتمد'': أی لایقضی القاضی بذلک عندالمنازعۃ؛ لأن الخط مما یزور ویفتعل کمافی مختصرالظہیریۃ'' (حاشیۃ ابن عابدین، کتاب القضاء۸ / ۴۵)۔

(اشباہ میں ہے کہ خط اوروقف کے اس مکتوب پراعتماد نہیں کیاجائے گا، جس میں سابق قاضیوں کے خطوط ہوتے ہیں، تاہم بیری ''لایعتمد '' کامطب یہ بتاتے ہیں کہ قاضی منازعت کے وقت اس کی بنیادپرفیصلہ نہینکرے گاکہ اس میں دھوکہ دہی کاامکان ہے)۔

اوراسی بنیادپریہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اصل گواہی لفظ شہادت کے ذریعہ سے مجلس قضاء کی گواہی ہے، علامہ حصکفی گواہی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''إخبارصدق لإثبات حق بلفظ الشہادة فی مجلس القضاء'' (الدرالمختارعلی ہامش ردالمحتار، کتاب الشہادات ۸؍۱۷۲)۔

(مجلس قضاء مینلفظ شہادت کے ذریعہ سے حق کوثابت کرنے کے لئے سچ کی خبردینا)۔

تزویراورتلبیس سے بچنے کے لئے ہی مجلس قضاء میں شاہدین اورفریقین کوحاضری کاحکم دیاجاتاہے، اب سوال یہ ہے کہ کیاقضاء کی کارروائی آن لائن ہوسکتی ہے یانہیں؟

اس کاواضح جواب یہ ہے کہ قضاء کی کارروائی کاانعقادآن لائن کیاجاسکتاہے؛ کیوں کہ جس تزویراورتلبیس سے بچنے کاحکم دیاگیاہے، اس حکم کی پاس داری آن لائن کارروائی منعقد کرنے کی صورت مینہوجاتی ہے، یہانہرایک کی موجودگی اسی طرح ہوتی ہے، جس طرح مجلس قضاء میں ہوتی ہے، موجودہ زمانہ میں اس کی مثال ''آن لائن نکاح '' کی ہے؛ چنانچہ مشہورفقیہ شیخ مصطفی زرقاء سے جب اس بابت سوال کیاگیاتوانھوننے جواب دیا:

''لہٰذا جب گواہ موجودہوناوربراہ راست ایجاب وقبول کوسن رہے ہوں، جوکہ عملاً ممکن ہے، باینطورکہ ایک سے زائدٹیلی فون ہوں، گواہ سن کر عقدپرگواہی دے سکینتواس طریقہ پربراہ راست عقدنکاح منعقد ہوجائے گا اوراس کے انعقاد کے لئے لازمی ارکان اورعقد کی شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے کسی قسم کا کوئی اشکال باقی نہینرہے گا '' (حکم إجراء العقود بوسائل الاتصال الحدیثیۃ(الہاتف، البرقیۃ، التلکس)، ص: ۱۱۳)۔

آن لائن قضاء کی کارروائی کے تعلق سے عبدالعزیزبن سعد الغانم ایک طویل بحث کرنے کے بعدلکھتے ہیں:

''وتأسیساً علی ماسبق، یمکن القول: إن إجراء المحاکمۃ عن بعدعبرالإنترنت باستخدام وسائل التقنیۃ الحدیثۃ أمرجائز، بالقیاس علی جواز العقدبالکتابۃ'' (المحکمۃ الالکترونیۃ، ص: ۵۹)۔

(گزشتہ باتونکی بنیادپریہ کہاجاسکتاہے کہ جدیدوسائل کااستعمال کرتے ہوئے انٹرنیٹ کے ذریعہ سے قضاء کی کارروائی جائزہے اورتحریرکے ذریعہ عقد کے جواز پراس کوقیاس کیاجاسکتاہے)۔

ایک اورجگہ لکھتے ہیں:

‘‘ولایوجدمایمنع من تحقیق ہذہ الصفات التی ذکرالفقہاء بمجلس القضاء فی المحکمۃ الإلکترونیۃ، خاصۃ إذاستحضرنا أن ہذہ الصفات ہی وسیلۃ لتحقیق مقصدالقضاء الأول، ولیست مرادہ بذاتہا؛ بحیث یقال بعدم جواز استبدال غیرہا بہا؛ بل إنہ یجوز ذلک متی ماکانت الوسائل البدیلۃ محققۃ للمقصود، ولاتحط من ہیبۃ القضاء، وتحقق الراحۃ النفسیۃ للقاضی وأعوانہ والخصوم، لاسیماإذاکانت معدۃ بشکل جید، کمالوکانت محکمۃ مہیأۃ بأفضل الوسائل والمعدات، التی تتیح التواصل بین القاضی والخصوم عن بعد فی أثناء نظر النزاع، إذا رأی القاضی أن القضیۃ لاتستدعی حضورہم لمجلس القضاء، أویکون حضورأطراف الدعوی لمحکمۃ قریبۃ من مکان وجودہم، ولوکانوا بعیدین عن القاضی ناظرالقضیۃ، فیتم ربطہم بہ إلکترونیاًعبرالدائرۃ التلفزیونیۃ باستخدام برنامج Video Conference’’ (المحکمۃ الالکترونیۃ، ص: ۱۴۹-۱۴۸)۔

بس معلوم ہوا کہ قضاء کی کارروائی اس طریقہ پرانجام دی جاسکتی ہے۔

جواب (۷): سوشل میڈیاپرجوآڈیویاویڈیواپ لوڈ کئے جاتے ہیں، ان کی دوقسمیں ہوتی ہیں:

۱- دینی اوراخلاقی مضامین پرمشتمل آڈیویاویڈیو، جیسے: قراء ت، تقاریر، نعت وحمد وغیرہ۔

۲- غیرشرعی اورغیراخلاقی چیزوں پرمشتمل آڈیویاویڈیو، جیسے: فلم، ماڈلنگ شوز وغیرہ۔

جہاں تک پہلی قسم کے آڈیواورویڈیوکاتعلق ہے تواس طرح کی چیزوں کے سننے یادیکھنے یادوسرونکوبھیجنے کی صورت میں اگرکمپنی پیسے دے تویہ روپیہ حلال ہے اوراس طریقہ پرپیسے کمانابھی درست ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

‘‘أحق ماأخذتم علیہ أجراً کتاب اللہ’’ (رواہ البخاری فی باب مایعطی فی الرقیۃ علی أحیاء العرب بفاتحۃ الکتا عن ابن عباس تعلیقاً)۔

(سب سے زیادہ جس چیز پرتم اجرت کے مستحق ہو، وہ کتاب اللہ ہے)۔

علامہ ابن بطال اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

‘‘ہوعام یدخل فیہ إباحۃ التعلیم وغیرہ’’ (شرح ابن بطال ۶ / ۴۰۶)۔

(یہ عام ہے، اس میں تعلیم وغیرہ کی اباحت داخل ہے)۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

‘‘واستدل بہ الجمہور فی جواز أخذ الأجرۃ علی تعلیم القرآن’’ (فتح الباری، فی الاجارات ۴، ۵۳۰)۔

(اس کے ذریعہ سے جمہورنے تعلیم قرآن کی اجرت پراستدلال کیاہے)۔

مذکورہ حدیث اوراس کی شرح سے یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ دینی مضامین کی نشرواشاعت پر پیسے لئے جاسکتے ہیں اوریوٹیوپ پریہی کیاجارہاہے؛ اس لئے یہ پیسہ لینااوراس کے ذریعہ سے کمائی کرنادرست ہے۔

جہاں تک دوسری صورت کی بات ہے توچونکہ یہ ویڈیواورآڈیوغیرشرعی امور پر مشتمل ہیں، جوبالکل درست نہیں، لہٰذا ان کے ذریعہ سے پیسے کمانا بھی درست نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

''وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' (المائدہ : ۲)۔

(گناہ اورزیادتی پرتعاون نہ کرو)۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

''كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً'' (المؤمنون: ۵۱)۔

(حلال کھاؤ اورنیک اعمال کرو)۔

پھریہ بھی اصول ہے:

''ماحرم فعلہ، حرم طلبہ'' (الأشباہ والنظائر، ص: ۱۳۲)۔

(جس کاکرناحرام، اس کامطالبہ بھی حرام)۔

مذکورہ وضاحت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ غیرشرعی امورپرمشتمل ویڈیوز کے ذریعہ سے پیسے کمانا درست نہیں ہے۔

سوشل میڈیا سے روپے کمانے کاایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کمپنی آپ کے چینل اور پیجیز پر اشتہار لگاتی ہے اورجتنے لوگ اس اشتہارکودیکھتے ہیں، اس حساب سے کمپنی پیسے دیتی ہے، کمپنی کے اشتہارکی وجہ سے جوپیسے ملتے ہیں، وہ نہ تومطلق مباح ہیں اور ناہی مطلق نادرست؛ بلکہ اشتہارکی نوعیت پر اس کے جواز اورعدم جواز کا انحصار ہے، اگراشتہارشرعی قباحتوں سے پاک ہوتواس کے ذریعہ سے آنے والی آمدنی درست اور اگرشرعی قباحتوں سے پاک نہ ہوتو بہرصورت وہ کراہت سے خالی نہیں؛ اسلام ویب کے ایک فتوی میں ہے:

''وإن كان بعض الإعلانات محرماً وبعضہا مباحاً، فأجرة المباح مباحة، وأجرة المحرم محرمة'' (https://www.islamweb.net،فتوی نمبر: ۱۲۴۷۲۸)۔

(اوراگربعض اشتہارات حرام اوربعض مباح ہوتومباح کی اجرت مباح اورحرام کی اجرت حرام ہے)۔

جواب (۸): اپنی ویڈیوکی نشرواشاعت کے لئے ناجائز یاغیرمصدقہ اشتہارات کوشامل کرنادرست نہیں ہوگا، ناجائزاشتہارات کاشامل کرناتواس لئے درست نہیں ہوگاکہ یہ تعاون علی الاثم ہے اورقرآن نے صراحتاً اس سے روکاہے۔

جہاں تک غیرمصدقہ اشتہارات کی بات ہے تواس کی اشاعت بھی درست نہیں، ایک تواس لئے کہ اللہ تعالیٰ کاواضح ارشاہے:

''يَا أَيُّہَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِن جَاءكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيْبُوا قَوْماً بِجَہَالَۃٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ'' (الحجرات: ۶)۔

(مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کونادانی سے نقصان پہنچا دو، پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے)۔

اورپھررسول اللہ ﷺ کاارشادہے:

''کفی بالمرأ کذباً أن یحدث بکل ماسمع'' (صحیح مسلم،باب النہی عن الحدیث بکل ماسمع، حدیث نمبر: ۵)۔

(آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ ہرسنی سنائی بات کوبیان کرے)۔

اس لئے ناجائز یاغیرمصدقہ اشتہارات کوشامل کرنادرست نہیں۔

جواب (۹): شریعت اسلامی میں کھیل کود سے منع تونہیں کیاگیاہے؛ لیکن بہت زیادہ پسند بھی نہیں کیاگیاہے؛ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

''قُلْ مَا عِندَ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللهُ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ(الجمعۃ: ۱۱)۔

(آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے پاس جوہے، وہ کھیل اورتجارت سے بہترہے)۔

تاہم اسلام سادھوسنتونکامذہب بھی نہیںہے کہ ہروقت ''خشکی ''نظرآئے؛ بلکہ اسلام میں کھیل کوداورتفریح کی بھی اجازت دی گئی ہے؛ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: عیدکے دن کچھ بچیانکھیل رہی تھیں، حضرت ابوبکرؓ نے انھینروکنے کاارادہ کیا توآپﷺ نے انھینروکتے ہوئے فرمایا:

''دعہن یا أبابکر! فإنہا أیام عید، لتعلم الیہود أن دیننا فسحۃ، إنی أرسلت بحنیفیۃ سمحۃ'' (کنزالعمال، کتاب اللہووواللعب والتغنی...۱۵،۲۱۴)۔

(ابوبکر! انھینچھوڑدو، یہ عیدکے ایام ہیں، یہودکومعلوم ہوناچاہئے کہ ہمارادین گنجائش والا ہے؛ کیونکہ مجھے ایسی شریعت دے کربھیجاگیاہے، جوافراط وتفریط سے پاک اورآسان ترہے)۔

البتہ اس کے لئے حدوداوردائرۂ کارکی تعیین کی گئی ہے، مثلاً: وہ جسمانی صحت کے لئے مفیدہو، عبادت سے غافل کرنے والا نہ ہو، ضیاع وقت کاسبب نہ بنے، سترکاخیال رکھاجائے، مردوعورت کااختلاط نہ ہو،ان میں دوطرفہ شرط نہ لگائی گئی ہو اوراسی طرح دیگرحرام غیرشرعی چیزوں سے بچاجائے وغیرہ ، ان کی رعایت کرتے ہوئے کھیل کود کی اجازت دی گئی ہے۔

اب آن لائن گیم کی نوعیت کودیکھ کراس کے جوازاورعدم جواز کافیصلہ کیاجائے گا، اگرکھیل میں مذکورہ چیزوں کی رعایت ہوتوآن لائن گیم کھیلنے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتااوراگران کی رعایت نہ ہوتوپھراس طرح گیم درست نہیں، حضرت مولانامفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

''فالضابط فی ہذا...أن اللہوالمجرد الذی لاطائل تحتہ، ولیس لہ غرض صحیح مفید فی

المعاش ولاالمعاد حرام أومکروہ تحریماً...وماکان فیہ غرض ومصلحۃ دینیۃ أودنیویۃ، فإن ورد النہی عنہ من الکتاب والسنۃ...کان حراماً أومکروہا تحریماً... وأمامالم یرد فیہ النہی عن الشارع وفیہ فائدۃ ومصلحۃللناس، فہوبالنظرالفقہی علی نوعین:الأول:ماشہدت التجربۃ بأن ضررہ أعظم من نفعہ، ومفاسدہ أغلب علی منافعہ، وأنہ من اشتغل بہ ألہاہ عن ذکراللہ وحدہ وعن الصلاۃ والمساجد، التحق ذلک بالمنہی عنہ لاشتراک العلۃ، فکان حراماً أومکروہاً، والثانی: مالیس کذلک، فہوأیضاً إن اشتغل بہ بنیۃ التلہی والتلاعب، فہومکروہ، وإن اشتغل بہ لتحصیل تلک المنفعۃ وبنیۃ استجلاب المصلحۃفہومباح'' (تکملۃ فتح الملہم۴ / ۴۳۵)۔

اب جس نوعیت کاگیم ہوگا، انعام کے تعلق سے اسی طرح کافیصلہ ہوگا، اگروہ گیم درست ہے تواس پرانعام حاصل کرنابھی درست ہوگا اوراگروہ گیم درست نہیں تواس سے انعام حاصل کرنابھی درست نہینہوگا، واللہ أعلم بالصواب!

جواب (۱۰): آج کل کے سوشل میڈیامیں سے واٹس اپ بھی ہے، اس کے ذریعہ سے لوگ بہت سارے خیرکے بھی کام کررہے ہیں، اخلاقی مضامین کی نشرواشاعت، مسئلے مسائل سے آگاہی ، قرآن وحدیث کی اشاعت وغیرہ سارے کام انجام دئے جارہے ہیں؛ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہرشخص کااپناایک ذاتی گروپ ہے اوراس میں اپنے ہرجاننے والے یا اخبارات وغیرہ میں جو نمبرات آتے ہیں، ان تمام کوشامل کرنا ''واجب '' سمجھتاہے؛ حتی کہ اگرکبھی اس گروپ سے باہرآجائیں توپھرسے جوڑدیاجاتاہے، پھریہ بات بھی دیکھی گئی ہے کہ تقریباًہرگروپ مینرطب ویابس تمام چیزیں ڈالی جاتی ہیں، بسااوقات تو دودوسال پرانی اورایک ہی چیز کومتعددفعہ شیئرکردیاجاتاہے، جس سے واقعی کوفت ہوتی ہے، ایسی صورت میں سوال یہ پیداہوتاہے کہ کیا بغیراجازت کے کسی گروپ میں شامل کرناچاہئے یانہیں؟

اس سلسلہ میں واضح بات یہ ہے کہ کسی کوگروپ مینشامل کرنے سے پہلے اجازت لینی چاہئے، بغیراجازت کسی کوگروپ مینشامل کرنا غیراخلاقی بات ہے، اب یہ اجازت دوطرح سے ہوسکتی ہے:

۱- صراحتاًاجازت۔

۲- دلالۃً اجازت۔

پہلی صورت میں توکوئی مسئلہ نہیں، اجازت مل جانے پرگروپ میں شامل کرسکتے ہیں، جہانتک دوسری صورت کاتعلق ہے تواس میں بھی گنجائش ہے؛کیوں کہ دلالت بھی صریح کے حکم میں ہوتاہے؛ چنانچہ شمس الأئمہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

''والدلالۃ فی بعض الأحکام کالصریح'' (المبسوط، باب الحجرعلی الصبی والعبد والمعتوہ ۱۳/ ۳۴)۔

(بعض احکام میں دلالت بھی صریح کی طرح ہوتاہے)۔

لیکن اگرکوئی بغیراجازت کے گروپ میں شامل کرلے توبہتربات نہیں؛ البتہ گروپ شامل کرلئے جانے کے بعدگروپ چھوڑنے کااختیارہے، اگر گروپ چھوڑ دیتاہے توعدم رضامندی سمجھی جائے گی اوراگرنہیں چھوڑتا؛ بل کہ اپنی طرف سے بعض چیزینبھی وہ شیئرکرنے لگتاہے تودلالۃً رضامندی سمجھی جائے گی۔واللہ اعلم بالصواب!

جواب (۱۱): حق تالیف اورحق طباعت کوباقاعدہ ایک حق تسلیم کیاگیاہے اوران کے ذریعہ سے نفع حاصل کرنے کوجائزقراردیاگیاہے، اس تعلق سے حضرت مولانامفتی تقی عثمانی صاحب نے ایک حدیث بطوراستدلال پیش کی ہے کہ حضرت اسمربن مضرّسؓ فرماتے ہیں:

''أتیت النبیﷺ فبایعتہ، فقال: من سبق إلی ما لم یسبقہ مسلم، فہولہ'' (ابوداود، کتاب الخراج قبیل إحیاء الموات، حدیث نمبر: ۳۰۷۳)۔

(میں نے نبی کریمﷺ کے پاس آکربیعت کی توآپ ﷺ نے ارشادفرمایا: جوشخص کسی مسلمان سے پہلے کسی (خالی زمین) پرسبقت حاصل کرلے تووہ اسی کی ہے)۔

پھرعلامہ مناویؒ کاقول نقل کیاہے کہ انھوںنے اس بات کوراجح قراردیاہے کہ یہ احیاء موات کے سیاق میں واردہوئی ہے؛ لیکن بعض علماء سے یہ نقل کیاہے کہ یہ ہرقسم کے عین، بئراورمعدن کوشامل ہے، جو ان میں سے کسی چیزکوپہلے پائے تووہ اس کی ہے (فیض القدیر ۶ / ۱۴۸)۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ حق تالیف مؤلف کااورحق طباعت طابع کاحق ہے تو ظاہرہے کہ بغیران کی اجازت کے ان کے حقوق سے استفادہ درست نہیں، اسی ملکیت غیرسے انتفاع درست نہ ہونے کی وجہ سے غصب شدہ کپڑے میں نماز کومکروہ قرار دیا گیا ہے؛ چنانچہ احمدبن محمدطحطاوی لکھتے ہیں:

''تکرہ الصلاۃ فی الثوب المغصوب وإن لم یجدغیرہ لعدم جواز الانتفاع بملک الغیر'' (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ ۳۵۸)۔

(ملک غیرسے انتفاع جائز نہ ہونے کی وجہ سے غصب شدہ کپڑے میںنماز مکروہ ہے، اگرچہ کہ دوسراکپڑا موجودنہ ہو)۔

مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہواغیرکی ملکیت سے فائدہ اٹھانابغیراس کی اجازت کے درست نہیں اور ناشر اور مصنف کی اجازت کے بغیرPDF کتابوں کی سوشل میڈیا پر نشرواشاعت بھی اسی میں شامل ہے؛ اس لئے ایساکرنا درست نہیں، مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''وبالجملۃ، فالراجح عندنا، واللہ سبحانہ أعلم، أن حق الابتکار والتألیف حق معتبرشرعاً، فلایجوز لأحد أن یتصرف فی ہذاالحق بدون إذن من المبتکرأوالمؤلف'' (فقہ البیوع ۱ ،۲۸۶)۔

(خلاصہ یہ کہ ہمارے نزدیک- واللہ اعلم-حق ایجاد وتالیف شرعاً معتبرحق ہے، لہٰذا مؤلف اورموجد کی اجازت کے بغیراس حق میں کسی کوتصرف کرنے کی اجازت نہیں ہوگی)۔

البتہ اگرمؤلف اورناشرخود ہی PDFمہیاکرادے توپھراس کی نشرواشاعت میں کوئی قباحت نہینہے، ہذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب!

جواب (۱۲): یہ بات گزرچکی ہے کہ سوشل میڈیاایک ایساپلیٹ فارم ہے، جہانرطب ویابس، خیروشر، نفع ونقصان، اچھائی اوربرائی ہرطرح کی چیزیں مہیاہیں، اورآج کے اس زمانہ میں اس سے بچ پانا بہت دشوارہے، ایسے میں ساراکردار سوشل میڈیا استعمال کرنے والے کاہے کہ وہ اس سے کیاحاصل کرتاہے، نیز اس کے استعمال کے وقت چندچیزوں کاخیال رکھناچاہئے:

۱- سب سے پہلے تویہ خیال ہوناچاہئے کہ یہ اللہ کی ایک نعمت ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

''وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ جَمِيْعاً مِّنْهُ إِنَّ فِيْ ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ'' (الجاثیہ : ۱۳)۔

اورنعمت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اگراس پرشکراداکیاجائے تواوردیاجاتاہے اورناشکری پرسزاکامستحق قرارپاتاہے، اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

'' لئن شکرتم لأزیدنکم، ولئن کفرتم إن عذابی لشدید'' (ابراہیم: ۷)۔

(اگرتم شکراداکروگے تومینتمہینمزیدعطاکرونگا اوراگرشکرادانہینکروگے توبلاشبہ میراعذاب سخت ہے)۔

۲- سوشل میڈیااستعمال کرتے وقت ذہن میں یہ بات رہنی چاہئے کہ ہمارے ہرہرعمل پرگواہ موجودہے اور قیامت کے دن اس کی گواہی پرفیصلہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

''يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ''(النور: ۲۴)۔

۳- پوسٹ کرتے وقت یہ بات یادرہنی چاہئے کہ اس میں کوئی خیراوراصلاح کی بات ہو، الحادوگناہ کی بات نہ ہو، ورنہ اس کابوجھ اٹھاناپڑے گا، اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

''لِيَحْمِلُواْ أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلاَ سَاء مَا يَزِرُون'' (النحل: ۲۵)۔

اسی طرح حدیث میں ہے:

''من دعا إلی ہدی کان لہ من الأجر مثل أجورمن تبعہ، لاینقص ذلک من أجورہم شیئا، ومن دعاإلی ضلالۃ کان علیہ من الإثم مثل آثام من تبعہ، لاینقص ذلک من آثامہم شیئاً'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۷۴)۔

۴- اس کے ذریعہ سے کسی کے راز کا افشا نہ کیاجائے، اللہ کے رسول ﷺ کا

ارشادہے:

‘‘من سترمسلماً سترہ اللہ یوم القیامۃ’’ (متفق علیہ)۔

۵- سوشل میڈیا پردوست بھی بنائے جاتے ہیں، ایسے میں یہ دیکھناضروری ہے کہ آپ دوست کیسے ہیں؟ کیونکہ انسان کی فطرت کاپتہ اس کے دوستوں کودیکھ کربھی ہوتاہے، اسی لئے حدیث مینکہاگیاہے:

‘‘الرجل علی دین خلیلہ، فلینظر أحدکم من یخالل’’ (ابوداود، حدیث نمبر: ۴۸۳۵)۔

۶- سوشل میڈیاپرکسی کامذاق نہ اڑایاجائے؛ کیوں کہ اس سے منع کیاگیاہے، اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

‘‘أَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا یَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ عَسَی أَن یَکُونُوا خَیْراً مِّنْہُمْ وَلَا نِسَاء مِّن نِّسَاء عَسَی أَن یَکُنَّ خَیْراً مِّنْہُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِیْمَانِ وَمَن لَّمْ یَتُبْ فَأُوْلَئِکَ ہُمُ الظَّالِمُون’’ (الحجرات: ۱۱)۔

۷- اس کے ذریعہ سے ہم اوقات کوضائع کرنے والا نہ بنیں۔

۸- یہ ذرائع عبادات سے غافل کرنے والے نہ بنیں، اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

‘‘رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَلَا بَیْعٌ عَن ذِکْرِ اللہِ وَإِقَامِ الصَّلَاۃِ وَإِیْتَاء الزَّکَاۃِ یَخَافُونَ یَوْماً تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَار’’ (النور: ۳۷)۔

یہ وہ بنیادی باتیں ہیں، جن کالحاظ سوشل میڈیاکے استعمال کرتے وقت ضرور رکھناچاہئے۔

سوشل میڈیا کا استعمال - اسلام کی نظر میں

مفتی سید باقر ارشد قاسمی•

تمہید:

جدید ٹیکنالوجی کے میدان میں اس وقت زبردست انقلاب برپا ہے، انٹرنیٹ، وائی فائی، نیز موبائل کے بعد اب روابط و مراسم کے سلسلہ میں سوشل میڈیا بہت ہی انقلابی ایجاد ہے جس سے دنیا بھر میں کہیں بھی کسی سے بھی رابطہ ممکن ہوگیا ہے، بلکہ صرف انگلیوں کے پوروں سے قریب قریب ہر کام ممکن ہوگیا ہے، ای بینکنگ، ای بزنس، ای پرچائزنگ، دفتری امور سارے کے سارے انٹرنیٹ سے ہونے لگے اور اب تو ایجوکیشن بھی آن لائن ہونے لگا ہے، زندگی سے جڑے تمام شعبوں کے کام کاج اب سوشل میڈیا و انٹرنیٹ سے ممکن ہوگئے ہیں، بلکہ اب تو ویڈیو کالنگ کی سہولت نے دوریوں کو ختم کردیا، جدائی ، غریب الوطنی،اپنوں سے دوری وغیرہ جیسی کیفیات کو ہی معدوم کردیا ہے، رشتہ دار کتنی ہی دور کیوں نہ ہو صبح وشام اس سے ویڈیو کالنگ سے ملا قات ہوجاتی ہے، نہ صرف یہ بلکہ اب تو سوشل میڈیا پر اتنی ساری سہولیات ہیں جن پر گمان ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا ہماری اپنی دنیا سے ایک الگ دنیا ہے جس میں ہر شئی ڈیجیٹلائزڈ ہے۔

کمیونی کیشن کے سلسلہ میں سوشل میڈیا نے جہاں لوگوں کو قریب کردیا وہیں بہت سارے مفاسد کو بھی جنم دیا ہے، سوشل میڈیا سے پہلے ہر کام مثبت ہو کہ منفی سست رفتار بلکہ اپنی رفتار سے ہوا کرتا تھا، مگر اب ہر کام میں اتنی تیزی آگئی ہے کہ صرف ایک کلک کی بات ہے اورہمارا کام ہوجاتا ہے، اسی طرح سوشل میڈیا میں جائز امور کی انجام دہی، حلال کاموں، بلکہ مستحسن و نیک کاموں کو انجام دینے کی سہولت ہے، اسی کے ساتھ ساتھ ناجائز، حرام، لایعنی ،بے حیا، مخرب الاخلاق وبے دینی، لادینی والے کام بھی بکثرت انجام پاسکتے ہیں، بلکہ جو دین وایمان کو ثانوی چیز سمجھتے ہیں، بلکہ دین کا ان کے پاس کو ئی مقام نہیں ہے سوشل میڈیا نے ایسے لوگوں کو بے لگام کردیا اور وہ ٹک ٹاک، یوٹیوب، سیلفی جیسی ایپ یا سہولتوں سے ہرجائز و ناجائز کام علانیہ کرنے لگے ہیں، سوشل میڈیا جہاں معلومات کا، اچھی باتوں کا سمندر ہے وہیں بے حیائیوں اور عریانیت کاطوفان ہے جو آن کی آن انسان سے اس کی معصومیت کو چھیننے کے لئے کافی ہے۔

ان ہی تمام حقائق کے پیش نظر اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ مستحسن اقدام ہے کہ اس

• چن پٹن، رام نگر ، بنگلور، کرناٹک۔

نے اپنے اگلے سمینار کے لئے ‘‘سوشل میڈیا ’’ کے استعمال کا موضوع منتخب کیا ہے جس کی رو سے سوشل میڈیا کے استعمال کے سلسلہ میں اسلام کی ہدایات سے عوام کو واقف کرانا مقصود ہے،سوشل میڈیا کا استعمال کہانتک جائز ہے؟ ناجائز امور کیا ہیں؟کتنی گنجائش ہے اور کتنی احتیاط کی ضرورت ہے؟ اس پر تبادلۂ خیال، شرعی احکام، نیز فقہی راہ نمائی کے لئے انشاء اللہ یہ سمینار ممد ومعاون ہوگا۔

بہرکیف ! اس موضوع کے سلسلہ مینا حقر کی آراء پیش ہیں:

۱۔ غیر مصدقہ وغیر معتبر خبروں کی سوشل میڈیا پر اشاعت و تشہیر:

آج کل سوشل میڈیا کا استعمال بہت زیادہ عام ہے، ہر شخص کے ہاتھ میں آن رائڈ موبائیل فون ہے اور ہر ایک کا انٹرنیٹ پر واٹس اپ اکاونٹ، فیس بک اکاؤنٹ، انسٹاگرام اکاونٹ، ٹویٹر اکاؤنٹ ، یو ٹیوپ و گوگل وغیرہ ہے، نیز یہ بھی عام ہوتا جارہا ہے کہ شرعی مسائل، سماجی مسائل اور دینی معلومات سے متعلق اکثر پیغامات کا تبادلہ اور ان کی ترسیل بھی سوشل میڈیا گروپوں میں، چینلوں میں، ای میل کے ذریعہ اور شخصی طور پر ذاتی اکاونٹ پر ہوتی ہے، ان میں سے بعض مصدقہ خبریں و معلومات ہوتی ہیں اور بعض معلومات غیر مصدقہ بھی، ایسی صورت میں جب کہ خبر کے سلسلہ میں یہ پتہ نہ ہو کہ وہ مصدقہ و سچی ہے یا غیر مصدقہ تو ایسی غیر مصدقہ خبر یا مواد کی تشہیر واشاعت ‘‘ناجائز’’ بھی ہے اور غیر اخلاقی بھی، اس لئے کہ شارع علیہ السلام نے جھوٹ سے، غیبت سے، ناحق حق بات کہنے سے اور کلام میں تلبیس پیدا کرنے سے روکا ہے۔

علاوہ ازیں سوشل میڈیا پر اکثر مسیج یا پوسٹ غیر مصدقہ ہی ہوا کرتے ہیں، اکثر اخبار و خبریں جو وائرل ہوتی ہیں وہ غیر مصدقہ ہوتی ہیں، اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ جب تک بات مصدقہ نہ ہو تب تک اس کو سوشل میڈیا میں سیئر نہ کیا جائے۔

نیز آج کل ایسی غیر مصدقہ خبریں، بہت ساری غلط فہمیاں ، تنفر، نفرت، دشمنی، مختلف برادریوں ، جماعتوں، قوموں میں عداوت و فرقہ وارانہ تشدد کا باعث بن رہی ہیں، ایسی خبروں کو بغیر تصدیق و تحقیق سوشل میڈیا پر سیئر کرنا یا فارورڈ کرنا بھی ناجائز ہے، اور گناہ والا فعل ہے، کیونکہ اس سے امن و سلامتی، بھائی چارہ اور آپسی محبت و الفت، نیز یکجہتی متاثر ہوتی ہے، اور ذہنوں میں فساد کا،نفرت کا باعث ہوتی ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘وَلَا تَلْبِسُوا الحَقَّ بِالبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الحَقَّ وَ أَنْتمْ تَعْلَمُون’’ (سورۃ البقرہ : ۴۲) (اور حق بات کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ)۔

ایک موقع پر ارشاد ہوا:‘‘ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اِنْ جَائَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا أنْ تُصِيْبُوْا قَوْماً بِجِهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا علىٰ مَا فَعَلْتُم نَادِمِيْنَ’’ (سورۃ الحجرات : ۶) (اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو، کہیں کسی قوم پر بے خبری سے

نہ جاپڑو، پھر اپنے کئے پر پشیماں ہونے لگو)۔

ایک موقع پر ارشادِ باری ہوتا ہے:''قَول معروف ومغفرة خير من صدقة يتبعها أذى والله غنى حليم'' (سورة البقرہ: ۲۶۳) (اچھی بات کہنا اور درگذر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے نیاز اور حلم والا ہے)۔

حدیث شریف میں ہے: ''عن أبی ہریرةؓ قال؛ قال رسول اللہ ﷺ : آیة المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان'' (سنن الترمذی رقم حدیث: ۲۸۴۰) (منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانت دی جائے تو خیانت کرے)۔

اور رسول اللہﷺ کا ارشاد ہے: ''بلغوا عنی ولو آیة، وحدثوا عن بنی إسرائیل ولا حرج و من كذب علیّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار'' (صحیح البخاری،کتاب الاحادیث الانبیاء ، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل) (میری بات لوگوں تک پہنچاؤ اگر چہ کہ ایک جملہ ہی کیوں نہ ہو، اور بنی اسرائیل سے حدیث لیا کرواس میں کوئی حرج نہیں، اور جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں کرلے)۔

۲۔ فحش وناجائز تصویروں والی سوشل میڈیا کمپنی میں ملازمت کرنے کا حکم:

محض تصویر بنانا اور اس کو فروخت کرنا حرام و ناجائز ہے، اور رہی بات فحش و ناجائز تصویروں کی تو ان کی حرمت تو اور سخت ترین ہوگی، اور ان کے حرام ہونے میں کوئی شک و شبہ ہی نہیں ہے، چاہے وہ ہاتھ سے بنائیں،کیمرہ سے لیں، ڈیجیٹل کیمرہ سے بنائیں ،چاہے اس میں ثبات ہو یا وہ متحرک ہو، لائیو چلائی جائے یا ریکارڈ کی جائے، ہر حالت میں فحش تصویریں حرام ہیں۔

حقیقت میں جس شئی کو یا جس عضو کودیکھنا حرام ہے، غیر محرم عورت یا غیر محرم مرد کے جن حصوں کو دیکھنا حرام ہے تصویروں میں بھی ان حصوں یا ان اعضاء کو دیکھنا حرام ہے، ان کی تصویر کشی اور ان کی نمائش فحاشی ہے ، شریعت میں سخت ناجائز و حرام ہے۔

چنانچہ اسی بناء پر کسی ایسی کمپنی یاایسے چینل کے لئے یا ویب سائٹ کے لئے کام کرنا جس کا مقصد فحش یا بے حیا تصویریں بناناہو کہ جن کے بغیر اس کمپنی کا کام نہ ہوتا ہو، حرام ہے، اگرچہ کہ وہ خود احتراز و اجتناب کرے، مگر تکنیکی شعبہ میں کام کرے،مطلق ایسی کمپنی میں کام کرنا جائز نہ ہوگا۔

کیونکہ جب کمپنی کا کاروبار ہی فحاشی پر مبنی ہے تو پھر اس میں کسی بھی قسم کا کام گویا کہ فحاشی کی معاونت کرنا ہے، فحاشی کے فروغ میں حصہ لینے کے مماثل ہے، جوکہ سخت حرام و ناجائز ہے، جیسا کہ زنا حرام ہے، اسی طرح کسی کو زنا کرتے

ہوئے دیکھنا بھی حرام ہے، جوا کھیلنا حرام ہے، اسی طرح کسی کو جوا کھیلتے ہوئے دیکھنا بھی حرام ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''وَلَا تَعَاوَنُوا علىٰ الإثمِ والعُدوَان'' (سورۃ المائدہ) (نافرمانی و گناہوں کے کاموں میں ایک دوسرے کی معاونت مت کرو)۔

رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ أشدَّ النَّاسِ عَذَاباً عِنْدَ اللهِ يَومَ القِيَامَةِ المُصَوِّرُوْنَ'' (صحيح البخاری، رقم الحديث: ۵۹۵۰) (رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے پاس لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب مصوروں کو ہوگا)۔

الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:'' یحرم تصویر ذوات الأرواح مطلقاً''(۱۰۲،۱۲)۔

قواعد الفقہ میں ہے:''اِنَّ اعتناء الشرع بالمنہیات أشد من اعتناءہ بالمامورات''(قواعد الفقہ،۱۳۳)۔

ہاں اگرکوئی ایسی کمپنی جس کا کاروبار غیر شرعی نہ ہو، سودی نہ ہو،فحاشی کا فروغ جس کا مقصد نہ ہو، یعنی سنیما، ماڈلنگ یا فلم بینی وغیرہ اور جو ضروریات زندگی سے متعلق کاروبار کرتی ہو اور اس کمپنی میں ضمنی طور پر تصویروں کا کام ہوتا ہو(یعنی اس کا ایک شعبہ ہو جیسے اشتہارات کا شعبہ) تو ایسی کمپنی میں تصویر کشی کے علاوہ، تصویروں والے کام سے اجتناب و احتراز کرتے ہوئے کوئی دوسرا کام کرسکتا ہے ،لیکن حتیٰ المقدور فحش تصویروں سے بچنے کی کوشش کرے ،اس کا یہاں کام کرنا مع الکراہت جائز ہے، مگر جلد از جلد دوسرا کام تلاش کرکے اس کام کو ترک کردے۔

سوشل میڈیا میں یہ ممکن نہیں کہ منہیات سے گریز ہوسکے،تصویروں کے بغیر سوشل میڈیا ناکام و ناتمام ہے، اس لئے اس کا اتنا ہی استعمال ہونا چاہئے جتنے کی ضرورت ہے اور اس کام میں شریعت کی پابندی ہو، یعنی منہیات سے حتیٰ المقدور اجتناب ہو۔

چونکہ فی زمانہ حالات کی ابتری کی وجہ سے،مہنگائی اور بے روزگاری، نیز روزگار کے نہ ملنے کی وجہ سے نوجوان پریشان ہے، مجبور ہے،اس کی اسی مجبوری کو دیکھتے ہوئے یہ گنجائش دی جاسکتی ہے کہ ایسی کمپنیوں میں وہ کام کرے جس کا بنیادی مقصد فحاشی اور غیر شرعی امور کا فروغ نہ ہو، بلکہ ضمناً اس میں تصویر کشی کا کام بھی ہوتا ہو، مگر اس نوجوان کے لئے کوئی دوسرا کام جو فحش و منہیات پر مبنی نہ ہو موجود ہوتو وہ اس وقت تک وہ کام کرسکتا ہے جب تک کہ کوئی دوسرا کام اس کو نہ مل جائے۔

وفی الاشباہ و النظائر: ''الضرورات تبیح المحظورات، وإساغۃ اللقمۃ بالخمر، و التلفظ بکلمۃ الکفر للإکراہ'' (الاشباہ والنظائر؛ الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، القاعدۃ الخامسۃ،۱ ۱۱۸، رقم القاعدۃ ۵۶۸)۔

وایضاً: ‘‘وما أبیح للضرورۃ یقدر بقدرھا’’(الاشباہ و النظائر ۱۱۹،۱)۔

۳۔ ملحدانہ افکار، اسلام پر اعتراض و اخلاقی اقدار کے استخفاف والے مضامین کی سوشل میڈیا پر ترسیل:

عوام کے لئے ایسے مضامین جو ملحدانہ افکار پر، اسلام پر اعتراضات پر اور اخلاقی اقدار کے استخفاف پر مبنی ہونکو پڑھنا ‘‘ناجائز ’’ ہے اور آگے بھیجنا سخت حرام ہے، کسی متنازعہ اور ناقابلِ اشاعت و ناقابلِ مطالعہ مواد کے رد کے سلسلہ میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ وہ مواد پھیلنے نہ پائے، بلکہ اس کی اشاعت کے بغیر بھی اشاروں وکنایوں میں اس کا رد ہوسکتا ہے، ناقابلِ اشاعت و ناقابلِ مطالعہ مواد کا رد کرنے کی نیت سے سوشل میڈیا پر شائع کرنا سخت گناہ ہے،کیونکہ اس سے معترض یا دریدہ دہن مضمون نگار کا مقصد پورا ہوجاتا ہے ، وہ اس کی تشہیر ہی تو چاہتا ہے اور اس کا رد کرنے والے اس مضمون یا مواد کو شائع کرکے اس کے مقصد کو پورا کررہے ہیں۔

ہاں البتہ علماء کے لئے (جو اس کا رد کرنے والے ہوں) یہ گنجائش ہے کہ اس مضمون یا مواد کا مطالعہ کریں، تاکہ اس کا جواب دے سکیں، لیکن ان کو بھی اس کی اشاعت کی یا تشہیر یا سوشل میڈیا پر آگے بڑھانے کی اجازت نہ ہوگی۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:‘‘وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَىٰ الاِثْمِ وَالعُدْوَان’’ (سورۃ المائدہ: ۲) (زیادتی اور گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کیا کرو)۔

تفسیرمظہری میں اس آیت کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے:‘‘لَاتَعَاوَنُواعَلَىٰ اِرتِکَاب المنھِیّات’’ (۱۹،۳) (منہیات کے ارتکاب میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو)۔

ملحدانہ افکار، اسلام پر اعتراضات والے مضامین کا پڑھنا گویا کہ کفر کے قریب ہونا ہے اور پڑھ کر ان کو ‘‘فارورڈ ’’ کرنا گویا کہ اس کفر والحاد کے مشن کو آگے بڑھانا اور اس میں شرکت کرتے ہوئے ان افکار کو فروغ دینا ہے، چنانچہ ایسا کرنا بھی کفر کے اختیار کرنے کے مترادف ہے ، اسی لئے شعوری و غیر شعوری طور پر ، بلا قصد یا قصداً ایسا کرنا سخت گناہ ہے، معاونت علیٰ الاثم و العدوان ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:‘‘فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الاوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ’’ (سورۃ الحج: ۳۰) (اور تم پرہیز کرو بتوں کی نجاست سے اور احتیاط کرو جھوٹی بات کہنے سے)۔

چنانچہ البحر الرائق میں ہے:

‘‘ومن قصد الکفر ساعۃ و یوماً فھو کافر فی جمیع العمر’’ (البحر الرائق۱۲۳،۵) (اور جس نے ایک لمحہ یا ایک دن کے لئے کفر کا قصد کیا وہ عمر بھر (جب تک کہ توبہ و استغار کرکے تجدید ایمان نہ کرلے)کافر رہے گا)۔

‘‘کذا (یکفر) من حسن رسوم الکفرۃ’’(اور اسی طرح (کافر ہوجائے گا) وہ شخص جس نے کفریہ رسوم ورواج کی تحسین کی) (البحر الرائق۱۲۴،۵)۔

احکام القرآن میں ہے:''قرأة الکتب السابقة من التوراة والإنجیل ومثلها یجوز للعالم لا لغیره ومثلها الکتب التی تجمع الرطب أو الیابس فی الإسلامیات'' (أحکام القرآن المفتی شفیع العثمانی۳،۱۰۱) (سابقہ کتب سماوی جیسے توریت، انجیل وغیرہ کو پڑھنے کا عالم کے لئے تو جوازہے، غیر عالم کے لئے نہیں اور اس طرح سے ان کتابوں کا پڑھنا جن میں اسلامیات کے نام سے رطب و یابس جمع کردئے گئے ہوں جائز نہیں)۔

۴۔ آن لائن ایجوکیشن کا حکم:

آن لائن ایجوکیشن یا آن لائن تعلیم زمانے کے تغیرات کی بنا ء پر ایک ضروری اضافہ ہے، بلکہ سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقیات نے حصول تعلیم کو بھی آسان و سہل بنادیا ہے، چنانچہ یوروپ و مغربی ممالک میں اب یہی طریقہ رائج ہوتا جارہا ہے، ادھر ہمارے ملک میں کورونا کی وبا کی قہر سامانی کی وجہ سے تعلیم گاہیں، اسکول، یونیورسٹیاں، نیز مدرسے بند ہیں ، چنانچہ اس آن لائن ایجوکیشن کے طریقے کو یہاں بھی اپنا یا گیا ہے، یہ اور بات ہے کہ اب تک اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا ہے، مگر زمانے کے تیور یہ بتارہے ہیں کہ اب آہستہ آہستہ تعلیم کے لئے یہ طریقہ رائج ہونے جارہا ہے یا کم ازکم جزوی طور پر سہی لازماً آن لائن تعلیم کے عمل دخل کو بھی لازم کیا جائے گا۔

جیسا کہ تجربہ سے یہ ثابت ہے کہ ہر شئی کے دو پہلو ہوتے ہیں اور دو رخ ہوتے ہیں: ایک مثبت اور دوسرا منفی، چنانچہ آن لائن تعلیم یا سوشل میڈیا کے بھی دو رخ یا دو پہلو ہیں: ایک مفید و کارآمد اور دوسرا نقصان دہ و مضرت رساں۔

آن لائن تعلیم میں جہاں مثبت و مفید پہلو ہیں، جیسے حصول علم سہل و آسان ہے، سوشل میڈیا جو ایک سمندر ہے معلومات کا اس سے استفادہ ممکن ہے، آمد ورفت نیز وبائی دور میں بھی آن لائن سے تعلیم بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہتی ہے، نیز جدید ٹیکنالوجی و جدید سائنس کے اس دور میں ہمارے اپنے بچے بھی دوسروں کے شانہ بہ شانہ ترقی و عروج کی منزلوں کو طے کرسکیں گے۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ آن لائن ایجوکیشن میں مفاسد بھی بہت ہیں ، تعلیم کے نام پر بچوں کے بگڑنے ، آزاد خیال ہونے، نیز سوشل میڈیا کے مفاسد، تباہ کاریوں اور اس کے نقصانات میں بھی بچوں کے ملوث ہونے کے امکانات زیادہ ہیں، برائے نام دو تین گھنٹے تعلیم میں اور بقیہ وقت تعلیم کے نام سے خرافات میں، یوٹیوب، فیس بک، واٹس ایپ، چیاٹنگ، سرچنگ، نیز غلط و فحش ویب سائٹس پر گذارسکتے ہیں،بچوں کے اخلاق تباہ ہوسکتے ہیں، اور بچوں کی اچھی عادتیں ختم ہوکر وہ بری باتوں کے عادی ہوتے جاتے ہیں۔

اس لئے ہمیں اس پر غور کرنا ہے کہ کیسے سوشل میڈیا اور آن لائن ایجوکیشن کلچر سے فائدہ بھی اٹھائیں اور اس کے مفاسد سے بھی بچیں، اپنے بچوں میں کیسے اس کا شعور جگائیں کہ اس لائن کے کیا کیا مفاسد ہیں اور ہمارے لائق کیا کیا مقاصد ہیں۔

چنانچہ کبھی کبھی کسی بڑے نقصان سے بچنے کے لئے چھوٹے نقصان کو برداشت کرنا پڑتا ہے، اسی اصول و قاعدہ کے تحت بڑا نقصان علم سے محروم ہونا ہے جب کہ چھوٹا نقصان بینائی و اخلاق کی خرابی ہے۔

احتیاطی تدابیر اختیار کرکے حدود میں رہتے ہوئے ان نقصانات سے بھی اجتناب ممکن ہے، اسی لئے حسبِ ضرورت احتیاطی تدابیر کے ساتھ آن لائن ایجوکیشن کے لئے بچوں کے لئے سوشل میڈیا یا آن رائڈ موبائیل فون کا استعمال جائز ہوگا، بلکہ کرونا کے اس قہر زدہ دور میں آن لائن ایجوکیشن کے لئے سوشل میڈیا یا الیکٹرانک ڈیوائسز کا استعمال مستحسن ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''هُوَ الَّذِی خَلَقَ لَکُمْ مَا فِیْ الاَرْضِ جَمِیْعاً'' (سورۃ البقرہ: ۲۹) (وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لئے پیدا کیں)۔

''الأصل فی الأشیاء الاِبَاحۃ'' (مجموعۃ قواعد الفقہیۃ ۵۹) (اشیاء میں اصل اباحت ہے)۔

وبقاعدۃ فقہیۃ؛'' اِنّ الأصل فی الأشیاء الإباحۃ حتیٰ یدل الدلیل علیٰ عدم إباحۃ''(الاشباہ والنظائر ۱،۲۵۲) (بے شک اشیاء میں اصل اباحت ہے، جب تک کہ کوئی واضح دلیل اس کی عدم اباحت کے سلسلہ میں نہ مل جائے)

''الأمُور بمقاصدھا '' (الاشباہ والنظائر ۱، ۱۱۳) (امور ان کے مقاصد سے ہیں)۔

و فی المقاصدالشریعۃ:''وبقاعدۃ فقہیۃ سداً للذرائع؛ أن الوسیلۃ أو الذریعۃ تکون محرمۃ إذا کان المقصد محرماً، و تکون واجبۃ إذا کان المقصد واجباً'' (مقاصد الشریعۃ ۴۶،) (اور فقہی قاعدہ سدا للذرائع ہے کہ وسیلہ یا ذریعہ حرام ہوتا ہے جب کہ اس کا مقصد حرام ہو اور وہ واجب ہوتا ہے جب کہ اس کا مقصد واجب ہو) ۔

۵۔ اسلام کی اشاعت،دینی معلومات کی فراہمی اوراخلاقی تعلیمات کےلئے سوشل میڈیا کا استعمال:

سوشل میڈیا کا استعمال جیسا کہ اوپر بیان ہوا غلط بھی ہوسکتا ہے اور صحیح بھی، اس کو مثبت طریقہ پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور منفی اقدامات کے لئے بھی، اس سے نیک مقاصد کا بھی حصول ہوسکتا ہے اور اس میں مفاسد بھی موجود ہیں، اب استعمال کرنے والے پر ہے کہ وہ اس کو کیسے استعمال کرے۔

مجموعی طور پر سوشل میڈیا میں نیک مقاصد کے حصول کی بہ نسبت مفاسد زیادہ ہیں، اس سے عام حالات میں احتراز واجتناب ہی بہتر ہے، اشد ضرورت کے وقت ہی اور بقدر ضرورت ہی اس کا استعمال کرنا چاہئے۔

اب جب کہ عوام اور بالخصوص پڑھے لکھے لوگ زیادہ تر سوشل میڈیا میں مصروف رہتے ہیں، اس کا استعمال بہت زیادہ ہوگیا ہے ، اور سوشل میڈیا میں اسلام کے خلاف ، پیغمبر علیہ السلام کے خلاف، نیز مسلمانوں کے خلاف ان کی شبیہ بگاڑنے کی ناکام کوششوں کازور بڑھ گیا ہے ، آئے دن کوئی نہ کوئی خبر ، غیر مصدقہ خبر، اشتعال

انگیز و حقیقت سے کوسوں دور اتہامات و الزامات پر مبنی مواد کی پوسٹ ہوتی ہی رہتی ہے، اب ان سب کا جواب کہاں کہاں تک دیں ، یہ ممکن نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرے تو اس کو سائیبر وار میں پھنسا دیا جاتا ہے اور وہ ناقابلِ بیان مشکلات میں پھنس کررہ جاتا ہے۔

اسی لئے ایسا ہوسکتا ہے کہ مثبت طریقہ اور اچھے انداز میں دعوتی نقطۂ نظر سے اسلام کے بارے میں، قرآن وحدیث کے ارشادات پر مبنی مواد آڈیو، ویڈیو یا تحریری شکل میں سوشل میڈیا پرپوسٹ کیا جائے، اس میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ ان حالات میں مسلمانوں پرواجب ہے کہ سوشل میڈیا کا استعمال شرعی حدود میں رہ کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں کریں۔

مگر چند باتوں سے احتراز لازمی ہے، وہ یہ ہیں:

کوئی جاندار کی تصویر نہ ہو، موسیقی نہ ہو، اندازِ بیاں مہذب ہو، متنازعہ، اختلافی و نزاعی مسائل و مباحث سے بالکلیہ گریز کیا جائے، کسی کی دل آزاری پر مشتمل نہ ہو، کسی کا تمسخر نہ ہو، تنابز بالالقاب، تفاخر،تنافر نہ پایا جائے، مواد باحوالہ، مصدقہ اور معتبر ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:''بلغوا عنی ولو آیۃ'' (صحیح البخاری،کتاب الاحادیث الانبیاء ، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل) (میری بات لوگوں تک پہنچاؤ اگر چہ کہ ایک جملہ ہی کیوں نہ ہو) ۔

فرمانِ رسول ﷺکے تحت اسلام کی ا شاعت ، دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات کے لئے ہر ممکن طریقہ و ذریعہ کو اختیار کیا جاسکتا ہے، یہ امر مستحسن ہے، بلکہ بعض حالات میں یہ وجوب کے درجہ میں ہے کہ سوشل میڈیا کا اسلام کی اشاعت میں استعمال کیا جائے۔

لیکن اس سلسلہ میں احتیاط یہ کی جائے کہ غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ ہو، جیسے پیغام کی ترسیل موسیقی کے ساتھ نہ ہو، عریاں یا بے پردہ تصاویر سیئر نہ کی جائیں، متنازعہ و غیر مصدقہ بلا حوالہ مواد نہ ڈالا جائے۔

۶۔ دارالقضاء کی کاروائی ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ:

ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ دارالقضاء کی ابتدائی کاروائی، مقدمہ کی شنوائی، دعوی کی پیشی تک کی کاروائی جائز ہے، اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

رفع الزام،گواہوں کی پیشی، شہادت کی سماعت اور فیصلہ کے لئے ویڈیو کانفرنسنگ کا استعمال جائز نہیں ہے، اور اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

کیونکہ رفع الزام کے لئے دلائل اور ثبوتوں کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ آن لائن

تو ممکن نہیں، بلکہ فی نفسہ مدعی و مدعی علیہ کا ہونا، گواہوں اور شاہدین کا موجود ہونا ضروری ہے، نیز ہوسکتا ہے کہ آن لائن یا ویڈیو کانفرنسنگ میں وہ شخص نہ ہو جس کو پیش ہونا ہو، اس کی جگہ کوئی اور موجود ہو، نیز اس میں التباس شہادۃ کا بھی اندیشہ ہے، اور کسی بھی قضیہ میں شہادت ایک اہم رکن ہے، اس میں اگر شبہ پیدا ہوجائے تو پھر ساری کاروائی کے متاثر ہونے کا خوف ہے، اسی لئے ویڈیو کانفرنسنگ پر اعتبار وبھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

کبھی کبھی انٹرنیٹ کمزور ہونے کی وجہ سے رابطہ کٹ سکتاہے، اہم موقع پر اگر رابطہ کٹ جائے تو اس سے ابہام پیدا ہوسکتا ہے، نیز کبھی کبھی بات کٹ کٹ کر آتی ہے جس سے کسی کی گواہی کے دوران اگر ایسا ہوجائے تو پھر اس کی گواہی مشکوک ہوسکتی ہے، بہرحال کئی ایک مسائل و اسباب ہیں جن کی بنا پر ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ کی جانے والی دارالقضاء کی کاروائی قابل اعتبار نہیں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:''یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کُونوا قَوَّامِیْنَ بِالقِسْطِ'' (سورۃ النساء: ۱۳۵) (اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے بن جاؤ)۔

نیز ارشاد ہے:'' یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوْا أنْ تُصِیْبُوْا قَوْماً بِجِھَالَۃٍ فَتُصْبِحُواعلیٰ مَا فَعَلْتُم نَادِمِیْنَ'' (سورۃ الحجرات : ۶) (اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو کہیں کسی قوم پر بے خبری سے نہ جاپڑو، پھر اپنے کئے پر پشیماں ہونے لگو) ۔

الاشباہ میں ہے:''وما أبیح للضرورۃ یقدر بقدرھا'' (الاشباہ و النظائر ۱۱۹،۱) (ضرورت کے موقع پر قدرے ضرورت مقدار کا استعمال مباح ہے)۔

۷۔ آڈیو یا ویڈیو کلپس آگے بھیجنے پر پیسہ کے حصول کا جواز:

سوشل میڈیا پر موجود آڈیو یا ویڈیو کلپس اگر مناسب ، معلوماتی اور اخلاقی نوعیت کی ہوں تو ان کا سننا، دیکھنا، آگے بڑھانا جائز ہے،اور اگر ان کو آگے بھیجنے میں کمپنی بطورِ انعام پیسہ دیتی ہے تو وہ جائز ہے۔

بشرطیکہ کمپنی کا کاروبار حلال ہو، اس آڈیو یا ویڈیو کلپ کے ساتھ اگر کوئی اشتہار منسلک ہو تو وہ بھی حلال شئی کا ہو اور اس میں کسی جاندار کی تصویر نہ ہو، اس میں کسی قسم کا لالچ نہ دیا گیا ہو۔

کیونکہ عموماً آڈیو یا ویڈیو کلپس کو کلک کرنے، دیکھنے، پھر آگے بڑھانے کے جو آفر آتے ہیں اور اس پر انعام کا بھی وعدہ ہوتا ہے وہ کمپنی اپنے کاروبار کے اشتہار کے لئے یا پیسہ کے حصول کے لئے کرتی ہے، اس کلپس کے ساتھ دیگر اشیاء کے اشتہارات بھی ہوتے ہیں جس کی فیس کمپنی کو ملتی ہے۔

بعض کمپنیاں کسی کلپ پر ایک شخص کی متعدد کلک پر عدد کے حساب سے پیسہ

دیتی ہیں، کچھ کمپنیاں پہلے ہی کچھ رقم بطور اڈوانس کے لیتی ہیں جس سے اس شخص کی آئی ڈی بنتی ہے اور اس کو کہا جاتا ہے کہ اتنے دن میں اتنی کلپس دیکھنی ہے اور اس کے اتنے روپئے ملیں گے۔

چنانچہ اگر مذکورہ امور کلپس دیکھنے کو شامل ہیں تو پھر دیکھنے پر ملنے والی رقم ان وجوہات کی بناء پر جائز نہیں ہوگی؛آئی ڈی کے لئے بطور اڈوانس رقم کا دینا اور لینا جائز نہیں ہے، وہ رشوت میں شمار ہے۔

ایک ہی شخص ایک کلپ پر بار بار کلک کرسکتا ہے اور اس کی رقم اس کو ملتی ہے، یہ دھوکہ میں شامل ہے اور حقیقت کے برعکس ہے، جو کہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے دیکھنے والوں (Viewers)کی تعداد زیادہ معلوم ہوتی ہے ، جس سے اشتہار کی ریٹنگ (Rating)میں اضافہ ہوتا ہے۔

نیز یہ اجارہ کی شکل ہے، مگر اس میں وقت اور عمل دونوں کو مقصود بنایا گیا ہے ، کلپس کی تعداد اور دیکھنے کی مد دونوں کو بیان کردیا گیا ہے، چنانچہ اس میں وقت اور عمل دونوں کو بہ یک وقت مقصود بنا کر معاملہ کرنے کی وجہ سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے، جو کہ جائز نہیں ہے۔

''عن عبداللہ بن عمرو قال لعن رسول اللہ ﷺ الراشی والمرتشی''(باب ماجاء فی الراشی و المرتشی فی الحکم)۔

الدر المختار میں ہے:''و شرعا (تملیک نفع) مقصود من العین (بعوض) حتیٰ لو استاجر ثیاباً أو أوانی لیتجمل بہا أو دابۃ لیجنبہا بین یدیہ أوداراً لا یسکنہا أو عبداً أو دراہم أو غیر ذلک لا یستعملہ بل لیظن الناس أنہ لہ فالإجارۃ فاسدۃ فی الکل ولا أجر لہ لأنہا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین''۔

''قولہ (مقصودۃمن العین) أی فی الشرع ونظر العقلاء بخلاف ما سیذکرہ فإنہ وإن کان مقصوداً للمستاجر لٰکنہ لانفع فیہ و لیس من المقاصد الشرعیۃ''(ردالمحتار۶، ۴)۔

نیز درمختار میں ہے: ''(أو) استاجر (خبازا لیخبزلہ کذا) کقفیر دقیق (الیوم بدرہم) فسدت عند الإمام لجمعہ بین العمل والوقت، ولا تجمیح لأحدھما فیفضی للمنازعۃ''(رد المحتار ۵۸،۶)۔

چنانچہ آڈیو یا ویڈیو کلپس دیکھنے پر جو انعام کا وعدہ ہے وہ سیدھا سادا معاملہ نہیں ہے، بلکہ اس میں کئی ایسے امور ہیں جو عند الفقہاء ناجائز ہیں، جیسے آڈیو یا ویڈیو کلپ دیکھنے سننے کے لئے پیکیج کی شرط لگائی جاتی ہے جو کہ اجارہ کے اصول کے خلاف ہے، اور وہ جائز نہیں ہے۔

اور اس شرط میں قمار کی شکل بھی پائی جاتی ہے کہ اگر آپ متعینہ وقت میں متعینہ کلپس نہ دیکھ سکیں گے تو آپ کی رقم کٹ جاتی ہے یا پھر جو انعام کا وعدہ ہے اس کے مطابق رقم نہیں ملتی، قمار کی یہ شکل پائی جانے کی وجہ سے بھی یہ جائز نہیں ہے۔

آڈیو یا ویڈیو بے شک اسلامی یا اخلاقی و معلوماتی ہوتے ہیں مگر ان کے ساتھ ساتھ ناظرو سامع کو بلا اختیار اشتہارات دیکھنے و سننے پڑتے ہیں اور وہ کس نوعیت کے ہونگے اس کا علم نہیں ہوتا، ہوسکتا کہ غیر شرعی اشتہارات ہوں جن میں تصاویر بھی ہوتی ہیں اور پھر موسیقی بھی، لہٰذا اگر یہ چیزیں ان میں پائی جائیں تو وہ جائز نہیں،ان سے حاصل شدہ رقم بطور انعام جائز نہیں ہے۔

یا غیر شرعی اشیاء کے اشتہارات ہوں تو ان کو بھی دیکھنا، سننا، کلک کرنا یا آگے بڑھانا جائز نہیں،اور نہ ہی ان کے انعام میں ملی رقم جائز ہے۔

ہاں البتہ ان تمام مفاسد سے مبرا کوئی کمپنی جو خالص دین کی اشاعت کے لئے ہو اور وہ معتبر ، باوقار نیز امانت دارہو وہ اگر ان مفاسد سے گریز کرتے ہوئے اگر آڈیو یا ویڈیو کلپس کو کلک کرنے، دیکھنے، سننے اور آگے بڑھانے کی ترغیب دے اور بطورِ ترغیب بلا شرط انعام کا وعدہ کرے تو پھر ایسی اسلامی، معلوماتی ، تعلیمی و اخلاقی کلپس کو کلک کرنے، سننے، دیکھنے اور آگے بڑھانے کی اجازت ہوگی۔

اگر آڈیو یا ویڈیو کلپس غیر اخلاقی،نامناسب و فحش و دھوکہ پر مبنی ہونتو ان کا سننا، دیکھنا، آگے بڑھانا ‘‘ناجائز ’’ و ‘‘حرام ’’ ہے، ان سے پیسہ کا حصول بھی جائز نہیں ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: ‘‘وَلَا تُجَادِلُ عَنْ الَّذِيْنَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُم اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ مَن كانَ خَوَّاناً أَثِيْماً’’ (سورۃ النساء: ۱۰۷) (اور آپ ایسے لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنے نفسوں سے خیانت کرنے والے ہیں، بیشک اللہ ہر اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بہت بد دیانت و گنہگار ہے) ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: ‘‘أن رسول اللہ ﷺ مرَّ على صَبُرة طعامٍ فأدخلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَت أصابِعُهُ بَلَلاً فقالَ مَاهٰذا يَا صَاحِب الطَّعَام ؟ قال أصابَتہ السماء يا رسول اللهِ ۔ قال أفَلَا جَعَلْتَهُ فَوقَ الطَّعَام كَيْ يَرَاه النّاس، مَن غَشَّ فَلَيْسَ مِنّى’’ (صحيح المسلم ، كتاب الايمان ، باب قول النبى ﷺ من غشنا فليس منا)(رسول اکرم ﷺ ایک غلہ فروخت کرنے والے کے پاس سے گذرے، آپ نے اپنا ہاتھ غلہ کے اندر ڈالا تو ہاتھ میں کچھ تری محسوس ہوئی، رسول اکرم ﷺ نے پوچھا یہ تری کیسی ہے؟ تو غلہ کے مالک نے کہا کہ یا رسول اللہ بارش ہوگئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو اوپر کیوں نہ رکھا، تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیتے؟ جس شخص نے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں ہے)۔

۸۔ ویڈیو کی نشر و اشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنے کا حکم:

قصداً یا عمداً ایسا کرنا جائز نہیں۔

اپنی دینی، اسلامی، معلوماتی، تعلیمی ویڈیو کو اپ لوڈ کرنے میں کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ کوئی اشتہار اس میں شامل نہ ہو، بالفرض کوئی اشتہار شامل ہونا ہی

ہے تو پھر وہ غیر شرعی، غیر مصدقہ، ناجائزنہ ہو، اس میں تصویریں، موسیقی اور مخرب الاخلاق ، اور غیر شرعی اشیاء کے اشتہار نہ ہوں۔

البتہ اگر بلا اختیارکمپنی کی جانب سے ایسے اشتہارات شامل ہوجائیں تو مجبوری ہے، مگر ان سے حتیٰ المقدور اعراض کرنا ضروری ہے،ان اشتہارات سے خود بھی کوئی فائدہ نہ اٹھائیں اور دوسرے بھی ان سے فائد ہ نہ اٹھائیں، ایسا کرنا مکروہ ہے۔

ویڈیو دیکھتے وقت ایسے اشتہارات آجائیں تو ان کو اسکیپ کردیں یا کسی صورت میں ان کو روک دیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ غیر مصدقہ اشتہارات اس وقت شامل ہوتے ہیں جب کہ ہم نے ویب سائٹس پر جگہ(Space)مفت میں لی ہوئی ہو، اگر خود جگہ (Space) خریدیں گے تو پھر اشتہارات کے شامل ہونے کا مسئلہ ہی نہیں ہوگا۔

۹۔ آن لائن گیم اور ان کے انعام کا حکم:

شریعت میں ہر قسم کا کھیل ممنوع ہے،اور ایسا کھیل تو حرام و ناجائز ہے، سخت گناہ والا ہے جس میں تضیع اوقات ہوتی ہو، جس سے فرائض کی ادائیگی نہ ہوپاتی ہو، جو فحش،بے حیائی والے ہوں اور جن میں سٹہ، قمار، جوا ہوتا ہو۔

آن لائن گیم میں کچھ ایسے ہیں جو محض گیم ہیں، کچھ ایسے ہیں جن میں سٹہ ، جوا اور قمار ہوتا ہے، کچھ ایسے ہیں جن میں تضیع اوقات اور فرائض سے لاپرواہی ہوتی ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کو کھیل کر بچے یا نوجوانوں پر دیوانگی چھا جاتی ہے، گھنٹوں گھنٹوں اسی میں مشغول رہتے ہیں، ایسے تمام کھیل ممنوع بلکہ ناجائز و حرام ہیں۔

کچھ گیم ایسے ہیں جو کھیلنے والے کے دماغ پر دباؤ پیدا کردیتے ہیں، نفسیاتی طور پر کھیلنے والا مکمل طور پر ٹرانس میں آجاتا ہے اور وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہوجاتا ہے،ایسے گیمز میں سوائے ضیاع وقت، ضیاع دماغی قوت، بینائی کی خرابی اور نقصان و ضرر کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اس میں ڈپریشن ، نفسیاتی طور پر الجھن ، تنہائی پسند،پڑھائی و کام سے بے زاری جیسے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں، ایسے آن لائن گیم بھی حرام و ناجائز ہیں۔

ہاں ایسے گیم جو غیر اخلاقی و غیر شرعی نہ ہوں تو کچھ دیر کے لئے جس میں فرائض فوت نہ ہونے پائیں کھیل لینے کی گنجائش تو ہوگی، مگر اس طرح گیم کھیل کر آن لائن پر پیسہ کمانے کی اجازت نہ ہوگی،کیونکہ کسی نہ کسی طور سے ان میں سٹہ، جوا اور قمار کی کوئی نہ کوئی شکل پائی جاتی ہے۔

آن لائن میں گیم کھیلنے پر انعام دینے کا وعدہ ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص کوئی بھی گیم کھیلے اور وہ جب جیت حاصل کرتا ہے تو اس کو آن لائن ہی فرضی رقم کوائن کی شکل میں ملتی ہے ، جب وہ مصنوعی سکے ایک مخصوص مقدار تک پہونچتے ہیں تو

پھر ان کے بدلے حقیقی رقم آن لائن سے کھیلنے والے کے اکاونٹ میں منتقل کی جاتی ہے۔

کھیل کر انعام کے حصول کا ان شرطوں کے ساتھ جواز ہے:

کھیل میں غیر شرعی و ناجائز امور ، فحش امور ، جاندار کی تصاویر ، موسیقی موجود نہ ہو،

کھیل سے پہلے یا کھیل کے بعد میں چلائے جانے والے اشتہارات میں عورتوں کی تصاویر، فحش مواد، موسیقی یا ناجائز امور نہ ہوں۔

کھیل سے پہلے یا کھیل کے بعد میں چلائے جانے والے اشتہارات کی کمپنیوں کا کاروبار حلال ہو، حرام و ناجائز نہ ہو۔

اشتہار دینے والی کمپنی اور ویب سائٹس کے مالکان کے درمیان کوئی غیر شرعی یا ناجائز معاہدہ نہ ہوا ہو، جائز طریقے پر معاہدہ ہوا ہو۔

اگر یہ شرائط ہیں تو کھیل کر انعام کا حصول جائز ہوگا۔

مگر یہ معاملہ دلی ہنوز دور است والا معاملہ ہے ، کیونکہ سکوں کا حصول آسان معاملہ نہیں ہے، اس کے لئے کئی کئی دن، بلکہ کئی کئی ہفتے لگ جاتے ہیں، مسلسل کھیل کر بالفرض مصنوعی سکے حاصل بھی کرلئے جائیں تو پھر ا ن کو حقیقی سکوں میں تبدیل کروانا اور ان کو اپنے اکاؤنٹ میں ڈلوانا وقت طلب امر ہے، اکثر اس میں ضیاع وقت، ضیاع قوت اور لایعنی کھیل ہی ہاتھ آتا ہے، انعامی رقم بہت کم لوگوں کو ملتی ہے اور وہ بھی ان تمام مراحل و دشواریوں کے بعد، لہٰذا ایک مسلمان کا یہ شیوہ نہیں ہے کہ وہ لایعنی کھیلوں میں اپنا وقت ضائع کرے، اس میں احتمال ہے کہ اس سے فرائض و عبادت سے غفلت ہوسکتی ہے، کیونکہ گھنٹے گھنٹے اس میں صرف کرنے پڑتے ہیں، اس کھیل کی عادت پڑجانے کا اندیشہ ہے، اوراس سے جسمانی ، دینی اور اخلاقی کوئی فائدہ نہیں ہوتا ، اس سے بچوں کا ذہن خراب ہوتا ہے، تعلیم سے، عبادات سے، کام کاج سے، نیز کچھ سیکھنے سکھانے سے بے زاری پیدا ہوجاتی ہے، ان مفاسد کی وجہ سے ایسے کھیلوں میں وقت ضائع کرنا مکروہ ہے۔

اگر کھیل میں ناجائز تصاویر،فحش مواد یا امور ہوں تو پھر ایسے کھیل حرام و ناجائز ہیں۔

اگر کوئی کھیل ان تمام مفاسد سے پاک ہے تو پھر اس کا کھیلنا اور اس سے انعامی رقم کا حاصل کرنا جائز ہوگا۔

‘‘پَب جی ’’ کا شرعی حکم:

آن لائن گیم ‘‘پب جی ’’ (PubG)یہودیوں کا ایجاد کردہ گیم ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی یہودی بچہ بھی اس گیم کو نہیں کھیلتا، جب کہ ساری دنیا اس گیم کے پیچھے پڑی ہوئی ہے، یہ کھیل کھیلنے والا ۱۰۰ کارٹون کو لے کر کھیلتا ہے، وہ ۱۰۰ کارٹون ہوائی

جہاز سے پیراشوٹ کے ذریعہ اترتے ہیں اور نقشہ میں موجود گھروں میں الگ الگ قسم کے ہتھیار حاصل کرتے ہیں،پھر ان ۱۰۰ کارٹونوں میں آپس میں لڑائی ہوتی ہے، جنگ ہوتی ہے، ایک دوسرے کو ختم کرتے جاتے ہیں، اخیر میں ان ۱۰۰ میں سے جو ایک کارٹون بچتا ہے وہ جیتنے والا کہلاتا ہے، یہ گیم گھنٹوں گھنٹوں چلتا ہے، یہ گیم شرعاً کئی مفاسد کا حامل ہے، اس کا سب سے پہلا مفسدہ یہ ہے کہ یہ لایعنی گیم ہے، اس میں سوائے ضیاع وقت، ضیاع صحت، ضیاع دماغی قوت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا، اسلام میں اس کی گنجائش نہیں کہ کوئی لایعنی باتوں میں اپنا وقت، صحت اور قوت برباد کرے، چنانچہ ایسا کرنا حرام و ناجائز ہے۔

یہ گیم کارٹون کی شکل میں ہے جو کہ تصاویر ہی کے حکم میں ہیں ، گو خد و خال واضح نہیں ہوتے مگر پھر بھی اس طرح لایعنی گیم کے لئے کسی جاندار کے کارٹون کے ساتھ کھیلنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

اس گیم میں کارٹون ایک دوسرے سے لڑائی، جنگ، مار پیٹ، قتل و غارتگری کے مرتکب ہوتے ہیں، گویا کہ بچہ یا نوجوان جو گیم کھیل رہا ہے اس میں بھی یہ احساسات و جذبات پیدا ہوسکتے ہیں اور یہ منفی رجحان اسے حقیقت کا روپ دینے میں ابھارسکتے ہیں، اس کے اندر کی حیوانیت کو ابھار کر اس میں نفرت ، لڑائی، مار پیٹ کے جذبات کی ترغیب دے سکتے ہیں ، اور اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے ، وہ دنیا میں امن چاہتا ہے جس کے لئے وہ چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے بھی امن و سلامتی کے پیامبر ہوں، نہ کہ قتل و غارتگری کے، جب کہ یہ گیم آدمی میں قتل و غارتگری کے جذبات پیدا کرتا ہے، امن وامان کو درہم برہم کرنے کے احساسات پیدا کرتا ہے ، اس لئے یہ گیم ناجائز و حرام ہے۔

جو اس گیم کو کھیلتا ہے وہ اس کا اتنا عادی ہوجاتا ہے کہ وہ فرائض اور دیگر ضروری دینی و دنیاوی امور سے کوتاہی کرنے سے گریز نہیں کرتا، اور اسلام ایسی مصروفیت سے روکتا ہے جس سے عبادات، فرائض، دینی و دنیاوی کاموں میں حرج ہوتا ہو، اس لئے بھی یہ گیم حرام ہے۔

چونکہ یہ گیم کمپیوٹر یا موبائیل سے کھیلا جاتا ہے اور گھنٹوں اس گیم کو کھیلنے سے ایک تو بینائی پر اثر پڑتا ہے ، دوسرا دماغ پر دباؤ پڑتا ہے، تیسرا یہ کہ اس میں وقت کے ساتھ ساتھ پیسہ کی بھی بربادی ہے کہ اس گیم کے لئے انٹرنیٹ ،وائی فائی ضروری ہے۔

انہی وجوہات کی بناء پر یہ گیم ‘‘پب جی ’’ (PubG)حرام ہے۔

آن لائن گیم ‘‘بلیو وھیل چیلنج ’’ کا شرعی حکم:

ایک اور گیم ‘‘بلیو وھیل چیلنج ’’ آن لائن دستیاب ہے، اس میں کھیلنے والے کو کچھ ٹاسک دئے جاتے ہیں جن کو اسے ۵۰ دنوں میں پورا کرنا ہوتا ہے، اس کے بعد آخری ٹاسک ‘‘خودکشی’’ ہوتا ہے، کھیلنے والے کو یہ ہدایت ہوتی ہے کہ وہ ایک ایک ٹاسک پورا

کرکے کھیل کے ہر مرحلہ کی تصاویر لے کر شیئر کرے، ایسے ہی اپنے آخری ٹاسک خودکشی کی تصویر بھی شیئر کرنی ہوتی ہے۔

اس گیم کو کھیلتے ہوئے کئی معصوم بچے موت کو گلے لگاچکے ہیں، اب ادھر حکومت ہند نے بھی اس گیم کو بند کرنے کی آن لائن کمپنیوں فیس بک،واٹس اپ، ٹیلیگرام، انسٹاگرام مائیکروسوفٹ اور یاہو کو ہدایت دی ہے، کہا ہے کہ اس گیم کی لنک کو اپنے اپنے سائٹس پر سے ہٹادیں، حکومت کا کہنا ہے کہ اس گیم کی وجہ سے ہندوستان اور دیگر کئی ممالک میں بچوں نے خودکشیاں کرلی ہیں۔

اسلام میں خودکشی حرام ہے، اسی طرح اقدام خودکشی بھی حرام ہے، چونکہ یہ گیم کھیلنے والے میں خودکشی کی ترغیب دیتا ہے ،اس گیم سے نوجوانوں و بچوں میں منفی جذبات اور منفی احساسات ابھرتے ہیں اور وہ حرام اقدام کی جانب بڑھتے ہیں، اسی لئے یہ گیم عند الشرع سخت حرام وناجائز ہے۔

آن لائن گیم ''بال پول ''کا شرعی حکم:

''بال پول ''(Ball Pool)موبائل پر کھیلا جانے والا آن لائن گیم ہے، اس میں کھیلنے والا چند مراحل طے کرتا ہے تو اس کو نقلی سکے (کوائن) ملتے ہیں، اس سے پھر وہ کھیلتا ہے ، اگر نقلی سکے (کوائن) ختم ہوجائیں تو وہ نقلی سکے (کوائن) کسی ریچارج والی دوکان سے رقم (حقیقی رقم) دے کر حاصل کرتا ہے، پھر جب وہ ختم ہوجائیں تو دوبارہ ان نقلی سکوں (کوائن) کو اصلی سکے دے کر حاصل کرتا ہے، کھیلنے والا مسلسل کھیلتے ہوئے کئی دنوں کے بعد کوائن کی مطلوبہ مقدار جمع کرلیتا ہے تو پھر وہ ان نقلی کو اصلی سکوں (روپیوں) کے عوض دوسرے لوگوں کو فروخت کرسکتا ہے جس میں اسے پرافٹ ہوسکتی ہے۔

اس گیم میں ایک تو نقلی سکوں کے عوض اصلی سکے دینے پڑتے ہیں جو کہ ایک فرضی و غیر متقوم شئی ہے، اس لئے یہ خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔

دوسرا یہ کہ نقلی کوائن کی مطلوبہ مقدار کو جمع کرنے کے لئے کئی دن تک کھیلنا پڑتا ہے، یہ ضیاع وقت ، مال کا ضیاع اور لہو و لعب کو شامل ہے ، جوکہ ناجائز ہے۔

تیسرا یہ کہ گیم میں کسی جاندار کی تصویر ہوتو وہ حرام ہے، حرام امور کی وجہ سے گیم بھی حرام و ناجائز ہوتا ہے۔

لہٰذا کسی بھی گیم کے جائز ہونے کی شرائط یہ ہیں کہ وہ گیم فی نفسہ جائز ہو، اس سے کوئی فائدہ ہوتا ہو، جیسے جسمانی ورزش،دل و دماغ کے لئے فرحت وغیرہ ، وہ گیم لہو و لعب سے پاک صاف ہو، اس میں کوئی ناجائز ، غیر شرعی امر موجود نہ ہو، کھیل میں غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ ہو جیسے قتل و خودکشی ، چوری وغیرہ،کھیل میں جوا، قمار و دھوکہ کے امور داخل نہ ہوں،کھیل سے فرائض و عبادات و دیگر ضروری

کاموں سے کوتاہی و لاپرواہی نہ ہو،

گیم سے انعامی رقم حاصل کرنے کے جواز کی شرائط یہ ہیں کہ کھیل میں غیر شرعی و ناجائز امور ، فحش امور ، جاندار کی تصاویر ، موسیقی موجود نہ ہو۔

کھیل سے پہلے یا کھیل کے بعد میں چلائے جانے والے اشتہارات میں عورتوں کی تصاویر، فحش مواد، موسیقی یا ناجائز امور نہ ہوں۔

کھیل سے پہلے یا کھیل کے بعد میں چلائے جانے والے اشتہارات کی کمپنیوں کا کاروبار حلال ہو، حرام و ناجائز نہ ہو۔

اشتہار دینے والی کمپنی اور ویب سائٹس کے مالکان کے درمیان کوئی غیر شرعی یا ناجائز معاہدہ نہ ہوا ہو، جائز طریقے پر معاہدہ ہوا ہو۔

اگر یہ شرائط ہیں تو کھیل کر انعام کا حصول جائز ہوگا۔

لیکن آج کل جو گیمز آن لائن ہیں ان میں یہ تمام شرطیں نہیں پائی جاتی ہیں، اگر ایسا ہے تو پھر آن لائن گیم کھیلنا ناجائز و حرام اور ان سے انعامی رقم کو حاصل کرنا مذکورہ شرائط کے نہ پائے جانے کی صورت میں حرام و ناجائز ہے۔

کما فی الدرالمختار:''و کرہ تحریماً اللعب بالنرد وکذا الشطرنج--- و ہٰذا إذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب وإلا فحرام بالإجماع'' (الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، فصل فی البیع)۔

وفی ردالمحتار؛''قولہ ؛ ''الشطرنج'' : معرب شد رنج ، وإنما کرہ لأن من اشتغل بہ ذہب عناؤہ الدنیوی و جاء ہ العناء الأخروی فھو حرام وکبیرۃ عندنا، و فی إباحتہ إعانۃ الشیطان علی الإسلام و المسلمین کما فی الکافی قھستانی'' (ردالمحتار)۔

وفی الموسوعۃ الفقہیۃ؛''وذہب الحنفیۃ إلیٰ رد شھادۃ لاعب الشطرنج بواحد مما یلی : إذا کان عن قمار أو فوت الصلاۃ بسببہ أو أکثر من الحلف علیہ أو اللعب بہ علی الطریق أو ذکر علیہ فسقا''(الموسوعۃ الفقہیۃ؛۲۷۲؛۵۳)۔

نیز اسی میں ہے:''أجمع المسلمون علی أن اللعب بالشطرنج حرام إذا کان بعوض أو تضمن ترک واجب مثل تأخیر الصلاۃ عن وقتھا وکذلک إذا تضمن کذباً أو ضرراً أو غیر ذلک من المحرمات'' (الموسوعۃ الفقہیۃ؛۲۷۲؛۵۳)۔

قال ابن قدامۃ:''وسائر اللعب إذا لم یتضمن ضرراً و لا شغلاً عن فرض فالأصل إباحۃ '' (المغنی لابن قدامۃ ۱۵۷،۱۴) (اور تما م کھیل جن میں کوئی ضرر نہ ہو یا جو فرض سے غافل نہ کردیں، اصل میں مباح ہیں)۔

روح المعانی میں ہے: ''و لھو الحدیث علی ما روی عن الحسن کل ما شغلک عن عبادۃ اللہ تعالیٰ وذکرہ من السمر والأضاحیک والخرافات والغناء ونحوھا'' (تفسیر الآلوسی ۶۶،۱۱؛ سورۃ لقمان)۔

اور درمختار میں ہے:''قال العلامۃ الحصکفیؒ: (إن شرط لمال) فی المسابقۃ (من جانب واحد وحرم لو شرط) فیہا (من الجانبین) ، لأنہ یصیر قمارا، (إلا إذا دخلا ثالثا) محللاً (بینہما) نفرس کفء لفرسیہما''۔

اور تکملۃ فتح الملہم میں ہے: ''فالضابط فی ہذا... أن اللہو المجرد الذی لا طائل تحتہ، و لیس لہ غرض صحیح مفید فی المعاش و لا المعاد حرام أو مکروہ تحریما، و ما کان فیہ غرض و مصلحۃ دینیۃ أو دنیویۃ، فإن ورد النہی عنہ من الکتاب أو السنۃ... کان حراما أو مکروہا تحریما، و أما ما لم یرد فیہ النہی عن الشارع و فیہ فائدۃ و مصلحۃ الناس، فہو بالنظر الفقہی علی نوعین: الأول ما شہدت التجربۃ بأن ضررہ أعظم من نفعہ و مفاسدہ أغلب علی منافعہ، و أنہ من اشتغل بہ ألہاہ عن ذکر اللہ وحدہ و عن الصلاۃ و المساجد التحق ذلک بالمنہی عنہ لاشتراک العلۃ فکان حراما أو مکروہا، والثانی ما لیس کذلک فہو أیضا إن اشتغل بہ بنیۃ التلہی والتلاعب فہو مکروہ، وإن اشتغل بہ لتحصیل تلک المنفعۃ وبنیۃ استجلاب المصلحۃ فہو مباح، بل قد یرتقی إلی درجۃ الاستحباب أو اعظم منہ، وعلی ہذا الأصل فالألعاب التی یقصد بہا ریاضۃ الأبدان أو الأذہان جائزۃ فی نفسہا ما لم یشتمل علی معصیۃ أخریٰ، وما لم یؤد الانہماک فیہا إلی الإخلال بواجب الإنسان فی دینہ و دنیاہ'' (تکملۃ فتح الملہم، قبیل کتاب الرؤیا۴،۴۳۵)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من حسن إسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ'' قال ہذا حدیث غریب''(سنن الترمذی: ۲۴۸۷)۔

وفی القواعد الفقہیہ:''درء المفاسد أولیٰ من جلب المنافع'' (قواعد الفقہیہ)۔

اورالدرالمختار میں ہے:''کرہ تحریما اللعب بالنرد، لأن من اشتغل بہ ذہب عنائہ الدنیوی وعنائہ الأخروی فہو حرام و کبیرۃ''(رد المحتار مع الدر المختار: کتاب الحظر و الاباحۃ)۔

۱۰۔ بغیر اطلاع سوشل میڈیا گروپ میں شامل کئے جانے کا حکم:

اخلاقی، دینی، تعلیمی و معلوماتی مقاصد کے تحت بنائے گئے اسلامی سوشل میڈیا گروپ میں شامل کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے، ایسا کرنا درست ہوگا، ہاں جس کو شامل کیا ہے اگر وہ شامل نہ ہونا چاہے تو وہ اس گروپ سے معذرت کے ساتھ خارج ہوسکتا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:''بلغوا عنی ولو آیۃ'' (الحدیث) (لوگوں تک میری بات پہنچاؤ اگرچہ کہ ایک جملہ ہی کیوں نہ ہو)۔

نیک باتوں، دینی پیغامات، نیز تعلیمی ومعلوماتی مضامین و مواد کو آپس میں شیئر کرنے کے لئے بنائے گئے گروپ دراصل ''دینی اشاعت''، ''دین فہمی ''اور تبادلۂ خیالات ومعلومات کے لئے ہوا کرتے ہیں، چونکہ اچھی بات، اچھا پیغام دوسروں تک پہنچانا اخلاقی ذمہ داری ہے اور دینی فریضہ بھی۔

اس لئے اس طرح کے گروپ میں شامل کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث ہے:''ما أفاد المسلم أخاہ فائدۃ أحسن من حدیث بلغہ فبلغہ'' (الحدیث) (کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو اس سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچاسکتا کہ خود کو حاصل ہونے والی اچھی بات اس تک پہونچادے)۔

البتہ محض چاٹنگ کے لئے، رابطہ اور تعلقات کو بنائے رکھنے کے لئے بنائے گئے سوشل میڈیا گروپ (واٹس اپ، فیس بک، انسٹاگرام وغیرہ) میں کسی کو شامل کرنے کے لئے اس کی اجازت لینی ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:''إذا استأذن أحدکم ثلاثاً فلم یؤذن لہ فلیرجع'' (صحیح البخاری، کتاب الاستیئذان، باب التسلیم و الاستیئذان ثلاثاً) (جب تم میں سے کوئی کسی کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے تو تین دفعہ دستک دے، اگر جواب نہ ملے تو لوٹ آئے)۔

سوشل میڈیا گروپ مردوں اور عورتوں کے علیحدہ علیحدہ ہوں، مردوں کے گروپ میں کوئی اجنبی عورت کو شامل نہ کیا جائے اور اسی طرح عورتوں کے گروپ میں کسی اجنبی مرد کو شامل نہ کیاجائے۔

ہاں البتہ سب گھر والوں کا کوئی گروپ ہے، تو اس میں محرم عورتوں کو شامل کیا جاسکتا ہے ، مگر اس گروپ میں کوئی غیر اخلاقی، عریانیت والی اور غیر مہذبانہ چاٹنگ یا پوسٹ نہ کی جائے۔

جیسا کہ الدرالمختار میں ہے:''ولا یکلم الأجنبیۃ إلا عجوزاً عطست أو سلمت فیشمتھا ویرد السلام علیھا وإلا فلا''(ردالمحتار، الحظر والاباحۃ، فصل فی النظر و المس)۔

سوشل میڈیا گروپوں میں نابالغ بچوں کو شامل کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ بالغ مردوں میں نابالغ کی شمولیت بہت سے مفاسد کو جنم دیتی ہے۔

۱۱۔ مصنف و ناشر کی اجازت کے بغیر کتابوں کی پی ڈی ایف فائل بنا کر سوشل میڈیا میں شیئر کرنا:

بغیر اجازت مصنف و ناشر کتاب کی پی ڈی ایف بنانا اور اس کو سوشل میڈیا میں شیئر کرنا جائز نہیں، یہ اخلاقی جرم ہے، اگر قرآن کریم ہو، کوئی پرانی دینی، حدیثی و فقہی کتاب ہو جیسے صحیح البخاری، الدرالمختاروغیرہ ان کی پی ڈی ایف فائل بنا کر سوشل میڈیا میں شیئر کیا جاسکتا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی مصنف ہو یا کوئی ناشر وہ بڑی محنت سے اور عرق ریزی سے مواد جمع کرکے کتاب کو لکھتا ہے، پھر کئی دشوار کن مراحل سے گذر کر کتاب پریس سے آتی ہے، اس پر مصنف کی محنت اور ناشر کا پیسہ لگا ہوا ہوتا ہے، ان کا حق المحنت یہ ہے کہ ناشر کا اپنا پیسہ منفعت کے ساتھ وصول ہوجائے اور مصنف کی

محنت کے عوض میں وہ کتاب فروخت ہو اور اس کو بھی کچھ نہ کچھ روپیہ وصول ہو، اب مصنف و ناشر کی ان محنتوں کے بعد کتاب شائع ہوجائے اور اس کی پہلی ہی کاپی لے کر کوئی صاحب علم و مطالعہ کے شوقین صاحب نے پی ڈی ایف فائل بنا کر سوشل میڈیا میں شیئر کردی اور دعویٰ یہ کیا کہ میں نے کتاب خریدی ہے ، اب وہ میری ہے میں کچھ بھی کرلوں تو یہ مصنف و ناشر پر زیادتی ہوئی، نشر واشاعت کی دنیا میں اس کو اخلاقی جرم کہا جائے گا اور قابلِ مؤاخذہ بھی۔

ہاں اگر خود مصنف نے یا ناشر نے اس کی پی ڈی ایف فائل بنا کر سوشل میڈیا میں شیئر کی ہے اور اس کو کوئی صاحب فارورڈ کررہے ہوں تو یہ جائز ہے،بلکہ اس کتاب کی تشہیر کی وجہ سے مستحسن بھی ہے۔

یا اگر مصنف اور ناشر نے اجازت دے رکھی ہے، کتاب پر تفصیلات کے صفحہ پر ''جملہ حقوق محفوظ ''والا جملہ بھی نہیں ہے، بلکہ اذن عام ہے، ایسی کتابوں کی پی ڈی ایف فائل بنا کر سوشل میڈیا میں شیئر کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ یہ بھی ایک کارِ ثواب ہے۔

قدیم کتب کی پی ڈی ایف کا حکم:

قدیم کتب جس کے مصنفین نے دنیا میں اپنی ان کتب کی وجہ سے بڑی عزت پائی ہے، ان کا شہرہ ہے ، ان کی کتب شہرۂ آفاق ہیں ، دنیا بھر میں ان کی مانگ ہے، ہر لائبریری کی وہ کتب زینت ہیں، دینی، علمی، فقہی، اعتقادی لحاظ سے وہ لوگوں کی ضرورت بھی ہیں، ضخامت یا قیمت یا مقامی کتب خانوں میں نہ ملنے کی وجہ سے وہ مشکل الحصول ہیں ، عام آدمی ان کو حاصل نہیں کرسکتا تو ایسی صورت میں ان قدیم کتب کی پی ڈی ایف بنا کر سوشل میڈیا میں شیئر کرنے اور سوشل میڈیا پر موجود ان فائلوں کو فارورڈ کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، بلکہ اس کی اجازت ہے، یہ ایک مستحسن عمل ہے۔

رائیلٹی کا مسئلہ:

کتب کی رائیلٹی اصل شائع شدہ کتابی نسخہ کی رائیلٹی ہے، نہ کہ اس کتاب میں موجود مواد کی رائیلٹی ہے، یعنی کتاب جو شائع ہوئی ہے اس پر ناشر رائیلٹی دیتا ہے اور ایسی کتاب کو کوئی اپنے نام سے شائع نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کتاب کو وہ بغیر کسی اجرت یا اجازت کے فروخت یا تقسیم کرسکتا ہے۔

البتہ کتاب میں موجود مواد کا استفادہ ہر کوئی کرسکتا ہے ، اب اس کے کسی حصہ کو کوئی کتاب کے مصنف کے نام ہی سے منسوب کرتے ہوئے اگر کاپی کرکے تقسیم کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہوگی، جیسے کتاب کا ایک باب کسی کو پسند آگیا اور وہ عوام کی اصلاح کے لئے یا معلومات کے لئے مفید ہے تو کتاب کے اس باب کو وہ پی ڈی ایف فائل

بنا کر مصنف ہی کے نام سے منسوب کرتے ہوئے سوشل میڈیا میں شیئر کرسکتا ہے۔

چنانچہ اگر کسی نے مصنف کی یا ناشر کی اجازت کے بغیر کتاب کی پی ڈی ایف فائل بنا کر سوشل میڈیا میں شیئر کردیا تو اس کا یہ فعل اخلاقی جرم ہے اور اس کا ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

شہرۂ آفاق کتب، قرآن کریم، قرآن کی مشہور تفاسیر قدیمہ ، حدیث کی کتب، حدیث کی قدیم شرحوں نیز فقہ و فتاویٰ کی مشہور قدیم کتب کی پی ڈی ایف فائل بنا کر سوشیل میڈیا پر شیئر کرنا جائز بلکہ مستحسن عمل ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''لَا تَاكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بالباطل'' (سورة النساء: ۲۹) (باطل طریقہ پر آپس میں ایک دوسرے کے اموال مت کھایا کرو) ۔

اور حدیث میں ہے:''عن أبی حرة الرقاشی عن عمہ ؓ قال:قال رسول اللہ ﷺ: ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال امرء إلا بطیب نفس منہ'' (مشکوٰۃ المصابیح، باب الغضب و العاریۃ، الفصل الثانی ، مرقاۃ المفاتیح، باب الغضب والعاریۃ، الفصل الثانی،السنن الکبریٰ للبیہقی۶، ۱۶۶) (جان لو کہ تم پر ظلم کرنا حلال نہیں ہے، جان لو کہ تمہارے لئے کسی کا مال حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ خوشی سے نہ دے دے)۔

درر الحکام میں ہے:''لا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بلا إذنہ''(کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی غیر کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے) (درر الحکام۱،۹۶)۔

نیز اسی میں ہے: ''لایجوز لأحد أن یأخذ مال أحد بلا سبب شرعی'' (درر الحکام ۱،۹۸) (کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ بغیر سببِ شرعی کے کسی کا مال لے لے)۔

۱۲۔ سوشل میڈیا کا استعمال:

سوشل میڈیا کے استعمال میں احتیاط لازمی ہے، نیز سوشل میڈیا کا بقدر ضرورت استعمال کیا جانا چاہئے، سوشل میڈیا سے فوائد کا حصول ممکن ہے، اس کے لئے جائز وشرعی حدود میں رہ کر ہی سوشل میڈیا سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

لہٰذا ! جائز حدود میں رہ کرواٹس اپ، فیس بک، انسٹاگرام،اسکائب، میسنجر، ٹیلیگرام کے ذریعہ ایک دوسرے سے روابط استوار کئے جاسکتے ہیں، ایک دوسرے کے اچھے و مفید و مثبت خیالات سے آگاہی حاصل کرسکتے ہیں، افکار و نظریات کا تبادلہ کرسکتے ہیں نیز ایک دوسرے کے دکھ درد، خوشی و شادمانی میں نیک خیالات کا اظہار کرسکتے ہیں۔

روابط کی استواری میں یہ خیال رہے کہ کسی غیر محرم عورت کو ''فرینڈ '' بنانا جائز نہیں، اسی طرح عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی غیر مرد کو '' فرینڈ '' بنائے۔

سوشل میڈیا گروپ میں مردوں اور عورتوں کے الگ الگ گروپ ہوں، مردوں کے گروپ میں عورتوں کو شامل کرنا جائز نہیں اور نہ ہی عورتوں کے گروپ میں مردوں کو

شامل کرنا جائز ہے۔

سوشل میڈیا کے ذریعہ دنیا بھر مینمختلف لوگوں سے روابط استوار کئے جاسکتے ہیں،اس میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ ایسے لوگوں سے روابط نہ بنائیں جس کو ہماری حکومت نے ممنوع قرار دیا ہو یا ایسے ممالک کے لوگوں سے رابطہ رکھنا درست نہیں ہے جن ممالک سے تعلقات کو حکومت نے ممنوع قرار دیا ہو۔

غلط ریکارڈ رکھنے والے افراد، مجرمانہ پس منظر رکھنے والے، نیز حکومت کی نظر میں مشکوک افراد سے سوشل میڈیا کے ذریعہ رابطہ رکھناجائزنہیں، صحیح نہیں ہے۔

چنانچہ ان ایپس (Apps)کے استعمال میں یہ ملحوظ رہے کہ تصاویر بالخصوص فحش تصاویر، فحش و نازیبا ویڈیوز، موسیقی سے حتیٰ الامکان اجتناب و احتراز کیا جائے،کیونکہ ان ایپس کے ذریعہ فحش تصاویر، عام تصاویر، نازیبا ویڈیوز اور موسیقی شیئر کرنا جائز نہیں ہے۔

کسی جائزکام، دینی ضرورت کے تحت اجنبی مرد و اجنبی عورت سوشل میڈیا پر بقدر ضرورت رابطہ کرسکتے ہیں۔

کسی ایک ادارہ میں کام کرنے والے مرد وعورت دفتری کام کے سلسلہ میں سوشل میڈیا پر ضرورت پڑنے پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

عورتوں کے لئے فیس بک وغیرہ کا استعمال بہتر نہیں ہے، کیونکہ اس میں ہفوات و خرافات بہت ہیں، نیز عورتوں کی پرائیویسی بھی یہاں ممکن نہیں ہے،واٹس اپ ایک حد تک ٹھیک ہے، لیکن فیس بک سوشل میڈیا بہت ہی غیر محفوظ ہے۔

کوئی پوسٹ کرتے وقت یہ ملحوظ رہے کہ وہ پوسٹ یا شیئر کس حد تک مفید وفائدہ مند ہے، اور کہاں تک نقصان دہ، کیونکہ ایک کلک سے وہ سوشل میڈیا میں چلی جاتی ہے، پھر آن کی آن میں وہ کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے، پوسٹ کرنے کے بعد مشکل ہے کہ اس کو ‘‘ڈیلیٹ ’’ کریں، اس لئے سوچ سمجھ کر کسی پوسٹ کو شیئر کریں۔

سوشل میڈیا کی اکثر کمپنیاں یہود و نصاریٰ کی ہیں اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ ایک مرتبہ سوشل میڈیا میں اکاؤنٹ بنا کر شرکت کرلی تو پھر ہمارا فراہم کردہ شخصی ڈاٹا ان کمپنیوں کے پاس محفوظ ہوجاتا ہے جس کو وہ استعمال کرسکتے ہیں،اس لئے سوشل میڈیا میں وہی ڈاٹا یا وہی شخصی معلومات دینی ہیں جن کو آپ شیئر کرنا چاہتے ہیں، یعنی جن کو ‘‘پبلک ’’ کرنا چاہتے ہیں، ورنہ تواس سلسلہ میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے،حالات دگر گوں ہیں، ان میں کوئی بھی ہمارے ڈاٹا سے غلط فائدہ اٹھاسکتا ہے۔

سوشل میڈیا پر ملحدانہ افکار نیز غیر شرعی و غیر اسلامی نظریات کی بھرمار ہے، اس کے استعمال میں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان سے متاثر ہوجائیں، اس لئے اس سلسلہ میں احتیاط لازمی ہے۔

سرچ انجن کا محدود و ضروری استعمال ہو، ورنہ سرچنگ میں بسا اوقات پتہ نہیں چلتا کہ کتنے گھنٹے ہم نے سرچنگ میں گزارے ہیں، اکثر سرچنگ انسان کا وقت اور دماغی قوت دونوں کا نقصان کرتی ہے، اس لئے اس میں احتیاط ضروری ہے۔

سوشل میڈیا پر ایسا مواد شیئر کرنا جائز نہیں جو حکومت کے خلاف ہو، یا حکومت کی پالیسی کے خلاف ہو یا ارباب حکومت کے خلاف ہو۔

سوشل میڈیا پر ایسا مواد شیئر کرنا جائز نہیں جو غیر اخلاقی ہو، لوگوں کو غلط پیغام دیتا ہو، امن و امان کو تباہ کرنے والا ہو ، خلفشار، انتشار و منافرت پیدا کرنے والا ہو۔

سوشل میڈیا پر اخلاقی، اسلامی، دینی، معلوماتی و علمی مواد کو شیئر کرنا چاہئے۔

سوشل میڈیا پر کسی کا تمسخر اڑانا، کسی کی توہین کرنا ، کسی کو ذلیل کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے ایسے مواد کے شیئر کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

لایعنی، بے فائدہ وغیرضروری پوسٹ سے احتراز کرنا چاہئے۔

سوشل میڈیا پر کم سے کم پوسٹ کرنے کی کوشش کریں، حتیٰ الامکان سوشل میڈیا کا محدود استعمال ہو، کیونکہ جو بھی ہم پوسٹ کریں گے وہ ریکارڈ میں رہنے والا ہوتا ہے، اس لئے غیر ضروری پوسٹ کرنے کی عادت سے بچیں۔

یوٹیوب پر سب کچھ ہے، اچھا بھی برا بھی، اس کا محدود استعمال کریںاور غلط، نازیبا ویڈیو سے بچیں۔

سوشل میڈیا کا استعمال : شرعی نقطۂ نظر

مولانا محمد صابر حسین ندوی•

تمہید:

قرآن مجید میں اللہ تعالی کی جانب سے وعدہ ہے کہ وہ قیامت تک نئی نئی چیزیں پیدا کرتا رہے گا، جو انسانوں کیلئے رحمت ہوسکتی ہیں،ایک جگہ ارشاد ہے:''وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ'' (نحل: ۸) (نیز گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا فرمائے؛ تاکہ تمہاری سواری اور زینت کے کام آئیں ، اور ایسی چیزیں بھی پیدا کریں گے جن سے تم ابھی واقف نہیں ہو)، استاذ گرامی فقیہ عصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی حفظہ اللہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: ''یعنی سواری کے کام آنے والے جانور تمہارے کام آچکے؛ لیکن تخلیق و پیدائش کا عمل ابھی رکا نہیں ہے؛ اس لئے نئی نئی چیزیں اور سواریاں وجود میں آتی رہیں گی؛ گویا اس میں جہاز، ٹرین، بسیں، تمام سواریاں اور ایجادات شامل ہیں --- یہاں اللہ تعالیٰ نے گھوڑے خچر اور گدھے کا صرف سواری کی حیثیت سے ذکر کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ان جانوروں کا مقصد باربرداری کی ضرورت کو پورا کرنا ہے نہ کہ غذائی ضرورت کو ؛ اسی لئے فقہاء کا اتفاق ہے کہ خچر اور گدھے حرام ہیں (المغنی ۷۱۳،۱۳)، گھوڑے کے سلسلے میں چوں کہ دو طرح کی روایتیں ہیں؛ اس لئے امام ابوحنیفہ کے نزدیک راجح قول کے مطابق گھوڑے کا گوشت مکروہ یعنی حرام کے قریب ہے (ہدایہ ۴۴۰،۲)، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے زینت و آرائش کی اور چیزیں ہیں، ویسے ہی اس کا ایک ذریعہ سواری بھی ہے، آج نت نئے ڈیزائن کی کاریں، بسیں اور ٹرینیں بنائی جارہی ہیں، وہ اس کی مثال ہے ، یہ بھی معلوم ہوا کہ زینت اپنے آپ کی ہو یا مکان یا سواری کی، اگر اس میں کوئی حرام چیز استعمال نہ کی جائے اور اس کا مقصد تکبر اور دوسروں کو نیچا دکھانا نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے '' (آسان تفسیر قرآن مجید)۔

اس آیت کے اخیر جزو پر غور کیجئے! تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی ایسی ایسی چیزیں پیدا کرے گا جس کا خیال بھی انسانی دماغوں میں نہ آیا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ضرورتوں کے تحت مفکرین نے ان چیزوں تک رسائی پائی جس نے انسانی زندگی آسان بنادی، انہیں میں سے ایک سوشل میڈیا بھی ہے، مگر یہ بھی حق ہے کہ ہر شئی خیر

• جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک۔

وشر کے پہلو سے گھری ہوئی ہوتی ہے، اس دنیا میں مشکل ہے کہ یہ کہاجائے کہ کوئی چیز سراپا خیر ہی خیر ہے، اللہ کےرسولﷺ کی باتیں اگر مستثنی کردی جائیں تو پھر اس زمرے میں کوئی چیز نہیں آسکتی ، سوشل میڈیا بھی ایک طرف تواصل کا ایک عظیم ذریعہ ہے، نئی دنیا کی تخلیق اور ترقی کے اہم اسباب میں سے ایک سبب ہے، ساتھ ہی بہت سے جرائم ، اخلاقی گرواٹ، خلفشار اور انتشار نےبھی اسی کی کوکھ سے جنم لیا ہے اور لیتے جارہے ہیں؛ایسےمیں اس کا شرعی حکم واضح ہونا ضروری ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو کوئی بھی نئی چیز اسی وقت حرمت کے دائرے میں آسکتی ہے جب اس میں حرام ہونے کے عناصر پائے جائیں، قرآن وسنت رسولﷺ کے احکام سے اس کا ٹکراؤ ہو، اسلام کے ثوابت سے تضاد ہو جن سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جاسکتا،سوشل میڈیا اصلاً خبر رساں ادارہ ہے، اس کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کردے، دوریاں مٹادے اور آپسی تعلقات بحال کردے؛نیز بڑی بڑی معلومات کو ایک جگہ کر کے کسی تک پہنچا دے، کوئی تشنہ علم اس سے استفادہ کرلے؛ لیکن یہ دو دھاری تلوار کی مانند ہے، اس خبر رساں ادارے کا غلط فائدہ بھی اٹھایا جاتا ہے، جھوٹی خبریں گردش کرتی ہیں، جرائم پیشہ لوگ ناجائز طور پر اسے ایک ہتھیار کی طرح استعمال کرتےہیں، اس سلسلہ میں قرآن مجید نے ایک اصولی بات کہہ دی ہےکہ اگر کوئی خبر فاسق کی جانب سے آئے تو اس کی تحقق کئے بغیرنہ مانو!اور نہ اسے پھیلاؤ!(حجرات: ۶)، یہ ایک بنیادی بات ہے جو سوشل میڈیا استعمال کرتے ہوئے ہر ایک کو مدنظر رکھنی چاہئے؛ بہر حال سوشل میڈیا سے متعلق چند اہم مسائل اور ان کے جوابات حاضر ہیں:

مستور الحال کی خبریں

۱۔ سوشل میڈیا اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود فساد کی آماجگاہ بنتا جارہا ہے، جس میں بنیادی کردار ان لوگونکا ہے جنہوننے اس وسیلہ کومجہولانہ ، ساترانہ طریقہ پر استعمال کرنے کی کوشش کی ہے، اسے ایک ہتھیار بنا کر زمانے کی ناک میں دم کرنے کی سعی مذموم کی ہے، ماہرین کیلئے یہ مسئلہ درد سر بنا ہوا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ سرکاریں بھی اسے قابو میں کرنا چاہتی ہیں، شرعی اعتبار سے بھی اس موضوع پر بحث کی ضرورت ہے؛دراصل ستر کے عربی میں معنی پوشیدہ ہونے کے ہوتے ہیں، اسی سے مشتق لفظ مستور ہے، اس کا مطلب ہے کوئی ایسی چیز جو ہمارے سامنے ہوتے ہوئے بھی پوشیدہ ہے (لسان العرب۴٫۳۳۴، مقاییس اللغہ ۳٫۱۳۲ مادہ: ستر)،اصطلاح میں مستورالحال کا مفہوم بھی یہی ہوتا ہے، کوئی روایت اگرچہ مروی ہے؛ لیکن راویوں کے متعلق معلومات نہیں ہیں، آیا وہ عادل ہیں یا نہیں، علماء نے اس بات کو متعدد الفاظ میں پرو کر

تعریف نقل کی ہے، مثلاً ابن قطان الفاسی کہتے ہیں:''المستورون:من روی عن أحدهم اثنان فأكثر ، ولم تعلم مع ذلك أحوالهم'' (بیان الوہم والایہام الواقعیین فی کتاب الاحکام۳؍۹۰)۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی مایاناز کتاب میں لکھا ہے:''من روی عنه إثنان فصاعداً، ولم يُوَثَّقْ ؛ فهو مجهول الحال، وهو المستور- وقال أيضاً:من روى عنه أكثر من واحد ولم يوثق ؛ فالإشارة إليه بلفظ : مستور، أو مجهول الحال'' (نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر؍۲۳۲)، ابن حجرعسقلانیؒ کی عبارت بغور پڑھی جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ نے مستور الحال اور مجہول الحال کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے،ابن صلاح کا ماننا ہے کہ مستور وہ شخص ہے جو ظاہراً عادل ہے، مگر اس کے باطن کے تعلق سے ہمیں خبر نہیں: ''المستور من يكون عدلاً في الظاهر ولا نعرف عدالة باطنه'' (مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث؍۹۹)،ابن اثیر نے اس میں آپ کی موافقت کی ہے:''المستور من جُهلتْ عدالتُه باطناً، ولكنه عدل في الظاهر'' (الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث؍۹۱)، علامہ بغوی بھی کہتے ہیں: ''المستور من يكون عدلاً في الظاهر، ولا تعرف عدالة باطنه'' (التہذیب فی فقہ الامام الشافعی۵؍۲۶۳)۔

اسی سےملتا جلتا ایک اصطلاحی لفظ ہے مجہول الحال ہے - اس کا مطلب ہے وہ آدمی جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ باطنی طور پریہ کیسا ہے، اچھا ہے یا برا ہے؛مگر ظاہری احوال معلوم ہوں، علامہ سخاوی کہتے ہیں: ''مجهول الحال في العدالة باطناً ؛ لكونه علم عدم الفسق فيه ، ولم تعلم عدالته ؛ لفقدان التصريح بتزكيته ، فهذا معنى إثبات العدالة الظاهرة ونفي العدالة الباطنة ، لأن المراد بالباطنة ما في نفس الأمر، وهذا هو المستور'' ،ابن القطان الفاسی کہتے ہینکہ ایسا شخص جس کے متعلق جرح وتعدیل کا کوئی حکم معلوم نہ ہو تو وہ مجہول الحال ہے:....''أي لم يعرف الجرح والتعديل'' (بیان الوہم والایہام۲؍۲۶۵)، چنانچہ مستور اور مجہول میناصلاً کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا؛ البتہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ مستور کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہوتا ہے جیسے اس کا نام اور ظاہری احوال وغیرہ، اور اس میں ظاہری فسق نہیں ہوتا،بلکہ باطنی ہوتا ہے؛ جبکہ مجہول کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

مستورالحال کی روایت :

فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ مستورالحال راوی کی روایت قبول کی جائے گی یا نہیں؟

محدثین کی ایک جماعت اس روایت کو مطلق قبول کرتی ہے، اس میں امام نووی (المجموع شرح المہذب ۶؍۲۸۸)، سخاوی، فقیہ بحرانی شافعی وغیرہ شامل ہیں (فتح المغیث۲؍۲۱۵، قرۃ العین فی ضبط اسماء رجال الصحیحین؍۸)،رافعی سے روزے کے سلسلے میں دو روایتیں منقول ہیں، ایک کے مطابق اس میں مستورالحال کی روایت بھی قبول کرلی جاتی ہے (فتح العزیز شرح الوجیز۳؍۱۷۶)، ابن کثیر سُلیم رازی(اختصار علوم

الحدیث لابن کثیر،۹۲)،ابن صلاح اور سیوطی وغیرہ بھی اسی فہرست میں ہیں (مقدمہ ابن الصلاح،۱۲۱-۱۲۲، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی،۲۷۷)، ایک روایت میں امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ مستور الحال کی شہادت قابل قبول ہےاور اس کی ظاہری عدالت پر اکتفا کیا جائے گا، اس لئےکہ انسان ایک دوسرے انسان کیلئے قابل عدالت ہے؛ یعنی مناسب ہے کہ وہ اس کے بارےمیں اولاً بہتر ہی جانے،مگر امام ابویوسف اور امام محمد کے دور مینجھوٹ کے عام ہوجانے کی وجہ سے صاحبین نے کہا کہ مستورالحال کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی،جب تک اس کا عادل ہونا واضح نہ ہوجائے (بدائع الصنائع۴۰۱،۵)،اس سلسلہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ مستورالحال کی خبر رمضان کے چاند میں مقبول ہے (البحر الرائق۲۶۶،۲، شامی۳۸۵،۲)۔

مگر اس روایت کا کیا درجہ ہے ؟

اس بارے مینمشہور حنفی فقیہ علامہ حصکفی اور علامہ ابن نجیم رحمہما اللہ غیرہ نے لکھا ہے کہ یہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے؛ مگر علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کو بھی ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور اس کی دلیل میں انھوں نے حاکم الشہید رحمہ اللہ کی ''الکافی '' سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں مسلم ومسلمہ کی شہادت کو معبتر قرار دیتے ہوئے تصریح کی گئی ہے کہ عدل ہویا غیر عدل اورغیرعدل سے مراد مستور ہو نا بیان کیا ہے؛نیز حاکم الشہید رحمہ اللہ نے ''الکافی ''میں امام محمد رحمہ اللہ کی کتب سے جو ظاہر الروایہ کہلاتی ہیں ان کا کلام جمع کیا ہے (شامی۳۸۵،۲، معلوم ہونا چاہئے کہ ''ظاہر الروایہ یامشہورالروایہ اور مسائل الاصول '' سے مرادامام محمد کی چھ کتابیں ہیں ، جن میں امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کے اقوال جمع ہیں، وہ کتابیں یہ ہیں:مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات، سیر صغیر اور سیر کبیر)، ملاعلی قاری کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ مستورالحال کی خبر تسلیم کی جائے گی: ''واختار هذا القول(أي قبول رواية المستور) ابن حبان تبعاً للإمام الأعظم ، إذ العدل عنده من لا يعرف فيه الجرح'' (شرح نخبۃ الفکر للقاری،۵۱۸)۔

ان کے مستدلات:

ان حضرات نے قرآن مجید کی اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا ہے:''یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَہَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ'' (حجرات: ٦) (اے مسلمانو ! اگر تمہارے پاس کوئی غیر معتبر شخص کوئی خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کرلیا کرو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تم کسی گروہ کو ناواقفیت میں نقصان پہنچادو ، پھر تم کو اپنی حرکت پر پچھتانا پڑے)، ان کا یہ کہنا ہے کہ خبر کی تحقیق اس وقت کی جائے گی جب کسی فاسق کی جانب سے روایت آئے، اور مستور الحال کے تعلق سے تو پتہ ہی نہیں رہتا کہ خبر دینے والا عادل ہے یا فاسق؟ ''وجه الدلالة: إن في الآية أمر بالتثبت عند مجيء

الفاسق بالنبأ ولم يأمر بالتثبت عند مجيء مشهور العدالة ولا عند مجيء مستورها ، فما لم يقم دليل يوجب رد خبره وإلا وجب قبوله'' (دیکھئے: اللباب فی الجمع بین السنہ والکتاب ۱،۴۴) ۔

ابن عبدالبر اور ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ دنیاوی احکام ظاہر پر لاگو ہوتے ہیں اور سرائر اللہ کے حوالے کردئے جاتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صحابی کی سرزنش فرمائی جب ایک شخص نے اسے کلمہ شہادت کہنے کے باوجود اس لئے قتل کردیا کہ وہ میدان جنگ میں تھا: ''أجمعوا على أن أحكام الدنيا على الظاهر والله يتولى السرائر وقد قال: لأسامة هلا شققت عن قلبه، وقال للذي ساره في قتل رجل أليس يصلي ؟ قال:نعم ، قال أولئك الذين نهيت عن قتلهم'' (دیکھئے: التمہید لمافی المؤطا من المعانی والاسانید-۱۰/۱۵۷،فتح الباری ۱۲/۲۷۳، تلخیص الحبیر فی احادیث الرافعی الکبیر۴/۱۹۲، صحیح مسلم۱/۹۶-رقم: ۹۶)، علامہ سخاوی نے بھی یہی بات کہی اور ان روایات کو پیش کیا ہے: في صحيح البخاري عن عمر: ''إنما نأخذكم الآن بما ظهر لنا من أعمالكم'' (صحیح بخاری: باب الشہداء العدول: ۲۴۹۸) ''إني لم أومر أن أنقب عن قلوب الناس'' (صحیح مسلم:باب ذکر الخوارج وصفاتھم-۱۰۶۴۔دیکھئے:المقاصدالحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ۱/۱۶۲)۔

ایک متفق علیہ روایت میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:''إنكم تختصمون إلي ولعل بعضكم ألحن بحجته من بعض فمن قضيت له بشيء بحق أخيه شيئاً بقوله فإنما أقطع له قطعة من النار فلايأخذها'' (صحیح بخاری:باب من اقام البینۃ بعد الیمین: ۲۵۳۴، صحیح مسلم:باب الحکم بالظاھرۃ واللحن بالحجۃ: ۱۷۱۳)،علماء نے ایک اصولی بات یہ لکھی ہے کہ مسلمان اسلام لانے کے بعد وہ مقبول ہے؛حتی کہ اس سے کوئی فسق سرزد ہوجائے، اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ایک اعرابی کی شہادت بھی قبول فرمائی تھی، اور اس سلسلہ میں کسی زائد صفت کے متعلق کوئی سوال نہ کیا تھا (ابوداود:باب شھادۃ الواحد علی رؤیۃ الھلال-۲۳۴۰، سنن ترمذی۳/۷۴، نسائی۴/۱۳۲۔ دیکھئے:اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب۱/۴۳)۔

اسی طرح حضور ﷺ نے ایک موقع پردو فریقین کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا تھاکہ میں تو ایک انسان ہوں اور ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کرتا ہوں..... امام نووی نے اس روایت پر تعلیق کرتے ہوئے لکھا ہے؛ کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس میں ہمیں اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ ہم صرف ظاہر کے مکلف ہیں:''إنما أنا بشر وإنكم تختصمون إلي... الحديث'' (صحیح بخاری: کتب الاحکام: ۶۷۴۸)، ''قال النووي: معناه التنبيه على حالة البشرية وأن البشر لا يعلمون من الغيب وبواطن الأمور شيئا إلا أن يطلعهم الله تعالى على شيء من ذلك وأنه يجوز عليه في أمور الأحكام ما يجوز على غيره إنما يحكم بين الناس بالظاهر والله

يتولى السرائر فيحكم بالبينة وباليمين ونحو ذلك من أحكام الظاهر مع إمكان كونه في الباطن خلاف ذلك ولكنه إنما كلف الحكم بالظاهر" (شرح نووی علی مسلم۱۲/۵، شرح السیوطی لسنن النسائی۸/۲۲۵)۔

انہیں وجوہات کی بنا پر مستورالحال راوی کی بات قبول کرنے میں اجماع نقل کیا گیاہے؛حالانکہ اس کے برعکس علامہ سرخسی اور بہت سے متاخرین احناف کی رائے ہے کہ مستورالحال کی روایت قابل قبول نہیں؛ کیونکہ ہمارے زمانے میں فسق بہت عام ہوگیا ہے:''ولكن الفقيه السرخسي أشار إلى أن بعض الأحناف ذهبوا إلى عدم قبول رواية المستور، وعلل ذلك بأن الفسق غالب في أهل هذا الزمان، وليس كما كان عليه زمن السلف الصالح" (اصول السرخسی۱/۳۷۰، دیکھئے:القریر والتحبیر۴/۱۷۴)، حقیقت یہ ہے کہ مستور الحال یا مجہول الحال کی روایات کو مطلقاً قبول کرلینا اور نبی اکرمﷺ کے احوال پر عصر حاضر کو قیاس کرنا بعید ازواقعہ معلوم ہوتا ہے، اسی لئے فقہاء نے بہت سے مسائل میں ایسے لوگوں کی گواہی قبول کی ہے اور بہت سے مواقع پر انہیں مسترد کردیا ہے، جیسے اذان، نماز اور رویت ہلال میں مستورالحال کو قبول کیا گیا ہے، مگر معاملات میں عموماًانہیں مسترد کیا گیا ہے؛ نیز انسان کی اصل عدل کو قرار دینا بھی محل نظر ہے، قرآن مجید میں انسان کو اصل ''ظالما جھولا'' کہا گیا ہے (حوالہ)۔

خصوصاً صاحبین کا نقطہ نظر اورعلامہ سرخسی کی بات پر غو ر کرنا چاہئے!آپ نے اپنے زمانے کے لوگوں میں عموم فسق کی بات کہی ہے، ہمارا دور کس قدر فسق سے بھر گیا ہے، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے (دراصل مستورالحال کا مسئلہ اخلاقی زوال سے متعلق ہے ، جن کی بنا پر مسائل میں تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے، امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے نقطہ نظر سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے، یہاں پر بھی اسی پیرائے میں غور کرنے کی ضرورت ہے، عصر حاضر میں سوشل میڈیا اور لوگوں میں عدالت کا کیا حال ہے؟)،ایسے میں سوشل میڈیاپر مستور الحال لوگوں کی جانب سے پھیلائی گئیں باتیں نشر کرنا کس قدر باعث مصیبت بن سکتی ہیں، اس سے کون انکار کرسکتا ہے؟نیز سوشل میڈیا پر مستورالحال سے آگے کی کیفیت ہوتی ہے، وہ یہ کہ بات کی کوئی لنک موجود ہی نہیں رہتی ،بس ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کہیں سے نازل ہوگئی ہے؛ لیکن اگر اس میں شر ہو تو اسے خوب عام کیا جانے لگتا ہے، جبکہ خیر ہو تو بہت کم لوگ دھیان دیتے ہیں، ایسے میں سرکاری ایڈوائزری بھی یہی کہتی ہے کہ خبروں کو ٹریس کیا جائے گا اور قابل گرفت بات پر پکڑ کی جائے گی، ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کیلئے کئی پہلو ہیں اسے یہ باور کرایا جائے کہ سوشل میڈیا کو ذمہ داری اور ہوش وحواس میں استعمال کیا جائے،اور انہیں باتوں کو نشر کیا جائے جو اصلاحی اور تعمیری ہوں؛خواہ مستور الحال ہو یا مجہول الحال۔

۲۔ سوشل میڈیا پر ملازمت

سوشل میڈیا نے بہت سے روزگار کے مواقع فراہم کئے ہیں، اگر شرعی پابندیوں کی بات نہ کی جائے تو اس میں روزگاری کے مواقع بہت زیادہ وسیع ہیں،یہی وجہ ہے کہ ان دنوں خاص کر نوجوانوں کا رجحان اس طرف پایا جاتا ہے، اس کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ: اس میں معاش تلاش کرنے کیلئے بہت زیادہ تعلیمی لیاقت کی ضرورت نہیں؛بلکہ فنون لطیفہ یا پھر سوشل میڈیائی کاموں مینمہارت کافی ہوتی ہے،جو عموماً تجربہ سے بھی حاصل ہوجاتی ہے، کا م کے ساتھ دلچسپی پیدا کرنے اور آسانی وسہولت کے ساتھ پیسہ و ناموری کا بھی بہترین ذریعہ ہے، جدید دور میں اس کی افادیت اور نوجوانوں میں اس کی بڑھتی ضرورت نے بھی ہر کسی کو متوجہ کیا ہے۔

دوسری وجہ : موجودہ وقت میں اعلی تعلیمی صلاحیت اور سند کے باوجود نوکریوں کی کمی، کام کاج کی دقت ہے،سرکاریں نوکریوں کے وعدے پر حکومت تک پہنچتی ہیں اور وہاں پہنچ کر حکومت کی داد ودہش میں گم ہوجاتی ہیں، نوجوان پھر ٹھوکریں کھانے لگتے ہیں اور مختلف ذرائع تلاش کرنے لگتے ہیں، ایسوں کیلئے سوشل میڈیا ایک نعمت غیر مترقبہ کی طرح ثابت ہوتا ہے۔

ایک عام آدمی کیلئے تو حدود و قیود کی کوئی بات نہیں؛ لیکن جو شخص مسلمان ہو اور شرعی پابندیوں کو تسلیم کرتا ہو، روزگاری کے ساتھ کلمہ لاالہ الا اللہ کے تقاضے کو یاد رکھتا ہو اس کیلئے سوشل میڈیا پر کام کرنا سوال کے دائرے میں آتا ہے، اس لئے کہ سوشل میڈیا فحش کاموں ، سائٹوں اور ذرائع سے بھرپور ہے، لوگوں نے اسے جس قدر تعمیر کیلئے استعمال نہیں کیا اس سے کہیں زیادہ تخریب کیلئے کیا ہے، پھر یہ کہ ان پر صہیونی و صلیبی پنجوں کا دبدبہ ہے، جن کے نزدیک انسان کی تخریب ہی تعمیر ہے؛ بالخصوص مسلمانوں کو ان کے دینی خول سے نکالنا دنیا کی سب سے بڑی تعمیر کہلاتی ہے، جس کیلئے وہ کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں؛ایسے میں اگر کوئی شخص خودتو اس سے بچے اور دوسروں کی طرف اس کی ترسیل بھی نہ کرے ؛ لیکن تکنیکی ضرورتوں کے سلسلہ میں اس شعبہ کی ملازمت کرے تو کیا اس کا اس طرح ملازمت کر نا جائز ہوگا؟اوراگر سائٹ کا مقصد بے حیائی پر مبنی ویڈ یواورآ ڈیوکی اشاعت نہ ہو؛ مگر ضمنی طور پر یہ کام بھی ہوتا ہوتو اس کا کیا حکم ہوگا؟

سب سے پہلے تو ایک مسلمان کو ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اس کے ذریعہ کوئی بھی غلط، فحش اور لایعنی چیز عام نہ ہو، یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ معاشرے مینکسی بھی طرح وہ برائی کا باعث نہ بنے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''إن الذین یحبون أن تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لھم عذاب ألیم فی الدنیا والآخرۃ، واللہ یعلم وأنتم لاتعلمون'' (نور: ۱۹) (جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بدکاری کا چرچا ہو، یقیناً ان کیلئے دنیا میں

بھی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتے ہیں تم نہیں جانتے).....ایک اور مقام پر اللہ تعالی نے تنبیہ کی ہے:''قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ'' (اعراف: ۳۳) (آپ فرمادیجئے کہ میرے پروردگار نے تو صرف کھلی اور چھپی ہوئی بے حیائی کی باتوں کو ، گناہ کو ، ناحق ظلم کرنے کو ، اللہ کے ساتھ کسی کے شریک ٹھہرانے کو - جس پر اللہ نے کوئی سند نہیں اُتاری ہے - اور بغیر جانے بوجھے اللہ پر جھوٹی باتیں گھڑنے کو حرام قرار دیا ہے)۔

'کھلی بے حیائی ' سے مراد علانیہ بے شرمی کا کام کرنا ہے ؛ جیساکہ مشرکین بے لباس طواف کیا کرتے تھے ، ' چھپی ہوئی بے حیائی ' سے چھپ کر برائی کرنا مراد ہے ، گناہ میں تمام گناہ کی باتیں شامل ہیں ، ' ناحق ظلم ' سے روکنے کا مقصد بندوں کے ساتھ حق تلفی اورظلم و زیادتی کو منع کرنا ہے ، شرک کو خاص طورپر منع کیا گیا اور چوں کہ مشرکین کہتے تھے کہ اللہ کے حکم ہی سے ہمارے آباء و اجداد مشرکانہ افعال کرتے آئے ہیں ؛ اس لئے اللہ کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت کرنے سے منع فرمایا گیا.....برائیوں کی ان تمام صورتوں سے بچنا ایک مسلمان پر فرض ہے،تو وہیں یہ بات ہمیشہ دل ودماغ میں بسالینی چاہئےکہ ایک مسلمان نبی رحمت کا امتی ہے، وہ بھی رحمت بنے، اسی لئے قرآن مجیدمیں صاف طور پر یہ بات کہہ دی گئی ہے : ''وَتَعاوَنُوا عَلی البِرِّ والتَّقْوی ولا تَعاوَنُوا عَلی الإثْمِ والعُدْوانِ'' (مائدہ: ۶) (اور نیکی وپرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو، گناہ اور زیادتی میں ایک دوسری کی مدد نہ کرو)، مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی لکھتے ہیں:'' اسی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو حکم اصل کا ہوتا ہےوہی اس کے ذرائع کا ہوتا ہے، جو بات دین میں مطلوب ہے اس میں تعاون بھی اسی درجہ مطلوب ہوگا اور جو بات گناہ کی ہو، اس میں تعاون بھی قریب قریب اسی درجہ کا ہوگا، اسی لئے رسول اللہﷺ نے سود کھانے والے کے ساتھ ساتھ اس میں ہر طرح کا تعاون کرنے والوں کو (بخاری، باب موکل الربا: ۲۰۸۶) اور شراب پینے کے ساتھ ساتھ شراب پینے میں تعاون کرنے والوں پر بھی لعنت بھیجی ہے ''(مسند ابی یعلی عن ابن عمر ۹/۴۴۱، دیکھئے: آسان تفسیر قرآن مجید)۔

فقہی نظائروامثال:

اسی لئے فقہاء نے یہ بات لکھی ہے کہ براہ راست کسی گناہ کے عمل میں ملوث نہ ہوں، اس طور پر وہ اپنا گھر ،فلیٹ کرائے پر دے، اگر کوئی کام ایسا ہو جس کا تعلق براہ راست نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً گانا، بجانا یہ کام جائز نہیں ، اس لئے کہ گناہ پر معاملہ منعقد ہی نہیں ہوتا؛لیکن اگر گانا لکھنے کیلئے کرایہ پر دیا ہو تو حرج نہیں؛ کیونکہ اس میں دوسرے پہلو بھی نکل سکتے ہیں، ہدایہ شرح بدایۃ المبتدی ۲۳۸،۳ میں کہا

گیا ہے:''ولا يجوز الاستئجار على الغناء والنوح، وكذا سائر الملاهي"؛ لأنه استئجار على المعصية والمعصية لا تستحق بالعقد''، وفی بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (۱۸۹،۴): وعلى هذا يخرج الاستئجار على المعاصي ،أنه لا يصح ؛لأنه استئجار على منفعة غير مقدورة الاستيفاء شرعا كاستئجار الإنسان للعب واللهو، وكاستئجار المغنية، والنائحة للغناء، والنوح بخلاف الاستئجار لكتابة الغناء والنوح أنه جائز؛ لأن الممنوع عنه نفس الغناء، والنوح لا كتابتهما وكذا لو استأجر رجلا ليقتل له رجلا أو ليسجنه أو ليضربه ظلما، وكذا كل إجارة وقعت لمظلمة؛ لأنه استئجار لفعل المعصية فلا يكون المعقود عليه مقدور الاستيفاء شرعا''۔

فتاوی ہندیہ ۴۵۰،۴ میں ہے:

''مسلم آجر نفسه من مجوسي ليوقد له النار لا بأس به، كذا في الخلاصة''۔

اور فقہ البیوع ۲۶۳،۲ میں ہے:

''وقدمنا فی مبحث الإعانۃ علی المعصیۃ، أن ماتخلل فیہ عمل عامل مختار لایعد فی الإعانۃ المحرمۃ ، إلا إذاقصد الإعانۃ ، أو صرح بہ فی العقد .ثم إن استخدام هذه الأشياء سبب بعيد للوقوع فی المعصیۃ ، فلا یکرہ تحریما، ولکن بماأن معظم کسب البنوک الربویۃحرام ، فالأولی التنزہ معہم ، ولو بتسبب بعید''۔

مگر جب صورتحال ایسی ہوجائے کہ حلال اور حرام میں تمیز مشکل ہو، یہ فرق نہ کیا جاسکتا ہو کہ اس میں حرام اور حلال کی فیصد کیا ہے؟ ایسے میں فقہاء نے یہی بات کہی ہے کہ معاملہ گنجلک ہونے کی وجہ سےیہ دیکھا جائے گا کہ اس میں کس کا فیصد زیادہ ہے، اگر حلال کا فیصد زیادہ ہو تو پھر اس میں کام کرنے کی اجازت ہوگی۔

اس سلسلہ میں دو اہم فتاوی بھی قابل ملحوظ ہیں:

(۱)''میڈیا انڈسٹری کے جن دو شعبوں کا آپ نے ذکر کیا ہے ، ان میں سے پہلے شعبے میں اگر آپ کے ذمہ کمپیوٹر سے متعلق مباح کام ہے، جیسے خبریں ٹائپنگ کرنا یا فائل کی سیٹنگ یا انہیں محفوظ کرنا وغیرہ ہو تو اس شعبے میں کام کرنے کی گنجائش ہے، لیکن اگر آپ کے ذمہ ناجائز کام مثلاً : ویڈیو بنانا یا اس کی ایڈیٹنگ کرنا، یا تصویر بنانا وغیرہ تو اس میں آپ کے لئے کام کرنا جائز نہیں،دوسرے شعبے کا حکم بھی پہلے شعبے کی طرح ہے، یعنی اگر آپ کا کام مباح ہے، مثلاً جدید لوگوں کا انٹرویو وغیرہ لینا یا ان کی تنخواہ پر کام کرنا، تو جائز ہے ورنہ نہیں، حضرت عبدا للہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: ''سمعت النبي ﷺ يقول:إن أشد الناس عذاباً عند الله يوم القيامة المصورون'' (رواہ البخاری)، واللہ تعالیٰ اعلم (دار الافتاء دار العلوم دیوبند)۔

(۲)''میڈیا چینل سے اگر سائل کی مراد الیکٹرانک میڈیا ہو تو ایسے چینل میں ملازمت کرناجائز نہیں، کیوں کہ یہ شعبہ جان دار کی تصویر سازی اور موسیقی وغیرہ جیسے شرعی ممنوعات سے پاک نہیں ہے،اور اگر اس سے مراد پرنٹ میڈیا ہو اور

ملازمت کا تعلق تصویر سازی سے نہ ہو، بلکہ حقائق پر مبنی خبروں کی تشہیر سے ہو تو ایسی صورت میں ملازمت جائز ہوگی، اور تنخواہ بھی حلال ہوگی، البتہ اگر ملازمت کا تعلق تصویر سازی یا جھوٹی خبروں کی تشہیر، بہتان طرازی، بلیک میلنگ جیسے حرام کاموں سے ہو تو اس صورت میں نہ ملازمت جائز ہوگی اور نہ ہی تنخواہ حلال ہوگی، فقط واللہ اعلم (دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)۔

غرض یہ کہ سوشل میڈیا اچھائی وبرائی سے پر ہے، اگر جائز امور میں ملازمت ہو تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر تکنیکی کام فحش مواد سے متعلق ہے تو یقیناً یہ کام براہ راست اثم سے تعلق رکھتا ہے،تو وہیں اگر کوئی دوسرا کام جو بلاواسطہ ان سے متعلق نہ ہو ؛بلکہ اغلب حصہ جائز امور پر مشتمل ہو تو مذکورہ شقوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس میں کام کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

۳۔ ملحدانہ مواد شیئر کرنا:

سوشل میڈیا پر اگرچہ کوئی پوسٹ فحش نہ ہو ؛لیکن کبھی کبھی وہ ایمان لیوا ہوتے ہیں، ملحدانہ اور دین بیزار کرنے والےہوتے ہیں، اسلام سے دور، مغربی افکار سے قریب اور شیطانیت کا ہم نوا بنانے والے ہوتے ہیں،بلاشبہ ایسے مواد کو پڑھنا اور شئر کرنا مناسب نہیں ہے، الا یہ کہ کوئی شخص اپنے ایمان پر صلابت رکھتا ہو، علمی وتحقیقی مزاج رکھتا ہو اور یقین ہو کہ وہ اس غلاظت کی بو نہ پائے گا؛ مگر اسلام کا بنیادی نقطہ تو یہی ہے کہ برائی جڑ سے ختم کردی جائے ، اسی لئےجو لوگ برائی عام کرتے ہیں ان کیلئے نہ صرف دنیا بلکہ آخرت میں عذاب رکھا گیا ہے۔

اسی طرح حضورﷺ کی جانب سے ایک عام اصول بیان کردیاگیا ہے:''لاضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۹، اس مفہوم کی متعدد روایتیں منقول ہیں، مثلاً:''لاضرر فی الاسلام ''(البیان والتعریف۳/۳۲۳، اسباب ورود الحدیث للسیوطی: ۲۰۶/۲۰۷) ''من ضارّ مسلماً ضارّہ اللہ'' (ابوداؤد: ۳۶۳۵، ترمذی: ۱۹۴۰))(نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان کا باعث بنو)، علامہ شامی نے لکھا ہےکہ ہر وہ چیز جو برائی کی طرف لے جائے وہ جائز نہیں ہے، چنانچہ یہ اصول نقل کیا گیا ہے:''کل ماأدی إلی مالایجوز لایجوز'' (الدر مع الرد ۵۱۹،۹)،ظاہر سی بات ہے کہ ایک ملحدانہ اور مشرکانہ مضمون کہیں نہ کہیں کمزور ایمان اور کم علم افراد کے ذہن کو مشکوک کردیتا ہے، اور پھر یہ سوشل میڈیا پر اس کی کوئی قید نہیں ہے کہ آپ نے کسی ایک کو بھیجا تو وہ کہیں اور نہ بھیجے گا، یہ بات زیادہ سے زیادہ واٹس ایپ اور ٹیلیگرام پر لاگو ہوسکتی ہے، مگر فیس بک اور کئی اس طرح کی سائٹوں پر نہیں، سوشل میڈیا ایک کھلی کتاب ہے، یہاں پرائیویسی کا کوئی مطلب نہیں ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس طرح کے مواد کو کوئی راہ نہ دی جائے، اگر آپ تک پہنچے تو اسے قطعاً دوسروں تک نہ پہنچائیں، جب تک کہ قطعی علم نہ ہو کہ مرسل اسے بطور

امانت لے گا، واللہ اعلم۔

آن لائن تعلیم کا مسئلہ :

تعلیم و تعلم اس امت کا اولین مقصود ہے، غار حراء سے پہلی صدا یہی لگائی گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ تعلیم کو ایک زیور سمجھ کر اس امت نے ہمیشہ گلے لگایا، وہ جس صورتحال میں ہوں اسے لازم سمجھا اور اگر کہیں بھٹکے تو اس کی سخت سزا بھی بھگتی؛ بہرحال علم کی خاطر اہل کے علم کے سامنے زانوے تلمذ تہ کرنا اور علم حاصل کرنااس امت کی روایت رہی ہے، اس سلسلہ میں ہمیشہ اصول وضوابط اور طریقہ کار میں تبدلیاں بھی کی گئیں ہیں، کسی زمانے میں ایک استاذ اور طالب علم کافی ہوتا تھا، پھر حلقے اور پھر مدارس کا قیام اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں،مگر اب دنیا نے ایک نئی کروٹ لی ہے؛بالخصوص کورونا وائرس نے جدید ٹکنالاجی کا استعمال تعلیمی میدان میں بھی بڑھا دیا ہے، حتی کہ اب آن لائن تعلیم زندگی کا حصہ بن گئی ہے، جو مدارس اپنی قدیم روایات کیلئے جانے جاتے ہیں انہوں نے بھی اس میدان میں وسعت سے کام لیا اور تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

اگر یہ کہا جائے تو مناسب ہوگا کہ آن لائن تعلیم بچوں، مدرسوں اور تعلیمی کاروائیوں کیلئے ایک رحمت بن کر ابھرا ، اب دیکھتے دیکھتے یہ حال ہے کہ آن لائن ہی بہت سے کورسیز شروع کردئے گئے ہیں، اعلی یونیورسٹیز نے باقاعدہ ڈگری کلاسیں متعارف کروادی ہیں؛ تو وہیں بہت سے علماء نے افتاء اور دیگر تخصص کی کلاسیں جاری کر کے ایک نیا کارنامہ انجام دیا ہے، پچھلے دو سالوں سے لگاتار ان ذرائع پر تعلیم ہورہی ہے اور ایک اچھی خاصی تعداد فارغ ہو کر دین و دنیا کی خدمات میں مصروف عمل ہے،مگر اس کے باوجود کئی جہات سے آن لائن تعلیم کے سلسلہ میں سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے، شرعی اعتبار سے جائزہ لینے اور مسائل حل کرنے کی حاجت ہے، ان شاء اللہ ذیل کی سطروں میں چند مباحث پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی..... مگر بنیادی طور پر یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ یہ جدید دور کا آغاز ہے، اب اسے پیچھے دھکیلنا اور اس سے نظریں چرانا ممکن نہیں ہے۔

نیز تعلیم اصل ہے، چاہے وہ کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہو، اگر وہ شرعی ثوابت سے متعارض نہ ہو تو پھر اس پر اعتراض کرنا مناسب نہیں، رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں تعلیم اور ترسیل کیلئے ہر ممکن ذرائع اختیار کئے تھے، آپ ﷺ نے اعلانیہ دعوت دین کیلئے اس صفا پہاڑی کا انتخاب کیا جس کو تمام اہل مکہ کوئی اہم خبرپہنچانے کیلئے استعمال کرتے؛ البتہ اس میں بعض غیر اخلاقی طریقے شامل کرلئے جاتے تھے، جیسے: شدت مصیبت کے اظہار کیلئے سروں پر خاک اڑانا، یا بے لباس

ہوجانا،آپﷺ نے اس سے اجتناب کیا ، امام بخاری کی روایت ہے: ‘‘خرجَ رسول الله - ﷺ- حتى صَعِدَ الصَّفا فهتف: "يا صَبَاحاهُ"، فقالوا: مَنْ هذا؟ فاجتمعوا إليه فقال: "أرأيتُمْ إنْ أَخْبَرْتُكُم أنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ من سَفْحِ هذا الجبل أكنتم مُصَدِّقي؟ " قالوا:ما جَرَّبْنَا عليكَ كَذِبًا. قال:"فإني نذيرٌ لكم بين يَدَيْ عذابٍ شديدٍ" (أخرجه البخاري : ۴۹۷۱)، اسی طرح پورے جزیرۃ العرب میں اپنی بات پہنچانے کا ذریعہ مکہ مکرمہ اور اس کے مضافات میں منعقد ہونے والے حج اور تجارتی اجتماعات تھے، حج میں پورے عرب سے لوگ کھنچ کھنچ کر آتے ہی تھے، اس کے علاوہ عکاظ اور ذوالمجاز وغیرہ کے میلے بھی لگتےتھے،ان اجتماعات ، میلوں ؛ یہاں تک کہ حج میں بہت سے منکرات کے باوجود ان سے بچتے ہوئے آپﷺ نے دعوت اسلام کیلئے ان مواقع کا استعمال کیا۔

ابھی بات عرب سے باہر پہنچانی تھی، چنانچہ ہجرت کے چھٹے سال جب اہل مکہ سے صلح ہوگئی ، جو صلح حدیبیہ کے نام سے جانی جاتی ہے، تو آپ نے پراطمیان ماحول کا فائدہ اٹھاتے ہوئےپہلا کام یہی کیاکہ گرد وپیش میں موجود بڑی طاقتوں، بادشاہوں، حکمرانوں کی طرف خطوط لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا؛ یہی وقت کا تقاضہ تھا، آپ نے اس وقت کے تقاضے کو مقدم رکھا: ‘‘عن عبيد الله بن عبد الله أن ابن عباس أخبره أن رسول الله ﷺ بعث بكتابه إلى كسرى مع عبد الله بن حذافة السهمي فأمره أن يدفعه إلى عظيم البحرين فدفعه عظيم البحرين إلى كسرى فلما قرأه مزقه فحسبت أن ابن المسيب قال فدعا عليهم رسول الله ﷺ أن يمزقوا كل ممزق” (صحيح البخارى: ۴۴۲۳)۔

[الف]آن لائن تعلیم اور اعتراض:

بلاشبہ آن لائن تعلیم بھی دعوت و ارشاد اور تعلیمی اکاڈمیوں کیلئے اہم وسائل میں سےہے ؛لیکن اس میں ایک سب سےبڑا اعتراض ویڈیو کالنگ کا ہے، بہت سے حضرات اسے عام تصاویر میں شمار کرتے ہیں اور اسی بنا پر آن لائن تعلیم اگر ویڈیو کے ذریعہ ہو تو اسے ناجائز کہتے ہیں،جہاں تک مجسموں کی بات ہے وہ تو اسلام میں قطعاً ممنوع ہے؛ لیکن تصویر اور بالخصوص اس کی وہ صورت جو ہمارے زمانے میں فوٹوگرافی کی شکل میں رائج ہے، اس کی شرعی حیثیت قابل غور ہے، اس لئے کہ اس سلسلہ میں احادیث، صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار اور فقہاء کے اقوال مختلف ہیں، بلاشبہ اسلام تصاویر کے سلسلہ میں بہت حساس واقع ہوا ہے،مگر بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر چاہے ذی روح کی ہو یا غیر ذی روح کی وہ مطلقاً منع ہے، حضرت ابوطلحہ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو ” (بخاری ۲،۸۸۱)، حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی خلقت کے ساتھ مشابہت اختیار کریں:‘‘أشد الناس عذابا يوم القيامة

الذین یضاھون بخلق اللہ" (صحیح بخاری: ۵۹۵۴، صحیح مسلم: ۴۱۰۷)، ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کو سب سے سخت سزا دی جائے گی: ''إن من أشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یصورون ہذہ الصور" (صحیح بخاری: ۶۱۰۹)۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی ذی روح کی تصویر بنانا ناجائزہے؛ ایسی تصویر بنانے والوں کے خلاف احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں،ایسی وعیدیں کہ جن سے ایک مومن کی روح کانپ اٹھے،مگر ساتھ ہی غیر ذی روح کی تصویریں بنانے کی اجازت دی ہے،چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس نے ایک شخص کو جس کا پیشہ ہی مصوری تھاغیر ذی روح تصویر بنانے کی اجازت دی (مسلم ۲۲۰،۲)،اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ مصوروں کو قیامت کے دن اپنی تصویروں میں روح پھونکنے کو کہا جائے گااور وہ روح پھونک نہ سکیں گے (بخاری ۸۸۱،۲) ، ظاہر ہے کہ یہ حکم ذی روح تصاویر کے متعلق ہی ہوگا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی تصویریں ممنوع ہیں جن کا احترام کیا جائے، چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ان کے شہ نشیں پر ایک پردہ تھا جس پر تصویریں بھی تھیں ،حضورﷺ نے اسے پھاڑ دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے اس کے دو تکیے بنادئے ، اس پر حضورﷺ تشریف رکھا کرتے تھے (بخاری ۸۸۰،۲)، اس حدیث کو ایک دوسری روایت سے بھی تقویت ملتی ہے، جس میں آپ ﷺنے پردہ پھاڑنے کا سبب یہ قرارد یا کہ اللہ تعالی نے ہمیں پتھر اور مٹی کو کپڑے پہنانے کا حکم نہیں دیا (مسلم ۲۰۰،۲)، مصور کپڑے سے تکیے بنا لینے کا واقعہ خود حضورﷺ سے بھی منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ خود حضرت جبریل علیہ السلام نے اس طرح تکیے بنانے کے مشور دئے تھے (ترمذی ۱۰۸،۲)۔

فقہ و فتاوی کی کتابونمیں گرچہ عموماً تصویر کی حرمت منقول ہے، مگر ایسی بھی عبارتیں موجود ہیں جن سے فرش ، بستر وغیرہ میں تصویر کا جواز اور پردہ، قابل احترام مواقع پر تصویر کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے، چنانچہ امام محمدؒ لکھتے ہیں: ''ماکان فیہ من تصاویر من بساط یبسط أو فرش یفرش أو وسادۃ فلا بأس بذلک وإنما یکرہ من ذلک فی الستر وما ینصب نصب وھو قول أبی حنیفۃ وعامۃ من فقھائنا" (موطا محمد،۳۸۲)، نیزعلامہ نووی فرماتے ہیں :یہ حدیثیں حیوان کی تصویر بنانے کی حرمت اور ا س کی شدت کے سلسلہ میں صریح ہیں.....یہ تمام علماء کا مسلک ہے:''وھذہ الأحادیث صریحۃ فی تحریم تصویر الحیوان وأنہ غلیظ التحریم-------وھذا مذھب العلماء کافۃ" (شرح نووی لمسلم ۲۰۱،۲-۲۰۲)، البتہ امام مالک اور حنابلہ میں سے مشہور فقیہ ابن حمدان کا مسلک نقل کیا جاتا ہے؛ کہ وہی تصویر حرام ہے جو ذی روح ،ذی جسم اور سایہ والی ہو،یعنی مسطح تصویر حرام نہ

ہوگی؛ بلکہ زیادہ سے زیادہ مکروہ ہوگی،الموسوعۃ الفقہیۃ (''تصویر '' ۱۰۱،۲۲)میں منقول ہے:''القول الثانی وھو مذھب المالکیۃ وبعض السلف وواقھم ابن حمدان من الحنابلۃ أنہ لایحرم من التصاویر إلاماجمع الشروط الآتیۃ:الشرط الأول:أن تکون صورۃ الإنسان أو الحیوان مما لہ ظل،أی تکون تماثلا مجسدا، فإن کانت مسطحۃ لم یحرم عملھا،وذلک کالمنقوش فی جدار أو ورق أو قماش بل یکون مکروھا'' ۔

غالباًیہی وہ مسلک ہے جسے علماء عرب نے اختیار کیا ہے (دیکھئے:فقہ السنہ،لسید سابق۲،۵۸، الحلال والحرام لیوسف القرضاوی ص- ۱۱۴)، لیکن جمہور علماء نے تصویر کی حرمت مجسمہ اور غیر مجسمہ میں عام رکھی ہے، البتہ اس کے کچھ مستثنیات ہیں، جیسے ایسی تصاویر جن کی بے حرمتی ہوتی ہو،یا غیر واضح انگوٹھی وغیرہ پرمنقش ہو،یا ا س کا سر،یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا ایسا عضو مٹا ہوا ہو؛ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا ،یا غیر ذی روح کی تصویر ہو تو مکروہ نہیں ہے (الدر المختار ۱،۴۷۹-۴۸۰)، خیال رہے! یہ استثناء تصاویر کے رکھنے اور استعمال کرنے میں ہے ،ان کے بنانے میں کوئی استثناء نہیں ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:''ہذ کلہ فی اقتناء الصور، وأما فعل التصاویر فھو غیر جائز مطلقا لأنہ مضاھاۃ لخلق اللہ تعالی'' (ردالمحتار ۱،۴۸۰)۔

استثنائی صورتحال:

ان تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ تصویر کے اطلاق میں اتفاق نہیں ہے،فقہاء کے درمیان تصاویر کی حرمت پر مبنی روایات قابل تشریح اور تطبیق ہیں،نیز فقہ میں اصولی طور پر یہ معروف ہے کہ جن ادلہ میں تحقیق اور معانی کی تعیین میں اختلاف ہو اس میں تسہیل و تیسیر کا پہلو اختیار کرنا چاہئے، یقیناً احتیاط اورپرہیز کرنا ایسے مسئلوں میں زیادہ مناسب ہوتا ہے؛ لیکن جب احتیاط ناممکن ہوجائے، اور وہ عوام کی عمومی ضرورت بن جائے پھربھی گنجائش نہ دینا اچھی بات نہیں ہے؛چنانچہ ''الضرورات تبیح المحظورات'' اور ''إذا ضاق الأمر اتسع'' کے تحت ضرورۃ فقہاء نے بھی تصویر نکلوانے کی اجازت دی ہے، فتاوی اللجنۃ الدائمۃ میں ہے:''لایجوز تصویر ذوات الأرواح بالکامیرا أو غیرھا من آلات التصویر ولا اقتناء صور ذوات الأرواح ولاالإبقاء إلا لضرورۃ کالصور التی تکون بالتابعیۃ أو جواز السفر فیجوز تصویرھا والإبقاء علیھا للضرورۃ إلیھا''(فتاوی اللجنۃ الدائمہ ۱،۲۲۵)۔

استاذ محترم حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتھم رقمطراز ہیں: ''ضرورت مثلاً پاسپورٹ ،شناختی کارڈ، بس، ریلوے، مجرموں کی شناخت کیلئے تصویروں کی حفاظت یا کسی بڑی قومی مصلحت کے تحت تصویر کشی جائز ہوگی؛ کہ دشواریوں کی وجہ سے احکام شرع میں سہولت پیدا ہوتی ہے، ''المشقۃ تجلب التیسیر'' (حلال وحرام ۲۲۹، تصاویر کے سلسلہ میں مولانا رحمانی کی وقیع بحث جدید فقہی مسائل جلد اول میں دیکھی جاسکتی ہے)، ان بحثوں کے بعد یہ بات بے غبار ہوجاتی ہے کہ ضرورتاً اسراف سے

بچتے ہوئےتصاویر نکلوانے کی اجازت پر قیاس کرتے ہوئےآن لائن ویڈیو کالنگ پر تعلیم جاری رکھنابھی جائز ہو، عصر حاضر میناس پر سختی غیردانش مندانہ اور شریعت کے نام پر ترقی و تعمیراور اللہ تعالی کی ایک عظیم نعمت کو ٹھوکر مارنا ہے۔

تصاویر کے سلسلہ میں فتاوی کی حیثیت اپنی جگہ مسلم ، مگر انہیں پڑھنے کے بعد اگر تشدد پیدا ہوتا ہے اور زمانہ و عرف کے تقاضے کو نظر انداز کیا جاتا ہے تواس مسئلہ کے تعلق سے چند پہلوؤں پر غورکیجئے! سب سے پہلی بات یہ کہ چونکہ ان میں تصاویر، ویڈیوز ہوتی ہیں تو کیا یہ حرام وسائل ہیں؟کیا یہ بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے؟ اس سلسلہ میں پچھلے صفحات پر مفصل بحث نقل کی گئی ہے، خلاصہ یہ کہ کئی وجوہات کی بنا پر اس دور میں ڈیجیٹل زمانے کی نفی اور ان سے دوری نقصان دہ ہے اور شریعت کے نام پر غیردانشمدانہ کام ہے، اس تعلق سے درج ذیل نکات پر سوچنا چاہئے:

اول: کیاتصاویر کے متعلق روایات حد تواتر کو پہنچتی ہیں؟ اگر ہاں! (تحقیق کے دوران یہ بات صراحت کے ساتھ نہ ملی؛ البتہ کثرت طرق اور اسانید کی بنا پر اس کی اہمیت اس کے قریب قریب ہوسکتی ہے۔ واللہ اعلم) تب بھی اس کے معانی ومفہوم کی تعیین میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، خود ائمہ اربعہ نے تصاویر کی حقیقی صورتحال نقل کرنے میں اختلاف کیا ہے؛بالخصوص امام مالک کا نظریہ بہت مختلف ہے، جو آج عموماً خلیجی علماء قبول کرتے ہیں۔

دوم: یہ عام بات ہے کہ اگر کسی سند، حدیث کے مفہوم و مطالب میں اختلاف ہوجائے تو اس میں خفت ہوجاتی ہے،اس میں شدت اختیار کرنا مناسب نہیں ہوتا، پھر موجودہ دور کو دیکھئے!اور غور کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ا س سلسلہ میں اختلاف بالخصوص ہندوستان اور چند ممالک کے کہیں نہیں!افسوس کی بات یہ ہے کہ جو اختلاف کرتے ہیں وہ خود انہیں وسائل کا استعمال کرتے ہیں، شب وروز ان کی تصویریں، ویڈیوز گردش کرتی رہتی ہیں،بلکہ ذاتی چینلز بھی چلائے جاتے ہیں۔

سوم: اصول فقہ کاایک عام قاعدہ ہے کہ اگرعمل مکروہ میں ابتلائے عام پایا جائے، اور وہ ثوابت میں سے نہ ہو تو پھر اس میں گنجائش پیدا کی جاتی ہے، امام محمد کا واقعہ مشہور ہے جس میں کیچڑ لگنے کی وجہ سے کپڑے کا ناپاک ہونا قبول کیا گیا تھا۔

چہارم: یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع ایک وسیلہ کے طور پر ہیں، اور وسائل کا استعمال مقاصد پر مبنی ہوا کرتا ہے، تو پھر یہ مناسب نہیں کہ اس سے پیدا ہونے والی برائیوں اور مواد پر بات کرنے کے بجائے وسائل کو مدعی بنایا جائے؟

ب.مر د کا بچیوں یا لڑکیوں کو پڑھانے کاحکم:

آن لائن تعلیم میں ایک دوسرا اہم مسئلہ مرد کا بچیوں یا لڑکیوں کو پڑھانا ہے، اس

کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں :

۱۔پڑھنے والی چھوٹی بچیاں ہوں (یعنی قریب البلوغ مراہقہ نہ ہوں جس کی عمر تقریباً نو سال سے کم ہو)،اس کا حکم واضح ہے کہ مرد استاذ کا چھوٹی بچیوں کو پڑھانا جائز اور درست ہے، خواہ آن لائن تدریس ہو یا براہ راست یعنی آمنے سامنے ہوں: ‘‘وفي الدر مع رد المحتار لابن عابدين :وفي السراج: لا عورة للصغير جدا، ثم ما دام لم يشته فقبل ودبر ثم تغلظ إلى عشر سنين، ثم كبالغ....(قوله:لا عورة للصغير جدا) وكذا الصغيرة كما في السراج، فيباح النظر والمس كما في المعراج. قال: وفسره شيخنا بابن أربع فما دونها، ولم أدر لمن عزاه. اهـ. أقول: قد يؤخذ مما في جنائز الشرنبلالية ونصه: وإذا لم يبلغ الصغير والصغيرة حد الشهوة يغسلهما الرجال والنساء، وقدره في الأصل بأن يكون قبل أن يتكلم. اھ ’’ (۱،۴۰۷)۔

۲۔پڑھنے والی قریب البلوغ یا بالغ لڑکیاں ہوں، یہ شق قابل غور ہے، چنانچہ اگر آن لائن پڑھنے والی صرف ایک طالبہ ہے تو اگرچہ یہ صورت مکمل طور پر خلوت کی نہیں ہے؛ لیکن حکماً خلوت ہے ، فتنہ میں واقع ہونے کا اندیشہ ہے؛ لہذا ایک وقت میں صرف ایک طالبہ کو آن لائن پڑھانا فتنہ کے احتمال کی وجہ سے درست نہیں ہوگا، ہاں اگر اس ایک طالبہ کے ساتھ دوران درس اس طالبہ کا کوئی محرم مرد یا کوئی خاتون وغیرہ موجود ہو تو یہ صورت جائز ہوگی،حدیث شریف میں ہے:‘‘ألا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان’’ (ترمذی۴،۴۶۵).... ‘‘وفی الفتاوی البزازیۃ :قال علماؤنا رحمهم الله يكره استئجار الحرة أو الأمة للخدمة لأنه يؤدي إلى الخلوة بالأجنبية وأنه منهى عنه۔۔ الخ’’ (فتاوی بزازیہ۳،۵۰)۔

اور اگر آن لائن تدریس کے دوران دو یا اس سے زیادہ طالبات ہوں تو ان طالبات کو مرد استاذ کا پڑھانا (حجاب وستر اور تعلیم کی) دیگر شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے جائز ہوگا، نیز جائز صورتوں میں بھی دورانِ درس غیر ضروری (یعنی سبق سے ہٹ کر) باتوں سے قطعی طور پر اجتنا ب ہو :‘‘وفی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للملا علی القاریؒ:۔۔۔من وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه ألا وإن لكل ملك حمى ألا وإن حمى الله محارمه۔۔۔۔۔۔(يوشك) : أي: يقرب ويسرع (أن يرتع فيه): أي: في نفس الحمى بناء على تساهله في المحافظة، وجراءته على الرعي، وعدم الفرق بينه وبين غيره، فيستحق عقاب الملک’’ (کتاب البیوع۵،۱۸۹۲، دار الفکر)۔

ج.عورت کا بچوں یا لڑکوں کو پڑھانے کاحکم:

تعلیم خواہ آن لائن ہو یا آف لائن ایک مسئلہ عورت کا بچوں یا لڑکوں کو پڑھانے کابھی ہے، خصوصاً آن لائن میں چونکہ طلباء سے براہ راست تعلق نہیں ہوتا، بعض صورتوں میں ہو بھی جاتا ہے، پردگی اور بے پردگی کا بھی مسئلہ ہے ؛ایسے میناس حکم کے تعلق سے سوچنے کی ضرورت ہے،اس کی ممکنہ دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

اول یہ کہ عورت ناسمجھ بچوں کو پڑھائے، جو ابھی سن شعور کو نہیں پہنچے ہوں تواس میں کوئی حرج نہیں ہے،فقہاء نے لکھا ہے: ‘‘وفي الدر مع رد المحتار لابن عابدين :وفي السراج: لا عورة للصغير جدا، ثم ما دام لم يشته فقبل ودبر ثم تغلظ إلى عشر سنين، ثم كبالغ.....(قوله: لا عورة للصغير جدا) وكذا الصغيرة كما في السراج، فيباح النظر والمس كما في المعراج. قال ح: وفسره شيخنا بابن أربع فما دونها، ولم أدر لمن عزاه. اهـ. أقول:قد يؤخذ مما في جنائز الشرنبلالية ونصه:وإذا لم يبلغ الصغير والصغيرة حد الشهوة يغسلهما الرجال والنساء، وقدره في الأصل بأن يكون قبل أن يتكلم. اهـ.اه’’ (الدر مع الرد۱؍۴۰۷)۔

دوسری صورت یہ کہ عورت بالغ یا قریب البلوغ لڑکوں کو یا اسی طرح ایسے سمجھ دار لڑکوں کو جن کی عمر دس سال تک پہنچ گئی ہوپردہ کے بغیر پڑھائے، یاایسی صورت ہو کہ خلوت کا اطلاق کیا جاسکتا ہوتو یہ مناسب نہیں ہے:‘‘وأما أذان المرأة فلأنها منهية عن رفع صوتها؛ لأنه يؤدي إلى الفتنة’’ (البحر الرائق ۱؍۲۷۷)، اور المبسوط للسرخسی میں ہے: ‘‘ويرفع صوته بالأذان والمرأة ممنوعة من ذلك لخوف الفتنة’’ (المبسوط للسرخسی۱؍۱۳۳)، فتاوی ہندیہ میں ہے: ‘‘والغلام الذي بلغ حد الشهوة كالبالغ، كذا في الغياثية’’ (کتاب الکراہیہ۵؍۳۳۰)،احسن الفتاویٰ میں ہے: ‘‘دس سال کی عمر میں تفریق مضاجع کا حکم فرمایا گیا ہے، اس حکم کی علت احتمال شہوت ہے اور اس عمر میں نماز نہ پڑھنے پر ضرب کا حکم فرمانا بھی اس امر کا مشعر ہےکہ اس عمر کے بچے بمنزلہ بالغین ہیں:‘‘قال العلامة على القاريؒ : لأنهم بلغوا أو قاربوا البلوغ’’ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح؍۱۱۵)،فقط واللہ اعلم

آن لائن تعلیم :اہم بات:

بلاشبہ آن لائن تعلیم آف لائن تعلیم کا بدل نہیں بن سکتا، اس میں بہت سی خرابیاں بھی ہیں، بچوں پر نفسیاتی، دماغی اور جسمانی جو اثر ہوتا ہے وہ بھی قابل ملحوظ ہے، طبی اعتبار سے انہیں سخت جاں گسل حالت سے گزرناپڑتا ہے، خود جوان مرد وخواتین نفسیاتی کشمکش اور الجھنوں کا شکار رہتے ہیں، اس کے باوجود حالات حاضرہ میں آن لائن تعلیم ایک اشد ضرورت بن گئی ہے، جب تعلیمی ادارے ٹھپ ہورہے ہیں، لوگ علم سے دور ہورہے ہیں، بچے جو ہماری اگلی نسل ہینوہ برباد ہورہی ہے،ایسے میں یہ سوچنا وقت کا ضیاع ہے کہ اس سے کیسے بچا جائے؛ بلکہ یہ سوچنا چاہئے کہ کس طرح کم سے کم نقصان میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے،شریعت اسلامی میں بھی یہ بات بڑی واضح طور پر پائی جاتی ہے کہ اگر دو نقصان جمع ہوجائیں تو کم نقصان کو ترجیح حاصل ہوگی، یہاں پر بچوں کو بالکل تعلیم نہ دینے کے مقابلے کچھ شناسا بنا دینا بھی اسی قبیل سے ہے۔

اصول فقہ کابھی یہ قاعدہ عام ہے کہ جب دو مفاسد میں تعارض ہوجائے تو دونوں میں اخف کا ارتکاب کر کے ضرر میں زیادہ بڑے مفسدہ کی رعایت کی جائے گی:

''إذا تعارضت مفسدتان روعی أعظمهما ضرارً بارتکاب أخفهما'' (الاشباہ والنظائر للسیوطی مع شرح الحموی۱،۲۸۶)۔

۵۔ معلومات کی فراہمی کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال:

عصر حاضر کے ایجادات میں سے سوشل میڈیا اوراس سے متعلق مختلف وسائل وغیرہ کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں،اس کے ذریعہ علمی تحقیقات،خبر رسانی اور دیگر شعبہ حیات کے کام لئے جاتے ہیں،بالخصوص دور حاضر میں اس سے مفر نظر نہیں آتا ،شاید وباید ہی کوئی گھرانہ ایسا ہو جو اس کے استعمال سے محروم ہو،اس کے باوجود جدید تحقیقات کے مطابق اس کے استعمال سے کئی طرح کی بیماریوں کا بھی امکان ہے؛لیکن ان باتوں کا درجہ سوائے تخمینہ کے اور کچھ نہیں،دراصل حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا کی کوئی شئی ایسی نہیں جو خیر وشر کے نتیجہ سے خالی ہو،اور ان سب میں اصل بات یہ ہےکہ اطاعت یا معصیت کا صدور بندے کے اختیار سے ہوتا ہے،مثلاً : آگ کا استعمال دو وقت کی روٹی بنانے کیلئے بھی ہوسکتا ہے اور کسی کا آشیانہ جلانے کیلئے بھی، پانی سے کوئی پیاس بھی بجھا سکتا ہے اور کوئی ڈوب کر مر بھی سکتا ہے۔

ایسے میں یہ ذرائع بھی اپنے آپ میں دونوں حالات لئے ہوئے ہیں،کوئی اس کے ذریعہ علمی ،تحقیقی حتی کہ انقلابی تحریک بھی بلند کر سکتا ہے، تو وہیں اس کے ذریعہ فحش لٹریچر اور فلم بینی کے ذریعہ معاشرہ کا ناسور بھی ہوسکتا ہے،نیز موبائل وغیرہ کی ایجاد کا اصل مقصود بھی صالح ،وتعمیری ہی ہے،مثلاًآپسی کمیونیکیشن مضبوط کرنا، اور دنیا کوایک دھاگے میں پرونا ہے؛ایسی صورت حال میں دو قوی وجہیں ہیں ؛جن کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی اوراخلاقی تعلیمات وغیرہ کیلئےان وسائل کا استعمال نا صرف درست ہے بلکہ مستحسن ہے:

الف۔ اسلام کوئی بھی ایسی چیز جس کی وجہ سے انسانی صحت پر اثر پڑتا ہو،یا کسی فتنہ کا ذریعہ بنتا ہو، تو اس کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا؛اور اگر ضرورتا اس کی اجازت دی جائے، تو بقدر ضرورت اس کی تحدید کی جائے گی؛لیکن محض تخیل وتخمینہ کی وجہ سے مباح پر پابندی لگانا مناسب نہیں،کیونکہ جب اصل اباحت ہے،تو یہ بھی اصول ہے: ''الیقین لایزول بالشک'' (الاشباہ للسیوطی،۵۰، ابن نجیم،۵، الوجیز،۱۰۲، درر الحکام،۴)، البتہ اگر ا سکے مفاسد یقین کا مقام پالیں تو پھر اس کا استعمال درست نہ ہوگا، اس لئے اللہ تعالی ارشاد ہے:''ولاتقتلوا أنفسکم إن اللہ کان بکم رحیما'' (نساء: ۲۹)اور فرمایا: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ وأحسنوا إن اللہ یحب المحسنین'' (بقرہ : ۱۹۵)، اسی لئے حضور اکرمﷺ نے فرمایا: ''لاضرر ولاضرار'' (ابن ماجہ: ۲۵۰)۔

ب۔ اسلام میں علم کی تحصیل کا ایک خاص مقام ہے،قرآن کریم کی پہلی وحی ''اقرا '' اس بات پر شاہد ہے،پھر اس کی نشر واشاعت ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے،سوشل میڈیا

اس ضرورت کی تکمیل بڑی حد تک پوری کرتا ہے؛ البتہ معلومات کی فراہمی مینمعتبر ویب سائٹس کا انتخاب، درست ذرائع تک پہنچنا، صحیح تحقیق کا معلوم ہونا اور جو بحث تلاش کی جارہی ہے اس کے متعلق بنیادی باتوں کا معلوم ہونا ضروری ہے؛ ورنہ گمراہی کا اندیشہ ہے، دراصل دقت کی بات یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر ہرچیز موجود ہے مگر وہ سب مخلوط ہے، حق وباطل کو گڈ مڈ کردیا گیا ہے، اگر کسی کے اندر بنیادی علمی لیاقت نہ ہو تو پھر ان سے استفادہ خطرناک ہوسکتا ہے، البتہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر خود ان سے واقف نہ ہو تو کسی ماہر سے تعاون لے اور اس میدان میں تبھی قدم اٹھائے، ورنہ یہاں قدم قدم پر بلائیں ہیں ، نہ جانے کب، کہاں دامن چھوٹ جائے اور انسان ضلالت کی وادی کا گمنام مسافر بن جائے ۔

۶. فریقین کی شناخت کا مسئلہ:

جدید دور میں معاملہ کا تصفیہ ، دارالقضاء کی کاروائی ،مدعی اور مدعی علیہ کی شناخت کے بہت سے پہلو متعارف ہوگئے ہیں، جن کی بنیادوں پر بڑے بڑے فیصلے کرلئے جاتے ہیں، اس سلسلہ میں دوری، مسافتیں اور ملک ملک کا الگ الگ ہونا بھی کوئی اثر نہیں ڈالتا،اسلام کا بھی نظام قضاء تعمیر و ترقی کا حامی ہے، اس میں جمود اور تعطل نہیں؛ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کے طور طریقوں کی وضاحت ہر زمانے میں وقت کے ساتھ کی جاتی رہی ہے، علماء نے انہیں قبول بھی کیا ہے،مگر عصر حاضر میں ایک بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دارالقضاء کی کارروائی ، دعوی ،رفع الزام اور شہادت کی سماعت نیز فریقین کی شناخت کر نا جائز ہے اور اس کا اعتبار ہوگا ؟

واقعہ یہ ہے کہ دار القضاء کا بنیادی مقصود پریشانی اور مصیبتوں کو دور کرنا، ظالم کو ظلم سےروکنا اور مظلوم کی مددکرناہے؛نیز اوامر کا حکم اور نواہی سے روکنا ہوتا ہے: ‘‘الحكمة من القضاء: رفع التهارج ورد النوائب، وقمع الظالم ونصر المظلوم، وقطع الخصومات، والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وفيه وضع الشيء في محله، ليكف الظالم عن ظلمه’’ (موسوعہ فقہیہ کویتیہ۱۱،۳۳)، اس کے لئے ایک نظام ہے کہ فریقین جب معاملہ لیکر آئیں تو ان کے مابین معاملہ کی گہرائی تک پہنچ کر صحیح /غلط کا پتہ لگا کر فیصلہ کیا جائے،جس کے کچھ پیمانے ہیں، مثلاًدو لوگوں کی گواہی،اقرار، قسم،قاضی کا انفرادی طور پر واقف ہونا، کتاب القاضی الی القاضی اور اسی میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ معاینہ اور تحقیق سے ثابت ہوا ہو، ان میں اقرار سب سے بڑا ثبوت ہوتا ہے، اور قسم کسی کے دعوی کو ختم کردیتا ہے۔

دراصل مسائل میں تبدیلی کا ایک بڑا ذریعہ عرف ، سیاست اورنئے وسائل بھی ہوتے ہیں، فقہی کتابوں میں اس کی بہت سی نظیریں ملتی ہیں جہاں عرف و عادت یا جدید وسائل کی وجہ سے مسائل کے اندر تبدیلی قبول کی گئی، مثلاًکتاب القاضی الی القاضی کا

مشہور مسئلہ ہے،شروع کے دور میں دو آدمیوں کی متفقہ گواہی اور شروع سے آخر تک دونوں کی یکجائی، نیز قاضی کی مہر شرط تھی؛ تاکہ غالب گمان ہوجائےکہ اس خط کے ساتھ کسی نے چھیڑ چھاڑ نہیں کی ہے: ‘‘اتفق الفقهاء على أن القاضي له أن يقضي بكتاب قاض آخر إليه فيما ثبت عنده في الحقوق المالية للحاجة إليه، فقد يكون لامرئ حق في غير بلده، ولا يمكنه إتيانه والمطالبة به إلا بكتاب القاضي بشرط أن يشهد شاهدان عدلان على أن الكتاب المرسل هو كتاب قاض، وأن يشهد بثبوت الحكم عنده على نحو معين، وأجاز الإمام مالك أن يحكم القاضي بكتاب قاض في الحدود والقصاص أيضاً’’ (موسوعۃ الفقہ الاسلامی ۴۰۸،۶)،مگرجب امام ابویوسف قاضی بنے تو مدعی کو کاغذات دیتے تھے اور مہر بھی نہیں لگاتے تھے اور وہی لے کر جاتا تھا ،سرخسی نے اسی کو اختیار کیا ہے؛ کیونکہ اس زمانے میں ڈاک کا نظام نہ تھا (دیکھئے: جدید فقہی مسائل: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

استاذ گرامی قدر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم ویڈیو کی گواہی اور فیصلے کے تعلق سے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ‘‘ ویڈیو کے ذریعہ جو تصویر کشی کی جاتی ہے، اس میں تلبیس اور ملاوٹ کی کافی گنجائش ہوتی ہے، یہ ممکن ہے کہ کسی شخص کی کوئی اور تصویر کہیں سے کاٹ کر کسی اور جگہ جوڑ دی جائے، یا مثلاً کسی کی تصویر سے سر کا حصہ کاٹ کر کسی اور جسم کے ساتھ جوڑ دیا جائے، اس طرح کی الٹ پھیر ویڈیو اور انٹرنیٹ وغیرہ میں ممکن ہے، اس لئے ویڈیو سے حاصل ہونے والی معلومات اشتباہ اور آمیزش کے اندیشے سے خالی نہیں اور مشتبہ قسم کی دلیلوں پر نہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور نہ گواہی دی جا سکتی ہے.... ‘‘ولو سمع من وراء الحجاب لا يسعه أن يشهد لاحتمال أن يكون غيره’’ (فتاوی ہندیہ۳/۴۱۲، کتاب الفتاوی ۶۰،۶،،،، مولانا رحمانی نے خدشات کا اظہار کیا ہے وہ آج سے پندرہ سال پہلے موجود تھے، موجودہ فتوی کی طباعت پر ۲۰۰۵ء کا سال مرقوم ہے، اب ان خدشات میں بہت کمی بلکہ نفی ہوچکی ہے)۔

اس پوری تحقیق اور اہتمام کا مقصد صرف یہ ہوا کرتا تھا کہ معاملہ میں صفائی ستھرائی باقی رہے، کسی قسم کا کوئی گمان اور الجھن نہ ہو، اگر کسی ذریعہ سے یہ حاصل ہوجاتا ہے تو پھر اس کا اعتبار کرنا چاہئے، اور یہ سمجھنا چاہئےکہ اصل وسائل نہیں بلکہ مقصود ہوتے ہیں، اگر جدید ٹکنالاجی سے مقصود حاصل ہوتا ہے تو ان کا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، ان دنوں ای میل اور ویڈیو کالنگ وغیرہ ایک معتبروسائل ہیں، اب تو بلو علامت کے ذریعہ سے مزید اکاؤنٹ ویریفائی ہوجایا کرتا ہے، اس کے باوجود اگر شک ہو تو قاضی گواہ کے پاس موجود کسی دورسرے وسیلہ سے اس کی تحقیق کرسکتا ہے، اور اطمینان کے بعد فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اس سلسلہ میں ایک اعتراض بار بار ویڈیو اور تصویر کے سلسلہ میں کیا جاتا ہے، راقم کا خیال ہے کہ اس

معاملہ میں بہت زیادہ سختی مناسب نہیں ہے؛ بالخصوص تصاویر کے مفہوم و اطلاق کے سلسلہ میں اختلاف ،نیز ڈیجیٹل تصاویر اور ویڈیوز پر مستزاد اختلاف نے اس مسئلہ میں خفت پیدا کردی ہے،تاہم ورع اور تقوی کی تلقین اپنی جگہ؛ لیکن اس پر سختی مناسب نہیں۔

شیخ الاسلام مولانا، مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے بہت چشم کشا تحریر لکھی ہے، اسے پڑھ لینا کافی ہے: ‘‘أما التلفزيون والفيديو، فلا شك في حرمة استعمالهما بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة، من الخلاعة والمجون، والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات، وما إلى ذلك من أسباب الفسوق. ولكن هل يتأتى فيهما حكم التصوير بحيث إذا كان التلفزيون أو الفيديو خالياً من هذه المنكرات بأسرها، هل يحرم بالنظر و كونه تصويراً؟ فإن لهذا العبد الضعيف، عفا الله عنه، فيه وقفة؛ وذلك لأن الصورة المحرمة ما كانت منقوشة منحوتة بحيث يصبح لها صفة الاستقرار على شيء، وهي الصورة التي كان الكفار يستعملونها للعبادة، أما الصورة التي ليس لها ثبات واستقرار، وليست منقوشة على شيء بصفة دائمة، فإنها بالظل أشبه منها بالصورة ويبدو أ.

صورة التلفزيون والفيديو لا تستقر على شيء في مرحلة من المراحل إلا إذا كان في صورة ‘‘فيلم’’، فإن كانت صور الإنسان حية بحيث تبدو على الشاشة في نفس الوقت الذي يظهر فيه الإنسان أمام الكاميرا، فإن الصورة لا نست على الكاميرا ولا على الشاشة، وإنما هي أجزاء كهربائية تنتقل من الكاميرا إلى الشاشة وتظهر عليها بترتيبها الأصلي، ثم تفنى وتزول، وأما إذا احتفظ بالصورة في شريط الفيديو، فإن الصور لا تنقش على الشريط وإنما تحفظ فيها الأجزاء الكهربائية التي ليس فيها صورة، فإذا ظهرت هذه الأجزاء على الشاشة ظهرت مرة أخرى بست الترتيب الطبيعي، ولكن ليس لها ثبات ولا استقرار على الشاشة، وإنما هي تظهر وتفنى، فلا يبدو أن هناك مرحة من المراحل تنتقش فيها الصورة على شيء بصفة مستقرة أو دائمة، وعلى هذا، فتنزيل هذه الصورة منزلة الصورة المستقرة مشكل، ورحم الله امرأ هداني للصواب في ذلك، والله سبحانه أعلم’’ (تکملۃ فتح الملہم ۴؍۹۸)۔

۷۔ ویڈیو،آڈیو سے پیسے کمانا:

سوشل میڈیا پرتحریری پیغام ارسال کرنے کے علاوہ ویڈیو، آڈیو کی سہولت بھی فراہم ہے؛ بلکہ اس قدر سہولت ہے کہ جو کسی زمانے میں بڑے بڑے کیمرے اور ٹی وی شوز کے ذریعہ ہوا کرتے تھے اب وہ ایک عام اِنڈرائڈ موبائل کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے، بڑی بات یہ ہے کہ ان کے ذریعہ پیسے بھی کمائے جاسکتے ہیں، گویا ایک شخص محنت کرے، تعمیری مواد جمع کرے اور معاشرتی اصلاح ، علمی کاوش بھی انجام دے اور پیسے بھی کمائے، یا کم از کم خود نہیں کر سکتا ہوتو کسی کی جانب سے بھیجی گئی ویڈیو اور آڈیوکو بھی شئر کرے اور ایک حصہ کما لے،یہ ایک عام بازار کے مثل ہوچکا ہے؛ البتہ دھوکہ دھڑی اور فراڈ کے امکانات بھی بہت زیادہ ہیں؛ لیکن عمومی طور پر چند اقدامات

اور سوجھ بوجھ کے ساتھ یہ ایک بہترین وسیلہ معاش بنتا جارہا ہے، خصوصاً نوجوانوں میں بلکہ بزرگ دینی شخصیات میں بھی اس کا رجحان بڑی تیزی سے بڑھا ہے، اب عام طور پر مدارس ومساجد اور علماء کے ذاتی چینلز ہوتے ہیں جن کے ذریعہ ویڈیو اور آڈیو ڈالی جاتی ہیں، اور معاشرے کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے۔

اس کی افادیت کے اس پہلو کے ساتھ ہی بعض شرعی احکام کا لحاظ بھی ضروری ہے، اسی لئے اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا ویڈیو، آڈیو اپلوڈ کرنا یا شئر کر کے پیسے کمائے جاسکتے ہیں؟ اس سلسلہ میں اولاًچند فتاوی ملحوظ ہوں:

''یوٹیوب پر چینل بناکر ویڈیو اَپ لوڈ کرنے کی صورت میں اگر اس چینل کے فالوورز زیادہ ہوں تو یوٹیوب چینل ہولڈر کی اجازت سے اس میں اپنے مختلف کسٹمر کے اشتہار چلاتا ہے، اور اس کی ایڈورٹائزمنٹ اور مارکیٹنگ کرنے پر ویڈو اَپ لوڈ کرنے والے کو بھی پیسے دیتا ہے، اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر چینل پر ویڈیو اَپ لوڈ کرنے والا: جان د ار کی تصویر والی ویڈیو اپ لوڈ کرے، یا اس ویڈیو میں جان دار کی تصویر ہو، یا اس ویڈیو میں میوزک اور موسیقی ہو، یا اشتہار غیر شرعی ہو، یا کسی بھی غیر شرعی شئی کا اشتہار ہو، یا اس کے لیے کوئی غیر شرعی معاہدہ کرنا پڑتا ہوتو اس کے ذریعے پیسے کمانا جائز نہیں ہے۔

عام طور پر اگر ویڈیو میں مذکورہ خرابیاں نہ بھی ہوں تب بھی یوٹیوب کی طرف سے لگائے جانے والے اشتہار میں یہ خرابیاں پائی جاتی ہیں، اور ہماری معلومات کے مطابق یوٹیوب کو اگر ایڈ چلانے کی اجازت دی جائے تو اس کے بعد وہ ملکوں کے حساب سے مختلف ایڈ چلاتے ہیں، مثلاً اگر پاکستان میں اسی ویڈیو پر وہ کوئی اشتہار چلاتے ہیں، مغربی ممالک میں اس پر وہ کسی اور قسم کا اشتہار چلاتے ہیں، جس میں بسااوقات حرام اور ناجائز چیزوں کی تشہیر بھی کرتے ہیں، ان تمام مفاسد کے پیشِ نظر یوٹیوب پر ویڈیو اپ لوڈ کرکے پیسے کمانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

الدر المختار میں ہے:''قال ابن مسعود:صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات. قلت:و في البزازية:إستماع صوت الملاهي كضرب قصب و نحوه حرام ؛لقوله عليه الصلاة و السلام: استماع الملاهي معصية، و الجلوس عليها فسق، و التلذذ بها كفر؛ أي بالنعمة'' (٦/ ٣٤٨ - ٣٤٩، ط: سعيد)، اور فتاوی شامی میں ہے:''وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال:وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها اهـ" (كتاب الصلاة، مطلب: مكروهات الصلاة١/٦٤٧، ط: سعيد)، فقہ السیرہ میں ہے:''و الحق أنه لاينبغي تكلف أي فرق بين أنواع التصوير المختلفة ... نظراً لإطلاق الحديث" (فقہ السیرہ٤/ ٩٧)، فقط واللہ اعلم " (فتاوی بنوری ٹاؤن)۔

‘‘صورت مسئولہ میں اگر اس پروگرام میں کسی جاندار کی تصویر نہ ڈالی جائے بلکہ صرف آڈیو ز یا غیر ذی روح (درخت وغیرہ) کی تصویر ڈالی جائے تو اس طرح پیسہ کمانے کی اجازت ہوگی، واضح رہے کہ پروگرام بنانے کی صورت میں آپ کمپنی کو اپنے اکاؤنٹ کی ویڈیوز پر کسی قسم کی اشتہار ڈالنے کی اجازت نہ دیں؛ کیونکہ اجازت دینے کی صورت میں کمپنی والے جائز اور ناجائز ہر طرح کے اشتہارات ڈالنے شروع کردیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم ’’ (دار الافتاء دار العلوم دیوبند)۔

‘‘یوٹیوب پر غیر جاندار کی تصویر پر مشتمل جو ویڈیو اپلوڈ کی جاتی ہے ، اس پر اگر جائز اور حلال چیزوں کے ایڈ لگائے جائیں، ایڈ میں جاندار کی تصویریں نہ ہوں ، تو اس کی آمدنی حلال ہوگی ؛ لیکن اگر یوٹیوب کی ویڈیو جاندار کی تصویر پر مشتمل ہو یا اُس پر جو ایڈ لگایا گیا ، وہ کسی حرام چیز مثلا: شراب وغیرہ کا ہو یا ایڈ میں جاندار کی تصویریں ہوں ، تو اس طرح یوٹیوب ویڈیو سے پیسے کمانا ناجائز ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم ’’ (دار الافتاء دار العلوم دیوبند)۔

تصاویر کے متعلق احادیث اور احکام پر علی قدرالاستطاعہ غور کرنے کے بعد راقم الحروف کا خیال ہے کہ سوشل میڈیا ایک عام وسیلہ کے مانند ہے، اس کے مواد اور مقاصد کو زیر بحث لانا زیادہ مناسب ہے، چہ جائے کہ فی نفسہ اسے ہی یک لخت رد کردیا جائے، اس لحاظ سے ان سائٹس پر ویڈیو، آڈیو ڈالنا اور پیسے کمانا گویا ایک مالی معاملہ ہے، جس میں اس سے متعلق احکام و مسائل کو زیر بحث لانامناسب ہوگا،خصوصاً ان فقہی قواعد کو ملحوظ رکھنا چاہئے! جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مالی معاملات میں اصل اباحت اور باہمی رضامندی ہے،یا یہ کہ مومنین نے عقد میں جو شرطیں لگادی ہیں اگر وہ نصوص کے خلاف نہ ہوں تو ان کا پاس ولحاظ رکھنا چاہئے، پھر یہ کہ ان میں وسائل کا حکم مقاصد پر مبنی ہوا کرتا ہے، جن میں مصالح ومفاسد کا خیال رکھا جائے گا؛ نیز جن چیزوں کی بیع ممنوع ہوتی ہے انہیں خریدنا بھی منع ہوتا ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ جب حلال اور حرام مخلوط ہوجائیں تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے، یہ اصول حسب ذیل ہیں:

۱۔‘‘الأصل في المعاملات المالية الإباحة’’ (تيسير أصول الفقه للمبتدئين۵/۱۲)۔

۲۔‘‘الأصل في العقود التراضي ما لم يخالف نصا صريحا أو قاعدة عامة’’ (القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة ۸۱۸/۲)۔

۳۔ ‘‘العقد شريعة المتعاقدين والمؤمنون عند شروطهم’’ (نظرية المقاصد عند الامام الشاطبي ۳٤٦/۱)۔

۴۔ ‘‘كل عقد إشتمل على شرط فاسد فهو باطل’’(شرح قواعد الأصول ومعاقد الفصول ۹/۷)۔

۵۔ ‘‘الأمور بمقاصدها، ولكل إمرء ما نوى’’(الأشباه والنظائر للسيوطي۸/۱)۔

۶۔ ‘‘الوسائل لها حكم المقاصد، والمفضي الى محرم محرم’’(شرح تنقيح الفصول ٤٤۹/۱)۔

۷۔ ‘‘یغتفر في الوسائل ما لا یغتفر في المقاصد (الشبهة الخفیفة أو الضرر غیر الفاحش) (الوجیز في أصول الفقه الاسلامي ۴۵۲/۲)۔

۸۔ ‘‘المصلحة والمفسدة هي معیار وميزان الإقبال أو الإدبار وجودا وعدما’’(شرح مختصر الروضة ۲۶۷/۲)۔

۹۔ ‘‘ما حرم شراؤه حرم بیعه’’ (القواعد للحصني ۱۴۰/۳ ـــ)۔

۱۰۔ ‘‘إذا اختلط الحلال والحرام غلب الحرام’’ (الأشباه والنظائر للسبكي۳۸۰/۱)۔

ضروری بات:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سوشل میڈیا کا ایک بڑا حصہ غیرشرعی امور پر مشتمل ہے، اگرچہ تصاویر، ویڈیوزوغیرہ مجتہدفیہ مسائل ہیں، جن میں گنجائش پیدا ہوسکتی ہے؛ لیکن ان میں فحش مواد کی اس قدر کثرت ہے کہ ان سے بچنا مشکل ہے، فحش مواد بہرحال حرام ہیں، انسان خواہی ناخواہی ان تک پہنچ جاتا ہے یا پہنچا دیا جاتا ہے،ایسے میں سوشل میڈیا کا بے سر وپیر استعمال انسان کے دل کو کھٹکتا ہے، ایک متقی وپرہیزگار شخص کو کوفت میں مبتلا کرتا ہے،اگر ایسا ہے تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی وصیتیں یاد کرلینی چاہئیں اور ان پر عمل پیرا ہونا چاہئے!مثلاً حضورﷺ نے ایک روایت میں فرمایاکہ جو اللہ کیلئے کوئی چیز چھوڑ دے اللہ اسے اس سے بہتر بدل عطا کریں گے:‘‘إنک لن تدع شیئاً للّٰہ إلا أبدلک اللہ به ما هو خیر منه’’ (مسند احمد ۳۶۳٫۵، مجمع الزوائد ۲۹۶٫۱۰)، ایک دوسری روایت میں فرمایاکہ جس نے اپنے آپ کو شبہات سے بچالیا اس نے اپنا دین و عزت بچالی:‘‘من اتقی الشبهات فقد استبرأ لدینه وعرضه’’ (صحیح البخاری ۱۱۷٫۱، صحیح مسلم : ۱۵۹۹، ارواء الغلیل: ۲۰۷۵)اور ارشاد ہے کہ مشکوک کو غیر مشکوک کیلئے ترک کردو!‘‘دع ما یریبك إلی ما لا یریبك’’ (صحیح بخاری: ۲۴۴۲، احمد: ۱۶۳۰، ابن حبان: ۷۲۲)۔

۸۔ غیر مصدقہ اشتہارات

انٹرنیٹ ایک بازار بن چکا ہے، جہاں ہر پل کچھ نہ کچھ بکتا رہتا ہے،یہ دنیا کا سب سے بڑا بازار ہے، چنانچہ جس طرح ایک دکاندار کو اپنے پروڈکٹ کی تشہیر و تعریف کی ضرورت پڑتی ہے، ویسے ہی انٹرنیٹ پر موجود تجارتی اڈوں کو بھی تشہیر کی حاجت ہوتی ہے،مگر یہ دنیا بڑے دھوکے کی بھی ہے، یہاں سیاہ و سپید کا فرق مشکل ہے، حلال وحرام کی تمیز مشکل ترین ہے اور فحش و غیرفحش کی تلاش تو اور بھی مشکل ہے؛ ایسے میں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ انٹرنیٹ پر بہت سے تجارتی اشتہارات ڈالے جاتے ہیں،یا متعین اشخاص کو بھیجے جاتے ہیں،اور ان سے خواہش کی جاتی ہے ؛کہ وہ مختلف گروپ یا افراد کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پیغام کو پہنچائیں، ان اشتہارات میں ایسی اشیاء

کی ترغیب بھی ہوسکتی ہے،جن کا استعمال جائز ہواور ایسی اشیاء کی بھی جن کا استعمال جائز نہ ہو،ایسے اشتہارات کو پھیلانے اور دوسروں تک بھیجنے کا کیا حکم ہوگا؟

اچھی باتوں کو دوسروں تک پہونچانایا باعث خیر امور پر کسی کو متنبہ کرنا دینی واسلامی نقطہ نظر سے لائق ستائش عمل ہے،قرآن کریم ا س کی ترغیب دیتا ہے؛جبکہ شر خواہ کسی بھی صورت میں ہو ا س سے لوگوں کو محفوظ رکھنا بھی دینی کام ہےجوہر ایک مکلف سے مطلوب ہے:''تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان، واتقواالله، إن الله شدید العقاب'' (مائدہ: ۵)، مگریہ دونوں کام بہت ہی حساس اور لطافت کے حامل ہیں،خیر کے کاموں میں حرام کی ملاوٹ(فحش تصاویر ،یا ناجائز پروڈکٹ وغیرہ کی تشہیر) ہوتو وہ بھی قابل قبول نہیں،ایسے میں یہ کہا جاسکتا ہے:

الف۔ اشتہارات کا تعلق تعمیری امور سے ہو،عوام کیلئے سود مند ہو؛تو اسے آگے بڑھاناجائز بلکہ باعث ثواب ہوگا: ''من دعا إلی هدی،کان له من الأجر مثل أجور من تبعه لاینقص ذلک من أجورهم شیئا'' (مسلم: ۴۹۶۰)، ''الدال علی الخیر کفاعله''(سنن ترمذی: ۲۶۷۱)۔

ب۔ اگر کوئی ایسی چیز جس کا تعلق علاج ومعالجہ سے ہے، اور دیکھنے والے شخص کی نظرمیں کوئی اس کا مستحق اور ضرورت مند ہے؛ تو ایسے میں اسے اس تک پہونچانا نا صرف ضروری بلکہ وجوب کا درجہ بھی پاسکتا ہے۔

ج۔ اشتہارات اگر فحش ہوں، مشکوک ہوں،اخلاقی خرابی کا باعث ہوں یا آپسی انتشارات ونزاعات پر مبنی ہونوغیرہ، تو ایسے اشتہارات کی نشر واشاعت باعث گناہ ہوگا:.....''ومن دعا إلی ضلالة کان علیه من الإثم مثل آثام من تبعه،لاینقص ذلک من آثامهم شیئا'' (صحیح مسلم: ۴۹۶۰)۔

یہاں پر ایک قابل غور بات یہ ہے کہ یوٹیوب اور بعض سائٹس پر ویڈیو ، آڈیو اپلوڈ کرنے کے بعد اشتہارات کے سلسلہ میں کمپنی اپنے اختیار سے جو مناسب لگتا ہے وہ کرتی ہے، پھر کبھی کبھی اچھی ویڈیوز پر فحش اشتہارات دکھائے جاتے ہیں، اپلوڈ کرنے والے کی مشکل یہ ہے کہ وہ انہیں ذرائع پر وقت صرف کرتا ہے اور اسی سے روذی روٹی کا بندوبست کرتا ہے، اگر وہ -ایڈ فری، جس میں اشتہارات نہیں دکھائے جاتے- کا آپشن لے لیتا ہے تو ویڈیو اپلوڈ کرنے کا فائدہ کچھ خاص نہ رہے گا،جب تک کہ دیکھنے والوں کی ایک معتدبہ تعداد نہ ہوجائے، عام طور پر لوگ اس خط تک نہیں پہنچ پاتے؛ایسے میں کیا کیا جائے؟ اس تعلق سے ویڈیو اپلوڈ کرنے والے اور دیکھنے والے دونوں کی جانب سے سوچنا چاہئے!

۱۔ ویڈیو اپلوڈ کرنے والا اگر مستطیع ہے، اسے اس کمائی کی ضرورت نہیں ہے تو پھر مناسب ہے کہ وہ -ایڈفری- کا آپشن لے؛ تاکہ کوئی اشتہار شائع نہ ہو اور اس کی ویڈیو بنا روک ٹوک و فحش اشتہار کی گنجائش کے ہی جاری رہےاور لوگ بآسانی استفادہ کریں۔

۲۔ ویڈیو دیکھنے والے کو چاہئے کہ وہ اگر مستطیع ہے تو -ایڈ فری، یہ دیکھنے والے کیلئے بھی لاگو ہوتا ہے- کا آپشن لے؛ تاکہ کوئی اشتہار اسے دیکھنے کا موقع نہ ملے۔

اگر یہ دونوں صورتیں نہ پائی جائیں تو پھر ویڈیو اپلوڈ کرنے والا ایک وضاحت دے اور اشتہارات سے اپنی لا تعلقی کا اظہار کرے؛ چونکہ یہ کمپنی کی جانب سے جبریہ ہوتے ہیں، جس میں ویڈیو اپلوڈ کرنے والے کا کوئی ہاتھ نہیں ہوتا، اس لئے اسے قصوروار نہیں سمجھا جائے گا، دوسری طرف اگر ویڈیو دیکھنے والا ایڈ فری کا آپش نہ لے سکے تو کم از کم یہ کرے کہ جب کمپنی کی جانب سے پانچ سکنڈ کے بعد ویڈیو پر آنے والے اشتہار کو - skip-کرنے کا آپشن ملے تو اسے فوراً اختیار کرلےیا اسی قسم کی ایک ایڈور ٹائز پندرہ سکنڈ یا دس سکنڈ کی بھی آتی ہے، اگر وہ غیر مناسب ہو تو اسے بھی نہ دیکھے۔

*اشتہارات کا تعلق عموماً ہرانسان کے ذاتی سرچ انجن کے مطابق ہوتا ہے؛ یعنی اگر ایک شخص غیر فحش ویڈیوز دیکھتا ہے تو یہ شاذ ہے کہ اسے فحش اشتہارات دکھا ئےجائیں، اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان اپنے کئے کا خود ہی ذمہ دار ہے، اسی طرح اگر کوئی فحش ویڈیو ڈالتا ہے تو اس پر اشتہار بھی عموماًفحش ہی آتے ہیں، جو خود گناہ کا عمل ہے۔

*اگر چھوٹے بچے موبائل استعمال کرتے ہوں تو پھر مناسب ہے کہ ایڈ فری کا آپشن لے لیں، اس سے زیادہ بہتر ہے کہ -kids section- کا آپشن اختیار کریں، جس میں اشتہارات اور ویڈیوز وغیرہ میں انہیں کے معیار کا خیال رکھاجاتا ہے..... سب سے بڑی بات یہ کہ والدین نگرانی رکھیں اور ان پہلوؤں پر کوئی سمجھوتہ نہ کریں، ھذا ماعندی، واللہ أعلم بالصواب۔

۹۔ انعامی کھیل میں شامل ہونا:

انٹرنیٹ کے اس بازار میں نت نئے طریقے ایجاد ہوگئے ہیں جن سے پیسے کمائے جا سکتے ہیں،نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد بے روزگاری اور لاابالی پن میں شب و روز مشغول رہتی ہے،کئی مرتبہ شاہ سے گدا ،اور گدا سے شاہ بننے کے حیران کن واقعات بھی سننے میں آتے ہیں،اب تو بڑی بڑی کمپنیاں سرکار کی حمایت کے ساتھ اس میدان میں جلوہ بکھیر رہی ہیں، جنہیں دیکھ کر لگتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی دستک ہے، شرعی اعتبار سے اس کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے،ان میں سے ایک شق آن لائن گیم کھیلنا اور پیسے کمانا بھی شامل ہے،توکیاآج کل آن لائن جو بعض گیم کھیلے جاتے ہیں، اور جیتنے پر انعام بھی دیا جا تا ہے، ایسے گیم میں شامل ہونا اور اسے انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا جائز ہے؟

شریعت میں کھیلنا ، کودنا منع نہیں ہے، سامان تفریح تلاش کرنا اور ان سے تلذذ حاصل کرنا بھی غلط نہیں ہے، ان سے طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے اور بہت سے کھیلوں

میں بدنی نہ سہی ذہنی ورزش ہوتی ہے، دماغ کا استعمال کیا جاتا ہے ، انسان اس سے تفریح بھی کرلیتا ہے اور بسااوقات پیسے بھی کما لیتا ہے؛ البتہ بنیادی بات یہ ہے کہ ان کھیلوں سے کوئی دنیوی اور دینی نقصان نہ ہو، وہ اس طرح وہ کھیل دل و دماغ پر سوار نہ ہوجائے، بچے ذہنی کشمکش اور الجھن میں مبتلا نہ ہوجائیں، نفسیاتی مرض نہ لاحق ہوجائے، اخلاق ، عادات واطوار میں فساد نہ مچ جائے،حقوق العباد میں کوتا ہی کا باعث نہ ہوجائے، تو وہیں دینی اعتبار سے یاد الہی سے غفلت اور بیزاری نہ پائی جائے، نماز، روزہ اور دیگر عبادات اس کی نظر میں کم وقعت نہ ہوجائیں، کھیل کی دنیا دراصل انسان کو اپنے گرفت میں لے لیتی ہے؛ بالخصوص انٹرنیٹ پر موجود کھیلوں سے تفریح طبع کم بلکہ لوگونمیں ایک نشہ پیدا کر کےانہیں ذہنی کشمکش میں مبتلا کرنا اور ان کے اخلاقی اطوار کو قربان کرنا زیادہ ہوتا ہے۔

فقہاء نے کھیل کے سلسلہ میں اصولاً یہی باتیں نقل کی ہیں،مثلاً ایک جگہ علامہ ابن قدامہ سےجائز کھیلوں کا تذکرہ اس طرح منقول ہے: ''اللعب منه ما هو مباح ومنه ما هو مستحب ومنه ما هو مكروه ومنه ما هو محرم . فمن اللعب المباح المسابقة المشروعة على الأقدام والسفن ونحو ذلك، لأن النبي كان في سفر مع رضي - الله عنها فسابقته على رجلها فسبقته قالت : فلما حملتُ اللحم سابقته فسبقني فقال:هذه بتلك عائشة السبقة" (ابو داود ٣/ ٦٦ من حديث عائشه، مغني المحتاج ٤ / ٣١١)، علامہ کاسانی نے بھی لکھا ہے: ''ومن اللعب المستحب المناضلة على السهام والرماح والمزاريق وكل نافع في الحرب لقول الله سبحانه وتعالى: (وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم"(سورة الانفال ٦٠)، وقال النبي ﷺ تفسير القوة في الآية : ''ألا إن القوة الرمي، ثلاث مرات" (مسلم ٣/ ١٥٢٢من عقبه ابن عامر) والتفصيل في مصطلح (سباق فهوما بعده ومن اللعب المكروه اللعب بالطير والحرام لأنه لا يليق بأصحاب المروءات والإدمان عليه قد يؤدي إلى إهمال المصالح ويشغل عن العبادات والطاعات" (بدائع الصنائع٦/٢٦٩)۔

ایک اور جگہ علامہ نےیہی باتیں لکھی ہیں اور ان میں ان کھیلوں کی طرف اشارہ کیا جو حرام ہیں، جیسے مرغ لڑوانا، جانوروں کے مابین مقابلہ وغیرہ اور جو عبادات سے غافل کردیں:''وإباحة اللعب إنما يكون بشرط أن لا يكون فيه دناءة يترفع عنها ذوو المروءات ، وبشرط أن لا يتضمن ضررا فإن تضمن ضررا لإنسان أو حيوان كالتحريش بين الديوك والكلاب ونطاح الكباش والتفرج على هذه الأشياء فهذا حرام، وبشرط أن لا يشغل عن صلاة أو فرض آخر أو عن مهات واجبة هذه الأمور وأمثالها . وبشرط أن لا يخرجه إلى الحلف الكاذب فإن شغله عنه ونحوه من المحرمات" (بدائع الصنائع ٦ /٢٦٩)۔

اس اعتبار سے دو پہلو واضح ہوتے ہیں:

الف۔ آن لائن گیمزمیں سب سے پہلے یہ یکھناچاہئے کہ یہ کس نوعیت کا ہے، اگر

اس گیم سےشرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے نفع حاصل ہوتا ہے، مثلاً جوا، قمار ، حرام مال میں انویسٹ یا دیگر صورتیں نہ ہوں تو مباح ہے اور اگر اس گیم سے نقضان پہونچ رہا ہے ؛خواہ وہ دینی ہو یا فکر وعقل کا نقصان ہو تو وہ حرام ہے ، حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘من حسن إسلام المرء ترک مالا یعنیہ’’ (سنن ترمذی: ۲۳۱۸)، موسوعہ فقہ اسلامی میں ہے: ‘‘الضابط المميز للهو واللعب عند الشافعية : هو أن كل ما لا يترك أثراً نافعاً فهو مباح، وكل ما يترك أثراً ضاراً فهو حرام.وأساس التفرقة في أنواع اللعب:هو أن ما يقوم على تشغيل الذهن وتحريك الفكر كالشطرنج فهو مكروه، وكل ما يقوم على المصادفة وحجب الفكر والعقل كالنرد فهو حرام’’(موسوعہ فقہ اسلامی۳،۵۶۷)۔

غالباً اس طرح کا عنوان عموماً فقہی کتابوں میں مل جاتا ہے، چونکہ یہ شرعی بنیادیں ہیں اس لئے اکثر وبیشتر کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے۔

ب۔ جب یہ بات واضح ہوجائے کہ فلاں آن لائن گیم (جنرل نولیج کوئز وغیرہ) سے متعلق ہے ،اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے بلکہ اس سے انسان کو فائدہ ہی ہوگا؛ تو ایسے گیم پر انعام دینا اور لینا دونوں جائز ہے ، مگر جس گیم سے دنیوی اور دینی نقصان ہو تو اس پر انعام رکھنا اور لینا دونوں جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس عمل سے-‘‘ ولا تعاونوا علی الإثم و العدوان’’- کی مخالفت لازم آئے گی ۔

فقہ کی ایک اہم اصطلاح

اس طرح کے انعامی کھیل کو فقہ کی ایک اصطلاح میں بیان کیا جاتا ہے، جس کو ‘‘ جعالۃو الجعل اور جعیلۃ ’’ کا نام دیا جاتا ہے، یہ وہ (انعام اور رقم وغیرہ) ہے جو کسی کام کرنے پر انسان کو دیاجائے، مثلاً کوئی یہ کہے کہ جس نےبھی اس طرح کیا؛ اسے اتنی رقم دی جائے گی، یعنی جو شخص کوئی معلوم کام کرے تو اس کیلئے متعین رقم رکھی جائے گی: ‘‘الجعالة أو الوعد بجائزة: التزام عوض معلوم على عمل معين أو مجهول، عسر علمه، كالتزام بمكافأة لمن يحفظ القرآن أو يتفوق في النجاح في دراسته، أو لمن يكتشف علاجاً لمرض عضال كالسرطان ونحوه، أو لمن يثبت شجاعة في دحر قوات العدو وتحطيم آلياته أو طائراته’’ (موسوعہ فقہ اسلامی ۱۱،۷۸)۔

جواز کی دلیلیں:

۱۔قرآن مجیدمیں حضرت یوسف علیہ السلام کا قول مذکور ہے:....‘‘لمن جاء بہ حمل بعیر وأنا بہ زعیم’’ ... (یوسف: ۷۲) (اور جو شخص اسے لائے گا اسے ایک اونٹ کا بوجھ غلہ دیا جائے گا، اور میں اس کا ضامن ہوں)، مطلب یہ ہے کہ جو کوئی بادشاہ کا پیالہ چوری کرنے کے متعلق بتائے گا،اسے ایک اونٹ غلہ کابوجھ دیا جائے گا،یہ انعام دراصل ‘‘جعل ’’ کی صورت ہے، قرآن مجید نے اسے بغیر کسی اعتراض اور اشکال کے نقل کیا ہے، جس سے اس پر جواز معلو م ہوتا ہے۔

۲۔سنت نبوی (ﷺ) میں بھی اس کی دلیل پائی جاتی ہے، جس میں ایک ڈسے جانے والے سردار کا قصہ مذکور ہے، یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہینکہ انہوں نے ایک عرب قبیلہ کے پاس پڑاؤکیا اور ان سے مہمان نوازی کرنے کو کہا، لیکن اس قبیلہ نے مہمان نوازی کرنے سے انکار کردیا، ان کے سردارکو کسی چیزنے ڈنس لیا، تو انہوں نے ہر طرح علاج کرنے کوشش کی ، مگر افاقہ نہ ہوا تو وہ لوگ ان کےپاس آئے اور کہنے لگے:کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟تو ایک صحابی نے کہاکہ واللہ میں دم کروں گا؛ لیکن واللہ ہم نے آپ لوگوں سے مہمان نوازی کی بات کہی تو آپ نے انکار کردیا، اب میں اس وقت تک دم نہ کروں گا جب تک کہ تم ہمارے لئے کوئی چیز(اس کا بدلہ) مقرر نہیں کرتے ، تو انہوں نے ان کے ساتھ بکریوں کے ایک ریوڑ پر مصالحت کی ، اس صحابی نے جاکر اس سردار پر سورہ فاتحہ پڑھ کر پھونک ماری ، تو وہ سردار صحت یاب ہوگیا، تو انہوں نے وعدہ پورا کرتے ہوئے انہیں بدلے میں ایک ریوڑ بکریاں دیں، جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور اس واقعہ کو ذکر کیا توآپ ﷺ نے فرمایا:تم نے ٹھیک کیا، اسے تقسیم کرو اور اس میں میرا حصہ بھی رکھنا " (صحیح بخاری:کتاب الاجارۃ-۲۲۷۶)۔

مگر فقہاء کے درمیان اس کے جواز میں اختلاف ہے، عام طور پر فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں، مالکیہ بس اتنا کہتے ہیں کہ یہ اجازت بطور رخصت ہے؛ نیزفقہ حنفی کی طرف منسوب ہے کہ اس میں یہ جائز نہیں ہے: ''عقد الجعالة مباح شرعا عند المالكية والشافعية، والحنابلة، إلا أن المالكية يقولون : إنها جائزة بطريق الرخصة، اتفاقا، والقياس عدم جوازها بل عدم صحتها للغرر الذي يتضمنه عقدها، وإنا خرجت عن ذلك إلى الجواز للأدلة التالية :.....في الكتاب ، والسنة، والمعقول . فمن الكتاب قوله تعالى :ولمن جاء به حمل بعير ....وكان حمل البعير معلوما عندهم وهو الوسق وهوستون صاعا، وشرع من قبلنا شرع لنا إذا قص علينا من غير نكير، ولم يثبت نسخه، ومن خالف في هذه القاعدة جعله استئناسا" (موسوعہ فقہیہ کویتیہ: جعالہ)۔

اسی طرح موسوعہ فقہ اسلامی میں ہے:''وهي جائزة عند الجمهور غير الحنفية، لقوله تعالى في قصة يوسف: ''ولمن جاء به حمل بعير وأنا به زعيم" (سورہ یوسف ۱۲/ ۷۲ ا) أى كفيل، ولإقرار النبي ﷺ اخذ الأجرة على الرقية بالفاتحة، وهي قطيع من الماشية. وأجيزت الجعالة على الرغم مما فيها من الجهالة، رعاية لحاجات الناس في شؤون حياتهم. وهي التزام بإرادة واحدة لجعل من الجاعل لأي إنسان يقدم العمل المجعول له، ولا يشترط قبول العامل، وإن عينه الجاعل، لأن الجعالة التزام من جانب واحد، وتصح لشخص واحد أو أكثر" (موسوعہ فقہ اسلامی ۱۱،۷۸)۔

''جعالہ ''فقہ حنفی میں:

حنفی فقہاء میں سے امام محمد اور دیگر متاخرین فقہاء نے عقد جعالہ کی تعریف اور اس کی مشروعیت پر بحث کی ہے،چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی نے مختلف مقامات پر جعالہ کی بحث نقل کی ہےجس کو امام سرخسی نے ذکر کیا ہے، ایک مقام پر ہے:''البرکۃ فی الخیل وما یصلح منھا'' کے ذیل میں فرماتے ہیں: ''فإن شرطوا جعلاً نظر، فان کان الجعل من أحد الجانبین خاصہ بأن قال لصاحبہ إن سبقتنی أعطیک کذا، وإن سبقتک لم آخذ منک شیئاً فھو جائز علی ما شرطا... ایک جگہ ''باب الجعائل '' کےتحت یہ بات لکھی کی گئی ہے (شرح السیر الکبیر ۱،۶۳-۹۸)،اسی طرح ابن عابدین شامی نے عقد جعالہ کی تعریف یوں کی ہے:''إنھا ماجعل للإنسان من شئی علی فعل ....'' (حاشیہ ردالمحتار۳،۶۷۴)، نیز ''دررالحکام فی شرح مجلۃ الحکام '' میں بھی عقد جعالہ کی تعریف اسی طرح بیان کی گئی ہے (درر الحکام فی شرح مجلۃ الحکام ۳،۴۲)۔

تاہم ایک بات کی وضاحت مناسب ہے کہ اما م ابوحنیفہ نے عقد جعالہ پر کوئی بحث نہیں کی ہے ،ا س وجہ سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ عقد جعالہ کو جائز نہیں سمجھتے ؛حالانکہ ایسی بات نہیں ہے، بلکہ امام ابوحنیفہ بھی عقد جعالہ کے جواز کے قائل ہیں، جیسا کہ ابن قدامہ نے اس بات کونقل کیاہے، چنانچہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:''الجعالۃ فی رد الضالۃ والإبل وغیرھما جائزۃ وھذا قول أبی حنیفۃ ومالک والشافعی'' (عقد جعالہ کسی معین یا غیر معین شخص کیلئے معلوم یا مجہول کام کے بدلے میں مطلق تصرف کرنے کے التزام کا نام ہے) (المغنی ۶،۳۷۵، دیکھئے: فقہ حنفی میں جعالہ کی حیثیت اور عصر حاضر میں اس کی تطبیقات: ڈاکٹر ضیاء الحق، ڈاکٹر مشتاق احمد، مجلہ: اسلامک تھیالوجی ،جلد ۲، شمارہ: ۲)۔

۱۰۔ بنا اجازت گروپ میں شامل کرنا:

سوشل میڈ یانے انسانوں کو حد سے زیادہ آزادی دے دی ہے، انسان کوسوں دور بیٹھا کسی کے موبائل کے ذریعہ اس کے گھر میں گھس سکتا ہے، اس کی پرائیویٹ چیزیں بھی جان سکتا ہے،یا اسے اپنے چھوٹے موٹے، یا سینکڑوں لوگوں پر مشتمل گروپس بنا کر انہیں تنگ کرسکتا ہے، خصوصاً اس وقت یہ بات بہت زیادہ دیکھی جاتی ہے کہ ہر کوئی کسی کو بھی جوڑ لیتا ہے، اس سے اجازت نہیں لیتا، اس کی پرائیویسی کی قدر نہیں کرتا اور من مانی طرز پر موبائل میں در آنے کی کوشش کرتا ہے،اس لئے یہ سوال بڑا لازم ہے کہ آج کل سوشل میڈیاپرجو گروپ بنائے جاتے ہیں، گروپ میں شامل افرادکو میسیج بھیجےجاتے ہیں ، کیا کسی شخص کو اس کی اجازت یا اطلاع کے بغیر گروپ میں شامل کرنا درست ہے؟

اسلام اور پرائیویسی:

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہر انسان کی اپنی ایک

ذاتی زندگی ہوتی ہے، اس میں دخل دینے کی اجازت کسی کو نہیں ہے، خود اسلام میں پرائیویسی کے تصور کو ایک اعلی پیمانے پر رکھا گیا ہے ،بہت سے تادیبی احکام اس سے متعلق ہیں،قرآن مجید نے اسے کیا ہی خوب انداز میں پیش کیا ہے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت لیکر داخل ہو ں؛ کیونکہ انسان کا گھر عام طور پر اس کے نجی معاملات کا مرکز ہوتا ہے، اس لئے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونے کو منع کیا :''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ" (سورة النور: ۲۷)، کسی کی ٹوہ میں لگنے اور تجسس میں پڑنے سے منع کیا گیا، ارشاد باری تعالی ہے: ''ولا تجسسوا" (حجرات: ۱۲) (اور تجسس نہ کرو)۔

امام بخاری نے اپنی مایاناز کتاب میں ''کتاب الاستئذان " کا عنوان رکھا ہے، اور اس میں '' باب الاستئذان من اجل البصر " قائم کیا ہے، جس میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضورﷺ کے گھر میں دروازے کے سوراخ سے جھانک رہا تھا، اس وقت آپﷺ کے ہاتھ مینکوئی چیز تھی ، جس سے سر کھجلا رہے تھے، آپ ﷺ نے اس شخص کو دیکھا تو فرمایا:''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو اس سے تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا ''.....پھر فرمایا: ''إنما جعل الاستئذان من أجل البصر" (صحیح بخاری: ۶۲۴۱، صحیح مسلم: ۲۱۵۶) (اجازت لینے کا حکم اسی لئے تو دیا گیا ہے کہ قابل ستر چیزوں پر نگاہ نہ پڑے)۔

*ہاں اگرآپ کا خاص دوست ہے جس کی رضا مندی کا کامل یقین ہو تو آپ اس کو گروپ میں شامل کرسکتے ہیں،اس میں بھی بہتر ہے کہ ایک دفعہ انہیں اطلاع کردیں یا اگر وہ ناگواری کا اظہار کریں تو انہیں دوبارہ تنگ نہ کریں، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اپنوں کے حق میں کچھ رعایت برتی ہے، ارشاد باری ہے:.....''أَوْ بُيُوتِ آبائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَواتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خالاتِكُم" (سورة النور: ٦١)۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبَةِ نَفْسٍ مِنْهُ" (حديث صحيح أخرجه أحمد والبيهقي والدارقطني وغيرهم)، وَقِيلَ:هِيَ مُحْكَمَةٌ، وَهُوَ أَصَحُّ. ذَكَرَ مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ: دَخَلْتُ بَيْتَ قَتَادَةَ فَأَبْصَرْتُ فِيهِ رُطَبًا فَجَعَلْتُ آكُلُهُ، فَقَالَ:/ مَا هَذَا؟ فَقُلْتُ:أَبْصَرْتُ رُطَبًا فِي بَيْتِكَ فَأَكَلْتُ، قَالَ: أَحْسَنْتَ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ''أَوْ صَدِيقِكُمْ" وَذَكَرَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ فِي قَوْلِهِ: "أَوْ صَدِيقِكُمْ" قَالَ: إِذَا دَخَلْتَ بَيْتَ صَدِيقِكَ مِنْ غَيْرِ مُؤَامَرَتِهِ لَمْ يَكُنْ بِذَلِكَ بَأْسٌ. وَقَالَ مَعْمَرٌ: قُلْتُ لِقَتَادَةَ: أَلَا أَشْرَبُ مِنْ هَذَا الْحُبِّ؟ قَالَ:أَنْتَ لِي صَدِيقٌ! فَمَا هَذَا الِاسْتِئْذَانُ. وَكَانَ ﷺ يَدْخُلُ حَائِطَ أَبِي طَلْحَةَ الْمُسَمَّى بِبَيْرَحَا، وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ بِغَيْرِ إِذْنِه" (تفسير القرطبی)۔

* سوشل میڈیا پر گروپ بناتے ہوئے بعض دفعہ اجنبی ہوں یا شناسا انہیں جوڑنے کا میسیج بھیج دیا جاتا ہے، یا خود بخود چلا جاتا ہے، چونکہ رابطے میں جو نمبرات محفوظ ہوتے ہیں انہیں ایک سیٹنگ کے ذریعہ خود بخود میسیج کردیا جاتا ہے، اگر یہ صورتیں ہیں اور ایسے میں میسیج پانے والا کوئی اعتراض نہ کرے ؛ بلکہ اسے دیکھے اور خموش رہے تو اسے اس کی اجازت تصور کیا جاسکتا ہے، اور اگر کوئی اعتنا نہ ہو ، میسیج پر - سین- (دیکھا گیا) کی علامت نہ ہو تو بہتر ہے کہ احتیاط کریں ، انہیں بلاک کردیں اور میسیج کرنے سے پرہیز کریں۔

۱۱۔ کتابوں کی پی ڈی ایف:

اس مسئلہ کی دو نوعتیں ہوسکتی ہیں:

[الف] کتاب پر جملہ حقوق محفوظ ہوں،اکثر جب کوئی کتاب اشاعت کے مرحلے سے گزرتی ہے تو اس کے جملہ حقوق محفوظ کر لئے جاتے ہیں،اس سے مصنف کا مقصود اپنی محنت اور خون پسینے کا کچھ عوض حاصل کرلینا ہوتا ہے، یہ مسئلہ حقوق مجردہ کہلاتا ہے، علماء نے بھی اس کی اجازت دی ہے، ہم یہاں پر دارالعلوم دیوبند(جواب نمبر:۴۸۸) کا ایک وقیع فتوی نقل کرتے ہیں، جس میں اسے ایک عرفی قیمت اور حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے:

‘‘یہ مسئلہ علماء کرام کے درمیان مختلف فیہ ہے، کچھ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یہ حقوق مجردہ میں سے ہے، اس لیے اس کا عوض لینا، یعنی اسے فروخت کرنا جائز نہیں، جب کہ دوسرے علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے، حضرت اسمر بن مضرس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے دست مبارک پر بیعت ہوا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: ‘‘جس شخص نے کسی چیز کی طرف سبقت کی جس کی طرف کسی مسلمان نے سبقت نہیں کی تو وہ چیز اس کی ہے ’’ (ابو داؤد،۲۶۲ فی الخراج)۔

علامہ مناوی نے اس کا مصداق افتادہ زمین کو قابل کاشت بنانا لکھا ہے، پھر اس کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہرچشمے، کنویں اور معدن کو بھی شامل ہے (فیض القدیر۶،۱۳۸)، لیکن یہاں حق تصنیف، حق اشاعت کے ساتھ جب اس حق کا رجسٹریشن کرالیا گیا ہو جس کے لیے مصنف کو محنت، وقت اورمال سب ہی خرچ کرنا پڑتا ہے اور اس کی وجہ سے یہ ایک قانونی حق ہوجاتا ہے اور یہ قیمتی مال شمار کیا جاتا ہے، لہٰذا اس رجسٹرڈ حق کو مروجہ عرف کی بناء پر اعیان و اموال کے حکم میں اس کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں، حضرت مولانا فتح محمد صاحب لکھنوی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی، مفتی نظام الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند، مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری اور حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب اسی کے قائل ہیں،

اور مال کے بدلہ میں اس حق سے دست بردار ہوجانا تو تقریباً سب ہی ائمہ کے نزدیک جائز ہے ''، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسی صورت میں بلاشبہ کتاب کی پی ڈی ایف ناشر سے چرا کر یا کسی بھی طرح بلااجازت سوشل میڈیا پر نشر کردینا اور اس سے مال کمانا نامناسب کام ہے، اس سے کمائی گئی روزی پاک نہ ہوگی، اللہ تعالی نے غلط طریقے پر مال کمانے کھانے کو حرام فرمایا، ارشاد ہے:''ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها إلى الحكام لتأكلوا فريقاً من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون'' (بقرہ: ۱۸۸)، علامہ ابن عثیمین نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے تجارتی نقطہ نظر سے کتاب لکھی ہے تو پھر اس کتاب کی پی ڈی ایف اس طرح نشر کردینا اور صاحب کتاب کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے، چنانچہ ''ثمرات التدوين '' میں ہے:''الذي نراه أنه إن كان للاستعمال الشخصي :فلا بأس ، أما إن كان للاتجار فلا يجوز لأنه يُضِرُّ بهم'' انتھی (ثمرات التدوین،۱۴۲)۔

ب۔ دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ کسی صاحب کتاب نے اپنی کتاب کی پی ڈی ایف بنانے، اسے نشر کرنے کی اجازت دے دی ہو، یا وہ تجارتی نقطہ نظر سے نہ ہو، بلکہ شخصی طور پر ہوتو پھر اجازت ہوگی کہ اس کتاب کی پی ڈی ایف حاصل کی جائے اور اسے نشر کیا جائے، سوشل میڈیا پر ان دنوں جنہیں پی ڈی ایف میں اپنی کتاب دوسروں تک پہنچانی ہوتی ہے وہ پہلے ہی اس کی لنک شئر کردیتے ہیں، بلکہ ایک بڑی جماعت ان کی پائی جاتی ہے جو سوشل میڈیا پر ہی اپنی کتاب پی ڈی ایف میں ڈالنے پر اکتفا کرتے ہیں، ان صورتوں میں کوئی حرج نہیں ہے، ابن عثیمین کی یہ عبارت پڑھئے: ''الذي أرى أن الإنسان إذا نسخها لنفسه فقط:فلا بأس ، وأما إذا نسخها للتجارة فهذا لا يجوز ؛ لأن فيه ضرراً على الآخرين ، يشبه البيع على بيع المُسْلم ؛ لأنهم إذا صاروا يبيعونه بمائة ، ونسخته أنت وبعته بخمسين ؛ هذا بيع على بيع أخيك''، انتھی باختصار من'' (لقاء الباب المفتوح ۱۷۸،۱۹، بترقیم الشاملہ آلیا)۔

۱۲۔ سوشل میڈیا کا استعمال:

سوشل میڈیا کی حیثیت انسانی معاشرے میں ایک صالح معلم اور فاسد خون دونوں کی ہے، یہ گویا ایک ایسا وسیلہ ہے جو دودھاری تلوار کی مانند ہے،یہ ایک چھری ہے جس سے گلہ کاٹا جاسکتا ہے اور سبزیاں بھی کاٹی جاسکتی ہیں، اس کی نافعیت کے سامنے دنیا سرنگوں ہے، مگر اس کی مضرتیں بھی معاشرے کو تباہ کر رہی ہیں، بلکہ اگر اس کی مضرتوں پر گفتگو کی جائے تو اس وقت یہ کسی مہلک وبائی بیماری سے کم نہیں ہے، جس سے فحشیات تو عام ہوتی ہی ہیں، ساتھ ہی ایمانی دولت پر بھی ڈاکہ ڈالا جارہا ہے، ان دنوں ارتداد کی لہر میں ایک بڑا دخل سوشل میڈیا سے معاشقہ یا ا س کے ذریعہ معاشقہ ہے، نوعمر بچے، بچیاں اپنی حدیں پار کر رہے ہیں، گھروں کی اونچی اونچی

دیواریں اور والدین کی نگرانی بھی کسی کام کی نہیں ، شب کی تنہائی اور گناہگار طبیعت کا گناہوں کی طرف مائل ہوجانا ایک عام بات ہے؛ ساتھ ہی یہ بھی درست ہے کہ علم و ترقی کی ایک بڑی راہ اس سے کھلتی ہے، یونیورسٹیز کی ڈگریاں، تحقیقی مجلے، مقالات اور تعمیری کام لئے جاتے ہیں، اخلاقی اقدار بلند کرنے کیلئے مختلف زاویے سے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

غرض یہ کہ سوشل میڈیا ایک سکہ ہے جس کے دو پہلو ہیں، اب یہ استعمال کرنے والے کے اوپر ہے کہ وہ اسے کس طرح استعمال کرتا ہے، نیز اگر کوئی یہ کہے کہ اس تیز رفتار دور کو وہ روک سکتا ہے، فقہ وفتاوی کے ذریعہ اس کی رفتار پر اڑنگے ڈال سکتا ہے، تویہ خوش فہمی سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہے، ایک زمانے میں علماء کا ایک گروہ ملٹی میڈیا موبائل کو حرام کہتا تھا، اب ان کی مجبوری یا شوق کہئے یا ضرورت کہ اب وہ خود سب سے زیادہ مہنگا موبائل رکھتے ہیں، ویڈیوز کی حرمت پر تقریر کرنے والے، فتاوی دینے والےاب باقاعدہ یوٹیوب پر چینل چلاتے ہیں (جو راقم کی نظر میں ایک مستحسن عمل ہے) اور اسے ایک لاکھ سبسکرائبر ہونے پر سلور بٹن کی نمائش بھی کرتے ہیں، بات دراصل یہی ہے کہ سوشل میڈیا اور نئی ایجادات اب ہماری شب وروز کا حصہ بنتی جارہی ہیں، چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے حدود و قیود، نفع وضرر کو اجاگر کیا جائے، لوگوں میں بیداری لائی جائے۔

* سوشل میڈیا کے جو منفی اور نقصاندہ پہلو ہیں،وہ یہ ہیں :

(۱) یہ جھوٹی خبریں پھیلانے کا ایک بڑا نیٹ ورک بن گیا ہے اور اکثر بہت سی باتیں کسی تحقیق کے بغیر اس میں ڈال دی جاتی ہیں ؛ کیونکہ اس پر حکومت یا کسی ذمہ دار ادارہ کی گرفت نہیں ہے ،جب کہ اسلام نے ہمیں جھوٹ تو جھوٹ ؛ ہر سنی ہوئی بات نقل کردینے اور بلا تحقیق کسی بات کو آگے بڑھانے سے بھی منع کیا ہے (حجرات : ۶)۔

(۲) عام جھوٹی خبروں کے علاوہ یہ لوگوں کی غیبت کرنے ، ان کی کوتاہیوں کو طشت ازبام کرنے ، یہاں تک کہ لوگوں پر بہتان تراشی اورتہمت اندازی کے لئے بھی وسیلہ بن گیا ہے۔

(۳) اس ذریعہ ابلاغ کو نفرت کی آگ لگانے اور تفرقہ پیدا کرنے کے لئے بھی بکثرت استعمال کیا جاتا ہے ، فرقہ پرست عناصر تو یہ حرکت کرتے ہی ہیں ؛ لیکن خود مسلمانوں کے درمیان مسلکی اختلافات کو بڑھاوا دینے میں اس کا بڑا اہم رول رہا ہے۔

(۴) اس میڈیا کا دہشت گردی اور تشدد کے لئے بھی استعمال کیا جارہا ہے اور استعمال کرنے والوں میں مختلف مذاہب کے خود ساختہ نمائندے شامل ہیں ، جنھوننے لوگوں کی نگاہوں میں دُھول جھونکنے کے لئے مذہب کا مقدس لباس پہن رکھا ہے ۔

(۵) اس ذریعہ ابلاغ کا سب سے منفی پہلو ‘‘فحشاء ’’ کی اشاعت اور بے حیائی کی

تبلیغ ہے ، جو چیز انسان کو اپنے خلوت کدہ میں گوارہ نہیں ہوسکتی ، وہ یہاں ہر عام و خاص کے سامنے ہے ، یہ اخلاقی اقدار کے لئے تباہ کن اور شرم و حیاء کے لئے زہر ہلاہل سے کم نہیں ۔

* ان منفی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کے بہت سے مثبت اور مفید پہلو بھی ہیں اور اس کا صحیح استعمال کرکے اسلامی اور انسانی نقطۂ نظر سے بہت سےاچھے کام کئے جاسکتے ہیں ، جن کا تذکرہ مناسب ہوگا :

۱۔ بچوں ، جوانوں ، عورتوں ، بوڑھوں اور عام مسلمانوں میں ان کی ضرورت کے لحاظ سے دین کی تعلیم واشاعت اور اخلاقی تربیت کے لئے اس کو آسانی کے ساتھ بہت مؤثر طریقہ پر استعمال کیا جاسکتاہے ۔

۲۔ اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں اور زیادہ تر اسی راستہ سے کی جاتی ہیں ، اسی میڈیا سے ان کا مؤثر طورپر رد کیا جاسکتا ہے ۔

۳۔ تعلیم کے لئے اب یہ ایک مؤثر ذریعہ بن چکا ہے اور جیسے ایک طالب علم کلاس روم میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتا ہے ، یا اپنے ٹیوٹر کے سامنے بیٹھ کر کلاس روم کی کمی کو پورا کرتا ہے ؛ اسی طرح وہ اس ذریعہ ابلاغ سے بھی علم حاصل کرسکتا اور اپنی صلاحیت کو پروان چڑھاسکتا ہے ، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ کسی کو ردہ دیہات میں بیٹھے ہوئے طالب علم کے لئے بھی اس کے ذریعہ مشرق و مغرب کے ماہر ترین اساتذہ سے کسب ِفیض کرنا ممکن ہے ، ایسے تعلیمی مفادات کے لئے اس ذریعہ سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔

۴۔ صحت وعلاج کے شعبہ میں بھی اس سے مدد لی جاسکتی ہے ؛ بلکہ لی جارہی ہے، اس کے ذریعہ ماہر ترین معالجین سے استفادہ کیا جاسکتا ہے ، یہاں تک کہ ہندوستان میں ایک ڈاکٹر آپریشن کرتے ہوئے امریکہ کے کسی ڈاکٹر کے مشورہ سے مستفید ہوسکتا ہے۔

۵۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ پرنٹ میڈیا نیز نیشنل اور انٹر نیشنل الیکٹرانک میڈیا جھوٹی خبریں بنانے اور پھیلانے ، نیز سچی خبروں کو دبانے اور چھپانے میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے مینلگا ہوا ہے اور نہایت مہارت کے ساتھ مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بناکر پیش کررہا ہے ، ان حالات میں سوشل میڈیا کے ذریعہ سچائی کو پیش کرنے اور جھوٹ کی قلعی کھولنے کی اہم خدمت انجام دی جاسکتی ہے ؛ چنانچہ عالمی وملکی سطح پر کئی واقعات ایسے ہیں، جن میں سوشل میڈیا کی حقیقت بیانی نے ظالموں اور دروغ گویوں کو شرمندہ کیا ہے ۔

* ضرورت اس بات کی ہے کہ سوشل میڈیا کا اچھے مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے اور اس کی مضرتوں سے نئی نسل کو بچایا جائے ؛ کیونکہ جن چیزوں میں نفع اور نقصان دونوں پہلو ہوں ، اور اس ذریعہ کو بالکل ختم کردینا ممکن نہ ہو تو اسلامی نقطۂ

نظر سے اس کے لئے یہی حکم ہے کہ اس کو مفید طریقہ پر استعمال کیا جائے اور نقصاندہ پہلوؤں سے بچا جائے ، جس چاقو سے کسی جانور کو حلال طریقہ پر ذبح کیا جاسکتا ہے اور کسی بیمار کو نشتر لگایا جاسکتا ہے ، وہی چاقو کسی بے قصور کے سینہ میں پیوست بھی کیا جاسکتا ہے ، تو ہمارے لئے یہی راستہ ہے کہ ہم چاقو کے صحیح استعمال کی تربیت کریں،اس پہلو سے سوشل میڈیا میں جن باتوں سے نئی نسل کو بچانے کی ضرورت ہے ، ان میں چند اہم نکات یہ ہیں :

۱۔ چھوٹے بچوں کو جہاں تک ممکن ہو ، اس سے دور رکھا جائے ؛ تاکہ ان کی پہنچ ایسی تصویروں تک نہ ہوجائے ، جو ان کے ذہن کو پراگندہ کردے ، یا قتل و ظلم کے مناظر دیکھ کر ان میں مجرمانہ سوچ پیدا ہوجائے ۔

۲۔ طلبہ و طالبات اور نوجوانوں کو تعلیمی اور تعمیری مقاصد کے لئے ایک مختصر وقت ان ذرائع سے استفادہ کے لئے مخصوص کرلینا چاہئے ؛ کیونکہ اس کا بہت زیادہ استعمال انسان کو وقت ضائع کرنے کا عادی بنادیتا ہے اور پیغامات کے تسلسل کی وجہ سے وہ بعض اچھی چیزوں کو بھی اتنی دیر تک دیکھنے کا خوگر ہوجاتا ہے کہ اصل کام سے اس کی توجہ ہٹ جاتی ہے ، یہ بھی ایک طرح کا لہو و لعب ہے جس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ صحت کے نقطۂ نظر سے بھی نہایت نقصاندہ ہے ۔

۳۔ جو عمل عام حالات میں جائز نہیں ہے ، وہ ان ذرائع کے ذریعہ بھی جائز نہیں ہے ، جیسے : جھوٹ ، بہتان تراشی، لوگوں کی کوتاہیوں کو طشت ازبام کرنا ، مذاق اُڑانا، سب و شتم کے الفاظ لکھنا یا کہنا، یہ سب کبیرہ گناہ ہیں اور ان سے بچنا شرعی فریضہ ہے۔

۴۔ ایسی خبریں لکھنا یا ان کو آگے بڑھانا جن سے اختلاف بڑھ سکتا ہے ، جائز نہیں ہے، اگرچہ کہ وہ سچائی پر مبنی ہوں ؛ اس لئے کہ جو سچ مسلمانوں کے دلوں کو پارہ پارہ کرتا ہو اور انسان اور انسان کے درمیان نفرت کی بیج بوتا ہو ، اس سے وہ جھوٹ بہتر ہے، جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے اور اختلاف کو اتحاد سے بدلنے کا کردار ادا کرسکے۔

۵۔ ایسی چیزیں دیکھنا ، دِکھانا ، لکھنا اور پڑھنا ، سب کا سب حرام ہے ، جو فحشاء اور بے حیائی کے دائرہ میں آتا ہو ، خواہ وہ تصویر کی شکل میں ہو یا آواز کی ، تحریر کی شکل میں ہو یا کارٹون کی ، شعر کی شکل میں ہو یا لطیفہ کی ، ان سے اپنی حفاظت کرنا اس دور میں نوجوانوں کے لئے بہت بڑا جہاد اور ایک عظیم عبادت ہے ۔

۶۔ سوشل میڈیا پر اسلام اور پیغمبر اسلام ، مسلمانوں کی تاریخ اور مقدس مقامات وشخصیات کے بارے میں ایسی نازیبا باتیں بھی آجاتی ہیں ، جو بجا طورپر نوجوان تو کیا ہر مسلمان کے خون کو گرمادینے اور دل کو کَھولادینے کے لئے کافی ہیں ؛ لیکن اس کے باوجود ہمیں صبر ، سنجیدگی اورمتانت سے کام لینا چاہئے اور ایسے جذباتی ردعمل کا اظہار نہیں کرنا چاہئے ، جو نفرت کو بڑھانے والا ہو ، اگر ناشائستہ باتو نپر اس طرح کے

کومنٹ(Comment) کئے گئے تو جو لوگ اسلام ، امن اور انسانیت کے دشمن ہیں ، ان کا مقصد پورا ہوجائے گا ، اس کی بجائے علم کی روشنی میں مدلل اور سنجیدہ طریقہ پر ان کا جواب دینا اور ان کی بات پر ریمارک کرنا چاہئے؛ کیونکہ جذبات و اشتعال سے وہ لوگ کام لیتے ہیں ، جن کے پاس دلیل کی قوت نہیں ہوتی ، جن کے پاس دلیل کا ہتھیار موجود ہو، ان کو بے برداشت ہونے کی ضرورت نہیں ۔

۷۔ نہایت قابل توجہ بات یہ ہے کہ نوجوانوں کو ایسی سائٹوں سے دور رہنا چاہئے ، جن کا تعلق دہشت گردوں جیسے ‘‘ داعش ’’ وغیرہ سے ہے ، ان کے قریب بھی جانے سے بچنا چاہئے ؛ کیونکہ یہ چیز غلط راستہ پر لے جاتی ہے ، یا کم سے کم شکوک و شبہات کو جنم دیتی ہے ؛ اس لئے نوجوانوں کو تہمت کے ان مواقع سے دُور رہنا چاہئے اور کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے ، جو ان کو غلط راستہ پر ڈال دے ، یا ان کے بارے میں شکوک و شبہات کا راستہ کھول دے ؛ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کسی بھی قسم کی اقدامی یا جوابی دہشت گردی کو پسند نہیں کرتا ؛ کیونکہ اس میں بے قصور لوگوں کی موت ہوجاتی ہے ، اسلام تو امن و انسانیت، عفو و درگذر اور محبت و بھائی چارہ کا پیغامبر ہے، نہ کہ نفرت اور ظلم کا سوداگر (سوشل میڈیا - صحیح اور غلط استعمال؟ ... شبکۃ المدارس الاسلامیہ،انٹرنیٹ)۔

تعلیمی مقاصد ودینی معلومات کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال

قاضی محمد حسن ندوی•

اسلام میں دعوت و تبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکرکی نہ صرف اہمیت ہے بل کہ یہ اشاعت دین کے لیے ضروری ہے، دنیا میں جتنے انبیاء اور رسل آئے ان کی بعثت کے مقاصد اور مشن میں سے اسلام کی نشر واشاعت اور دعوت و تبلیغ ایک اہم مقصد تھا، چناں چہ آپ ﷺ نے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے میدان میں صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا: ''هل بلغت هل بلغت هل بلغت؟ ''(میں نے پہنچادیا؟)

صحابہ کرام نے جواب دیا ''بلی'' کیوں نہیں؟ پھر فرمایا ''فليبلغ الشاهد الغائب'' (راواه البيهقي، الترغيب والترهيب۳،۳۷۵، شعب الايمان۴، ۲۸۹) (جو اس مجمع میں حاضر ہے اس کے پاس دین پہنچ گیا ہے، اس پر یہ ذمہ داری ہے کہ اس دین کو ان لوگوں تک پہنچائے جو یہاں اس مجمع میں نہیں ہیں)۔

رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ نبوت نبوت ختم ہو چکا ہے، جو کام پہلے انبیاء کے ذریعہ پاتا تھا، وہ کام امت مسلمہ اور خاص طور پر علماء کے کندھوں پر ڈال دیا گیا، ارشاد ربانی ہے : ''كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' (آل عمران: ۱۱۰) (تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیےوجود میں لائی گئی ہے،تم نیکی کی تلقین کرتے ہو برائی سے روکتے ہو)

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

''مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَإِنْ اسْتَطَاعَ اَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ،فليفعل وقال مرةفليغيره بيده فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ''(مسلم شريف۱،۵۱)۔

(تم میں سے کو ئی برائی دیکھے تو اگر اسے بدلنے کی استطاعت ہو تو اسے ہاتھ سے بدل دے اور اگر استطاعت نہ ہو تو زبان سے (بدل دے) اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے (برا سمجھے) اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے)

دعوت کا طریقہ اور اس کے ذرائع:

قرآن وحدیث نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاءؑ، نیز صحابہ و تابعین اور اسلاف کی

• استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ماٹلی والا بھروچ، گجرات۔

دعوتی اعمال اور اس کی سرگرمی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی دعوت اور نشر و اشاعت ہر زمانہ میں امت مسلمہ بالخصوص علماء پر فرض کفایہ ہے، لیکن اس کا کوئی طریقہ اور نہج منصوص اور متعین نہیں، البتہ دعوت کے اصول و ضوابط سے متعلق باتوں کی نشان دہی ضرور کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ'' (سورہ نحل: ۱۲۵)۔

(آپ اپنے رب کی راہ کی طرف بلائیے حکمت سے، اچھی نصیحت سے اور اس کے ساتھ بحث کیجیے پسندیدہ طریقے سے)۔

اس آیت کے تحت بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں مخاطبین کی تینوں قسموں کی بناپر ہیں: دعوت بالحکمۃ اہل علم و فہم کے لیے، دعوت بالموعظہ عوام کے لیے اور مجادلہ ان لوگوں کے لیے ہے جن کے دلوں میں شکوک وشبہات ہوں'' (معارف القرآن ۵،۱۴۵)۔

اس وقت دعوت الی الاسلام کے طریقوں میں سوشل میڈیا کا استعمال بہت ہی مؤثر طریقہ ہے اور مقتضائے حال کے مطابق ہے، اگرچہ اس کے استعمال میں مفسدہ اور نقصان بھی ہے، لیکن اس کے مقابلہ میں منفعت ومصلحت کا عنصر اغلب ہے، علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے: ''وقد تراعی المصلحۃ لغلبتھا علی المفسدۃ'' (الاشباہ والنظائرہ ص: ۳۲۵) (کبھی مصلحت کو اغلب کی بناپر مفسدہ پر ترجیح حاصل ہوتی ہے)، اس لیے راقم کی نظر میں دعوت الی الحق کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال درست ہے۔

چوں کہ سوشل میڈیا پر جو دینی معلومات اور شرعی مسائل سے متعلق پیغامات آتے ہیں عامۃً اس کی دو شکلیں ہوتی ہیں: (۱) ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ اس کے بھیجنے والوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ موثق ہیں اور اس کے عہد کے مستند علماء ان کی علمی کاوشوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، تو ان کے مضمون کو سیئر کرنا درست ہوگا، لہذا اس پر خود عمل کرنا اور دوسرے کے گروپ میں '' قول رسول ﷺ بلغوا عنی ولو آیۃ، اور فلیبلغ الشاھد الغائب'' پر عمل کرتے ہوئے سیئر کرنا جائز ہوگا، نیز صاحب معین الحکام نے فتاوی کی کتابوں سے فتوی اور فیصلہ کرنے کے جو اصول مقرر کئےہیں، یہاں سامنے رکھنا ضروری ہوگا:

''قال ابن الصلاح : لَا يَجُوزُ لِمَنْ كَانَتْ فَتْوَاهُ نَقْلًا لِمَذْهَبِ إمَامِهِ إذَا اعْتَمَدَ فِي نَقْلِهِ عَلَى الْكُتُبِ أَنْ يَعْتَمِدَ إلَّا عَلَى كِتَابٍ مَوْثُوقٍ بِصِحَّتِهِ'' (معین الحکام،۲۸) ۔

(ابن الصلاح نے کہا ہے کہ مفتی کے لیے ان کتابوں سے فتویٰ دینا درست ہے جو مستند ہوں)۔

دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ پیغام رساں کے بارے میں کوئی پتہ نہیں کہ وہ مسلمان ہے یا کافر، تو ایسی صورت میں تحقیق اور جرح ضروری ہے،اسی لیے امام علاء الدین الطرابلسی نے درج ذیل اصول فتوی کے لیے مقرر کئے ہیں:

پہلا اصول : اگر کوئی قاضی یا مفتی مجتہد نہیں ہیں، بلکہ مقلد ہیں تو امام کی طرف منسوب کر کے قول کی نقل و روایت کے سلسلہ میں ایسی کتابوں سے استنباط کرنا چاہیے جس کی صحت پر وثوق اور اعتماد ہو۔

دوسرا اصول صاحب معین الحکام نے شیخ عز الدین کے حوالے سے لکھا ہے:

''وَأَمَّا الِاعْتِمَادُ عَلَى كُتُبِ الْفِقْهِ الصَّحِيحَةِ الْمَوْثُوقِ بِهَا فَقَدْ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ فِي الْعَصْرِ عَلَى جَوَازِ الِاعْتِمَادِ عَلَيْهَا؛ لِأَنَّ الثِّقَةَ قَدْ حَصَلَتْ بِهَا كَمَا تَحْصُلُ بِالرِّوَايَةِ، وَلِذَلِكَ قَدْ اعْتَمَدَ النَّاسُ عَلَى الْكُتُبِ الْمَشْهُورَةِ فِي النَّحْوِ وَاللُّغَةِ وَالطِّبِّ وَسَائِرِ الْعُلُومِ لِحُصُولِ الثِّقَةِ بِذَلِكَ وَبُعْدِ التَّدْلِيسِ.وَلَوْلَا جَوَازُ اعْتِقَادِ ذَلِكَ لَتَعَطَّلَ كَثِيرٌ مِنْ الْمَصَالِحِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالطِّبِّ وَالنَّحْوِ وَاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ فِي الشَّرِيعَةِ'' (معین الحکام،۲۸)۔

اگر ایسی کوئی کتاب ہے جو قابل وثوق نہیناور مفتی یا قاضی میں احکام کی تخریج کی صلاحیت ہو تو اسے غور کرنا چاہیے کہ قول اصول مذہب اور عمومی قواعد کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر اس کے نزدیک یہ قول اصول مذہب کے موافق ہے تو اس کے مطابق فتوی اور فیصلہ دے سکتا ہے، لیکن اسے قطعیت کے ساتھ اس قول کو امام کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیے۔

تیسرا اصول فتویٰ کے سلسلہ مینیہ ہے کہ غیر مشہور کتابوں پر اعتماد کرنا درست نہیں اور جدید عہد کی تصانیف جب تک قابل اعتماد اور علماء کے درمیان تسلیم شدہ نہ ہونفتوی کے لیےمعتمد نہیں۔

''وَكَذَلِكَ حَوَاشِي الْكُتُبِ يَحْرُمُ الْفُتْيَا بِهَا لِعَدَمِ صِحَّتِهَا وَالْوُثُوقِ بِهَا''(معین الحکام،۲۹)۔

سوال نمبر:۱

الغرض: صاحب معین الحکام(امام علاء الدین) نے علامہ ابن الصلاح اور شیخ عز الدین بن عبد السلام کی کتابوں کے حوالے سےقضاء اور فتوی کے سلسلے میں جو رہنمااصول مقرر کئے ہیں وہ بہت ہی اہم ہیں اور اہمیت کے حامل ہیں، اسی کی روشنی میں پہلے سوال کا جواب درجہ ذیل صورتوں میں دیا جارہا ہے:

(۱) سوشل میڈیا پر پیغام بھیجنے والے معتبر علماء کی نظر میں مشہور و معروف ہیں اور مضمون بھی قرآن وحدیث کے موافق ہے تو اشاعت دین کی غرض سے شیئر کرنا درست ہوگا۔

(۲) اگر پیغام بھیجنے والا مستور الحال ہے اور اس کا مضمون اور پیغام شریعت اسلامی کے خلاف ہے، تو اس کے پیغام کو آگے شیئر کرنا درست نہیں ہوگا، چنانچہ علامہ محدث فقیہ ظفر احمد عثمانی نے صراحت کی ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے کوئی راوی مستور الحال ہیں تو ان کی شہادت اور روایت قبول کی جائے گی، البتہ اس کے بعد کے زمانہ میں مستور الحال کی روایت اور شہادت بغیر توثیق و تائید کے قبول نہیں

کی جائےگی۔

‘‘وحاصل الخلاف أن المستور من الصحابۃ والتابعین وأتباعھم یقبل بشھادتہ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم:خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم، وغیرھم لا یقبل إلا بتوثیق’’ (قواعد في علوم الحدیث،۲۰۹)۔

یہ محدثین کی صراحت روایت حدیث کے سلسلہ میں ہے، مگر فقہاء کی رائےمستور الحال کی کتاب اور فتویٰ کے سلسلہ میں مختلف ہے، چناں چہ حسن بن زیاد نے مستور الحال کو مخبر عدل کا درجہ دیا ہے، البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ صراحت کی ہے کہ اس زمانے کے مستور الحال کی روایت قبول کی جائےگی، بشرطیکہ سامع کی نظر میں خبر دینے والا (مستور الحال) صادق ہو، جیساکہ حسامی میں ذکر ہے:

‘‘والمستور کالفاسق لا یکون خبرہ حجۃ في با ب الحدیث مالم یظہر عدالتہ وروی الحسن عن أبی حنیفۃ أنہ مثل العدل فیما یخبر عن نجاسۃ الماء و ذکر فی کتاب الاستحسان أنہ مثل الفاسق فیہ وھما الصحیح وقال محمد فی الفاسق یخبر بنجاسۃ الماء أنہ یحکم السامع رأیہ فإن وقع فی قلبہ أنہ صادق’’ (الحسامی،۷۲، مکتبہ ذکریا دیوبند)۔

اور علامہ ظفراحمدتھانوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

‘‘والذی ظھر لی من کلام فقھائنا أن المراد بقبول روایۃ المستور من غیر الصحابۃ عندھم ھو جوازالعمل بھادون الوجوب وکنا مجھول العین من غیرھم’’ (قواعد فی علوم الحدیث،۲۰۸۔۲۰۹) ۔

اس بات کی تائید امام قرافی کے اس قول سے ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں : جس طرح الفاظ حدیث کی روایت میں مستور الحال کی روایت معتبر نہیں اسی طرح حدیث کے معانی کے نقل میں مستور الحال کی ترجمانی اور نقل قبول نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ دونوں کے مقاصد (اللہ کے دین کو نقل کرنا) ایک ہیں، مگر اس صورت میں لوگ ضیق وحرج میں مبتلا ہونگے اور مصالح فوت ہوں گے، اس لیے امام قرافی نے ضرورۃً مستور الحال کی روایت کو قبول کرنے کی گنجائش دی ہے۔

‘‘وَمِثْلُ ھَذَا ذَکَرَہُ الْقَرَافِيُّ فِي کِتَابِ الْأَحْکَامِ فِي تَمْیِیزِ الْفَتَاوَی عَنْ الْأَحْکَامِ فَقَالَ:کَانَ الْأَصْلُ یَقْتَضِي أَنْ لَا تَجُوزَ الْفُتْیَا إلَّا بِمَا یَرْوِیہ الْعَدْلُ عَنْ الْعَدْلِ عَنْ الْمُجْتَھِدِ الَّذِي یُقَلِّدُہُ الْمُفْتِي حَتَّی یَصِحَّ ذَلِكَ عِنْدَ الْمُفْتِي کَمَا تَصِحُّ الْأَحَادِیثُ عِنْدَ الْمُجْتَھِدِ؛ لِأَنَّہُ نَقْلٌ لِدِینِ اللَّہِ فِي الْمَوْضِعَیْنِ، وَعَلَی ھَذَا کَانَ یَنْبَغِي أَنْ یَحْرُمَ غَیْرُ ذَلِكَ،غَیْرَ أَنَّ النَّاسَ تَوَسَّعُوا فِي ھَذَا الْعَصْرِ فَصَارُوا یُفْتُونَ مِنْ کُتُبٍ یُطَالِعُونَھَا مِنْ غَیْرِ رِوَایَۃٍ’’ (معین الحکام،۲۸۔۲۹) ۔

اورچوں کہ امام محمدؒ کے قول کو معاملات کے باب میں ترجیح حاصل ہوتی ہےاور انہوں نے مستور الحال کی روایت کو معتبرمانا ہے، اس بنا پر سوشل میڈیا پر ایسے مضامین شائع ہوتے ہیں جو شریعت سے متصادم نہیں ان کا شیئر کرنا درست ہے۔

سوال نمبر: ٢

سب سے پہلے اس کی تنقیح ضروری ہے کہ سوشل میڈیا کے آلات کی حیثیت کیا ہے؟ کیا بذات خود آلات (یعنی موبائل ، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ) منہی عنہ ہیں یا غلط استعمال کی وجہ سے منہی عنہ ہیں؟

بہرحال اس سوال کی دو شقیں ہیں:

(١)عقود میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کی رائے یہی ہے کہ سوشل میڈیا ایک مشین ہے، اس وقت کے ذرائع ابلاغ میں سے ایک موثر اور مفید ذریعہ ہے، جس کا استعمال برائی کے لیے کیا جاسکتا ہے اور بھلائی کے لیے بھی، یہ در اصل استعمال کرنے والے کے عمل پر موقوف ہوتا ہے، اگر کوئی شخص اس کا استعمال برائی ، بے حیائی اور فحش تصویر عام کرنے کےلئے کرتا ہے تو اس کا یہ عمل معاونت علی المعصیت کی بنیاد پر حرام ہوگا، اور اگر کوئی شخص اسلامی دعوت اور انبیاء کی سنت اور سیرت اور اسلام کی حقانیت پر مشتمل مضامین کو سوشل میڈیا پر پیش کرتا ہے تو یہ عمل نہ صرف جائز ہے بل کہ مستحب اور مستحسن ہوگا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

‘‘وَهَذَا يُفِيدُ أَنَّ آلَةَ اللَّهْوِ لَيْسَتْ مُحَرَّمَةً لِعَيْنِهَا، بَلْ لِقَصْدِ اللَّهْوِ مِنْهَا إمَّا مِنْ سَامِعِهَا أَوْ مِنْ الْمُشْتَغِلِ بِهَا .....أَلَا تَرَى أَنَّ ضَرْبَ تِلْكَ الْآلَةِ بِعَيْنِهَا حَلَّ تَارَةً وَحَرُمَ أُخْرَى بِاخْتِلَافِ النِّيَّةِ بِسَامِعِهَا وَالْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا’’ (الدر المختار و ردالمحتار٥،٢٤٧)۔

اسی طرح علامہ ابن نجیم نے ‘‘ قاعدة الأمور بمقاصدها’’ کے تحت لکھا ہے کہ اعمال کا حکم نیت سے بدلتا ہے، یعنی نیت اچھی ہو تو وہ عمل جائز ہوتا ہے، ورنہ ناجائز ، مثلا اگر کوئی مسلمان شیرہ کسی کے معرفت فروخت کیا تجارت کی نیت سے تو یہ جائز ہوگا گر چہ مشتری اس سے شراب بنائے، لیکن اگر شراب بنانے کے لیے بیچا تو حرام ہوگا۔

‘‘وَذَكَرَ قَاضِي خَانَ فِي فَتَاوَاهُ أَنَّ بَيْعَ الْعَصِيرِ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا إنْ قَصَدَ بِهِ التِّجَارَةَ فَلَا يَحْرُمُ وَإِنْ قَصَدَ بِهِ لِأَجْلِ التَّخْمِيرِ حَرُمَ’’ (الاشباہ مع شرح الحموی،١،٩٧)۔

اس لیے سوشل میڈیا کے آلات کی درستگی کی نیت سے اس شعبہ میں ملازمت کرنا درست ہوگا۔

(٢) جہاں تک دوسری صورت کے حکم کا تعلق ہے تو اگر فی نفسہ سوشل میڈیا پر جو پروگرام شیئر کیے جاتے ہیں وہ مشروع ہیں، لیکن ضمنی طور پر اس آلے پر بے حیائی پر مبنی ویڈیوں یا آڈیو کی اشاعت ہوتی ہے تو اس صورت میں اس پہلو سے تحقیق کرنا ضروری ہوگا،کہ آلے کا ذاتی مقصد کیا ہے ، اگر ذاتی مقصد حلال چیزیں شیئر کرنا ہے، تو اس کا اعتبار ہوگا، کیوں کہ بہت سے امور کا حکم اس کے ذاتی مقاصد پر موقوف ہوتا ہے، لہذا اگر سوشل میڈیا کا مقصود بالذات حلال پروجیکٹ اور امر بالمعروف نہی عن

المنکر ہے تواس بنیاد پر یہ عمل مشروع ہوگا اور اس میں ملازمت بھی ، گر چہ ضمنی طور پر اس آلہ پر بے حیائی اور منکر جیسے پروگرام اور مضامین شائع اور نشر ہوتے ہیں، ان کا لحاظ نہیں، بل کہ اصل کا اعتبار ہوگا ۔

چناں چہ امام علاء الدین (صاحب معین الحکام)نے لکھا ہے:

''وَالْكَلَامُ إنَّمَا هُوَ فِي الْمَقْصُودِ الْأَوَّلِ بِالذَّاتِ لَا فِي اللُّزُومِ، كَمَا أَنَّ الْمَقْصُودَ الْأَوَّلَ مِنْ الْأَمْرِ الْوُجُوبُ'' (معین الحکام ۷) ۔

(کلام سے وہی معنی معتبر ہوتا ہے جو مقصود بالذات ہو، نہ کہ لزومی معنی جیسے امر سے وجوب کا معنی ہوتا ہے) ۔

لہٰذا کلام کی طرح آلات اور سوشل میڈیا سے مقصود بالذات پروگرام کا اعتبار ہوگا، لازمی اور ضمنی چیزوں کا اعتبار نہیں ہوگا ، اس لیے مذکورہ صورت میں اگر سوشل میڈیا پر اصلاً جو مضامین شائع ہو رہے ہیں، وہ مشروع اور حلال ہیں، تو اس میں ملازمت کرنا درست ہے، البتہ سوشل میڈیا پر ضمنی طور پر کوئی بے حیائی کے مضامین شائع کئے جاتے ہیں تو معاونت علی المعصیت کی وجہ سے یہ طریقہ غلط ہے، اس لیے اس کا گناہ میڈیا والوں پر ہوگا۔

سوال نمبر: ۳

سوشل میڈیا پر جو مضامین نشر کیے جاتے ہیں ، وہ ملحدانہ افکار، تعلیمات اسلام اور اخلاقی اقدار کے خلاف ہیں، اور اس کا واحد مقصد ملحدانہ افکار کو فروغ دینا ہے، تو یہ شرعا درست نہیں، چوں کہ اس کا تعلق معاملات سے ہے، معاملات میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے، ارشاد رسول ﷺ ہے:''إنما الأعمال بالنيات'' (مشکوٰۃ شریف) (اعمال کا دارو مدار نیتونپر ہے)، علامہ ابن نجیم نے اسی کے تحت ایک قاعدہ تحریر کیا ہے:''الأمور بمقاصدها'' (الاشباہ۱،۵۳، مطبوعہ دیوبند) (امور میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے)۔

لہٰذا جب مضامین ملحدانہ اور مشرکانہ ہیں، شائع کرنے کا مقصد استخفاف دین ہے اور استخفاف دین ناجائز ہے، اس لیے مذکورہ مضامین کا شیئر کرنا ناجائز اور حرام ہوگا۔

ہاں اگر مذکورہ مضامین شائع کرنے کا مقصد استخفاف دین نہیں ہے اور نہ اس سے دوسرےکو متاثر کرنا ہے، بل کہ یہ مقصد ہے کہ جس کے پاس یہ مضامین پہنچیں گے وہ اس کا مثبت اور موثر شکل میں رد کریں گے، ظاہر ہے اس صورت میں نیت نہی عن المنکر کی ہے اور نہی عن المنکر امت مسلمہ کا فریضہ ہے، لہٰذا اس نیت سے مذکورہ ملحدانہ مضامین کا شیئر کرنا درست ہی نہیں، بلکہ یہ عمل مستحسن ہوگا، کیوں کہ ملحدانہ مضامین سے نہ صرف غیر مسلم کے دلوں میں اسلام کے تعلق سے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، بلکہ بہت سے مسلمانوں کا ایمان متزلزل ہوجاتا ہے، اس لیے نصیحت و خیر خواہی اور دعوت کے تینوں اصول (حکمت، موعظت اور مجادلہ احسن) کے تقاضہ اور

مصلحت کی بنیاد پر مذکورہ ملحدانہ مضامین شیئر کرنا اولیٰ ہوگا، مثلاً اشعار پڑھنا اور سیکھنا رسول اللہ ﷺ کی شان کے خلاف تھا (وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ)(یسین: ۴۹) (اور ہم نے اپنے پیغمبر کو نہ شاعری سکھائی ہے اور نہ وہ ان کے شایان شان ہے)، لیکن شعراء جاہلی کی طرف سے اسلام پر ہونے والے اعتراضات اور ہجو کا جواب دینے کے لیے نہ صرف حضرت حسان بن ثابتؓ کو اشعار سیکھنے کی اجازت دی، بلکہ ان کے لیے مسجد نبوی میں آپ ﷺ کی اجازت سے منبر نصب کیا گیا، جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ عُمَرَ، مَرَّ عَلَى حَسَّانَ وَهُوَ يُنْشِدُ الشِّعْرَ فِي الْمَسْجِدِفانتهره عمر عنہ فاقبل علیہ حسان، فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُفيہ، وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ منک .....'' (بخاری شریف : ۳۵۳۱)۔

(ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حضرت حسانؓ کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ حضرت حسانؓ مسجد نبوی میں اشعار پڑھ رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے ان کو جھڑک دیا، تو حضرت حسانؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ میں اس جگہ (مسجد نبوی) میں اشعار پڑھتا تھا، اور یہاں آپ سے بہتر حضرات موجود ہوتے تھے)۔

الغرض آیت اور حدیث سے معلوم ہوا جس طرح شعراء جاھلی کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے اشعار کہنا درست ہے، اسی طرح ملحدانہ مضامین کا جواب دینے کے لیے اس کا دوسروں کے پاس بھیجنا درست ہے۔

سوال نمبر: ۴، ۵ ، منفعت و مفسدہ کا موازنہ:

آلات کے خیر و شر کے فیصلے کے لیے اس کے نفع و نقصان کا موازنہ کرنا ضروری ہے، نفع ونقصان اور منفعت ومفسدہ میں جس کی مقدار غالب اور اقوی ہوگی اس کے مطابق جواز اور عدم جواز کا حکم لگایا جائےگا، صرف کسی آلہ کے فوائد یا مضرات کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، کیوں کہ اللہ تعالی نے ہر چیز میں کچھ نفع اور ضرر کا پہلو رکھا ہے، اسی اصول کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے:

''يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا'' (سورہ بقرہ: ۲۱۹)۔

(لوگ آپ سے شراب اور جوا کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہیے کہ ان میں بڑاگناہ ہے اور لوگوں کے لیے منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے)۔

خمر اور میسرہ میں مضرت و مفسدہ کا عنصر غالب ہے، اس لیے اغلب و اکثریت کو ترجیح دیتے ہوئے شریعت میں دونوں حرام ہیں، اسی طرح سوشل میڈیا اور (Android phone)کے استعمال سے طبی اور اخلاقی اعتبار سے مفسدہ اور نقصان ضرور ہے، لیکن اس کے مقابلہ میں منفعت و مصلحت کا پہلو اغلب ہے، اوریہ مسلمہ

اصول ہے جب کسی چیز سے دونوں چیز یں (یعنی منفعت و مضرت) متعلق ہوں، تو عام حالت میں حرام کو حلال پر ترجیح حاصل ہوتی ہے ‘‘إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام’’ (الاشباہ،۳۷۳)، لیکن جب مصلحت و حلال کا پہلوحرام و مضرت کے مقابلہ میں اقوی ہوتو حلال و منفعت کے پہلو کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اور اس چیز کا استعمال درست ہوتا ہے:

علامہ ابن نجیم رقمطراز ہیں:

‘‘وَقَدْ تُرَاعَى الْمَصْلَحَةُ لِغَلَبَتِهَا عَلَى الْمَفْسَدَةِ، مِنْ ذَلِكَ جَازَتْ الصَّلَاةُ بِدُونِهِ تَقْدِيمًا لِمَصْلَحَةِ الصَّلَاةِ عَلَى هَذِهِ الْمَفْسَدَةِ. وَمِنْهُ الْكَذِبُ مَفْسَدَةٌ مُحَرَّمَةٌ، وَهِيَ مَتَى تَضَمَّنَ جَلْبَ مَصْلَحَةٍ تربو، عَلَيْهِ جَازَ كَالْكَذِبِ لِلْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ’’ (الاشباہ،۳۲۵)۔

(کبھی مصلحت کو مفسدہ پر اغلب ہونے کی وجہ سے ترجیح حاصل ہوتی ہے، اسی وجہ سے کبھی نماز بغیر طہارت کے درست ہےاور فریقین میں ہم آہنگی واتفاق پیدا کرنے کے لیے جھوٹ بولنا درست ہے)۔

اسی طرح سوشل میڈیا یعنی موبائل کے ذریعہ تعلیم و تعلم جائز ہے، گرچہ ان آلات کے استعمال میں صحت اور اخلاق کے اعتبار سے بڑے نقصانات ہیں، تاہم نقصانات کے مقابلہ میں جو فوائد و منفعت ہیں وہ ظاہر ہیں، اس لیے موجودہ آلات سے علمی فائدہ اٹھانا درست ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب سے کورونا مرض عام ہوا ہے، اس وقت سے لاک ڈاؤن کی وجہ سے تمام تعلیمی ادارے بند ہوگئے ، آف لائن تعلیمی سلسلہ منقطع ہوگیا، آن لائن کے علاوہ کوئی نعم البدل نہیں تھا، اور یہ بات مسلم ہے کہ آن لائن موبائل کے ذریعہ تعلیم دینے میں جو نقصانات ہیں اس سے زیادہ نقصانات اس صورت میں ہیں جب کہ آن لائن تعلیم کی اجازت نہ دی جائے۔

حدیث میں ہے:

‘‘مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا’’ (صحیح البخاری: ۶۷۸۶، کتاب الحدود)۔

(رسول اللہ ﷺ کو جب دو امور میں سے ایک چیز کو انتخاب کرنے کا حق دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان والی صورت کو اختیار کیا)۔

اور مصطفی احمد زرقانے لکھا اشد ضرر کو دور کیا جائے اخف ضرر سے۔

‘‘الضرر الأشد يزول بالضرر الأخف’’ (شرح القواعد الفقہیہ، قاعدہ: ۲۷)۔

گرچہ موجودہ آلات سے تعلیم و تعلم اور اشاعت دین میں نقصان و ضررلاحق ہوتا ہے، لیکن منفعت کا پہلو اغلب واکثر ہے اور اغلب و اکثر پر حکم کا مدار ہوتا ہے، لہذا مذکورہ توجیہ اور قرآن و حدیث کی صراحت سے یہ بات عیاں ہے کہ سوشل میڈیا (موبائل اور انٹرنیٹ) کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنا اور ان آلات کا استعمال اشاعت اسلام میں درست ہے۔

سوال نمبر: ۶

دار القضاء میں جو مقدمات پیش ہوتے ہیں، ان مقدمات کی کاروائی کئی مراحل میں پوراہوتے ہیں: پہلا مرحلہ ثبوت دعویٰ کا ہوتا ہے، اثبات دعویٰ کے لیے عرضی دعویٰ میں جہاں دعویٰ ، وجوہ اور خلاصہ دعویٰ کا واضح ہونا ضروری ہو تا ہے وہیں مدعی علیہ کی طرف سے بیان تحریری آنے کے بعد پیشی کی تاریخ پر اثبات دعویٰ کے لیے فریق کی طرف سے بینہ یعنی گواہوں کی گواہی پیش کرنا ضروری ہوتا ہے، جس طرح دعویٰ قاضی کے روبرو سناجاتا ہےاسی طرح شہادت و گواہی صرف قاضی کی مجلس میں سنی جاتی ہے، چنانچہ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

''فَلَا تُسْمَعُ الدَّعْوَى إلَّا بَيْنَ يَدَيْ الْقَاضِي كَمَا لَا تُسْمَعُ الشَّهَادَةُ إلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ'' (بدائع الصنائع ۶،۲۲۲)۔

(دعوی صرف قاضی کے سامنے سناجائےگا جیسا کہ شہادت صرف مجلس قضاء میں سنی جائے گی)۔

اسی بنا پر قضاء قاضی کے چھ ارکان ہیں جن کا لحاظ ضروری ہے، وہ ارکان یہ ہیں: قاضی، مقضی بہ، مقضی لہ، مقضی فیہ اور کیفیۃ القضاء (معین الحکام،۱۳)، یہ بات یاد رہے کہ کار قضاء ان ارکان پر اس لیے موقوف ہے کہ اس کے بغیر صحیح فیصلہ ناممکن ہے، جیساکہ حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''قاضی کسی مقدمہ میں فیصلہ تک پہنچنے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ مقدمہ میں فریقین کے درمیان جو معاملہ سبب نزاع ہے اس کے بارے میں صحیح صورت حال کی تحقیق کرے، پھر اس ثابت شدہ صورت حال پر جو حکم شریعت منطبق ہوتا ہو اس کی تخریج کرے ''(اسلامی عدالت،۶۳ مطبوعہ دہلی)۔

اس توجیہ سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ در اصل کار قضاء حجت پر مبنی ہوتا ہےاور حجت کا اطلاق اقراردعویٰ، بینہ، یمین اور نکول عن الحلف پر ہوتا ہےاور ان چیزوں کے ثبوت کے لیے عامۃ عند القضاء فریقین اور گواہوں کی گواہی ضروری ہے۔

چناں چہ یہ بات حضرت عمرؓ کے اس خط سے ظاہر ہوتی ہے :

''فَإِنَّ الْقَضَاءَ فَرِيضَةٌ مُحْكَمَةٌ وَسُنَّةٌ مُتَّبَعَةٌ، فَافْهَمْ إذَا أُدْلِيَ إلَيْك وَأَنْفِذْ إذَا تَبَيَّنَ لَك، فَإِنَّهُ لَا يَنْفَعُ تَكَلُّمٌ بِحَقٍّ لَا نَفَاذَ لَهُ. سَوِّ بَيْنَ النَّاسِ فِي وَجْهِك وَمَجْلِسِك وَعَدْلِك.....الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ'' (معین الحکام،۱۵)۔

(یقینا قضا ایک محکم فریضہ ہے، اور اتباع کرنے والی سنت ہے، جب کوئی مقدمہ آئے تو پورے طور پر معاملہ کو سمجھیے ، اور معاملہ نمایاں ہو جائے تو نافذ کردیجیے ، فریقین کے ساتھ نشست والتفات اور انصاف میں برابری کا معاملہ کریں، بینہ مدعی پر اور یمین مدعی علیہ پر عائد ہوتی ہے)۔

ان وجوہ کی بنا پر عام حالت میں فریقین کا عند القضاء حاضر ہونا ضروری ہے، صرف عرضی دعوی کی وجہ سے مدعی کا دعوی ثابت نہیں ہوگا بل کہ عند القضاء دعویٰ گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا، یہ حکم اختیاری حالت میں ہے۔

لیکن جب اضطراری حالت ہو، یعنی کورونا جیسے مہلک مرض وباء کی شکل میں عام ہونے کی وجہ سے شرعی اور ملکی قانون کی وجہ سے فریقین کا عند القضاء روبرو حاضر ہونا ممنوع ہو تو ویڈیوکانفر نس کے ذریعہ دارالقضاء کی کاروائی کی جاسکتی ہے، اس کی دو وجہیں ہیں:

(۱) ایک وجہ یہ ہے کہ موجودہ حالت (جب کہ ایک جگہ پر دواشخاص کا حاضر ہونا ممنوع ہے) ایک اضطراری حالت ہے، اور اضطراری حالت میں وہ چیزیں مباح ہو جاتی ہیں جو اختیاری حالت میں جائز نہیں، جیسا کہ قاعدہ ہے: ''الضرورات تبیح المحضورات'' (الاشباہ۳۰۷)۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ جب دار القضاء میں آن لائن ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ کاروائی کی اجازت نہیں دی جائےگی تو عدالت و دار القضاء کا مقصد ہی فوت ہوجائےگا، اور یہ طریقہ قول رسول ''انصر الظالم والمظلوم ''کے خلاف ہوگا جو درست نہیں۔

اس لیے منفعت قضاء کو مضرت کے پہلو پر ترجیح دیتے ہوئے راقم کی رائے یہ ہے کہ ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ کار قضاء کو انجام دینا جائز ہے، جب کہ ویڈیو کانفرنس میں قاضی کے لیے فریقین کی شناخت اور اثبات دعوی اور رفع الزام ممکن ہو اور اس صورت میں کسی فریق کو ضرر میں مبتلا کرنا لازم نہ آئے، بل کہ قاضی کا فیصلہ رفع حرج دفع ضرر کا باعث ہو ۔

سوشل میڈیا پرتحقیقی پیغامات شیئر کرنے کا حکم

مولانا ابوالمکارم معروفی•

۱۔ مستورالحال شخص کی خبر معتبر ہے یا نہیں؟

اس کے بارے میں فقہ حنفی میں دو روایت ہے، ایک ظاہر الروایہ اوردوسری حسن ابن زیاد کی روایت۔

ظاہر الروایۃ کے مطابق مستورالحال فاسق کی طرح ہے،اس کی خبر مقبول نہیں ہے، اور حسن بن زیاد کی روایت میں وہ عادل کے مانند ہے، اس کی خبر مقبول ہے، ان دونوں میں سے ظاہر الروایہ اصح ہے، کیونکہ خبر میں جانب صدق راجح ہونے کے لیے راوی کی عدالت کاثبوت ضروری ہے، اور مستورالحال میں عدالت معدوم ہے، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

''ولا یقبل قول المستور فی ظاہر الروایہ وعن أبی حنیفۃ أنہ یقبل قولہ فیہا جریا علی مذہبہ أنہ یجوز القضاء بہ، وفی ظاہر الروایۃ: ہو والفاسق سواء حتی یعتبر فیہما أکبر الرأی" (الہدایہ، کتاب الکراہیۃ، ۴۵۴،۴ مکتبۃ بلال دیوبند)۔

علامہ فخر الاسلام بزدویؒ رقم طراز ہیں: ''أما خبر المستور فقد قال فی کتاب الاستحسان إنہ مثل الفاسق فیما یخبر من نجاسۃ الماء، وفی روایۃ الحسن ہو مثل العدل و ہذہ الروایۃ بناء علی القضاء بظاہر العدالۃ، والصحیح ما حکاہ محمد أن المستور کالفاسق لایکون خبرہ حجۃ'' (کشف الأسرار شرح أصول البزدوی ۲۹،۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

اس سے معلوم ہواکہ وہی خبر اور پیغام معتبر ہے جس میں جانب صدق راجح ہو اور سوشل میڈیا پر آنے والے پیغامات جن کے بھیجنے والوں کے بارے میں معتبر یا غیر معتبر ہونا معلوم نہیں ہے، چونکہ ان کی خبر میں جانب صدق راجح نہیں ہے، اس لیے اس کو کسی کے پاس بھیجنا درست نہیں ہے، کیونکہ شریعت مقدسہ میں ہر بات بلا تحقیق بیان کرنے والے کو سختی کے ساتھ ڈرایا گیا ہے، ارشاد نبوی ہے : ''کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ما سمع''(مقدمہ مسلم،۸)۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''وأما معنی الحدیث والآثار التی فی الباب ففیہا الزجر عن التحدیث بکل ما سمع الإنسان فإنہ یسمع فی العادۃ الصدق والکذب، فإذا حدث بکل ماسمع فقد کذب لإخبارہ بما لم یکن، وقد

• خادم التدریس مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی جون پور، یوپی۔

تقدم أن مذہب أہل الحق أن الکذب الإخبار عن الشیء بخلاف ما ہو، ولا یشترط فیہ التعمد لکن التعمد شرط فی کونہ آثما، واللہ اعلم" (نووی شرح مسلم،۹)۔

بلا تحقیق کسی خبر کو ارسال کرنے کے بعد ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس خبر کا خلاف واقعہ ہونا ظاہر ہوجائے اور اس کی وجہ سے یہ ارسال کرنے والے کی حیثیت اور عدالت مجروح ہوتی ہے: ''إذا حدث بکل ماسمع کثر الخطأ فی روایتہ، وترک الاعتماد والأخذ عنہ" (نووی شرح مسلم،۹)۔

۲۔ سوشل میڈیاکے شعبہ میں ملازمت شریعت کی نظر میں:

صورت مسئولہ میں چونکہ ناجائز چیزوں میں براہ راست اعانت نہیں ہے، بلکہ اعانت بعیدہ ہے،اور حاجت کے وقت اس کی گنجائش ہوتی ہے، اس لیے سوشل میڈیا کے شعبے میں تکنیکی ضرورتوں کے سلسلے میں ملازمت کرنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ بینک کی ملازمت کے سلسلے میں دور حاضر کے مشہور و معروف فقیہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ''دراصل بینک کی ملازمت ناجائز ہونے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں: ایک وجہ یہ ہے کہ ملازمت میں سود وغیرہ کے ناجائز معاملات میں اعانت ہے، دوسرے یہ کہ تنخواہ حرام مال سے ملنے کا احتمال ہے، ان میں سے پہلی وجہ یعنی حرام کاموں میں مدد کا جہاں تک تعلق ہے، شریعت میں مدد کے مختلف درجے ہیں، ہر درجہ حرام نہیں، بلکہ صرف وہ مدد ناجائز ہے جو براہ راست حرام کام میں ہو، مثلاً سودی معاملہ کرنا، سود کا معاہدہ لکھنا، سود کی رقم وصول کرنا وغیرہ، لیکن اگر براہ راست سودی معاملے میں انسان کو ملوث نہ ہونا پڑے، بلکہ اس کے کام کی نوعیت ایسی ہو جیسے ڈرائیور، چپراسی یا جائز ریسرچ وغیرہ تو اس میں چونکہ براہ راست مدد نہیں ہے، اس لیے اس کی گنجائش ہے (فتاوی عثمانی ۳،۳۹۵)۔

جہاں تک تصاویر کا سوال ہے تو ان کی حیثیت ضمنی ہوتی ہے، ان کی طرف بسااوقات توجہ بھی نہیں ہوتی، یا وہ خود مقصود نہیں ہوتیں اور نہ آدمی ان سے محظوظ ہوتا ہے، اس کی نظیر وہ جزئیات ہیں جن کی فقہاء نے ''الأمور بمقاصدہا" کے تحت تخریج کی ہے، مثلاً شیر انگور شراب بنانے والے کے ہاتھ تجارت کے مقصد سے بیچنا جائز ہے، اور اس نیت سے بیچنا کہ خریدار اس کو شراب بنائے گا جائز نہیں ہے۔

''الأمور بمقاصدہا.... وذکر القاضی فی فتاواہ أن بیع العصیر ممن یتخذہ خمرا إن قصد بہ التجارۃ فلا یحرم وإن قصد بہ لأجل التخمیر حرم، وکذا غرس الکرم علی ہذا، انتہی. وعلی ہذا عصیر العنب بقصد الخلیۃ والخمریۃ" (الأشباہ والنظائر مع شرحہ محمود النظائر،۹۸ مکتبہ یوسفیہ دیوبند)۔

خلاصہ یہ ہے کہ ملازم سے براہ راست جو کام متعلق ہے، اگر وہ جائز ہے، تو سوشل میڈیا کے شعبے میں تکنیکی ضرورتوں کے سلسلے میں ملازمت کرنا جائز ہے،

خواہ بے حیائی پر مشتمل کام اس شعبے میں ضمنا انجام پائیں یا قصداً و اصالۃً، اور اگر ملازم سے براہ راست جو کام متعلق ہے وہ ناجائز ہے تو اس شعبے میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے، اگر چہ بے حیائی پر مشتمل کا م ضمنًا ہی انجام پائیں۔

یہی حکم اس سائٹ میں ملازمت کرنے کا بھی ہے جس کا مقصد تو بے حیائی پر مبنی ویڈیوز آڈیوز کی اشاعت نہ ہو، مگر ضمنًا اس میں یہ امور بھی انجام پاتے ہیں،البتہ ملازم پر لازم ہے کہ حتی الامکان فحش و ناجائز تصاویر اور ویڈیوز آڈیوز سے بچنے کی کوشش کرے۔

۳۔ ملحدانہ افکارپرمشتمل مضامین دوسروں کے پاس بھیجنے کاحکم:

ملحدانہ افکار، اسلام، اسلامیات پر اعتراض اور اخلاقی اقدار کے استخفاف پر مشتمل مضامین کی حیثیت اس سبب قریب کی ہے،جس سے بحالت موجودہ کسی تغیر کے بغیر معصیت میں استعمال کیا جاسکتاہے، جیسے جنگی اسلحہ،اس کا حکم یہ ہے کہ اس نیت سے بیچنا کہ خریدار اس کو معصیت میں استعمال کرے، اعانت علی المعصیت میں داخل ہوکر حرام ہے، کیونکہ معصیت کی اعانت جو از روئے شرع حرام ہے؛ وہ ہے جس میں معصیت کی نیت حقیقتاً یا حکما شامل ہو۔

اور اگر یہ نیت نہ ہو؛ لیکن معلوم ہو کہ خریدار اس کو معصیت میں استعمال کرے گا تو اس کے ہاتھ بیع کرنا مکروہ تحریمی ہے، اور اگر معلوم نہ ہو کہ خریدار اس کو معصیت میں استعمال کرے گا یا کسی دوسری چیز میں تو ایسی صورت میں مکروہ نہیں ہے، اور اگر خریدار کا اہل فتنہ میں سے ہونا معلوم نہ ہو،یا معلوم ہو کہ اہل فتنہ میں سے نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں اس کے ہاتھ بیع کرنے میں کراہت نہیں ہے:

‘‘لكن الإعانة حقيقة هى ما قامت المعصية بعين فعل المعين ولا يتحقق إلا بنية الإعانة أو التصريح بها أو تعيينها فى استعمال هذا الشى بحيث لا يحتمل غير المعصية،وما لم تقم المعصية بعينه لم يكن من الإعانة حقيقة بل من التسبب ثم السبب إن كان سببا محركا وداعيا إلى المعصية فالتسبب فيه حرام كالإعانة على المعصية..... وإن لم يكن محركا وداعيا بل موصلا محضا وهو مع ذلک سبب قريب بحيث لا يحتاج فى إقامة المعصية به إحداث صنعة من الفاعل كبيع السلاح من أهل الفتنة وبيع العصير من لم يتخذه خمرا و بيع الأمرد ممن يعصى به وإجارة البيت ممن يبيع فيه الخمر أو يتخذها كنيسة أو بيت نار وأمثالها؛ فكله مكروه تحريما بشرط أن يعلم به البائع والآجر من دون تصريح به باللسان فإنه إن لم يعلم كان معذورا وإن علم وصرح كان داخلا فى الإعانة المحرمة’’ (جواہر الفقہ)۔

‘‘ويكره بيع السلاح فى أيام الفتنة معناه ممن يعرف أنه من أهل الفتنة لأنه يسبب إلى المعصية وقد بيناه فى السير وإن كان لا يعرف أنه من أهل الفتنة لا بأس بذلک لأنه يحتمل أن يستعمله فى الفتنة فلا يكره بالشک. ولا بأس ببيع العصير ممن يعلم أنه يتخذه خمرا لأن

المعصیۃ لا تقام بعینہ بل بعد تغییرہ بخلاف بیع السلاح فی أیام الفتنۃ لأن المعصیۃ تقوم بعینہ" (ہدایہ ۴،۴۷۵)۔

"القسم الثالث:ہو ما یکون ترتب المفسدۃ علی الفعل من باب غلبۃ الظن لا من باب العلم القطعی ولا یعد نادرا وفی ہذہ الحال یلحق الغالب بالعلم القطعی..... ومثال ذلک بیع السلاح وقت الفتن و بیع العنب للخمار فإن البیع فی ہذا الحال حرام" (أصول الفقہ أبو زہرہ،۲۹۱)۔

اس تفصیل کی روشنی میں ملحدانہ افکار،اسلام پر اعتراض اور اخلاقی اقدار کے استخفاف پر مشتمل مضامین کو دوسرے کے پاس بھیجنے کا حکم یہ ہے:

۱۔ایسے مضامین اس نیت سے دوسروں تک بھیجنا کہ سامنے والا اس سے متاثر ہو اعانت علی المعصیت میں داخل ہو کر ناجائز ہے۔

۲۔ اور جس کے بارے میں معلوم یا ظن غالب ہے کہ وہ اس سے متاثر ہو جائے گا تو اس کے پاس ایسے مضامین اور پیغامات کو بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔

۳۔ اگر معلوم نہ ہو کہ سامنے والا اس سے متأثر ہو گا یا نہیں تو اس صورت میں بھیجنا کراہت سے خالی نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ ایسے پیغامات مفضی الی المعصیت ہونے کے ساتھ ساتھ معصیت کے لئے محرک بھی ہیں، بر خلاف ہتھیار کے، کیونکہ ہتھیار مفضی الی المعصیۃ ہے، مگر معصیت کے لئے جالب اور محرک نہیں ہے، اس لیے اس صورت میں ہتھیار کی بیع مکروہ نہیں اور پیغامات کا ارسال کرنا مکروہ ہوگا۔

۴۔ اگر معلوم ہے کہ مرسل الیہ اس سے متاثر نہیں ہوگا، بلکہ اس کا رد کر کے دوسروں کو اس سے بچانے کا ذریعہ بنے گا تو اس شخص کے پاس ان مضامین کا بھیجنا بہتر ہے،بلکہ بسا اوقات لازم ہے، علامہ قرافیؒ وسیلہ اور ذریعہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فکما أن وسیلۃ المحرم محرمۃ فوسیلۃ الواجب واجبۃ والوسیلۃ إلی أفضل المقاصد أفضل الوسائل و إلی أقبح المقاصد أقبح الوسائل" (الفروق للقرافی۲،۳۳)۔

۴۔ تعلیم کے لئے سوشل میڈیاکا استعمال:

حصولِ تعلیم کے لئے سوشل میڈیا بہت ہی کارآمد ذریعہ اور بہت سارے فوائد کا سرچشمہ ہے،مگراس کا مسلسل استعمال بہت ڈھیر ساری جسمانی، روحانی اور اخلاقی خرابیوں کا پیش خیمہ بنتا ہے، لیکن:

۱۔کسی چیز میں خیر و شر کے فیصلے کے لئے اس کے نفع و نقصان کا موازنہ کرنا ضروری ہے، نفع و نقصان میں جس کی شرح غالب یا تاثیر قوی ہو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، محض کسی چیز کے فوائد کی بنیاد پر یک طرفہ طور پر اس کے خیر ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، ورنہ دنیا کی شاید ہی کوئی چیز ملے جس میں کچھ نہ کچھ فائدہ نہ ہو، قرآن کریم نے خمر و میسر کے ذیل میں "إثمہما أکبرمن نفعہما" سے اس

اصول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لہو لعب کے فوائد پر تبصرہ کرتے ہوئے بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا جو اس باب میں اصل ہے:

''أن اللہو علی أنواع: لہو مجرد، ولہو فیہ نفع و فائدۃ ولکن ورد الشرع بالنہی عنہ، ولہو فیہ فائدۃ ولم یرد فی الشرع نہی صریح عنہ، ولکنہ ثبت بالتجربۃ أنہ یکون ضررہ أعظم من نفعہ ملتحق بالمنہی عنہ''۔

اور آگے لکھتے ہیں:

''وما کان فیہ غرض و مصلحۃ دینیۃ أو دنیویۃ. فإن ورد النہی عنہ من الکتاب أو السنۃ کان حراما أو مکروہا تحریمیا، وألغت تلک المصلحۃ والغرض لمعارضتہا النہی المأثورۃ حکما، بأن ضررہ أعظم من نفعہ ولیس من الضرورات أن یکون کل غرض و نفع یکتسبہ الإنسان جائزا مباحا، کیف والشیء إذا غلب شرہ علی خیرہ وضررہ علی نفعہ عدّ من المضرات عند العقلاء قطعا وإلا فلا شیئ من السموم والمہلکات لایکون فیہ نفع ما وفائدۃ. ولکن لما غلب ضررہ علی نفعہ عدوہ من المضرات'' (احکام القرآن ۳،۲۰۱)۔

چونکہ سوشل میڈیا کو حصولِ تعلیم کا ذریعہ بنانے میں فوائد سے زیادہ نقصان کا اثر دکھائی دیتا ہے اور یہ نقصان بھی جسم و روح اور اخلاق کا ہے، اس لئے اس اصول کی روشنی میں اسکی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

۲۔ فقہ اسلامی کااصول ہے:

''درء المفاسد أولیٰ من جلب المصالح'' (الأشباہ والنظائر،۳۱۴)۔

یعنی دفعِ مضرت جلبِ منفعت سے بہتر ہے، اس کے پیشِ نظربھی مضرتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے محض فوائد کا لحاظ کرکے آن لائن تعلیم کی اجازت سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

۳۔دینی تعلیم کا مقصد علم من حیث العلم نہیں ہے، بلکہ اسکا مقصد معرفت خداوندی اور رضائے الٰہی ہے، اس لئے حصول علم دین کیلئے ایسا طریقہ اپنانا درست نہیں ہوگا جو اس مقصد میں خلل پیدا کرے، اور انٹرنیٹ ایسی چیز ہے جس کے مضر اثرات سے متأثر ہوکر اس کواستعمال کرنے والے طلبہ مقصد تعلیم سے دور ہورہے ہیں، علاوہ ازیں پڑھنے کاشوق رخصت ہورہا ہے اورکتابوں سے استفادہ کرنے کامزاج ختم ہوتاجارہاہے۔

اس لئے عام حالات میں سوشل میڈیا کو حصول تعلیم کا مقصد بنانے سے حتی الامکان احتراز کرنا چاہئے،اور آن لائن تعلیم کے بجائے مستند اساتذہ سے بالمشافہہ استفادہ کرنا چاہئے، یہی طریقہ افادہ اور استفادہ کیلئے موزوں ہے، تاہم اگر ضرورت ہو مثلاً بالمشافہہ تعلیم کے اسباب و مواقع کی عدم فراہمی وغیرہ تو سوشل میڈیا کو حصول تعلیم کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے، لیکن غیر ضروری اور نامناسب چیزوں سے حتی الامکان اجتناب

ضروری ہے، ورنہ سوائے وقت کی بربادی اور بے حیائی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا.

۵. اسلام اوردینی واخلاقی تعلیمات کی اشاعت کے لئے سوشل میڈیاکااستعمال :

اسلام کی اشاعت دینی و اخلاقی تعلیمات کی فراہمی اور دین کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالے اور تحفظ دین کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال درست ہی نہیں؛ بلکہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، کیونکہ:

۱۔ وہ آلات جن کا استعمال لہو و لعب کے لئے ہوتا تھااورکثرت استعمال کی وجہ سے ان کو آلات لہو و لعب کہا جاتا تھا ان کے بارے میں فقہائے کرام کی رائے ہے کہ جواز اور عدم جواز کا مدار صحیح مقصد اور صحیح استعمال پر ہے، یعنی حدود میں رہتے ہوئے صحیح نیت کے ساتھ ان کا استعمال کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، ورنہ نا جائز ہے، علامہ ابن عابدین شامی آلات لہو و لعب پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ہذا یفید أن آلۃ اللہو لیست محرمۃ لعینہا بل لقصد اللہو منہا إما من سامعہا أو من المشتغل بہا وبہ تشعر الإضافۃ ألا تری أن ضرب تلک الآلۃ بعینہا حل تارۃ وحرم أخری باختلاف النیۃ بسماعہا والأمور بمقاصدہا'' (شامی۹؍۵۰۵)۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو آلات لہو و لعب جو لہو اور خرافات کے لیے عموماً بنائے جاتے ہیں، جب ان میں اتنی گنجائش ہے تو سوشل میڈیا کے ایجاد کے پیچھے لہو و لعب سے کہیں زیادہ ابلاغ و ترسیل اوراعلان و تشہیر کے مقاصد کارفرما ہیں تواس کو بدرجہ اولیٰ صحیح مقاصد کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ دور حاضر میں سوشل میڈیا اشاعت حق کا طاقتور اور مؤثر ترین ذریعہ ہے، اس کے ذریعہ ان لوگوں (مسلم غیرمسلم) تک جو ہماری مجلسوں میں نہیں آتے گھرگھرحق کی آواز اور دینی تعلیمات پہنچائی جا سکتی ہیں اور دین کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جا سکتا ہے، اور ذرائع و وسائل کے بارے میں اصول ہے کہ وسائل و ذرائع مقاصد کے تابع ہوتے ہیں، مباح کا وسیلہ مباح، فرض کا وسیلہ فرض اور حرام کا وسیلہ حرام اور افضل المقاصد کا ذریعہ افضل الوسائل ہے، جیسا کہ علامہ قرافی مالکیؒ فرماتے ہیں:

''أن الذریعۃ کما یجب سدہا یجب فتحہا وتکرہ وتندب وتباح فإن الذریعۃ ہی الوسیلۃ فکما أن وسیلۃ المحرّم محرمۃ و وسیلۃ الواجب واجبۃ کالسعی للجمعۃ والحج. وموارد الأحکام علی قسمین: مقاصد وہی المتضمنۃ للمصالح والمفاسد فی أنفسہا ووسائل و ہی الطرق المفضیۃ إلیہا وحکمہا حکم ما أفضت إلیہ من تحریم و تحلیل غیر أنہا أخفض رتبۃ من المقاصد فی حکمہا والوسیلۃ إلی افضل المقاصد أفضل الوسائل و إلی أقبح المقاصد أقبح الوسائل و إلی ما یتوسط متوسطۃ'' (الفروق للقرافی ۲؍۳۳)۔

۳۔ آج باطل طاقتیں سوشل میڈیا کے ذریعے اپنے باطل افکار و نظریات کی اشاعت

آسانی سے کر رہی ہیں، اور اسلام کے خلاف مختلف سازشیں اور اعتراضات پھیلا کر مسلمانوں کو دین اسلام سے متنفرکررہی ہیں، اور غیر مسلموں کودائرہ اسلام میں داخل ہونے سے روک رہی ہیں، ظاہر سی بات ہے کہ باطل طاقتیں جوذرائع استعمال کررہی ہیں ان کا جواب انہیں ذرائع کو استعمال کرکے دینا وقت کا اہم تقاضا ہے،ورنہ تو اس کی مثال ایسی ہوجائے گی کہ میدان کارزار میں دشمنان اسلام تو نئے ہتھیار (میزائلوں اور راکٹوں) کا استعمال کریں اور ہم وہی پرانا ہتھیار تیر تلوار برچھی وغیرہ لے کر پھریں، اس لیے ضروری ہے کہ دشمنان اسلام جو ذرائع اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اس کی روک تھام اور مسکت جواب دینے کے لیے مسلمان وہی یا اس سے اعلی ذریعہ استعمال کریں، تاکہ کامیابی سے ہمکنار ہوں، اس سلسلے میں علامہ آلوسی بغدادیؒ کا ‘‘وأعدوا لہم ما استطعتم’’ الآیۃ کی تفسیر میں فاضلانہ کلام ملاحظہ فرمائیں:

‘‘وأنْتَ تَعْلَمُ أنَّ الرَّمْیَ بِالنِّبالِ الیَوْمَ لا یُصِیبُ بَدَفَ القَصْدِ مِنَ العَدُوِّ لِأنَّہُمُ اسْتَعْمَلُوا الرَّمْیَ بِالبُنْدُقِ والمَدافِعِ ولا یَکادُ یَنْفَعُ مَعَہُما نَبْلٌ وإذا لَمْ یُقابَلُوا بِالمِثْلِ عَمَّ الدّائُ العُضالُ واشْتَدَّ الوَبالُ والنَّکالُ ومَلَکَ البَسِیطَۃَ أہْلُ الکُفْرِ والضَّلالِ، فالَّذِی أراہُ والعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ تَعالی تَعَیُّنُ تِلْکَ المُقابَلَۃِ عَلی أئِمَّۃِ المُسْلِمِینَ وحُماۃِ الدِّینِ، ولَعَلَّ فَضْلَ ذَلِکَ الرَّمْیِ یَثْبُتُ لِہَذا الرَّمْیِ لِقِیامِہِ مَقامَہُ فی الذَّبِّ عَنْ بَیْضَۃِ الإسْلامِ، ولا أری ما فِیہِ مِنَ النّارِ لِلضَّرُورَۃِ الدّاعِیَۃِ إلَیْہِ إلّا سَبَبًا لِلْفَوْزِ بِالجَنَّۃِ إنْ شاءَ اللّٰہُ تَعالی، ولا یَبْعُدُ دُخُولُ مِثْلِ ہَذا الرَّمْیِ فی عُمُومِ قَوْلِہِ سُبْحانَہُ: وأعِدُّوا لَہم ما اسْتَطَعْتُمْ مِن قُوَّۃٍ’’ (روح المعانی ۲۴،۱۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

اور علامہ فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

‘‘قالَ أصْحابُ المَعانِی: الأوْلی أنْ یُقالَ: ہَذا عامٌّ فی کُلِّ ما یُتَقَوّی بِہِ عَلی حَرْبِ العَدُوِّ، وکُلُّ ما ہو آلَۃٌ لِلْغَزْوِ والجِہادِ فَہو مِن جُمْلَۃِ القُوَّۃِ’’ (تفسیر کبیر۱۵،۱۹ دارالفکر بیروت)۔

اور مفسر قرآن و مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ‘‘قرآن کریم نے اس جگہ اس زمانے کے ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا، بلکہ قوّت کا عام لفظ اختیار فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ یہ قوت ہر زمانہ اور ہر ملک و مقام کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے، اس زمانے کے اسلحہ تیر تلوار نیزے تھے، اس کے بعد بندوق توپ کا زمانہ آیا پھر اب بموں اور راکٹوں کا وقت آگیا، لفظ قوت ان سب کو شامل ہے، اس لئے آج کے مسلمانوں کو بقدر استطاعت ایٹمی قوت ٹینک اور لڑاکا طیارے آب دوز کشتیاں جمع کرنا چاہئے، کیونکہ یہ سب اسی قوت کے مفہوم میں داخل ہیں ’’ (معارف القرآن ۴،۲۷۲)۔

۴۔ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: ‘‘ما لا یتم الواجب إلا بہ فہو واجب’’ (القواعد الشرعیہ۱۲۱)۔

یعنی جن چیزوں کے بغیر واجب کی ادائیگی ممکن نہ ہو تو ان مقدمات کو ادا کرنا واجب اور ضروری ہو جاتا ہے، لہٰذا جس طرح اسلام کی نشر و اشاعت کرنا ہماری ذمہ

داری ہے، اسی طرح اس کے لئے جائز ذرائع ابلاغ مثلاً سوشل میڈیا کو اختیار کرنا بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اسلام کی اشاعت و دینی واخلاقی معلومات کی فراہمی کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، لہذا سوشل میڈیا جو اگرچہ برائیوں کا پیش خیمہ ہے، لیکن وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ان برائیوں سے دامن کو بچاتے ہوئے اس کو اسلام و اسلامیات کی اشاعت اور تحفظ دین کا آلہ بنایا جائے، جیسا کہ دینی اغراض و مقاصد کے لئے انٹرنیٹ کے استعمال کے بارے میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے بارہویں فقہی سمینار میں شریک تمام علماء کرام نے یہ متفقہ تجویز پاس کی:''انٹرنیٹ کا استعمال ایک شرعی، دینی، دعوتی، اجتماعی فلاح کے ذریعہ اور وسیلہ کی حیثیت سے جائز اور بعض دفعہ ضروری ہے '' (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے،۲۵۸۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)۔

۶۔ ویڈیو کانفرنس کے ذریعے دارالقضاء کی کارروائی:

محکمہ قضاء شریعت مقدسہ کی نگاہ میں بہت زیادہ تقدس اور اہمیت کا حامل ہے اور اس کا مقصد عدل و انصاف کو کامل طریقے پر بروئے کار لانا ہے، اس کے لئے ایسی شرطیں اور احکامات مقرر ہیں جن میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان شرائط اور احکامات کا مقصد یہ ہے کہ اس میں کسی طرح کے خفا اور اشتباہ کی گنجائش نہ رہے، اسی لئے نہ مشتبہ شہادت قابلِ قبول ہے اور نہ مشتبہ قسم کی دلیلوں پر فیصلہ کرنا جائز ہے، اور قضا کی صحت کے لئے مدعی اور مدعیٰ علیہ اور شہادت کی صحت کے لئے شاہدوں کا مجلسِ قضا میں حاضر ہونا ضروری ہے، نیز تحمل شہادت اور ادائے شہادت کیلئے عدالت، ضبطِ کامل، حریت، ولایت وغیرہ مختلف شرائط مطلوب ہیں، ظاہر ہے کہ ویڈیو کانفرنس کے ذریعے مجلسِ قضاء میں مدعی مدعیٰ علیہ اور شاہدوں کی موجودگی کی شرط درحقیقت معدوم ہے، کیونکہ سب کی مجلس الگ الگ ہوتی ہے، نیز مجلسِ قضا میں مدعی اور مدعیٰ علیہ اور گواہوں پر قاضی کا رعب جو قضا کی کارروائی پر اثر انداز ہوتا ہے وہ بھی نہیں پایا جاتا جب کہ یہ رعب بھی فی الجملہ مطلوب ہے، اسی لیے قاضی کے لیے مجلسِ قضا اور عام حالات میں بھی ایسے امور ممنوع ہیں جن سے اس کی ہیبت اور وجاہت مجروح ہوتی ہو، اس لیے ویڈیو کانفرنس کے ذریعے قضا کی کارروائی، دعویٰ، رفع الزام، سماع شہادت وغیرہ درست نہیں ہے۔

''فإن القضاء فريضة محكمة وسنة متبعة''(بدائع الصنائع۴۴۸،۵)۔

''وشرطها أی شرط جواز الدعوی مجلس القضاء وحضور خصمه فلا يقضی علی غائبه'' (شامی ۲۸۷،۸)۔

''وأما الذی يخص المكان فواحد وهو مجلس القاضی لأن الشهادة لا تصير حجة ملزمة

إلا بقضاء القاضی فتخص لمجلس القضاء" (بدائع الصنائع ۴۷۱٫۵)۔

''ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعہ أن یشہد لاحتمال أن یکون غیرہ'' (ہندیہ ۴۱۲٫۳)۔

''ویمتنع من مسارۃ أحدہما والإشارۃ إلیہ ورفع صوتہ والضحک فی وجہہ..... ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقا ولو لغیرہما لذہابہ بمہابتہ.... وفی الشامیۃ (قولہ فی مجلس الحکم) إما فی غیرہ فلا یکثر منہ لأنہ یذہب بمہابتہ" (درمختاروشامی ۵۲٫۸)۔

اگر یہ کہا جائے کہ خصمین اور شاہدین کی مجلس قضا میں وجود کی شرط کا مقصد یہ ہے کہ خصمین اور شاہدین قاضی کے سامنے ہوں اور ویڈیو کانفرنس سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے، اس کایہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ قاضی اور خصمین وغیرہ کے باہمی اتصال کا دار و مدار نیٹ پر ہے اور نیٹ کی رفتار اور اس کا حال ظاہر ہے ''عیاں را چہ بیاں '' کچھ معلوم نہیں کہ کب اتصال منقطع ہو جائے اور انقطاع کے بعد مطلوبہ شرائط کا مقصد فوت ہوجائے گا، نیز آن لائن قضا کی کارروائی میں التباس کا بھی اندیشہ ہے اگرچہ کم ہی ہے۔

تاہم مندرجہ ذیل امور کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر غور و خوص کی ضرورت ہے، آیا ان کی وجہ سے آن لائن اور ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ قضا اور اس کے لوازمات کی کارروائی معتبر ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۱۔پوری دنیا میں اہم ترین میٹنگ،کانفرنس، بڑے بڑے معاملات اور اجتماعات کی کارروائی ویڈیو کانفرنس کے ذریعے انجام پاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ویڈیو کانفرنس کی صورت میں شرکاء اگرچہ حقیقتاً مختلف جگہوں میں ہوتے ہیں اور ان کے درمیان مکانی فاصلہ ہوتا ہے، لیکن آن لائن رابطے کی وجہ سے حکما عرف عام میں ان کو مجلس میں حاضر سمجھا جاتا ہے۔

۲۔ بیوع کے باب میں بھی ایجاب و قبول کے لیے اتحاد ضروری ہے، لیکن حضرات فقہاء کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود ایجاب و قبول کا باہمی اتصال ہے، کیونکہ ایجاب و قبول کے باہم متصل و مربوط ہونے سے ہی عقد وجود میں آتا ہے، اور یہ اتصال اتحاد زبان سے حاصل ہو جاتا ہے، جیسا کہ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

''اتحاد المجلس إذا کان العاقدان حاضرین فہو أن یکون الإیجاب والقبول فی مجلس واحد بأن یتحد مجلس الإیجاب والقبول لا مجلس المتعاقدین لأنہ شرط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعا لأطرافہ تیسیرا علی العاقدین'' (البحر الرائق۸۳٫۳)۔

تو کیا آن لائن دارالقضاء کی کارروائی میں بھی مکانی فاصلے کے باوجود صرف زمانی اتحاد کافی ہو جائے گا؟

حاصل یہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقیوں سے ارتباط کی جونت نئی شکلیں وجود میں آئی ہیں جس میں دو یا چند افراد مکانی فاصلے کے باوجود ایک دوسرے کو

دیکھتے ہیں، اور ایک دوسرے کی گفتگو کو اچھی طرح سنتے ہیں اور ایک دوسرے کی نقل و حرکت کا علم بھی ہوتا ہے تو ایسی صورت میں بعد مکانی کے باوجود حکما مکان واحد کا درجہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دیا جا سکتا ہے تو پھر آن لائن ویڈیو کانفرنس کے ذریعے قضا کی کارروائی بھی انجام دی جاسکتی ہے یانہیں؟

نوٹ: واضح رہے کہ بندے کی رائے میں آن لائن قضا کی کارروائی درست نہیں ہے۔

یہ چند باتیں اساطین علم اور ارباب فقہ وفتاوی کے سامنے صرف اس لئے پیش کی گئی ہیں، تاکہ بحث و مباحثہ کا ایک گوشہ سامنے آجائے، بحث و مباحثہ کے بعد اگر صحیح معلوم ہو تو قبول فرمائیں گے ورنہ ردکر دیں گے۔

۷۔ ویڈیو اورآڈیوکلک تیار کرکے پیسے کمانا کیسا ہے؟

ویڈیو اورآڈیوکوکلک تیار کرکے سننے دیکھنے وغیرہ پر جو پیسہ ملتا ہے، وہ دراصل انعام ہے، ویڈیو وغیرہ کو نیٹ پر اپلوڈ کرنے والی کمپنی کی طرف سے اس کی تشہیر کے لئے مقرر ہوتا ہے، اور جائز کام پرخواہ دینی ہو یا دنیوی انعام مقرر کرنا جائز ہے،اس لئے اس کو حاصل کرنا درست ہے بشرطیکہ وہ ویڈیو یا آڈیو کسی غیرشرعی امور پر مشتمل نہ ہو اور محرمات شرعیہ سے خالی ہو۔

''وإن مثل ہذہ الجوائز التی تمنح علی أساس عمل عملہ أحد، لا تخرج عن کونہا تبرعا وہبۃ؛ لأنہا لیس لہا مقابل، وإن العمل الذی عملہ الموہوب لہ، لم یکن علی أساس الإجارۃ، أو الجعالۃ، حتی یقال: إن الجائزۃ أجرۃ لعملہ، وإنما کان علی أساس الہبۃ للتشجیع'' (بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ ۲،۱۵۵)۔

''الأصل إباحۃ الجائزۃ علی عمل مشروع سواء أکان دینیا أو دنیویا''(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ ۱۵،۷۷، وزارۃ الأوقاف والشئون الاسلامیۃ - الکویت)۔

۸۔ ویڈیوکی تشہیرکے لئے ناجائزاورغیرمصدقہ اشتہار شامل کرنا:

اپنی ویڈیوکی نشرو اشاعت کے لئے ناجائز اشتہارات کوشامل کرنا درست نہیں ہے،کیونکہ یہ فواحش و منکرات کی اشاعت ہے،اور ایسا کرنے والا قرآن پاک کی روشنی میں سخت عذاب کا مستحق ہے، ارشاد ہے:

''إِنَّ الَّذِینَ یُحِبُّونَ أَن تَشِیعَ الفَاحِشَۃُ فِی الَّذِینَ اٰمَنُوا لَہُم عَذَابٌ أَلِیم فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ وَاللہُ یَعلَمُ وَأَنتُم لَا تَعلَمُونَ'' (النور: ۱۹) (یاد رکھو کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے)۔

آیت کے الفاظ فواحش و منکرات پھیلانے کی تمام صورتوں کوشامل ہیں، اس میں بداخلاقی وبدکرداری کو ترغیب دینے والے اور اس کے جذبات کو ابھارنے والے اشعار، گانے اورتصویر سب شامل ہیں، جیسا کہ علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی

تفسیر میں لکھتے ہیں:

''لا شَکَّ أنَّ ظاہِرَ قَوْلِہٖ: إنَّ الَّذِینَ یُحِبُّونَ... یُفِیدُ العُمُومَ وأنَّہُ یَتَناوَلُ کُلَّ مَن کانَ بِہَذِہِ الصِّفَۃِ'' (تفسیر کبیر)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''لَا یُحِبُّ اللہُ الجَہرَ بِالسُّوٓءِ مِنَ القَولِ اِلَّا مَن ظُلِمَ۔ وَکَانَ اللہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا'' (النساء : ۱۴۸)۔

(اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی کی برائی علانیہ زبان پر لائی جائے، الا یہ کہ کسی پر ظلم ہوا ہو، اور اللہ سب کچھ سنتا، ہر بات جانتا ہے)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ فخرالدین رازیؒ لکھتے ہیں:

''یَعْنِی أنَّہُ تَعالی لا یُحِبُّ إظْہارَ الفَضائِحِ والقَبائِحِ إلّا فی حَقِّ مَن عَظُمَ ضَرَرُہُ وکَثُرَ مَکْرُہُ وکَیْدُہُ، فَعِنْدَ ذَلِکَ یَجُوزُ إظْہارُ فَضائِحِہِ'' (تفسیر کبیر)۔

اور علامہ آلوسی بغدادیؒ فرماتے ہیں:

''ولَعَلَّ المُرادَ ہُنا الإظْہارُ وإنْ لَمْ یَکُنْ بِرَفْعِ صَوْتٍ، أیْ: لا یُحِبُّ اللَّہُ سُبْحانَہُ أنْ یُعْلِنَ أحَدٌ بِالسُّوئِ کائِنًا مِنَ القَوْلِ'' (روح المعانی) ۔

اور اپنی ویڈیو کی اشاعت کے لئے ایسے غیر مصدقہ اشتہارات کو جو خداع و فریب پر مشتمل ہوں شامل کرنا جائز نہیں ہے، اور ایسے غیر مصدقہ اشتہارات کوشامل کرنا جن میں دھوکہ اور فریب نہ ہوبلا تحقیق سنی سنائی بات کو آگے بڑھانے کی طرح ہے، اور غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے جو درست نہیں ہے،حدیث میں ہے:

''قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ: کَفَی بِالْمَرْءِ کَذِبًا أَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ'' (مقدمہ مسلم،۸)۔

۹۔ آن لائن گیم کھیلنااوراس کو انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا:

شریعتِ مطہرہ نے کھیلوں سے مطلقاً منع نہیں کیا ہے، بلکہ ایسے کھیلوں کی حوصلہ افزائی کی ہے، جن سے جسمانی فائدہ ہوتا ہو، جیسے: گھڑسواری، تیراکی، تیراندازی وغیرہ، اور ان کھیلوں کی حوصلہ شکنی کی ہے، جن میں لگنے سے وقت ضائع ہوتا ہو،اور دنیوی اور دینی کوئی فائدہ نہ ہوتا ہو، اور ایسے کھیلوں کو ناجائزقراردیا ہے، جن کی وجہ سے حرام کاموں کا ارتکاب لازم آتا ہو۔

اورشریعت کی رو سے کسی بھی کسی قسم کا کھیل جائز ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کاپایاجانا ضروری ہے، ورنہ وہ کھیل لہو ولعب میں داخل ہو نے کی وجہ سے شرعاً ناجائز اور حرام ہوگا:

۱۔ وہ کھیل بذاتِ خود جائز ہو، اس میں کوئی ناجائزبات نہ ہو۔

۲۔ اس کھیل میں کوئی دینی یا دینوی منفعت ہو مثلاً جسمانی ورزش وغیرہ، محض لہوولعب یاوقت گزاری کے لیے نہ کھیلا جائے۔

۳۔کھیل میں غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ پایاجاتا ہو۔

۴۔کھیل میں اتنا غلونہ کیا جائے کہ اس سے شرعی فرائض میں کوتاہی یا غفلت پیدا ہو۔

ویڈیو گیم میں عام طور پر جاندار کی تصاویر، میوزک، گانے وغیرہ ہوتے ہیں، اگر یہ چیزیں گیم میں ہوں تو اس طرح کا ویڈیو گیم کھیلنا جائز نہیں ہے، اور اگر جان دار کی تصاویر، میوزک اور جوا وغیرہ کی خرابیاں نہ ہوں، اوراس میں لگ کر فرائض میں کوتاہی نہ ہوتی ہو، اور اسے صرف لہو و لعب اور وقت گزاری کے لئے نہ کھیلا جائے، بلکہ ذہنی نشاط کے لئے کھیلا جائے، تو جواز کی حد تک گنجائش ہوگی،لیکن اس میں وقت کا ضیاع، فضول خرچی، لہو ولعب میں وقت گزاری ہے،اور جو نوجوان لڑکے اورلڑکیاں اس طرح کے کھیل میں مبتلا ہو جاتے ہیں، وہ آہستہ آہستہ اس کے ایسے خوگر ہو جاتے ہیں کہ تعلیم سے دوراوراپنے فرائض سے غافل ہو جاتے ہیں، فقہاء نے قمار کے بغیر بھی شطرنج کو ان ہی مفاسد کی وجہ سے مکروہ قرار دیا ہے: ‘‘ویکرہ اللعب بالشطرنج’’ (ہدایہ ۴۷۸،۴، مکتبہ بلال دیوبند)۔

جو مفاسد شطرنج میں ہیں، اس طرح کے گیموں میں اضافہ کے ساتھ وہ مفاسد پائے جاتے ہیں، اس کی وجہ سے نوجوان کسبِ معاش کی محنت سے غافل اور اپنے فرائض سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں، اس سے مختلف برائیاں پیدا ہوتی ہیں، انسان اپنے بچوں کی تربیت سے غافل ہوجاتا ہے اور ازدواجی زندگی میں تلخیاں پیدا ہو جاتی ہیں؛ اس لئے نوجوانوں کو اس سے دور رہناچاہئے۔

روح المعانی میں ہے:

‘‘ولہو الحدیث علی ما روی عن الحسن کل ما شغلک عن عبادۃ اللہ تعالی وذکرہ من السمر والأضاحیک والخرافات والغناء ونحوہا’’ (تفسیر الآلوسی ۶۶،۱۱ سورۃ لقمان، ط:دار الکتب العلمیہ)۔

تکملۃ فتح الملہم میں ہے:

‘‘فالضابط فی ہذا أن اللہو المجرد الذی لا طائل تحتہ، ولیس لہ غرض صحیح مفید فی المعاش ولا المعاد حرام أومکروہ تحریماً، وہذا أمر مجمع علیہ فی الأمۃ متفق علیہ بین الائمۃ،وما کان فیہ غرض ومصلحۃ دینیۃ أو دنیویۃ، فإن ورد النہی عنہ من الکتاب أو السنۃ... کان حراماً أو مکروہاً تحریمیاً... وأما مالم یرد فیہ النہی عن الشارع وفیہ فائدۃ ومصلحۃ للناس، فہو بالنظر الفقہی علی نوعین، الأول ما شہدت التجربۃ بأن ضررہ أعظم من نفعہ ومفاسدہ أغلب علی منافعہ، وأنہ من اشتغل بہ الہاہ عن ذکر اللہ وحدہ وعن الصلاۃ والمساجد التحق ذلک بالمنہی عنہ لاشتراک العلۃ فکان حراماً أو مکروہاً، والثانی مالیس کذلک فہو أیضاً إن اشتغل بہ بنیۃ التلہی والتلاعب فہو مکروہ، وإن اشتغل بہ لتحصیل تلک المنفعۃ وبنیۃ استجلاب المصلحۃ فہومباح، بل قد یرتقی إلی درجۃ الاستحباب أو أعظم منہ... وعلی ہذا الأصل فالألعاب التی یقصد بہا ریاضۃ الأبدان أو الأذہان جائزۃ فی نفسہا مالم یشتمل

على معصية أخرى، وما لم يؤد الانهماك فيها إلى الاخلال بواجب الإنسان فى دينہ و دنياہ" (تكملة فتح الملهم، قبيل كتاب الرؤيا ۴۳۵،۴)۔

انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنانے کی صورت میں مذکورہ بالا مفاسد اورزیادہ پائے جائیں گے،اس لئے انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنانابھی کراہت سے خالی نہیں ہے۔

۱۰۔ بلا اجازت کسی کوگروپ میں شامل کرنا:

کسی شخص کی طرف سے گروپ میں شامل ہونے کی صراحۃً اجازت ہو یا قرائن سے معلوم ہو کہ اس کو شامل کرنے سے تکلیف نہیں ہوگی تو گروپ میں شامل کرنا درست ہے، ورنہ درست نہیں ہے، کیونکہ کسی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا جو اس کی تکلیف کاباعث ہو درست نہیں ہے، تاہم اگرکسی شخص کو اس کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت کے بغیر شامل کر لیا جائے توحرام اور ناجائز بھی نہیں ہے، اس لئے کہ شامل کر لینے کے باوجود سامنے والا اس گروپ میں باقی رہنے پرمجبور نہیں ہے، بلکہ ایسی سہولیات موجود ہیں کہ وہ خود گروپ سے باہر آسکتا ہے۔

۱۱۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ کتابوں کی پی ڈی ایف کی نشرواشاعت کاحکم:

جس طرح حق ایجاداور حق تصنیف ایسا حق ہے جو موجداورمصنف کے لئے شرعاً ثابت ہوتا ہے، اور اس حق میں موجد اور مصنف کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے تصرف کرناجائز نہیں ہوتا، یہی حال کمپیوٹر کے پروگراموں کا بھی ہے، کہ پروگرام بنانے والوں اور مالکین کے لئے بھی حق ایجاد اور حق تصنیف کی طرح ایک حق شرعاً ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

"وبالجملة، فالراجح عندنا، والله سبحانہ أعلم أن حق الابتكار والتأليف حق معتبر شرعا، فلايجوز لأحد أن يتصرف فى هذا الحق بدون إذن من المبتكر أو المؤلف وينطبق ذلك على حقوق برامج الكمبيوتر أيضاً" (فقہ البیوع ۲۸۶،۱)۔

لہٰذا جس طرح حق ایجاد، حق تصنیف اورحق اشاعت میں موجد، مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر تجارتی نفع حاصل کرنا درست نہیں ہے،اسی طرح پی ڈی ایف میں اس کی اجازت کے بغیر اسے نشرو اشاعت کرنااور نفع کمانا جائز نہیں ہے۔

علامہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں:

"ولكن التعدى على هذا الحق إنما يتصور إذا أنتج أحد مثل ذلك المنتج أو الكتاب أو البرنامج بشكل واسع للتجارة فيہ، أو بقصد الاسترباح. أما إذا صوّره لاستعمالہ الشخصى، أو ليهبہ إلى بعض أصدقائہ بدون عوض، فإن ذلك ليس من التعدى على حق الابتكار، فما توغّل فيہ نشرة الكتب ومنتجو برامج الكمبيوتر من منع الناس من تصوير الكتاب، أو قرص الكمبيوتر، أو جزء منہ لاستفادة شخصية، وليس للتجارة، فإنہ لا مبرّرلہ أصلا. وهذا ما ينطبق عليہ أن مالك الكتاب أو القرص يملك ماشاء فيہ من التصرفات للاستفادة الشخصية،وليس

للمنتج أن يمنعہ منہا. وإنما الممنوع أن ينتج مثلہا بقصد الاسترباح والتجارة فيہ بدون إذن منہ. واللہ سبحانہ و تعالی أعلم" (فقہ البیوع ۱/۲۸۶)۔

نیز انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر کتابوں کی پی ڈی ایف اس لئے ڈالی جاتی ہے کہ لوگ اس سے فائدہ حاصل کریں،اس لیے اس سے استفادہ کرنامثلاً آن لائن مطالعہ کرنا، ڈاؤن لوڈ کرکے خود استعمال کرنا، دوسروں تک بھیجنا،اپنے استعمال کے لئے یا دوسروں کو دینے کے لئے اس کی کاپی نکالنا درست ہے،لیکن تجارت کے ارادے یا نفع کمانے کی غرض سے نشرواشاعت کرناpdf کے مالکان یااس کے ڈالنے والوں کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے،کیونکہ اس میں ان کوضرررونقصان کاسامناکرنا پڑتا ہے،اور کسی کوضرر میں مبتلا کرنا یا اس کے حق میں بدون اجازت تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

"لا يجوز لأحد أن يتصرف فی ملک الغير بغير إذنہ" (قواعد الفقہ۱۱۰،اشرفی بک ڈپو دیوبند)۔

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ" (ابن ماجہ: ۲۳۴۱)۔

۱۲۔ سوشل میڈیاکے استعمال میں کن باتوں کالحاظ اور کن امور سے اجتناب ضروری ہے؟

سوشل میڈیا ایسا ذریعہ ابلاغ ہے جو خیر وشر، نفع و ضرردونوں کاجامع ہے، اس لئے بحیثیت مجموعی خیر اور نفع کے کاموں میں اس کا استعمال درست ہے، برے اور نقصان دہ امور میں اس کا استعمال درست نہیں، کیونکہ جو کام عام حالات میں جائز ہے وہ سوشل میڈیا کے ذریعہ بھی جائز ہے،اور جو کام عام حالات میں جائزاور درست نہیں ہے وہ اس کے ذریعہ بھی جائز اور درست نہیں ہے، اس لئے کہ سوشل میڈیا کی حیثیت ان آلات کی ہے جوجائزکاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں اور ناجائز کاموں میں بھی، اور ایسے آلات کے بارے میں مفتی محمد شفیع علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"جوآلات جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں اور ناجائز کاموں میں بھی، جیسے جنگی اسلحہ کہ اسلام کی تائید وحمایت میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں، مخالفت میں بھی یا ٹیلیفون،تار موٹر،ہوائی جہاز، ہرقسم کی جائز وناجائز، عبادت و معصیت میں استعمال ہوسکتے ہیں ان کی ایجاد، صنعت، تجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے، اور جائز کاموں میں ان کا استعمال بھی جائز ہے، حرام اور معصیت کی نیت سے بنایا جائے یا اس میں استعمال کیاجائے تو حرام ہے " (آلات جدیدہ کے شرعی احکام۱۵)، واللہ اعلم بالصواب وعلم أتم وأحكم۔

سوشل میڈیا کا استعمال - احکام ومسائل

مولانا محمد اظہار الحق قاسمی•

سوشل میڈیانفع وضرر کے میزان میں:

سوشل میڈیا اور موبائل فون صنعتی انقلاب کا ایک حیرت انگیز نمونہ اور دور جدید کی ایک اہم سائنسی ایجاد ہے ، جس نے دنیا کے ایک سرے کو دوسرے سرے سے ملادیا ہے ، دو ملکوں اور دو قوموں کو آپس میں جوڑ دیا ہے اور نتیجۃ موبائل اور سوشل میڈیا آج انسان کی ایک بنیادی ضرورت بن چکا ہے ، جس سے انسان جہاں ایک طرف اپنے مادی فائدوں کے ساتھ دینی وتبلیغی امور بھی انجام دے رہاہے، برائیوں کے نشرمیں بھی اس کا اہم کردار رہتا ہے،گویا اس کا استعمال برائی کیلئے بھی کیا جاسکتا ہے اور بھلائی کیلئے بھی، سوشل میڈیا نشر واعلام کا ایک آلہ ہے جس کے ذریعہ بہت سے اچھی معلومات بھی فراہم ہوتی ہیں، اگر سوشل میڈیا کے ذریعہ اسلامی دعوت ، اسلاف کی سیرت، انبیاء کی مبارک زندگی، اسلام کی حقانیت وغیرہ پر مشتمل دینی پروگرام پیش کئے جائیں اور ان کے ذریعہ دلوں کو ایمانی حرارت سے لبریز کرنے اسلاف کی اقتداء کا صور پھونکنے ، ملی غیرت بیدار کرنے اور باطل تحریکات ، اسلام مخالف فتنوں اور سرگرمیوں سے مطلع کرکے ان کا قلع قمع کرنے کیلئے استعمال کیا جائے تو ان شاء اللہ نہ صرف یہ کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا، بلکہ ایسے پروگرام کا پیش کیا جانا اس کا دیکھنا ، سننا اور ایسے اہم مقاصد کے پیش نظر سوشل میڈیا پر پیغامات ، یا خطبات ومواعظ پر مشتمل ویڈیویا آڈیو نشرکرنا اور مجموعی طور پر مذکورہ بالامقاصد کے پیش نظر سوشل میڈیا کا استعمال کرنا نہ صرف درست بلکہ مستحسن ہوگا، جیساکہ موجودہ دور میں بہت سے اہم علماء اور دعاۃسوشل میڈیا کے ذریعہ اپنے خطبات ومواعظ کی ویڈیواور آڈیوسے اشاعت اسلام، دینی احکام ومسائل کی معلومات، نیز اخلاقی تعلیمات، وغیر ہ کیلئے بخوبی استعمال کررہے ہیں۔

معاملات میں مقاصد اور نیت کا اعتبار ہے ، ارشاد نبوی ﷺ ہے:''إنما الأعمال بالنیات'' (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۱،۱،۶)، علامہ ابن نجیمؒ نے الاشباہ والنظائر میں دوسرا قاعدہ ''الأموربمقاصدھا'' (الاشباہ والنظائر، شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم۱/۲۷، ناشر : دارالکتب العلمیہ ،بیروت ،لبنان)بیان کیا ہے ،جبکہ پہلاقاعدہ ''لاثواب إلابالنیۃ''(الاشباہ والنظائر، شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم۱/۲۰ ناشر : دارالکتب العلمیہ، بیروت،لبنان)

• استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند، یوپی۔

ہے یعنی ثواب کا مدار نیتوں پر ہے، بظاہر دونوں قاعدے ایک ہی معلوم ہوتے ہیں،لیکن دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلاقاعدہ حکم اخروی یعنی ثواب وعقاب سے متعلق ہے، دوسرا قاعدہ حکم دنیوی سے متعلق ہے، جس کا مطلب یہ ہےکہ کوئی کام ایک نیت وارادہ سے کیا جائے تو صحیح اور حلال ہوگا،اور اگر دوسری نیت وارادہ سے کیاجائے تو فاسد اور حرام ہوگا، اس قاعدہ کے تحت انہوں نے متعدد فروعات ذکر کی ہیں ،جس میں پہلی فرع یہ بیان کی ہے کہ : ''وَذَكَرَ قَاضِي خَانَ فِي فَتَاوَاهُ أَنَّ بَيْعَ الْعَصِيرِ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا إنْ قَصَدَ بِهِ التِّجَارَةَ فَلَا يَحْرُمُ وَإِنْ قَصَدَ بِهِ لِأَجْلِ التَّخْمِيرِ حَرُمَ وَكَذَا غَرْسُ الْكَرْمِ عَلَى هَذَا''(الاشباہ والنظائر، شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم۱،۲۷، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان) (قاضی خاں نے اپنے فتاوی مینبیان کیا ہےکہ ایسے شخص کے ہاتھ شیرہ بیچناجو اسے شراب بنالے گا ، اگر تجار ت کی نیت ہو تو حرام نہیں ہوگا اور اگر شراب بنانے کیلئے بیچا تو حرام ہوگا)، یعنی مثلا شیرۂ انگور کی بیع اگر شراب بنانے کیلئے ہے تو حرام ہے، اور اگر بغرض تجارت ہے تو حلال اور جائز ہے،اسی طرح مصلی (نمازی) کا قرأت قرآن نماز میں درست ہے، لیکن اگر قرأت جواب کی نیت سے کرے تو مفسدصلوۃ ہے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ''الأموربمقاصدہا''حدیث ''لکل امرء مانوی فمن کانت ہجرتہ إلی اللہ ورسولہ فہجرتہ إلی اللہ ورسولہ ''(بخاری شریف ۱،۴۰، حدیث نمبر: ۵۴) سے مستفاد معلوم ہوتا ہے ،اہل اصول اور فقہاء نے اس قاعد ہ کے تحت بہت سے ضمنی ضابطے تحریر کئے ہیں۔

علاوہ ازیں فقہاء کے یہاں یہ بھی مسلم ہیکہ اشیا ء میں اصل اباحت ہے ، چنانچہ امام سیوطی الاشباہ میں لکھتے ہیں: ''الْأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ حَتَّى يَدُلَّ الدَّلِيلُ عَلَى التَّحْرِيمِ''(الاشباہ والنظائر ، عبد الرحمن بن ابی بکر ، جلال الدین السیوطی،۶۰، ناشر : دارالکتب العلمیہ)، کسی شئی کے ناجائز اور حرام ہونے پر جب تک کوئی دلیل نہ آجائے اس کو مباح ہی سمجھا جائے گا ، امام شافعیؒ کی یہی رائے ہے، جبکہ احناف میں سے امام کرخیؒ وغیرہ کا مذہب یہ ہیکہ وہ تمام چیزیں جن کا حکم شریعت میں حرام ہونے کا مذکور نہیں ہے اس میں اصل اباحت ہے، صاحب ہدایہ کی بھی یہی رائے ہے،فقیہ عصر حضرت مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہینکہ : نو پید مسائل میں خصوصیت کے ساتھ اس قاعدہ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے،موجودہ زمانہ کی ایجادات واختراعات اور آلات واکتشافات کے احکام پر اس قاعدہ کو خصوصیت کے ساتھ منطبق کیا جاسکتا ہے '' (حلال وحرام؛ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی،۳۶)، تمام آلہ لہوولعب قرآن واحادیث کی تصریحات کی بناء پر حرام ہیں، حدیث میں فرمایا گیا:''کل لہوالمسلم حرام''اورحدیث میں فرمایاگیا: ''من حسن إسلام المرء ترکہ مالایعنیہ'' (بخاری شریف)، علاوہ ازیں فقہ کی بہت سی کتابوں میں کھیل تماشوں اور غفلت میں ڈالنے والی چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے ، درمختار میں

ہے:''فاللعب وہواللہو حرام بالنص''(درمختار ۳۳۰،۲۶)۔

کتب فقہیہ میں بعض آلات کا ذکر ملتا ہے جن کا استعمال لہوولعب کیلئے ہوتا تھااور کثرت استعمال کی وجہ سے ان کو آلات لہوولعب کہا جاتا تھا، ان کے بارے میں فقہاء کی رائے یہی ہیکہ جواز اور عدم جواز کا مدار صحیح مقصد اور صحیح استعمال پر ہے، یعنی حدودمیں رہتے ہوئے صحیح نیت کے ساتھ ان کا استعمال کیا جائے تو مضائقہ نہیں ہے ، لیکن اگر حدود کی رعایت نہیں رکھی جارہی ہے یا نیت درست نہیں ہے تو جائز نہیں ہوگا۔

علامہ شامی مختلف آلات لہوولعب کے سلسلے میں لکھتے ہیں: ''ہذا یفید أن آلۃ اللہو لیست محرمۃ لعینہا بل لقصد اللہو منہا، ألا تری أن ضرب تلک الآلۃ لعینہا حل تارۃ وحرم أخری باختلاف النیۃ، والأمور بمقاصدہا'' (رد المحتار ۳۳۴،۲۶) (اس سے مستفاد ہوتا ہیکہ آلہ ٔ لہولعب بذات خود حرام نہیں ہیں، بلکہ ارادئہ لہو کی بناء پر اس میں حرمت آتی ہے ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ بعینہ اسی آلہ کا استعمال نیتوں کے فرق سے کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام ، کیونکہ امور میں اعتبار مقاصد کا ہے)،کتب فقہ میں اس کی کئی مثالیں آئی ہیں، مثلاڈنکا بجانا (ضرب النوبہ) اظہار تفاخر کی نیت سے حرام ہے اور لوگوں کو بیدار کرنے کی غرض سے جائز ہے ۔

اسی طرح ڈھول آلۂ لہوولعب ہے ، لیکن رمضان میں سحری کیلئے جگانے کی غرض سے اس کی گنجائش ہے ، شادی بیاہ کے موقع پر اعلان واشتہار کیلئے دف کا استعمال مباح ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس میں سریا باجے کا استعمال نہ ہو، حمام کا بگل اور صوفیاء کے سماع کو بھی اسی طور پر لیا گیاہے، گویا اگر اس تناظر میں دیکھا جائے تو جب ان آلات لہوولعب میں اتنی گنجائش ہے جو کہ تفریحی خرافات کیلئے ہی بنائے جاتے ہیں، تو سوشل میڈیا کا استعمال جس میں ابلاغ وترسیل اور اعلان واشتہار کے مقاصد کارفرماہیناس مینحدود کی رعایت کے ساتھ صحیح طریقہ پر اس کے استعمال کی بدرجہ اولی گنجائش ہوگی، بشرطیکہ اس کے استعمال میں کوئی محظور شرعی لازم نہ آئے ۔

سوشل میڈیا میں جب تک علت لہوولعب اور تضییع اوقات مانی جائے گی تو اس کا استعمال ممنوع ہوگا، اور جب یہ علت نہیں ہوگی تو ممانعت بھی نہیں ہوگی ، مثلاشطرنج سے کھیلنا ناجائز ہے جبکہ اس پر مداومت ہو اور جوئے بازی ہو رہی ہو، اگر یہ علت نہ پائی جائے تو شطرنج کھیلنا جائز ہوگا ، اسی طرح سوشل میڈیا کے استعمال کی علت اگر لہواور تضییع اوقات ہو تو ناجائز ہوگا، لیکن اگر یہ علت نہ ہوتو اس کا استعمال جائز ہوگا، اور جب اس کا استعمال اچھے اور مفید پروگراموں کی اشاعت کیلئے ہوگا اور متشرع مسلمان کی نگرانی میں یہ پروگرام چلیں گے تو یقین ہیکہ جس علت کی بنا ء پر اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ علت ہی معدوم ہوگی اور حرمت وممانعت جو اسی علت پر دائر ہے وہ بھی ختم ہوجائے گی ، صاحب نورالانوار لکھتے ہیں: ''جب کسی شئی ممنوع میں

ممانعت غیر کی وجہ سے ہورہی ہے کہ وہ غیر کبھی اس سے متعلق ہوتا ہے اور کبھی جدا ہوتا ہے جب وہ غیر اس سے متعلق ہو تو ممنوع اور جدا ہوتو جائز ہوگا، اور دوسری بات سوشل میڈیا وغیرہ ''مالاتقوم المعصیۃ بعینہ'' (رد المحتار ۴۷۸،۲۶) کی قبیل سے ہے، یعنی اصل شئی میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ قباحت اس کے طریقہ استعمال کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے ،اور ایسی چیز جس کی ذات میں کوئی معصیت نہ ہو تو اگر اس میں معصیت وقباحت سے احتراز کے ساتھ استعمال کیا جائے تو جائز ہوگا، اور یہ حقیقت واقعہ ہیکہ الیکٹرونک میڈیا یا سوشل میڈیا موجودہ دور میں فوری پیغام رسانی کے ساتھ انسانی ذہن ودماغ اور فہم وفکر کی تبدیلی میں بہت حد تک کا میا ب اور مؤثر ہیں، مخالفین اسلام اسکے ذریعہ اپنے مذاہب باطلہ کی اشاعت اور اسلام اور مسلمانوں سے متنفرکرنے میں اس کا بخوبی استعمال کررہے ہیں، اس لئے اس کے دفاع میں سوشل میڈیا کے استعمال سے احتراز کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ، اور ایسی صورت میں اشاعت اسلام کا فریضہ کما حقہ انجام نہیں دیا جاسکے گا۔

قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ ریڈیو کے سلسلے میں پوچھے گئے ایک تفصیلی سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں : اس حقیر کے نزدیک ریڈیوکی حقیقت ذریعہ ابلاغ اور ایک آلہ کی ہے ، جس کے ذریعہ ہم اپنی بات دور دور تک پہنچا سکتے ہیں، ریڈیوکا بے جا استعمال ایک ذریعہ ابلاغ کا غلط استعمال ہے ، جہاں تک نفس ریڈیو کے ذریعہ اپنی بات دور تک پہنچانے کا سوال ہے ، اس میں کوئی عیب نہیں ہے، اس لئے فقہاء کی زبان میں کہاجاسکتا ہے کہ ''ریڈیو''مالاتقوم المعصیۃ بعینہ'' (رد المحتار ۴۷۸،۲۶)کی قبیل سے ہے، یعنی اصل شئی میں کوئی معصیت نہیں ہے، معصیت باہر سے آتی ہے، اور وہ اشیاء جن کی ذات میں کوئی معصیت نہ ہو بلکہ معصیت خارج سے آتی ہوتو ان کا استعمال اس خارجی معصیت کا ارتکاب کئے بغیر جائز ہے ، علاوہ اس کے شریعت کا اصول ''سد ذریعہ ''بھی ہے اور ''فتح ذریعہ ''بھی ہے ، اگر ریڈیو کا استعمال مقاصد خیر کیلئے کرنا مقصود ہے تو جائز ہوگا اور اگر اس کا استعمال معصیت کیلئے ہوتو اگر چہ نفس ریڈیومینکوئی عیب نہیں ، لیکن کا معصیت کا دروازہ روکنے کیلئے اس کا استعمال ممنوع ہوگا، دوسری طرف یہ واقعہ ہے کہ الکٹرونک میڈیا انسانی ذہن وفکر کی تبدیلی میں غیر معمولی طور پر مؤثرہے، کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس طاقتور اور مؤثر ذریعہ کو اشاعت حق کیلئے استعمال نہ کریں '' (فتاوی قاضی ،۲۱۵۔۲۱۶)۔

شیخ یوسف القرضاوی ٹیلی ویزن کے بارے میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''إن التلفزيون كالراديو وكالصحيفة وكالمجلة، كل هذه الأشياء أدوات ووسائل لغايات ومقاصد، لاتستطيع أن تقول هى خير، ولا تستطيع أن تقول هى شر، كما لاتستطيع أن تقول:إنها

حلال أو أنہا حرام، ولکنہا بحسب ما توجہ إلیہ، وبحسب ماتتضمنہ من برامج ومن أشیاء کالسیف فہو فی ید المجاہد أداۃ من أدوات الجہاد وہوفی ید قاطع الطریق أداۃ من أدوات الأجرام، فالشئی بحسب استعمالہ والوسائل دائما بحسب مقاصدہا" (فتاوی معاصرہ ۱،۹۶)۔

(ٹیلی ویزن ریڈیو، اخبار اور مجلہ کی مانند ہے اور یہ تمام چیزیں کچھ مقاصد واہداف کے تکمیل کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں، تم اسے نہ خیر کہہ سکتے ہو اور نہ شر، جس طرح اسے نہ حلال کہہ سکتے ہو اور نہ مطلق حرام (یعنی یہ بذات خود نہ بھلا ہے نہ برا، نہ حلال ہے نہ حرام)، لیکن اس کی حلت وحرمت کا انحصاران مقاصد پر ہے جن کی تکمیل کیلئے ٹی وی استعمال کیا جائے ، اور ان پروگراموں پر منحصر ہے، جو اس پر نشر کئے جاتے ہیں، اس کی مثال تلوار کی ہے ، کہ وہ مجاہد کے ہاتھ میں جہاد اسلامی کا ایک زبردست ہتھیار ہے ، اور وہی تلوار رہزن وڈاکوکے ہاتھ میں جرائم کا ایک سامان ہے، اور چیزیں اپنے استعمال اور وسائل اپنے مقاصد کے اعتبار سے حلال وحرام ہوتے ہیں)، معاشرہ کی تعمیر اور فکری، روحانی، نفسیاتی ، اخلاقی واجتماعی ترقی وتربیت کیلئے ٹیلی ویزن ایک زبردست ومؤثروسیلہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتاہے۔

گویا اگر جائز معلومات اور مباح مقاصد کیلئے ان کا استعمال کیا جارہا ہے تو شرعا اس میں کوئی حرج نہیں ہے ، اور اگر ناجائز باتوں اور فحش تصاویر وغیرہ کیلئے ان کو استعمال میں لایا جارہا ہے ، تو ان کے استعمال کی قطعا اجازت نہ ہوگی،البتہ یہ واضح رہے کہ سوشل میڈیا کی جو موجودہ شکل ہمارے معاشرے میں رائج ہے ، اس میں تصویر اور ویڈیو کے ذریعہ ہی سارا نظام انجام پاتاہے، بلکہ اسی صورت میں مقبول بھی ہے، اس لئے اخف الضررین کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ بالا مقاصد کے پیش نظر ایک اہم ضرورت شرعیہ کے پیش نظر گوارا کرلینا چاہئے،فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دوقسم کی خرابی میں علی سبیل الانفرادملوث ہورہا ہو تو ان میں سے ایسی صورت اختیار کی جائے گی جس میں خرابی کم ہو، ''مَنْ أُبْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ، وَہُمَا مُتَسَاوِیَتَانِ یَأْخُذُ بِأَیَّتِہِمَا شَاءَ، وَإِنْ اخْتَلَفَا یَخْتَارُ أَہْوَنَہُمَا''(الاشباہ والنظائر،۷۶)، پھر ان سب کے علاوہ فقہاء کے ''الضرورات تبیح المحظورات'' کا قاعدہ مسلمہ ہے جس کے تحت سیر کبیر میں یہ مسئلہ ذکر کیا گیا ہے: ''وإن تحققت الحاجۃ إلی استعمال السلاح الذی فیہ تمثال، فلابأس باستعمالہ، لأن المواضع للضرورۃ مستثناۃ عن الحرمۃ، کما فی تناول المیتۃ''(شرح کتاب السیر الکبیر، باب ما یکرہ فی دار الحرب وما لا یکرہ،۲۱۸)۔

اس وقت سوشل میڈیا کے ذریعہ نئے ڈھنگ ، نئے رنگ ، نئی فکر کی جب پوری دنیا میں اشاعت کی جارہی ہے، بلکہ سوشل میڈیا کو استعمال کرکے پوری عالم انسانیت کے ذوق وضمیر کو بگاڑا جارہا ہے ، ایسے احوال میں سوشل میڈیاکو اشاعت حق اور دفاع عن الاسلام کیلئے استعمال کرنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے، موجودہ دور غزوہ فکری کا

دور ہے، اس لئے موجودہ دور میں ان تمام اسباب وسائل کو اختیار کیا جاسکتا ہے جن کے ذریعہ دشمن کے نظریات سے واقفیت ہو ، ان کے ملحدانہ افکار ونظریات کا جواب دیا جاسکے اور اپنے افکار وخیالات اور عقائد ان تک پہنچایا جاسکے ۔

بلکہ موجودہ احوال کے تناظر میں اس بات کی ضرورت بھی شدید ہوگئی ہیکہ انٹر نیٹ ٹیکنا لوجی کے ماہر ین تیار کئے جائیں ، خاص طور پر ذی استعداد نوجوان فضلائے مدارس کو انٹر نیٹ ٹیکنالوجی سے واقف کرایا جائے، تا کہ وہ موجودہ دور جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے احقاق حق اور ابطال باطل کے ساتھ اشاعت حق کا فریضہ انجام دے سکیں اور موجودہ حالات میں ارشاد ربانی : ‘‘وأعدوا لہم مااستطعتم من قوۃ’’ (سورہ انفال: ۶۰) کی ذمہ داری سے ہم عہدہ برآہوسکیں۔

بلاتحقیق پیغامات کی ترسیل :

۱۔ اس وقت انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا انسانی ضروریات کا ایک اہم جزو بن چکا ہے، اس کے ذریعہ دینی معلومات اور شرعی مسائل پر مبنی پیغامات بکثرت گردش میں رہتے ہیں، ان میں سے اکثر پیغامات کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس حد تک معتبر ہیں،جب کہ بہت سی دفعہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ پیغام کس کی جانب سے بھیجا جارہا ہے، ایسے پیغام کو دوسری جگہ بھیجنا منا سب نہیں ہے ، قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:‘‘يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ’’ (سورہ حجرات: ۶)(اے ایمان والو!اگر تمہارے پاس کوئی غیرمعتبر شخص کوئی خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کرلیا کرو، (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تم کسی گروہ کو ناواقفیت میں نقصان پہنچادو ، پھر تم کو اپنی حرکت پر پچھتانا پڑے)۔

اس آیت کی تفسیر میں فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ احکام القرآن کے حوالے سے لکھتے ہیں:‘‘ایک شخص کی خبر اس وقت قبول کی جائے گی ، جب وہ دین دار اور معتبر ہو اور شریعت کی اصطلاح میں وہ عادل ہو، فاسق شخص کی خبر قبول نہیں جائے گی اور جب خبرکیلئے یہ حکم ہے تو گواہی کیلئے بھی یہی حکم ہوگا کہ فاسق شخص کی گواہی قبول نہیں جائے گی اور اگر قاضی فاسق گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کربھی دے تو وہ گنہ گارہوگا ’’ (احکام القرآن للجصاص۳۵۸،۳)، اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جس شخص کا نہ عادل ہونا معلوم ہو نہ فاسق ہونا، تو اس کی خبر وگواہی قبول کی جائے گی ، یہی حنفیہ کا نقطۂ نظر ہے ’’(بحوالہٴ سابق ، آسان تفسیر قرآن مجید ۵۸۵،۲)،گویا آیت کا مفاد یہ ہیکہ جب کوئی فاسق خبر لائے تو اس پر کارروائی کرنے سے پہلے اس خبر کی تحقیق کرلوکہ وہ صحیح ہے یا نہیں، اسی طریقے کے اوپر جب دینی معلومات یاخاص طور پر آیات واحادیث سے متعلق کوئی پیغام موصول ہوتو بہتر یہ ہےکہ اس کی خوب تحقیق کرلی جائے اور یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ وہ پیغام

کس نے بھیجا ہے ،تمام تر تحقیقات کے بعد ہی اسے نشر کیا جائے، محدثین کرام نے جرح وتعدیل کا جو طریقہ اختیا ر کیا ہے اسے بھی سامنے رکھا جاسکتا ہے ، مثلایہ کہ اگر کوئی شخص خبر لے کر آئے تو اس شخص کی سیرت وکردار کا جائزہ لیا جائے ، اگر وہ بد کردار ہو تو نہ صرف اس کی خبر کو رد کردیا جائے، بلکہ عام لوگوں میں بھی مشتہر کیا جائے کہ یہ شخص بدکردار ہے، اس کی لائی ہوئی خبر نہ مانی جائے،واٹس ایپ پر جو لوگ احادیث یا دینی مسائل پر مشتمل پیغامات بھیجتے ہیں ان کی ذمہ داری ہیکہ پہلے وہ خوب تحقیق کرلیں ، واٹس ایپ کی باتوں پر فوری یقین نہ کریں ،اس لئے کہ جھوٹ سچ سے زیادہ جلدی پھیلتا ہے ، اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ رسول اللہﷺ نے سنی سنائی باتوں پر یقین کرنے اور اسے دوسروں تک پھیلانے سے سخت منع فرمایا ہے، رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا : آدمی کو جھوٹا ہونے کیلئے یہ بات کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کردے:''عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلی اللہ علیہ وسلم- كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ''(صحيح مسلم، رقم الحديث: ۸،۷،۱، ناشر دار الآفاق، الجديده، بيروت)۔

تکنیکی ضرورتوں سے ایسی ملازمت اختیار کرنا جہاں نامناسب پیغامات ارسال کئے جاتے ہوں:

۲۔ اس مسئلہ کی دوشقیں بنتی ہیں: پہلی شق تو یہ ہے کہ اگر ملازم کی ذمہ داری انٹر نیٹ پر حیاء سوز منا ظر اور ناجائز مواد کی ترسیل کی ہے تو اس کیلئے اس ملازمت کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے، ''ولايجوز على الغناء والنوح والملاہی'' (كنز الدقائق،۳۶۴) ، ''ولاتجوز الإجارة على شئى من الغناء والنوح والمزاميروالطبل، لأنہ معصية والاستيجار على المعاصى باطل'' (المبسوط للسرخسى۱۶،۳۷-۳۸)، ''لاتصح الإجارة لعسب التيس، ولا لأجل المعاصى مثل الغناء والنوح والملاہی''(رد المحتار۲۴،۲۹۱)۔

دوسری شق یہ ہےکہ مذکورہ ادارہ یاسائٹ میں ناجائز مواد کی ترسیل یا ان امور کی انجام دہی اس سے متعلق نہیں ہے، بلکہ اس ادارے میں اس شخص کی ذمہ داری امور مباح کو انجام دینے کی ہے تو ایسی صورت میں اس ملازمت کو اختیار کرنا جائز ہے:''وإذاكان الطبل لغير اللہو فلابأس بہ''(رد المحتار۲۴،۲۹۲)، ''وتجوز الإجارةللحجامة وأخذ الأجرة عليہا لأن الحجامة أمر مباح'' (بدائع الصنائع، علاؤالدين الكاسانى۴،۱۹۰)، فقیہ العصر حضرت مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ فلم اور ٹیلی ویزن کو ذریعہ معاش بنانے کے سلسلے میں لکھتے ہیں: ''ٹی وی سازی اور اس کی اصلاح ومرمت کا کام جائز ہونا چاہئے، کیوں کہ ٹی وی اپنی اصل کے لحاظ سے آلۂ لہو ولعب نہیں ہے، اس کو اصلاحی ، تعلیمی ، تربیتی اور سائنسی مقاصد کیلئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اور جو چیز فی نفسہ برائی کیلئے نہ ہو مگر انسان برائی کیلئے اس کا استعمال کرلے فقہاء نے اس کی خرید وفروخت

کو جائز قراردیا ہے،''وَعُلِمَ مِنْ ہَذَا أَنَّہُ لَا یُکْرَہُ بَیْعُ مَا لَمْ تَقُمْ الْمَعْصِیَۃُ بِہِ کَبَیْعِ الْجَارِیَۃِ الْمُغَنِّیَۃِ وَالْکَبْشِ النَّطُوحِ وَالْحَمَامَۃِ الطَّیَّارَۃِ وَالْعَصِیرِ وَالْخَشَبِ مِمَّنْ یُتَّخَذَ مِنْہُ الْمَعَازِفُ''(رد المحتار، فصل فی البیع ۴۷۹،۲۶) (اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چیز کی بیع مکروہ نہیں ہے ، جس کی ذات سے معصیت نہ ہو، مثلاگلوکارہ باندی، سینگ مارنے والا (تربیت یافتہ) مینڈھا، تیز اڑنے والاکبوتر، پھلوں کے رس اور وہ لکڑی جس سے بانسری بنائی جاتی ہے)، اس لئے ٹی وی کی صنعت ، تجارت اور اصلاح ومرمت جائز ہوگی، البتہ چوں کہ اب تک اس کا غالب استعمال شرکیلئے ہے اسلئے اس سے اجتناب ہی بہتر ہے ''(جدید فقہی مسائل ۲۶۷،۱)۔

انٹرنیٹ کے شعبہ جات میں ملازمت کے وہی علل موجود ہیں جو ٹی وی سازی وغیرہ میں موجود ہے، اس لئے اگر غلط وناجائز مواد کی انجام دہی پر مامور نہ ہوتو ملازمت میں کوئی مضائقہ نہینہے۔

ملحدانہ افکار یا اخلاقی استخفاف پر مشتمل پیغامات کا حکم:

۳۔ سوشل میڈیا پر ایسے بہت سے مضامین آتے ہیں،جن میں تصاویر اور فحاشی تو نہیں پائی جاتی، لیکن ان مضامین کا مقصد ملحدانہ افکار کا فروغ اور اخلاقی اقدار کا استخفاف ہوتا ہے ، اگر اسلامی وغیر اسلامی افکار کی پرکھ اور ان میں امتیاز کی صلاحیت ہو تو ایسے مضامین کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے ، اسی طرح ایسے شخص کے پاس بھیجنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جن کے بارے میں یقین ہوکہ وہ اس کا رد کرینگے، لیکن ایسے ملحدانہ یا اخلاقی استخفاف پر مشتمل مضامین کو ایسے عام لوگوں کے پاس بھیجنا جو اسلامی وغیر اسلامی افکار میں امتیاز نہیں رکھتے یا اسی طر ح گروپ پر یا عام لوگوں کو بھیجنا یا بغیر کسی مقصد کے سوشل میڈیا پر سینڈ کرنامناسب نہیں ہے، بلکہ تعاون علی الاثم کے زمرے میں آکر عدم جواز کا حکم رکھتا ہے:'' ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان، وینہاہم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم'' (تفسیر ابن کثیر،۱۰۲، دارالسلام، ریاض)۔

سوشل میڈیا کے ذریعہ تعلیم وتعلم:

۴۔ انٹرنیٹ کا سب سے بڑامثبت اور مفید پہلو جو اس وقت خاص طور پر سامنے آیا ہے ، وہ اس کی علمی ، ادبی اور تعلیمی سرگرمی ہے،آج انٹرنیٹ حصول علم کا ایک اہم ذریعہ بن گیا ہے، تعلیم کے ہر موضوع سے متعلق علمی اور قیمتی مواد انٹرنیٹ پر موجو د ہے ، برقی تعلیم وتعلم کا دروازہ بھی اسی انٹر نیٹ کے ذریعہ کھل کر سامنے آیا ہے، انٹرنیٹ ایک ایسی کھلی کتاب کی طرح ہے جس میں حسن اخلاق سے آراستہ کرنے والے مضامین بھی ہیں اور اخلاق وعادات کو بگاڑنے والے مواد بھی شامل ہیں، موجودہ دور میںنوجوانوں میں عام ہورہے اخلاقی انحطاط اور الحادی افکارکی بناء پر انٹر نیٹ کا منفی پہلو اس کے مثبت پہلو پر غالب ہے ، حیاء سوز فحش مناظر اخلاق وشرافت کا گلا گھونٹ رہے ہیں ، یقینا ایسے حیاء سوز مناظر اور مخرب اخلاق مضامین ومواد کا دیکھنا پڑھنا،

بلکہ اس مواد تک پہنچنا ہی حرام ہے:''ولاتقربوا الفواحش ماظہر منہا ومابطن'' (سورہ انعام: ۱۵۱) (بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤجوان مینکھلی اورچھپی ہیں)، انٹرنیٹ پر موجود تمام حیاء سوز مناظر فواحش کے زمرے میں داخل ہیں،ان مفاسد سے نئی نسل خصوصا بچوں اور نوجوانوں کو بچانا ضروری ہے، اس کیلئے ممکنہ تدابیر عمل میں لائی جائیں۔

آج انسانی عقول نے حصول علم کے بے شمار ذرائع ووسائل تلاش کرلئے ہیں، کمپیوٹر ، پرنٹر ، ٹیلی پرنٹر ، طباعتی مشینیں، انٹر نیٹ کے علاوہ اب سوشل میڈیا، اینڈرائڈ موبائل اور اس کی مختلف ایپس بھی بطور ذریعہ علم متعارف ہوئے ہیں، ''الأصل فی الأشیاء الإباحۃ'' اور ''مالاتقوم المعصیۃ بعینہ'' (یعنی اصل شئی میں کوئی معصیت نہیں ہے) کے پیش نظراینڈرائڈ موبائل اور اس کی مختلف ایپس کے تمام ممکنہ حفاظتی تدابیرکے ساتھ برائے حصول علم استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے،دینی اخلاقی تربیتی ، علمی وفنی معلومات کی فراہمی کیلئے، نیز تعلیم وتعلم کیلئے سوشل میڈیا کا استعمال نہ صرف درست ہے، بلکہ موجودہ کورنا ئی احوال نے اس کی مصالح ،ضرورت اور اہمیت کو دوچند کردیا ہے، مذکورہ مقاصد کیلئے ان کے استعمال میں قبح کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہے ، البتہ جن امور واشیاء کو شریعت میں حرام قراردیا گیا ہے ان سے اجتناب ہو، جہاں تک دانستہ یانا دانستہ نامناسب ویب سائٹ تک پہونچنے کا مسئلہ ہے تو اس کیلئے سرپر ست یا والدین دیگر ویب سائٹ کے کھلنے کے آپشن کو بند کرکے موبائل بچے کے سپرد کریناور والدین وسرپرست انٹرنیٹ کے طریقہ استعمال پر سخت نگرانی رکھیں،تاکہ غیر محتاط استعمال سے بچا جاسکے ، اسلئے کہ شیطانی اور نفسانی شرور سے ہمہ وقت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے ''عن النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ (يُشَكُّ) فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ وَالْمَعَاصِي حِمَى اللهِ مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ'' (صحیح بخاری ۹۳۹،۱، حدیث: ۲۰۵۱)۔

سوشل میڈیا کے ذریعہ اشاعت اسلام:

۵۔ اللہ تعالی نے امت مسلمہ کو امت دعوت بنایا ہے ، نبوت کا سلسلہ آنحضور ﷺ پر ختم ہوچکا، اب دعوت وتبلیغ اور اصلاح امت کا فریضہ امت مسلمہ اور خاص طور پر علمائے کرام کے کاندھوں پر ہے، جس پر بے شمار آیات واحادیث وارد ہیں، جس کی بناء پر علماء نے لکھا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرائض کفایہ میں سے ہے ، لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ کتاب وسنت ، صحابہ تابعین واسلاف کے طریقہ ٔ دعوت وتبلیغ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت اسلام کیلئے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کیا گیا ہے ، البتہ کچھ اصولی باتیں ضرور بتائی گئیں ہینکہ داعی ہمیشہ حکمت وموعظت کا پہلو پیش نظر رکھے ، دعوت دینے میں الاہم فالاہم کی ترتیب ملحوظ رکھتے ہوئے مخاطب کی فہم اور مستوی کے مطابق بات پیش کی جائے ارشاد باری ہے :''ادْعُ إِلَىٰ

سَبِيلِ رَبِّکَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" (سورہ نحل: ۱۲۵) (آپ اپنے پر وردگار کی راہ کی طرف بلائیے حکمت سے اور اچھی نصیحت سے اور ان کے ساتھ بحث کیجئے پسندیدہ طریقے سے)، آپ ﷺ نے حضرت معاذ اور حضرت ابوموسی اشعری کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت یہ نصیحت بھی فرمائی : ''یسرا ولا تعسرا بشرا ولا تنفرا''(بخاری ۱،۱۴۳۹، حدیث نمبر: ۳۰۳۸) (آسانی کرنا سختی نہ کرنا، خوش خبری دینا نفرت نہ دلانا)۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' بلغوا عنی ولوآیۃ''(صحیح البخاری ۱،۱۶۷۸، رقم: ۳۴۶۱، دار الفکر بیروت)۔

اور حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرہ عن ابیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طویل حدیث میں فرمایا:

''لیبلغ الشاہد الغائب'' (بخاری ۱،۷۱، رقم: ۶۷، مسلم ۳،۱۳۰۵، رقم: ۱۶۷۹)۔

اگر ہم آپ ﷺ کی سیر ت طیبہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے اختیار کئے ، کوہ صفا پر چڑھ کر دعوت دی ، طائف کا سفر فرمایا، کفار کی مجلس میں شرکت کی ، دعاۃ بھیجے، بادشاہوں کو خطوط روانہ کئے، الغرض زمانہ کے ہر جائز اور ممکن طریقے کو اختیار فرمایا، اور اگر اسلاف کی زندگیوں اور ان کے حالات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے بھی ہر دور میں زمانے کے جائز وسائل کا اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے بخوبی استعمال فرمایا،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہمارے سامنے کوئی ایسا طریقہ ہو جس سے ہم بطریق احسن اس فرض سے سبکدوش ہوسکتے ہو اور وہ طریقہ بذات خود ممنوع نہ ہوتو اس طریقہ سے اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دیا جاسکتا ہے ، اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

ویڈیوکانفرنس کے ذریعہ قضاء وشہادت کا حکم:

۶۔ ویڈیوکانفرنس یا ویڈیوکے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات اشتباہ اور آمیزش کے اندیشہ سے خالی نہیں ہے ، اس لئے کہ ویڈیوکے ذریعہ جو تصویر کشی کی جاتی ہے، اس میں تلبیس اور ملاوٹ کی کافی گنجائش ہوتی ہے، یہ ممکن ہے کہ کسی شخص کی کوئی اور تصویر کہیں سے کاٹ کر کسی اور جگہ جوڑ دی جائے، گویا دو مختلف مناظر کو مصنوعی طریقہ پر ایک دوسرے سے منسلک کردی جائے، اسی طرح یہ بھی ممکن ہےکہ ایڈٹ کی ہوئی ویڈیو، ویڈیو کانفرنس میں لائیوکردی جائے، گویا اس میں تحریف وتلبیس کا کافی امکان ہے ، اور مشتبہ قسم کی دلیلوں پر نہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور نہ گواہی دی جاسکتی ہے۔

''وَلَوْ سمع من وَرَاءِ الْحِجَابِ لَا يَسَعُهُ أَنْ يَشْهَدَ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ غَيْرَهُ'' (فتاوی ہندیہ۳،۴۵۲، ناشر: دار الفکر)، اسی بناء پر فقہا ء نے محض دستاویز اور تحریر کو بنیاد

بناکر فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:''وَفِی الْأَشْبَاہِ لَا یَعْتَمِدُ عَلَی الْخَطِّ وَلَا یَعْمَلُ بِمَکْتُوبِ الْوَقْفِ الَّذِی عَلَیْہِ خُطُوطُ الْقُضَاۃِ الْمَاضِینَ، لَکِنْ قَالَ الْبِیرِیُّ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِہِ لَا یَعْتَمِدُ أَیْ لَا یَقْضِی بِذَلِکَ عِنْدَ الْمُنَازَعَۃِ؛ لِأَنَّ الْخَطَّ مِمَّا یُزَوَّرُ وَیُفْتَعَلُ'' (رد المحتار ۳۱۵،۶) (اشباہ میںہے کہ تحریر پر اعتماد نہیں کیا جائے گا ، اور نہ وقف کی ان دستاویزوں پر جن میں گزشتہ قاضیوں کی تحریریں ہوں ، لیکن علامہ بیر ی کہتے ہیں کہ :اعتماد نہیں کیا جائے گا ''کا مطلب ہیکہ قاضی منازعت کے وقت اس پر فیصلہ نہیں کرے گا، اس لئے تحریر میں دھوکہ دہی اور بناوٹ کے کافی مواقع ہیں)،جس طرح ویڈیو پر اعتبار کرکے فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح محض ویڈ یومیں کسی واقعہ کو دیکھ کر اس کی گواہی بھی نہیں دی جاسکتی ہے،اس لئے کہ شہادت نام ہی آنکھوں دیکھی بات کی خبر دینے کا ہے،''ہِیَ إخْبَارٌ عن مُشَاہَدَۃٍ وَعِیَانٍ لَا عن تَخْمِینٍ وَحِسْبَانٍ'' (البحر الرائق ۵۵،۷، دار المعرفہ، بیروت) ۔

ویڈیوکانفرنس یا ویڈیوکے ذریعہ کسی واقعہ کے وقوع یا فریقین کا مشاہدہ نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ محض اس کی تصویر کو دیکھتا ہے اور اس کے ذریعہ اندازہ وتخمین ہی کے درجہ میں کسی بات کے پیش آنے کا گمان کرتا ہے، اس لئے ایسی تخمینی چیز کی بنیاد پر گواہی دینا جائز نہیں ہے۔

سوشل میڈیا پر ویڈیواور اشتہارات سے آمدنی کاحکم:

۷ ،۸۔ یوٹیوب فیس بک یا دیگر سائٹس پر آڈیو یا ویڈیوڈالی جاتی ہے ، وہ درحقیقت صارف اپنا مواد ویڈیویا آڈیو کی شکل میں متعلقہ سائٹ کو دیتا ہے ، اب متعلقہ سائٹ کے ناظرین اگر اس مواد کو زیادہ پسند کرتے اور زیادہ دیکھتے ہینتو متعلقہ سائٹ صارف (یعنی مواد دہندہ)کو طے شدہ رقم ادا کرتی ہے ، جب کسی چینل ہولڈر کے ناظرین یا فالوورز (اس کی ویڈیویا آڈیو کو پسندکرنے والے)زیادہ ہوتے ہیں تو چینل ہولڈر کی اجازت سے وہ سائٹ گوگل ایڈسینس کے ذریعہ مختلف کسٹمر کے اشتہار چلاتا ہے ، اس ایڈورٹائزمنٹ اور مارکٹنگ کرنے پراس کو مزید رقم دی جاتی ہے،اس پس منظر میں اس کے مختلف احکامات ہوتے ہیں: ''الضرورۃ تبیح المحظورات''(الاشباہ والنظائر۸۵،۱) کے مسلمہ قاعدہ کی روسے یہ واضح رہے کہ موجودہ دور میں فقہاء سوشل میڈیا کے استعمال کی مشروط اجازت دیتے ہیں، جس کی تفصیل ماقبل میں بیان کی جاچکی ہے ، یہاں ویڈیویا آڈیوکی اشاعت کا مقصد اگر اشاعت اسلام یا اسلامی تعلیمات پر مبنی مواد کی اشاعت ہے تو ایسی صورت میں ویڈیوز یا آڈیوز کے اپلوڈ کرنے کی اس شرط کے ساتھ اجازت ہوگی کہ اس میں اخلاق سوز یا فحش مواد شامل نہ ہوں، نیز غیر شرعی یا ناجائز امر کی ترویج نہ کی گئی ہو، اسی طرح ویڈیوز میں کسی جاندار کی تصویر اور موسیقی نہ ہو،رقم کی وصولی یا ادائیگی میں کوئی سودی معاملہ یا عقد فاسد نہ ہو، کسی بھی سائٹ پر جب ویڈیویا آڈیو ڈالنے کیلئے چینل یا پیج بنایا جاتا ہے تو وہ سائٹ اپنے صارف سے اشتہار کی

تفصیلات کے ساتھ اس کے نشر کرنے کی اجازت بھی چاہتا ہے ، ایسے میں بہتر یہ ہیکہ صارف ابتد ا ء میں ہی تصاویر پر مشتمل اشتہارات یا غیر شرعی اشتہارات کے نشرکرنے کی اجازت نہ دے اور اسے بلاک کردے، ان شرائط کی رعایت کے ساتھ ویڈیویا آڈیوسے پیسے کمانے کی شرعا گنجائش ہوگی، اسی طرح ویڈ یو کی نشر واشاعت کیلئے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا درست نہیں ہوگا، ایسے اشتہارات کے نشر پر بھی پابندی لگائی جاسکتی ہے، غیرشرعی اور ناجائز اموركی نمائندگی کرنے والی اشیاء کی تشہیر اپنے چینل یا کسی اور ذریعہ سے کرنا یا اس پر اجرت یا کمیشن لینا درست نہیں ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وتعاونوا علی البروالتقوی، ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان،واتقواللہ إن اللہ شدید العقاب'' (سورہ مائدہ: ۲) اور فقہاءلکھتے ہیں: ''لاتصح الإجارة لعسب التیس وہونزوہ علی الإناث ولا لأجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاہی''(رد المحتار ۲۴،۲۹۱)۔

آن لائن گیم اور اس پر انعامات کاحکم:

۹۔ آن لائن گیم کھیلنا وقت کا ضیاع ہے ، انسان اس میں مشغول ہوکر دنیوی فرائض سے غافل ہوجاتاہے، شریعت اس کھیل کی اجازت دیتی ہے جس میں جسمانی ورزش ہو اور وہ بندے کو ذکر الہی سے غافل نہ کرے، اگر پیسوں کی شرط کے بغیر ہو تو مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ شطرنج کو مکروہ قراردیا گیاہے: ''وکرہ تحریما اللعب بالنرد وکذا الشطرنج'' (درمختار ۵،۷۱۳)، آن لائن جو گیم کھیلے جاتے ہیں، ان میں سے اکثر گیم کی شکل لاٹری کی ہوتی ہے، اس لئے پہلے گیم کی نوعیت کو دیکھنا ہوگا، اگر گیم کی نوعیت لاٹری کی ہے جیسا کہ آج کے زمانے کے آن لائن گیموں کی نوعیت ہے تو وہ جوئے کے دائرے میں آکر ناجائز ہوگا، اور اس کے ذریعہ ملنے والاانعام بھی لینا جائز نہیں ہوگا، علامہ جصاص تحریر فرماتے ہیں: ''لاخلاف بین أہل العلم فی تحریم القمار''(احکام القرآن، حضرت تھانویؒ ۱، ۲۸۱)۔

سوشل میڈیا گروپ میں شامل کرنے کا حکم:

۱۰۔ سوشل میڈیا پر متعد د عناوین سے گروپ بنائے جاتے ہیں، جس پر پیغام بھیجنے کی صورت میں گروپ کے تمام ممبران تک پیغامات پہنچ جاتے ہیں، ساتھ گروپ پر عام طور پر پیغامات کی بہتات ہوتی ہے جوکہ بہت سے لوگوں کیلئے ناگوار ہوتی ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ گروپ میں افراد کو شامل کرنے سے پہلے ہی گروپ کے اغراض ومقاصد سے مطلع کرکے ان سے اجازت لے کر گروپ میں شامل کیا جائے ، یہی اخلاق وادب کا تقاضہ بھی ہے ،بغیر اطلاع یابغیر اجازت کے گروپ میں ممبران کو شامل کرنا اخلاق اور ادب کے منافی ہے ۔

پی ڈی ایف کتابوں کا حکم:

۱۱۔ سوشل میڈیا پر بکثرت کتابوں کی پی ڈی ایف ڈالی جاتی ہے ، اور خوب اس کی نشرواشاعت بھی ہوتی ہے ، بہت سی کتابیں ایسی ہوتی ہیں جس کے طباعتی حقوق محفوظ

ہوتے ہیں، ایسی کتابیں کاپی رائٹس کے ضمن میں آتی ہیں، بلا اجازت ان کی کاپی کرنا ممنوع ہوتا ہے ، اگر کوئی ایسی کتاب ہے جس کے کاپی رائٹس محفوظ ہیں، یا کسی طور پر مؤلف یاناشر کی جانب سے اس کے نشر کی اجازت نہیں ہے ، تو ایسی کتابوں کو پی ڈی ایف کی شکل مینبلااجازت مؤلف یا ناشر نشرکرناسرقہ کے ضمن میں آتا ہے جو کہ ممنوع ہے، اس سے احتراز لازمی ہے ، اور یہ اخلاقی اقدار کے بھی خلاف ہے، اس سے مؤلف یا ناشر کا سخت نقصان ہوتا ہے:''وَعَن أبی حرَّة الرقاشِی عَن عَمہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسلم:أَلا لا تَظْلِمُوا أَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِیبِ نَفْسٍ مِنْہُ''(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۱۹۷۴،۵، دار الفکر بیروت)، ''کل عین قائمۃ یغلب علی ظنہ أنہم أخذوہا من الغیربالظلم وباعوہا فی السوق فإنہ لاینبغی أن یشتری ذلک وإن تداولتہا الأیدی'' (ہندیہ ۳۶۴،۵)۔

اور انڈین ایکٹ میں بھی یہ عمل قابل سزاء جرم ہے :

انڈین ایکٹ میں بھی کسی بھی مصنف کی کاپی رائٹ کی ہوئی تحریرکو اس کے اصلی مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا یا استعمال کرنے کی کوشش کرنا یا اس کے مالک کی اجازت کے بغیر انٹر نیٹ پر دستیاب کرنا یا پھر کسی کی کتاب اس کی تخلیق یا اس کی ایجاد کی چوری کرنا یا کاپی کرنا یا اس کو بعینیہ نقل کرنا یا ہلکی پھلکی تبدیلی کے بعد نقل کرلینا یہ سب کاپی رائٹ ایکٹ ۱۹۵۷اور ٹریڈ مارک ایکٹ ۱۹۹۹ء کے تحت جرم ہے۔

کاپی رائٹ ایکٹ ۱۹۵۷اور ٹریڈمارک ایکٹ ۱۹۹۹وغیر ہ قانون ایسے ہی جرائم کئے لئے بنائے گئے ہیں، مگر پائیریسی (نقل اتارنے) کی واردات بڑھتی ہی جارہی ہیں ، کاپی رائٹ ایکٹ ۱۹۵۷،دفعہ ۵۱(کاپی رائٹ کی خلاف ورزی)معہ دفعہ ۶۳(کاپی رائٹ کے حقوق یا اس کی پامالی کے سلسلہ کی دوسری خلاف ورزیوں)سے متعلق جرائم معہ دفعہ A٦٣اس کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں سزائیں ، اگر کوئی فرد اس دفعہ کے تحت درج افعال میں کوئی بھی فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے ۳سال تک کی قید یا ۲لاکھ تک کا جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکتی ہیں، کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف کاپی رائٹ ایکٹ ۱۹۵۷کے تحت کسی بھی مناسب تھانہ میں شکایت کی جاسکتی ہے ، تب یہ کوگنیزیبل اور ضمانتی جرم ہوگا(سائبر قوانین اور سائبر جرائم، ڈاکٹر گلشن رائے ،۲۰-۲۱)۔

لیکن اگر مؤلف یا ناشر اپنی کتا ب کی پی ڈی ایف کاپی خود نشر کرے یا ان کی اجازت سے کتاب کو نشر کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ، بلکہ ناشر یا مؤلف کی اجازت سے نشر کرنا اولیٰ ہے۔

سوشل میڈیا کا استعمال- شرعی نقطہ نظر سے

مفتی محمد زبیر الندوی•

دور حاضر میں سوشل میڈیا کا جو کردار ہے وہ کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں ہے، زندگی کے تمام شعبوں کو اس نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، جس کی وجہ سے بے شمار مسائل پیدا ہوگئے، بلکہ اس دور میں سوشل میڈیا مستقل ایک عنوان ہوگیا ہے، جس پر باضابطہ تحقیقات ہورہی ہیں اور پی ایچ ڈی کے مقالے لکھے جارہے ہیں، چونکہ ایک انسان بحیثیت مسلمان شرعی اصول وضوابط کا پابند ہوتا ہے، اسی لئے وہ سوشل میڈیا کے استعمال میں بھی بے لگام نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ اس سلسلہ میں بھی اس کو شرعی اصولوں کی پاسداری ضروری ہے، اس بارے میں جو نہایت اہم اور بنیادی سوالات ہوسکتے تھے انہیں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے اس سمینار کے لئے منتخب ومتعین کیا ہے جو یقینا فتاوی ونوازل میں گرانقدر اضافہ ہوگا، ذیل میں اکیڈمی کی جانب سے موصول سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کئے جاتے ہیں۔

جواب (۱): قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے بعض ایسی اصولی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن سے اس سوال کا جواب بخوبی سمجھا جاسکتا ہے، مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو۔

''إن جاءكم فاسق بنبإ فتبينوا'' (الحجرات: ۶)۔

اس آیت میں گوکہ تحقیق کی بات فاسق کی خبر کے بارے میں ہے، تاہم اس سے یہ اصول بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ہر وہ خبر جو شک کے دائرے میں آتی ہو، یا جس پر یقین کرنا مشکل ہو یا جو فتنہ کا سبب بن سکتی ہو تو اس کی تحقیق ضروری ہے۔

اسی طرح حدیث مبارکہ میں آیا کہ انسان کے گنہگار ہونے کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کرنا شروع کردے۔

''عن أبی ہریرۃأن النبیﷺ قال:کفی بالمرء إثما أن یحدث بکل ماسمع'' (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۹۹۹)۔

غالباً انہیں بنیادی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے منہاج السنہ میں علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی جماعت سے کوئی بات نقل کرے تو قائل اور ناقل دونوں کی صراحت کرے، تاکہ سچائی کا پتہ چل سکے، ورنہ جھوٹ بات تو ہر کوئی بول سکتا

• دار الافتاء والتحقیق بہرائچ، یوپی۔

ہے، علامہ ابن تیمیہؒ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

''من أراد أن ینقل مقالۃ عن طائفۃ فلیسم القائل والناقل، وإلا فکل أحد یقدر علی الکذب'' (منہاج السنہ ۲،۵۱)۔

خود اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے اٹھائیسویں سمینار میں اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں جو تجویز پیش کی تھی اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح اور معتبر پیغام کو ہی آگے شیئر کیا جاسکتا ہے، وہ پیغامات جو صحیح نہ ہوں یا غیر مصدقہ ہوں انہیں آگے شیئر کرنا درست نہیں ہے:

''جس خبر کا مصدقہ ہونا معلوم ہو اور اس کو پھیلانے سے کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو اسے آگے بڑھانا درست ہے، البتہ جو چیز خلاف واقعہ یا قابل تحقیق یا مضر ہو اسے آگے بڑھانا درست نہیں ہے '' (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے،۳۶۴)۔

مذکورہ بالا تمام حوالوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ایسے پیغامات اور دینی ودنیوی معلومات کو آگے بڑھانا اور دوسروں تک شیئر کرنا درست نہیں ہے جو غیر مصدقہ ہوں یا جن کے بھیجنے والے نامعلوم یا غیر معتبر ہوں، البتہ ایسے پیغامات اور معلومات جن کے بھیجنے والے معتبر ہوں اور وہ معلومات بھی درست ومفید ہوں تو انہیں آگے شیئر کیا جاسکتا ہے۔

جواب (۲): مذکورہ سوال کے بنیادی طور پر دوشق ہوسکتی ہیں:

پہلی شق: ایک شق یہ ہے کہ آدمی خاص اس شعبہ میں ملازمت نہیں کرتا ہے جس میں ان فحش تصویروں یا ناجائز تصویروں پر کام ہوتا ہے، مثلاً ان کی ڈیزائنگ وغیرہ، بلکہ وہ دوسرے شعبے سے وابستہ ہے، لیکن بیچ بیچ میں وہ تصویر بھی آجاتی ہیں تو پھر اس صورت میں حتی الامکان انہیں نظر انداز کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور بدنظری سے بچنا چاہئے، اور یہ نوکری بھی فی نفسہ درست ہوگی، کیونکہ شریعت کا ایک عام قاعدہ ہے کہ جب کسی کام میں متسبب اور بلاواسطہ کام کرنے والے دونوں جمع ہوجائیں تو متسبب کی جانب حکم کو منسوب نہیں کیا جاتا ہے۔

''إذا اجتمع المباشر والمتسبب أضیف الحکم إلی المباشر'' (الاشباہ والنظائر، القاعدۃ التاسعۃ عشر)۔

اسی طرح علامہ شامی نے لکھا ہے کہ معصیت اس وقت پائی جاتی ہے جب وہ فاعل نے اپنے اختیار سے کیا ہو۔

''إنما تحصل المعصیۃ بفعل فاعل مختار'' (رد المحتار ۹،۵۶۲)۔

ان باتوں سے یہ بات صاف ہوگئی کہ اگر وہ باضابطہ ان تصویروں پر کام نہیں کرتا ہے، بلکہ صرف وہ سامنے آجاتی ہیں تو پھر اس میں حرج نہیں ہے، اور اس میں نوکری کرنا اور اس کی کمائی دونوں درست ہے، اس سلسلہ میں اس جزئیہ سے بھی استفادہ کیا

جاسکتا ہے جو فتاوی ہندیہ میں ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی شراب صرف بحیثیت مزدور اٹھا کر لے جائے اور پینے کو نہ کہے تو یہ درست ہے، گویا اصل فعل یعنی شرب میں وہ تعاون نہیں کررہا ہے۔

''وإذا استأجر ذمی مسلماً لیحمل لہ خمراً ولم یقل لیشرب جازت الإجازۃ فی قول أبی حنیفۃ'' (الفتاوی الہندیہ ۵۰۸٫۴ کتاب الاجارۃ)۔

دوسری شق: اس مسئلے کی دوسری شق پہلی شق کے برعکس ہے کہ اگر وہ شخص باضابطہ تکنیکی حیثیت سے اس میں کام کرتا ہے مثلاً ان کی ڈیزائنگ کرتا ہے، اس کا طریقۂ کار سمجھاتا ہے، اس کے اسباب ووسائل فراہم کرتا ہے تو یہ تعاون علی الاثم ہوگا اور یہ ناجائز ہوگا، قرآن مجید میں ایسے ناجائز کاموں میں معاون بننے سے منع کیا گیا ہے۔

''وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان، واتقوا اللہ'' (المائدہ: ۱)۔

خلاصہ اینکہ اگر آدمی ایسی ناجائز تصویروں میں معاون بنتا ہے تو پھر یہ نوکری ناجائز ہے اور اگر ڈائرکٹ معاون نہیں بنتا ہے، بلکہ صرف وہ چیزیں سامنے آجاتی ہیں تو نوکری کرنا درست ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جواب(۳): اس میں شک نہیں ہے کہ ہر آئے دن سوشل میڈیا پر اس قسم کے پیغامات آتے رہتے ہیں جو اسلام پر اعتراض یا اخلاقی قدروں کے منافی ہوتے ہیں، اور کبھی کبھار ایک بڑی تعداد اس سے متاثر بھی ہوجاتی ہے، اس لئے اس کا رد کرنا اور مسکت جواب دینا بہرحال ضروری ہوتا ہے، قرآن مجید نے ایسی چیزوں کے بارے میں بہتر انداز میں مجادلہ کی بات کہی ہے:

''وجادلہم بالتی ہی أحسن'' (النحل: ۱۲۵)۔

قرآن مجید سے ہمیں یہ بھی رہنمائی ملتی ہے کہ اگر اس قسم کے اعتراضات اور تشکیک والی باتیں معاشرے میں آئیں تو ایسے لوگوں تک وہ بات پہنچائی جائے جو اس کا بہترین حل پیش کرسکتے ہیں، انہیں زیادہ عام نہ کیا جائے، حقیقت میں یہ آیت اس قسم کے مسائل کو حل کرنے کا اکسیر نسخہ ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''وإذا جاءہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا بہ، ولو ردوہ إلی الرسول وإلی أولی الأمر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم، ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان إلا قلیلاً'' (النساء: ۸۳)۔

اسی طرح صحیح بخاری کی ایک روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہےکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کو کوئی بات لیجئے مگر وہ اسے بہت زیادہ محفوظ نہ رکھ سکتا ہو، اور وہ دوسرے کو پہنچا دے تو وہ زیادہ محفوظ رکھ سکے، اس سے یہ بات مستفادہوتی ہے کہ ایسے لوگوں تک پہنچا دینا ضروری ہوتا ہے جو اس بات کا صحیح فہم رکھتے ہوں۔

‘‘فليبلغ الشاہد الغائب، فإنہ رب مبلغ يبلغہ من ہو أوعى لہ، فكان كذلک’’ (صحيح البخاری: ۷۰۷۸ كتاب الفتن)۔

اسی طرح صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی برائی کو اپنے ہاتھ سے دفع کرنے پر قادر ہو تو ہاتھ سے روکے، اس سے نہ قادر ہو تو زبان سے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل میں برا سمجھے، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایسے اعتراضات اور اخلاقی قدروں کے منافی بیانات وتحاریر کا رد کرنا ضروری ہے، خواہ ہاتھ سے ہو یا زبان وقلم سے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

‘‘من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانہ ، فإن لم يستطع فبقلبہ، وذلک أضعف الإيمان’’ (صحيح مسلم: ۷۸، كتاب الايمان)۔

مذکورہ بالا تمام نصوص سے جو بات صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک تو ایسے اعتراضات کا مسکت اور علمی جواب دینا ضروری ہے، دوسرے یہ کہ یہ باتیں ہر کس وناکس کو شیئر نہ کی جائیں، بلکہ جو صاحب علم ہوں اور قابل اعتماد ہوں اور علمی وفکری اعتبار سے مضبوط ہوں صرف انہیں یہ چیزیں بھیجی جائیں، تاکہ وہ اس کا رد کرسکیں، ہر کس وناکس کو بھیجنا خطرے سے خالی نہیں ہے، فقط واللہ اعلم۔

جواب(۴): اس دور میں شاذ ونادر ہی کوئی معلم یا متعلم یا معاشی وسیاسی ضروریات سے جڑا ہوا شخص ہوگا جس کے پاس موبائل نہیں ہے، اور جن کے پاس موبائل نہیں ہے وہ اپنے گھروں میں موجود موبائل کو بکثرت استعمال کرتے ہیں، اس لئے اس ددور میں یہ کہنا کہ اگر بچوں کے ہاتھ میں موبائل آگیا تو پھر روکنا مشکل ہوگا، یہ ایک مضحکہ خیز حقیقت ہے، جب کہ دوسری جانب کرونا کی بندشوں نے پورا تعلیمی سسٹم فیل کردیا ہے، ایسے میں جہاں ایک طرف تعلیم سے بے رغبتی بڑھتی ہے وہیں دوسری جانب سوشل میڈیا کا ناجائز استعمال بھی بڑھتا جارہا ہے، فلم بینی، ڈرامے بازی اور گیم کھیلنے کا مشغلہ زوروں پر ہے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ آن لائن تعلیم کو اختیار کیا جائے، آن لائن تعلیم کے سلسلہ میں عدم جواز کی بات کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ اس دور میں جواز کے ساتھ ضروری بھی ہے، فقہاء کرام کا عام قاعدہ ہے کہ جب دو دقتیں سامنے ہوں تو اہون کو اختیار کیا جاتا ہے۔

‘‘يختار أہون الشرين’’ (شرح المجلہ ۴۲،۱)۔

ہاں آن لائن تعلیم میں جو مفاسد ہوں مثلاً تصویریں، یا دوسرے سائٹس کا غلط استعمال ان سے حتی الامکان بچنا ضروری ہے، فقہاء کرام لکھتے ہیں:

‘‘الضرر يدفع بقدر الإمكان’’ (شرح المجلہ ۴۲،۱)۔

آن لائن تعلیم کے جواز پر اس قدیم طریقہ سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جو کافی

رائج تھا، یعنی خطوط کے ذریعہ تعلیم وارشاد کا طریقہ، خود رسول اللہ ﷺ نے دعوت دین کے لئے یہی طریقہ اختیار فرمایا، اور دور دراز کے شہروں میں خطوط روانہ کئے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں تو قرآن مجید سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہدہد پرندے سے بھی یہ کام لیا تھا، اور دین کا پیغام ملکۂ سبا تک پہنچایا تھا۔

''إذہب بکتابی ہذا فألقہ إلیہم، ثم تول عنہم فانظر ماذا یرجعون'' (سورۃ النمل: ۲۸)۔

اس سلسلہ میں موسوعہ فقہیہ کی یہ بات بڑے کام کی ہے جو ابن الحاج نے لکھی ہے کہ عالم کی ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ جب لوگ علم سے اعراض کرنے لگیں تو ان تعلیم وارشاد کے لئے لوگوں کے لئے اپنے آپ کو پیش کرے۔

''قال ابن الحاج: ینبغی للعالم إذا رأی الناس قد أعرضوا عن العلم أن یعرض نفسہ علیہم لتعلیمہم وإرشادہم'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۳؍۷)۔

موسوعہ کی بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آن لائن تعلیم بھی لوگوں کو علم وارشاد سے جوڑے رہنے کا ذریعہ ہے، اس لئے آن لائن تعلیم ہونی چاہئے، البتہ نیچے کلاس کے طلبہ کے لئے اس میں دقتیں زیادہ ہیں، اس لئے ان کے بجائے اونچی کلاس کے طلبہ کے لئے یہ نظم ہو، خود احقر کا تجربہ ہے کہ اس کے ذریعہ بھی نوے فیصد سے زائد فائدہ ہوسکتا ہے، جیسا کہ میں نے یک سالہ آن لائن افتاء کورس میں اس کا تجربہ کیا ہے، فقط واللہ اعلم۔

جواب (۵): دنیا میں جس طرح دیگر چیزوں مینمثبت ومنفی دونوں پہلو پائے جاتے ہیں، اسی طرح سوشل میڈیا میں بھی دونوں پہلو موجو دہیں، مثلاً بجلی یہ انسان اور مکانات کو جلا کر خاکستر بھی کرسکتی ہے اور روشنی کا سنار بھی قائم کرسکتی ہے، اس لئے سوشل میڈیا ایک معصوم آلہ اور معصوم پلیٹ فارم ہے جس سے خیر وشر دونوں کے پھیلانے کا کام ہوسکتا ہے، اب آدمی کو اختیار ہے کہ وہ اسے کس طور پر استعمال کررہا ہے۔

اسی قسم کی چیزوں کو فقہ کی اصطلاح میں مباحات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور مباحات کے سلسلہ میں فقہی قاعدہ ہے کہ ان میں مقاصد کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، اگر اچھے مقصد کے لئے استعمال ہو تو جائز ہے اور غلط مقصد کے لئے ہو تو ناجائز ہے، علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

''الأمور بمقاصدہا'' (الاشباہ ۱؍۱۰۲)۔

اسی طرح قرآن مجید میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید تو کی گئی ہے، لیکن کوئی خاص لگابندھا طریقۂ کار یا ذریعہ نہیں بتایا گیا ہے، بلکہ اسے انسان کے احوال زمانہ اور زمان ومکان کی نزاکت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

''کنتم خیر أمۃ أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ'' (آل عمران: ۱۱۰)۔

اسی طرح ایک مقام پر دعوت دین کی اشاعت کے لئے حکمت سے اشاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

''ادع إلی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی أحسن''۔

اس میں حکمت کی جو تشریح کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ داعی اپنے زمانے اور وقت کے لحاظ سے کام کرے، ظاہر ہے آج کل ہر جانب سوشل میڈیا کا بول بالا ہے، اس لئے اس کااستعمال ہونا چاہئے، بلکہ سوشل میڈیا ایک مؤثر ترین اہم ترین اور آسان ترین ہتھیار ہے دینی پیغامات اور دعوتی کاموں کو عام کرنے کا۔

سوشل میڈیا کے ذریعے آدمی نہایت کم وقت میں اور بہت حد تک مفت میں بہت سا دینی کام کرسکتا ہے، اس کے ذریعہ قرآن مجید کے دروس، احادیث کی فہم وتشریح، اخلاقیات کی تعلیم، دینیات کی اشاعت، کتابوں کی نشرو توزیع سارے کام بآسانی انجام پاسکتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ علماء کرام بھی اس جانب خصوصی توجہ دیں، بلکہ اکابر علماء کو چاہئے کہ نوجوان فضلاء کے لئے اس قسم کا پلیٹ فارم تیار کرکے دیں، تاکہ وہ وفاقی رہنمائی میں بہتر سے بہتر کام انجام دے سکیں۔

جواب (۶): دار القضاء کی کارروائی اصلاً بہت ناز اور مہتم بالشان کام ہے، اس لئے جہاں تک کوشش ہو اس کی کارروائی بالمشافہ انجام پائے، اس لئے کہ فون اور ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ بہرحال ایک گونہ شک باقی رہتا ہے، غالباً اسی لئے فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم نے اپنے ایک فتوے میں ویڈیو کی گواہی کو غیر معتبر قرار دیا ہے، وہ لکھتےہیں:

''ویڈیو کے ذریعہ جو تصویر کشی کی جاتی ہے اس میں تلبیس اور ملاوٹ کی کافی گنجائش ہوتی ہے، .....اس لئے ویڈیو سے حاصل ہونے والی معلومات اشتباہ اور آمیزش سے خالی نہیں، اور مشتبہ قسم کی دلیلوں پر نہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی گواہی دی جاسکتی ہے، ''ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعہ أن یشہد لاحتمال أن یکون غیرہ'' (کتاب القاضی ۶۰،۶)۔

اسی قسم کا اشتباہ ویڈیو کانفرنسنگ میں بھی باقی رہتا ہے، اس لئےاحوط یہی ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ اس قسم کی کارروائی نہ کی جائے، تاہم کرونا جیسے دور اور حالات جب پیدا ہوں تو اس کی بھی گنجائش نکلتی ہے، چنانچہ علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک دعوی کی سماعت اور بینہ وقضاء کے لئے مدعی علیہ کا حاضر رہنا ضروری نہیں ہے، جبکہ حنفیہ کے یہاں ضروری ہے۔

''ومنہا حضرۃ الخصم فلا تسمع الدعوی والبینۃ إلا علی خصم حاضر وہذا عندنا، وعند الشافعی حضرۃ المدعی علیہ لیست بشرط لسماع الدعوی والبینۃ والقضاء'' (بدائع الصنائع۴،۲۲۲)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک مدعی علیہ کی حاضری

ضروری نہیں ہے، چنانچہ ضرورت کے موقع پر اس پر عمل کیا جاسکتا ہے، اسی طرح شہادت کے سلسلہ میں بعض فقہاء کرام نے وسعت سے کام لیتے ہوئے گواہ کو دیکھنے کی شرط نہیں لگائی ہے۔

''وبعض مشایخنا توسعوا فی ہذا، وقالوا:یصح عند التعریف، وتعریف الواحد یکفی، والمثنی أحوط'' (الہندیہ ۳۸۹،۳ کتاب الشہادۃ)۔

اس میں تعریف کی شرط لگائی گئی ہے اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ بہت حد تک یہ مقصد پوا ہوجاتا ہے، بطور خاص جب مدعی خود کہے کہ ہاں وہی شخص ہے، اس لئے کرونا وغیرہ کے دور میں اس ذریعہ سے بھی کارروائی کی جاسکتی ہے، فقط واللہ اعلم۔

جواب (۷): آج کے زمانہ میں اپنی اشیاء کی تشہیر اور اسے دور دور تک پھیلانے کے لئے سوشل میڈیا کا زبردست استعمال ہورہا ہے، لوگ ویڈیو اور آڈیو کی شکل میں اپنی چیزیں ایڈورٹائزنگ کے لئے پیش کرتے ہیں او راس کو دیکھنے یا سننے اور آگے شیئر کرنے پر کمپنیاں پیسے دیتی ہیں، اس میں چونکہ دیکھنے یا سننے اور آگے شیئر کرنے والا کا وقت بھی خرچ ہوتا ہے اور ڈیٹا بھی اس لئے فی نفسہ اس کی اجرت لینا اور دینادرست ہے، البتہ اس میں دو تین باتوں کی رعایت ضروری ہے:

۱۔ ایک بات تو یہ ضروری ہے کہ جس چیز کا وہ ایڈ ہے یعنی چیز کے بارے میں وہ ویڈیو یا آڈیو بنی ہے وہ بذات خود حرام وناجائز نہ ہو، مثلاً اس میں جوئے کا پرچار نہ ہو، سود کے بارے میں ترغیبی اعلان نہ ہو، شراب کی تشہیر نہ ہو، فلم اور فحش کی چیزوں کا اعلان نہ ہو، ظاہر ہے کہ یہ چیزیں ناجائز ہیں اور ایک مسلمان اس میں تعاون نہیں کرسکتا ہے، اس لئے اس آڈیو یا ویڈیو کا ان باتوں سے خالی رہنا ضروری ہے، ایسی چیزوں کی اشاعت کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے کہ ان کے شائع کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے:

''إن الذین یحبون أن تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لہم عذاب ألیم فی الدنیا والآخرۃ واللہ یعلم وأنتم لا تعلمون'' (النور: ۱۹)۔

۲۔ دوسری بات جس کی رعایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس ویڈیو او رآڈیو میں تشہیر کا طریقۂ کار بھی ناجائز نہ ہو، یعنی اس میں غلط اور ناجائز باتوں کو شامل نہ کیا گیا ہو، بلکہ اس میں میوزک نہ ہو، خواتین کی تصاویر نہ ہوں، کیونکہ ان کی شمولیت سے اس کا دیکھنا اور سننا اور دوسروں کو شیئر کرنا ناجائز ہوگا، یہ بھی گناہ میں تعاون ہوگا اور جس کی ممانعت قرآن مجید میں موجود ہے:

''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (المائدہ: ۲)۔

اسی طرح علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ جو چیز شرکا ذریعہ ہو وہ بھی شر میں داخل ہے:

''إن ما يؤدى إلى الشر شر'' (روح المعانی۲۰۳،۷)۔

۳۔ تیسری بات جس کی رعایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ یہ چیزیں ایسی شخصیات اور ان افراد تک نہ شیئر کی جائیں جو انہیں ناپسند کرتے ہوں، کیونکہ یہ ایذاء مسلم ہے اور ایذاء مسلم حرام ہے، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

''والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير مااكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبيناً'' (الاحزاب: ۵۸)۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ اس قسم کی آڈیو اور ویڈیو سے پیسہ کمانادرست ہے، بصورت دیگر درست نہیں ہے، ہذا ما عندی واللہ أعلم وعلمہ أتم۔

جواب (۸): ایسی ویڈیوز جو خیر اور نیکی یا دنیوی مفید معلومات پر مبنی ہوں انہیں بنانا اور ان کی نشر واشاعت کرنا نہ یہ کہ صرف جائز ہے، بلکہ باعث ثواب ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ صحیح اور درست وجائز طریقہ کار اختیار کیا جائے، ایسا طریقہ جو ناجائز ہو اختیار کرنا درست نہیں ہے۔

چنانچہ اپنی ویڈیوز کی صرف نشرو اشاعت کے لئے ناجائز اور غیر مصدقہ خبریں واشتہارات لگانا درست نہیں، اس سے گناہ میں تعاون بھی پایا جائے گا اور لوگوں کے ساتھ دھوکہ وفریب بھی ہوگا جس کی اجازت شریعت میں نہیں ہے، غیر مصدقہ اشتہارات اور اشیاء کے بارے میں اسی موضوع کے سوال نمبر ۱ میں کافی تفصیلات اور دلائل آچکے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے:

''كفى بالمرء إثماً أن يحدث بكل ما سمع'' (صحيح مسلم، رقم الحديث: ۴۹۹۹)۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دھوکہ دینے والا ہم میں سے نہیں۔

''من غش فليس منا'' (سنن الترمذی: ۱۳۱۵)۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ناجائز اور غیر مصدقہ اشتہارات لگانا جائز نہیں، نیز اس سلسلہ میں سوال نمبر ۱ کی تفصیلات بھی دیکھی جاسکتی ہیں، فقط واللہ اعلم۔

جواب (۹): انسان خاص کر مسلمان کی زندگی نہایت قیمتی ہے، اس کا ہر لمحہ بیش بہا ہے، اس لئے آدمی کو کوشش کرنی چاہئے کہ اس کی زندگی مفید سے مفید تر کاموں میں گزرے، کھیل وتفریح کو نازندگی کا مقصد بنانا درست ہے اور نہ ہی اسے ذریعۂ معاش بنانا صحیح ہے، شریعت میں کھیل کود کی اجازت ہے؛ مگر اس سے وہ کھیل مراد ہیں جو انسان کے جسم کے لئے مفید ہوں، تکملۃ فتح الملہم میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:

''الألعاب التى يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذهان جائزة فى نفسها ما لم تشتمل على معصية أخرى'' (تكملة فتح الملهم ۴۳۶،۴)۔

ایسے کھیل جو انسانی صحت کے لئے مفید نہ ہوں، بلکہ وہ فرائض میں کوتاہی کا

سبب بنتے ہوں ایسے کھیلوں کے بارے میں علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ وہ حرام ہیں۔

''إن الملاہی کلہا حرام'' (الدر المختار مع رد المحتار ۹؍۵۰۲)۔

اب رہی بات موبائل یا کمپیوٹر وغیرہ پر آن لائن گیم کھیلنے کی تو اس سے نہ ذہن ودماغ کو تازگی ملتی ہے اور نہ ہی جسمانی ورزش ہوتی ہے؛ بلکہ ذہن ودماغ پر برا اثر پڑتا ہے، اور طبیعت بہت بوجھل ہوجاتی ہے، آہستہ آہستہ نگاہ بھی کمزور ہوجاتی ہے، اور انسان کا قیمتی وقت تو ضائع ہوتا ہی ہے، نیز شاید ہی کوئی گیم ایسا ہو جو مرد وخواتین کی تصویر یا میوزک یا لادینیت کی اشاعت سے خالی ہو، ظاہر ہے کہ یہ قباحتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے ایسے گیموں کے جواز کا فتوی دینا ہی مشکل ہے، ان کو ذریعہ معاش بنانا تو بڑی بات ہے، بلکہ اس قسم کے کاموں کے بارے میں امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنے والا فاسق ہے۔

''وعن أبی یوسفؒ: من یدیم النظر فی اللعب والنرد والشطرنج أخاف أن یصیر فاسقاً'' ۔

پھر عموماً اس قسم کے آن لائن گیم مفت نہیں ہوتے ہیں، بلکہ اس میں پیسہ لگانا پڑتا ہے تو بطور فیس یا گیم کی جیت ہار پر، اگر بطور فیس پیسہ لگایا جائے تو بھی کمپنی یہ کرتی ہے کہ اسی فیس سے ایک خاص رقم اپنے لئے رکھ کر باقی رقم جیتنے والے کو دیتی ہے، یا کبھی کبھار جیتنے والا ہارنے والے سے پیسہ لیتا ہے، ظاہر ہے مذکورہ دونوں صورتیں جوئے کی ہیں، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

''وکل لہو لأنہ إن قامر بہا فالمیسر حرام بالنص، وہو اسم لکل قمار، وإن لم یقامر بہا فہو عبث ولہو'' (ہدایہ اخیرین؍۴۵۹)۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

''أما إذا کان البدل من الجانبین فہو قمار حرام'' (الفتاوی الہندیہ ۵؍۳۲۴)۔

خلاصہ یہ کہ جوئے پر مبنی یہ گیم کھیلنا جائز نہیں ہے، ہاں صرف تفریحاً کھیلنا یا صرف کمپنی پیسہ دے تو کراہت کے ساتھ درست ہے، فقط واللہ اعلم۔

جواب(۱۰): گروپ بنانا اور اس کے ذریعہ کثیر تعداد تک دینی ودنیوی مفید معلومات پہنچانا درست ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ جس کو گروپ میں شامل کرنا ہے اس کی طرف سے صراحتاً یا دلالۃً اجازت پائی جاتی ہو، اگر صراحتاً اس کی طرف سے منع ہے تو پھر اس کو گروپ میں شامل کرنا درست نہیں ہوگا، کیونکہ اس کو شامل کرکے اس کو ایذاء رسانی کے مترادف ہوگا، اور ایذاء رسانی کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

''والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر مااکتسبوا فقد احتملوا بہتانا وإثماً مبیناً'' (الاحزاب: ۵۸)۔

اسی طرح کے ایک سوال کے سلسلہ میں فقہ اکیڈمی انڈیا کا نہایت معتدل فیصلہ ان

الفاظ میں مسطور ہے:

''دینی، معلوماتی اور مفید باتوں پر مبنی پیغامات خواہ تحریر کی شکل میں ہوں یا کسی اور شکل میں انہیں صراحتاً یا دلالۃً اجازت کی صورت میں آگے بھیجنا درست ہے ''۔

ان وضاحتوں سے معلوم ہوا کہ اجازت اگر ہو خواہ صراحتاً ہو یا دلالۃً تو شامل کرنا درست ہے ورنہ نہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جواب(۱۱): اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پی ڈی ایف کی اشاعت سے جہاں ہزاروں لاکھوں لوگوں کو مفت میں فائدہ ہوتا ہے وہیں مصنفین اور ناشرین کو بھاری نقصان بھی ہوتا ہے، لیکن اس سلسلہ میں عموماً جو پیش رفت ہوتی ہے وہ مصنفین اور ناشرین کی طرف سے ہی ہوتی ہے، شاذو نادر ایسا ہوتا ہے کہ مصنف یا ناشر اس کو عام نہ کرے اور وہ عام ہوجائے، گویا مصنفین یا ناشرین صراحتاً یا دلالۃً اپنی کتابوں کی پی ڈی ایف کی اجازت دے دیتے ہیں، نیز مصنفین حق طباعت کی حفاظت میں اس کا اہتمام بھی نہیں کرتے ہیں کہ پی ڈی ایف شائع کرنا منع ہے، اس لئے بھی عموماً لوگ اس کی اجازت پر محمول کرتے ہیں۔

لیکن اگر کوئی مصنف یا ناشر اپنی کتاب کی پی ڈی ایف کی اشاعت پر سختی کرے اور صراحتاً منع کردے تو پھر اس کتاب کی پی ڈی ایف بنانا جائز ہوگا اور نہ ہی شیئر کرنا، یہ گویا امانت میں خیانت اور علمی سرقہ کے مترادف ہوگا، محقق العصر حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم نے حق تصنیف کو باقاعدہ ایک حق قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''والمراد من حق الابتكار أن المبتكر ينفرد بحق إنتاج ما ابتكره'' (فقہ البیوع ۱،۲۷۱)۔

اسی طرح حق تصنیف باقاعدہ ایک امانت ہے جس امانت میں خیانت درست نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے مشورہ کو عام کرنے سے منع فرمایا ہے تو یہ باضابطہ تصنیف وتالیف ہے۔

''عن جابر عن النبی ﷺ قال: إذا حدّث الرجل الحديث، ثم التفت فهی أمانة'' (سنن الترمذی، نمبر: ۱۹۵۹)۔

اس حدیث کی شرح میں مشکاۃ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

''أضاعتها بإشاعتها'' (حاشية على مشكاة المصابيح ۲،۴۳۲)۔

اسی طرح فقہاء کرام نے بھی لکھا ہے کہ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ کتاب مصنف وناشر کی ملکیت ہوتی ہے، اس لئے اس کی رضامندی کے بغیر عام نہیں کرسکتے ہیں، علامہ شامی نے ایک مقام پر لکھا ہے:

''لايجوز التصرف فی مال غيره بغير إذنه ولا ولايته'' (رد المحتار على الدر المختار ۹،۲۹۱)۔

خلاصہ یہ کہ اگر مصنف یا ناشر کی جانب صراحتاً ممانعت ہو تو پھر پی ڈی ایف کو عام کرنا درست نہیں ہے، اور اگر صراحتاً ممانعت نہ ہوتو پھر عرف کے مطابق عام کرنے کی اجازت ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے:

''والعرف فی الشرع لہ اعتبار، لذا علیہ الحکم قد یدار'' (شرح عقود رسم المفتی،۷۵)۔

جواب (۱۲): سوشل میڈیا سے متعلق کئی باتیں ایسی ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، ذیل میں چند بنیادی اور اہم امور ذکر کئے جاتے ہیں، ہر ایک متعلق دلائل کا استیعاب نہیں کیا جارہا ہے، صرف اہم نکات اور ضروری دلائل لکھے جارہے ہیں:

۱۔ سوشل میڈیا کا استعمال فرض وواجب نہیں ہے، اس لئے جب تک کوئی اہم دینی ودنیوی مقصد پیش نظر نہ ہو اس کے استعمال سے اجتناب کیا جائے، ''إن الوسیلۃ والذریعۃ تکون محرماً إذا کان المقصد محرماً وتکون واجبۃ إذا کان المقصد واجباً'' (اعلام الموقعین ۳،۲۵۷)۔

''الأمور بمقاصدہا'' (الاشباہ ۱،۱۰۲)۔

۲۔ سوشل میڈیا پر کامل بھروسہ کر لینا ضرر سے خالی نہیں، اس لئے اس پر آنے والی چیزوں کی تحقیق ضروری ہے۔

''من أراد أن ینقل مقالۃ عن طائفۃ فلیسم القائل والناقل، وإلا فکل یقدر علی الکذب'' (منہاج السنہ ۲،۵۱)۔

۳۔ فیس بک واٹساپ ٹویٹر وغیرہ پر اگر ایک اکاؤنٹ سے ضرورت کی تکمیل ہوسکتی ہے تو اس سے زائد اکاؤنٹ نہ کھولے جائیں۔

''الضرورات تقدر بقدرہا'' (شرح القواعد الفقہیہ،۱۸۷)۔

۴۔ اپنے پاسورڈ یا نجی چیزوں کو اپنے تک محدود رکھا جائے بصورت دیگر مشکل ہوسکتی ہے۔

''در ء المفاسد أولی من جلب المنافع '' (الاشباہ والنظائر،۲۶۴)۔

۵۔ ایسے ایپس جن میں اسلام اور دین سے متعلق یا اخلاقی اقدار سے متعلق غلط باتوں کو منظور کرنے کو کہا جائے ان میں اکاؤنٹ نہ کھولا جائے۔

''لأن اعتناء الشرع بالمنہیات أشد من اعتناءہ بالمأمورات'' (شرح المجلہ ۱،۳۲، المادہ: ۳۰)۔

۶۔ فیک آئی ڈی (Fake ID)کسی بھی سوشل میڈیا پر نہ بنائی جائے، کیونکہ یہ جھوٹ بھی ہے اور دھوکہ بھی۔

''آیۃ المنافق ثلاث:إذا حدث کذب، وإذا وعد أخلف، وإذا ائتمن خان'' (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۳)۔

۷۔ سوشل میڈیا کے استعمال میں اتنا غلو اور انہماک نہ ہو کہ آدمی اپنے فرائض اور حقوق وواجبات سے غافل ہوجائے۔

''کل ما أدی إلی ما لا یجوز لا یجوز'' (الد رالمختار ۳۴۰،۲ کتاب الحظر والاباحۃ)۔

۸۔ سوشل میڈیا کے استعمال میں غیر مفید اور لہو بات سے پرہیز ازحد ضروری ہے، کیوں کہ اس دنیا میں اس کی کثرت ہے اور عموماً اس سے بچ پانا مشکل ہوتا ہے۔

''من حسن إسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ'' (سنن الترمذی حدیث نمبر: ۲۳۱۷)۔

۹۔ سوشل میڈیا پر جو بھی چیزیں ڈالیں ان کا دینی نقطۂ نظر سے جائز اور صحیح ہونا ضروری ہے، اس کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔

''ما یلفظ من قول إلا لدیہ رقیب عتید'' (ق: ۱۸)۔

۱۰۔ کسی کی چیز کو اپنے نام سے شائع کرنا یا کسی کی ممنوع چیز کو آگے بڑھانا صحیح نہیں ہے، اس لئے محفوظ الطبع مواد کو ہاتھ نہ لگایا جائے؛ کیونکہ یہ چوری بھی ہے اور خیانت بھی۔

''ما حرم أخذہ حرم إعطاءہ'' (الاشباہ والنظائر،۳۹۱)۔

''من غش فلیس منی'' (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۲)۔

مذکورہ بالا دس نہایت اہم اور بنیادی اصول وضوابط تحریر کردیئے گئے ہیں جن کی رعایت کرنے سے ان شاء اللہ سوشل میڈیا کا استعمال مفید سے مفید تر ہوجائےگا، فقط واللہ اعلم۔

سوشل میڈیا سے متعلق چند سوالات کے جوابات

مولانا محمد ممتاز خان ندوی•

سوشل میڈیا کے استعمال میں جہاں بہت ساری خوبیاں اور اچھائیاں ہیں، وہی بہت ساری خرابیاں بھی ہیں، اگر اس کو اسلام کی اشاعت اور دین کی تبلیغ کے لئے استعمال کیا جائے، تو اس سے مؤثر اور کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا ہے ،اور اگر اس کو غلط عقیدہ ،غلط افکار اور اخلاقی بگاڑ کے لئے استعمال کیاجائے، تو اس سے مہلک اور کوئی ہتھیار نہیں ہوسکتا ہے ،اس مقالہ میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی طرف سے سوشل میڈیا سے متعلق بھیجے گئے چند سوالات کے جوابات دئے گئے ہیں، مقالہ میں پہلے سوال قائم کیا گیا ہے، اور پھر قرآن وحدیث ، اور فقہ اسلامی کی روشنی میں جوا ب دیا گیاہے ۔

جواب ۱۔ اگرسوشل میڈیا پر اس طرح کے پیغامات کسی عالم دین کے ہیں ،جس کے حالات معلوم ہیں ،اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کا علم پختہ ہےاور وہ صحیح العقیدہ ہےاور اسلامی فکر کا حامل ہے ،تو ایسے عالم دین کی دینی باتو ں ،شرعی مسائل اور سماجی مسائل کو دوسروں تک بھیجنا جائز ہے ،اس کی تائید درج ذیل آیتوں سے بھی ہوتی ہے:

سورئہ نساء کی آیت ہے :

''اَطِیْعُوا اللهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الأمْرِ مِنْکُمْ''(سورہ نساء : ۵۹)۔

(اے ایمان والو!اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرواور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار ہوں ان کی بھی)۔

اولی الأمر یہ بڑے وسیع معنی رکھتا ہے،اس میں سچے عالم دین بھی داخل ہیں ،جو صحیح العقیدہ ہوں ،اور اسلامی فکر بھی رکھتے ہوں ۔

نیزسورہ حشر میں ہے :

''وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا''(سورہ حشر: ۷)۔

(اوررسول تمھیں جو کچھ دیں،وہ لے لو،اورجس چیز سے منع کریں، اس سے رک جاؤ)۔

اس آیت میں رسول کے توسط سے وارثین رسول یعنی سچے عالم دین جو اللہ اور رسول کی باتوں کی ترجمانی کرتے ہیں ،وہ بھی داخل ہیں ۔

نیز اس کی تائید بخاری شریف کی درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے :

''عَنْ أبِیْ عبَدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أبِیْ بَکْرَۃؓقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَدِیْثٍ

• مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور، تکیہ کلاں، رائے بریلی، یوپی۔

طَوِيْلٍ: ‘‘لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ’’(مقدمہ مشکوۃ،۴)۔

(یعنی جو یہاں حاضر ہے، اوروہ میری بات سن رہا ہے،وہ دوسروں تک میری بات کو پہنچادے)۔

نیز اس کی تائید مقد مہ مشکوۃ کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے :

‘‘وهذ المبحث نتجر إلى رواية الحديث ونقله بالمعنى وفيه اختلاف،فالأكثرون على أنه جائز ممن هو عالم بالعربية وماهر فى أساليب الكلام وعارف بخواص التراكيب ومفهومات الخطاب لئلايخطىء بزيادة ونقصان’’(بخاری، کتاب العلم، باب رب مبلغ أوعى من سامع، حدیث: ۶۷)۔

(روایت بالمعنی کے نقل کرنے میں اختلاف ہے، اکثر علماء کا کہنا ہے کہ جائزہے، اس شخص کے لئے جو عربی زبان کو جانتا ہو،اور کلام کے اسلوب سے واقف ہو، ترکیب کی خاصیتوں کو جانتاہو، اور خطاب کے اسلوب کو سمجھتا ہو، تاکہ وہ روایت بالمعنی نقل کرنے میں زیادتی اور کمی نہ کرے)۔

اور اگر کوئی شخص دینی اور سماجی پیغامات سوشل میڈیا پر ڈالے،جس کے بارے میں معلوم نہیں ہے اس کی علمی صلاحیت کیسی ہے، اور اس کے عقیدہ اور فکر کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہے ،تو اگر ایسا شخص سوشل میڈیا پر سماجی زندگی، دینی معلومات اور شرعی مسائل بھیجتا رہتا ہے ،تو اس طرح کے پیغامات کو راقم کے نزدیک دوسروں تک بھیجنا جائز نہیں ہوگا ،کیونکہ جس کے حالات معلوم نہیں ہیں،اور یہ بھی معلوم نہیںہے کہ وہ کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے، اور اس کا عقیدہ اور فکر کیا ہے، ممکن ہے کہ دینی معلومات کے ذریعہ کوئی ایسی بات کہہ دے ،جو اسلام کے مزاج اور دین کی روح کے خلاف ہو،اور لوگ اس کو دین سمجھ کر قبول کرلیں ،تو اس کی وجہ سے ایک بڑا فتنہ رونما ہوجائے گا،اس کی تائید حضر ت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے ،عبارت ملاحظہ فرمائیں :

‘‘بعض (مولوی)ایسے بھی گذرے ہیں کہ قصداًتو تلبیس نہ کرتے تھے ،مگر علمی سرمایہ کی کمی کی وجہ سے بعض امراض کے اثر سے بے اصو ل جواب ان سے صادر ہوتے تھے،ممکن ہے کہ وہ معذور ہوں،مگر عوام کو ضررتو پہنچ جاتا تھا ،جس سے بچانا ضروری تھا اور بچانے کی باضابطہ صورت یہی ہے کہ اس کا ابطال کیا جائے ’’ (آداب افتاء واستفتاء مع علمی وفقہی مکاتب ومکالمت،۶۱)۔

تکنیکی ضرورت کے تحت سوشل میڈیا میں ملازمت :

۲۔ سوشل میڈیامیںاگر ملازمت کا مقصد یہ ہے کہ فحش تصویریںاور بے حیائی کی چیزیں دوسروں تک بھیجے ،ظا ہر ہے کہ ایسی ملازمت جائز نہیں ہوگی ،اس کی تائید قرآن پاک کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے: ‘‘ لَاتُفْسِدُوْا فِی ٱلاَرْضِ’’ (سورہ اعراف: ۸۵) (یعنی تم لوگ زمین میں فساد نہ مچاؤ)۔

فساد کا لفظ قرآن مجید میں بڑے معنی رکھتا ہے،اس میں فحش اور ناجائز تصویریں اور بے حیائی کی چیزیں دوسروں کو بھیجنا بھی ہے، لہذا ایسی ملازمت جا ئز نہیں ہوگی۔

اور یہ تعاون علی ا لاثم بھی ہے، قرآن کریم میں تعاون علی الاثم سے منع کیا گیا ہے، آیت کریمہ ہے :

''وَلَا تَعَاوَنُوْاعَلَى ٱلْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' (سورہ مائدہ: ۲)۔

اس کی تائید الموسوعۃ الفقہیہ کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے :

''الإجارة على المنافع المحرمة كالزنى والنوح والغنا والملاهى محرمة وعقدها باطل لا يستحق به أجرة''(الموسوعۃ الفقہیہ ۱،۱۹۰، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ ، کویت)۔

(حرام منافع جیسے کہ زنا ،نوحہ ،گانے اور لہوولعب پر عقد اجارہ حرام ہے، اور ان کا عقد باطل ہے، اس سے اجرت کا مستحق نہ ہوگا)۔

البتہ تکنیکی ضرورت کے سبب اس شعبہ میں ملازمت راقم کے نزدیک جائز ہوگی، اس کی تائید درمختار کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے :

''وجاز حمل خمر ذمى بنفسه أو دابته (الدر المختار) قال الزيلعىؒ: وهذا عنده ..... وله الإجارة على الحمل،وهو ليس بمعصية ولا سبب لها وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار'' (درمختار علی الرد۹،۵۶۲)۔

(اور ذمی کا شراب اٹھانا خود سے یا جانور پر جائز ہوگا ،امام زیلعیؒ نے فرمایا :یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے، اور اس کے لئے اس کے اٹھانے پر اجرت لینا جائز ہے ،اور یہ معصیت نہیں ہے ،اور نہ اس کا سبب ہے ،اور معصیت کسی بااختیار کرنے والے کے فعل سے ہوتی ہے)۔

فتاوی سراجیہ کی عبارت بھی سامنے رہے ،تو بہتر ہے :

''إذا استأجررجلاً ينحت له الطنبور أو البربط ونحو ذلک تطيب له الأجرة إلا أنه أثم بهذا، لأنه إعانة على المعصية ''(الفتاوی السراجیہ،۴۶۵)۔

(جب کوئی شخص کسی کو اجرت پر رکھے ،تاکہ وہ اس کے لئے آلہ موسیقی یا بانسری وغیرہ تراشے، تو اس کے لئے اجرت جائز ہوگی،مگر وہ گناہ گار ہوگا ،کیونکہ اس نے برائی میں مدد کی ہے)۔

اور اگر سائٹ کا مقصد بے حیائی پر مبنی ویڈیو اور آڈیو کی اشاعت کا نہ ہو ،بلکہ ضمنی طور پر یہ کام بھی ہوجاتا ہو ،تو راقم کے نزدیک ''الأمور بمقاصدها ''کے تحت یہ جائز ہوگا ،مگر جہاں تک ممکن ہو ،ضمنی طور پر بھی بے حیائی کی چیزوں سے بچاجائے ۔

فحش اور ملحدانہ افکار مضامین کا پڑھنا اور دوسروں تک بھیجنا :

۳۔ اگر آدمی کے اندر اتنی صلاحیت ہے کہ وہ ان مضامین سے متاثر نہیں ہوسکتا

ہے ،بلکہ وہ صرف اس مقصد سے پڑھ رہا ہے کہ اس کے علم میں یہ بات آجائے کہ اسلام پر کیا اعتراض کئے جارے ہے ہیں ،اور کس طرح اسلام کی شبیہ کو خراب کیا جارہا ہے ،اور کیسے اسلام کی قدروں کو کمتر ثابت کیا جارہا ہے ،تاکہ وقت پڑنے پر اس کا جواب دے سکے ،اور اسلام کی حقانیت کو پیش کرسکے ،اس مقصد کے تحت ایسے مضامین کو پڑھنا راقم کے نزدیک جائز ہوگا (باقی)اور اگر کسی کے اندر اتنی صلاحت اور لیا قت نہیں ہے کہ اسلام کی صداقت ، ملحدانہ افکار اور اخلاقی قدروں کا جو استخفاف ہورہا ہے ،ان میں امتیاز کرسکے ،تو ایسے شخص کے لئے ایسے مضامین پڑھنے کی ہر گز اجازت نہیں ہوگی ،کیونکہ خطرہ اس بات کا ہے کہ وہ ایسے مضامین سے متاثر ہوجائے گا،اور وہ خود بھی ان چیزوں کا قائل ہوجائے گا، جس کی وجہ سے بڑا فتنہ سامنے آسکتا ہے، اس کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے: '' مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكْ أنْ يُوَاقِعَهُ فِيْهِ " (بخاری، حدیث: ۲۰۵۱) (یعنی جو چرواہا چراہ گاہ کے ارد گرد جانور کو چرائے گا ،ممکن ہے کہ وہ چراہ گاہ میں چلا جائے)۔

یہی مسئلہ ایسے مضامین دوسروں تک بھیجنے کا بھی ہے ،اگر دوسروں کے اندر اتنی صلاحت اور علم نہیں ہے کہ اسلامی تعلیمات اور اسلام پر اعتراضات اور ملحدانہ افکار میں تمیز کرسکے ،تو ایسے مضامین کا ایسے لوگوں تک بھیجنا جائز نہیں ہوگا ،اور اگر دوسرے کے اندر اتنی صلاحیت اور لیا قت موجود ہے کہ ایسے مضا مین پڑھ کر خود متاثر نہیں ہوسکتا ، بلکہ دوسرے تک بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام پر جو اعتراضات کئے جارہے ہیں ، اسلام کی جو شبیہ خراب کی جارہی ہے اور اخلاقی قدروں کا جو استخفاف ہورہا ہے، اس کا علم ہوجائے ،اور وقت پڑنے پر اس کی تردید کرسکے تو ایسا کرنا جائز ہی نہیں، بلکہ بہتر ہے۔

تعلیم کے حصول کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال :

۴۔علم دوطرح کے ہوتے ہیں:(۱) دینی علوم (۲) عصری علوم۔

(۱) دینی علم کے حصو ل کی قرآن وحدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے ،کیونکہ علم دین کا حصول ایک مسلمان کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے اوربغیر علم دین کے آدمی کا مشیت خدا وندی کے مطابق زندگی گذارنا مشکل ہے ،سب سے پہلی آیت جو نازل ہوئی ، اس کا تعلق علم ہی سے ہے :

''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ،خَلَقَ ٱلإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ،اِقْرَأْ وَرَبُّکَ ٱلاَ کْرَمُ ،اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ ٱلإِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ''(سورہ علق: ۱۔۵)۔

((اے محمد) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو،جس نے (عالم کو)پیدا کیا ،جس نے انسان کوخون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے ،جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا ،اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں ،جس کا اس کو علم نہ تھا)۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی علم کے حصول پر بہت زور دیا ہے، اور اتنے علم کا سیکھنا جس سے وہ بآسانی احکام خداوندی کو بجالائے، فرض قراردیا ہے۔

سنن ابن ماجہ کی روایت ہے :

''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ '' (ابن ماجہ، حدیث: ۲۲۴)۔

(علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

فتاوی ہندیہ جو کہ فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف ہے ،اس میں ہے :

''طلب العلم فريضة بقدر الشرائع وما يحتاج إليه لأمر منه من أحكام الوضوء والصلوة وسائر الشرائع ولامور معاشه وماوراء ذلک ليس فرض فإن تعلمها فهو أفضل وإن تركها فلا إثم عليه كذا فی السراجية ''(ہندیہ ۳۷۷،۵)۔

(علم کا حاصل کرنا فرض ہے ،اور جس علم کی ایک آدمی کو ضرورت پڑتی ہے، اس کا سیکھنا فرض ہے، جیسے کہ وضو اور نماز کے احکام، اور شرعی چیزوں کا علم، رہا معاشی امور کا علم اور اس کے علاوہ چیزوں کا علم ،تو یہ فرض نہیں ہے، اگر کوئی ان کو سیکھے تو افضل ہے، اور کوئی چھوڑ دے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، اسی طرح سراجیہ میں ہے)۔

علم دین کے حصول کی اہمیت اور فضیلت کے بعد راقم کی رائے یہ ہے کہ اگر علم دین کے حصول میں کئی کئی گھنٹوں تک موبائل یا لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظر جمائے رکھنے کی وجہ سے نگاہ پر اس کا اثر پڑتا ہو ،تو چونکہ علم دین کے احکام سے ناواقفیت اور ان سے جہالت یہ نگاہ پر اثر پڑنے سے کہیں بڑا نقصان ہے ،لہذا موبائل اور لیپ ٹاپ کی اسکرین پر دینی تعلیم جاری رکھا جائے گا ،اور نگاہوں کے متاثر ہونے کا جو مسئلہ ہے، تو اس سلسلہ میں ڈاکٹروں سے مشورہ کیا جائے ، اور وہ جو ہدایات دیں ،اس پر عمل کیا جائے۔

رہا مسئلہ یہ کہ جب بچے موبائل یا لیپ ٹاپ پر تعلیم حاصل کریں گے ،تو غلط استعمال اور غلط سائٹ کی طرف جانے سے اس کے اخلاق پر برا اثر پڑے گا ،اس بابت راقم کی رائے یہ ہے کہ بچے کے گارجین جہاں تک ہوسکے، بچوں پر کڑی نگرانی رکھیں، اور بقدر ضرورت ہی ان کو موبائل دیں، صحیح راستہ پر ان کی ثابت قدمی کی دعا کریں، اور نمازوں کی پابندی کی تاکید کریں۔

(۲) عصری علوم کے حصول کے لئے موبائل اور لیپ ٹاپ کا استعمال کرنا :

عصری علوم کا حصول فرض ،واجب تو نہیں ہے ،بلکہ ان کی حیثیت فضیلت اور تطوع کی ہے، جبکہ علم دین کا حصول ضروری ہے ،نہیں سیکھے گا،تو گناہ گار ہوگا، لیکن اگر علم دنیوی جیسے کہ علم طب ،سائنس ،انجیرنگ وغیرہ نہیں سیکھے، تو گناہ گار نہیں ہوگا، علم دنیوی کے سلسلہ میں کچھ دلائل ملاحظہ فرمائیں :

سنن ابی داؤد کی روایت ہے :

''عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍ وٍّأَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ: وَمَاسِوَىٰ ذٰلِكَ فَهُوَ أَفْضَلٌ، آيَةٌ مُحْكِمَةٌ أَوْسُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ '' (سنن ابی داؤد، حدیث: ۲۸۸۵)۔

(حضر ت عبد اللہ بن عمروؓسے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :علم کی تین قسمیں ہیں: (۱) آیت محکمہ (۲) سنت قائمہ، (۳) فریضہ عادلہ (یعنی وراثت کی منصفانہ تقسیم،اس کے علاوہ فضیلت اور تطوع کی چیزیں ہیں)۔

اس حدیث کے ذیل میں صاحب مرقاۃ تحریر فرماتے ہیں :

''وماسوی ذلک تعلیم العروض والطب والھندسۃ والھیئۃ والمنھمات فھو أفضل '' (مرقاۃ ۱؍۴۵۶، کتاب العلم)۔

(اور جو علم ان کے علاوہ ہیں ،جیسے علم عروض اور علم طب ،انجینئرنگ اور علم نجوم، تو ان کی حیثیت تطوع اور فضیلت کی ہوگی)۔

اس تفصیل سے معلوم ہواکہ علم دین کے علاوہ عصری علوم کا سیکھنا فرض نہیں ہے، بلکہ ان کی حیثیت محض تطوع اور فضیلت کی ہوگی، اس کی روشنی میں راقم کی رائے یہ ہے کہ اگر موبائل یالیپ ٹاپ کی اسکرین پر عصری علوم کئی کئی گھنٹوں تک پڑھنے سے بینائی متاثر ہوسکتی ہے، اور کوئی راستہ بھی نہیں ہے ،جس کی وجہ سے بینائی متاثر نہ ہو ،تو ایسی صورت میں بچوں کے گارجین کو عصری تعلیم دلوانے اور نہ دلوانے میں اختیار ہوگا، یعنی تعلیم دلوائیں اور آنکھوں کے ضرر کو برداشت کریں، یا ایسی تعلیم سے بچوں کو دور رکھیں،تاکہ بچے آنکھوں کے ضرر سے محفوظ رہیں۔

اب رہا مسئلہ عصری تعلیم دلوانے میں بچوں کا غلط سائٹ پر جانا،جس کی وجہ سے اخلاق میں بگاڑ آسکتا ہے،تو ایسی صورت میں وہی صو رت اپنائی جائے،جو شق (الف) میں تحریر کی گئی ہے ۔

اسلام کی اشاعت کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال:

۵۔ سوشل میڈیا کے استعمال میں جہاں بہت سی خرابیا ں ہیں ،وہیں بہت سی اچھائیاں اور خوبیاں بھی ہیں ،اس کے ذریعہ سے اچھی اور بری بات تھوڑے وقت میں پوری دنیا میں پہنچ جاتی ہے ،اگر اس ذریعہ کو دینی معلومات ، اخلاقی تعلیمات اور سماجی مسائل کی اشاعت کے لئے استعمال کیاجائے تو تھوڑے وقت میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک دین کی باتیں پہنچ جائیں گی ،اور اس سے لوگوں کو بڑا دینی اور علمی فائدہ ہوسکتا ہے ،لہذا راقم کی رائے یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعہ دینی معلومات اور اخلاقی تعلیمات اور سماجی مسائل جائز ہی نہیں، بلکہ بہتر ہے ،اس کی تائید عربی کے اس مقولہ سے بھی ہوتی ہے :''خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَاكَدَرَ ''(خوبیوں کو لے لو،اور برائیوں کو چھوڑ دو)، خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت وتبلیغ کے لئے وہ طریقہ

اختیار کیا ،جس کے ذریعہ آسانی سے بات لوگوں تک پہنچ جائے، آپ نے کفار قریش کو دعوت دی ،تو صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور بلند آواز میں صدا لگائی۔

''یا صباحاہ ''یہ نعرہ عربوں کے لئے جانا پہنچانا تھا،اور اس وقت لگا یا جاتا تھا ، جب کسی دشمن کے حملہ کا فوری خطر ہوتا ،یا صباحاہ کا نعرہ سننا تھا کہ قریش کا سارا قبیلہ وہاں جمع ہوگیا ،اس وقت آپ ان سے مخاطب ہوئے، اور ارشاد فرمایا :

''أَرَأَيْتُكُمْ لَأَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ يُصَبِّحُكُمْ أَوْ يُمَسِّيكُمْ أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِيْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ: فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ،فَقَال:أَ بُوْلَهَبٍ تَبّاً!أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا ؟فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ'' (بخاری، حدیث: ۴۸۰۱)۔

(تم لوگوں کاکیا خیال ہے ،اگر میں تم لوگوں کو بتاؤکہ دشمن صبح یا شام تم پر دھاوا بولنے والے ہیں ،کیا تم لوگ میری تصدیق کروگے، لوگوں نے کہا کیوں نہیں ،تو آپ نے فرمایا :میں تم لوگوں کو اپنے سامنے ایک سخت عذاب سے ڈرا رہا ہوں، ابولھب نے کہا، تمہارا ناس ہو، کیا تم نے ہم کو اسی لئے جمع کیا ہے ،تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ''تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ'' نازل فرمائی)۔

آپ کا کفار قریش کو دعوت دینے کے لئے صفا پہاڑی کا انتخاب یہ اس وجہ سے تھا کہ لوگوں تک جلد اور آسانی کے ساتھ دین کی بات پہنچ جائے ،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال جائز ہے ۔

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ سوشل میڈیا کے استعمال میں بہت سی نزاکتیں بھی پائی جاتی ہیں ،کیونکہ آج کل بالخصوص انٹر نیٹ فواحش ومنکرات کے لئے کھلے دروازے کی حیثیت رکھتا ہے ،کہیں ایسا نہ ہوکہ انٹر نیٹ کا غیر محتاظ استعمال ہدایت کے بجائے گمراہی ومعاصی کے غار میں ڈھکیل دے ،اس کے نفسانی اور شیطانی شرور سے ہمہ وقت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے ۔

ایسا عالم دین جس کے عقیدہ میں انحراف اور لوگوں میں چرچا بنا ہوا ہو، اس کا سوشل میڈیا میں دینی پیغامات دینا :

اگر کوئی ایسا عالم دین ہے ،جس کے عقیدہ میں انحراف آگیا ہے ،اور اس کی فکر اسلامی فکر سے میل نہیں کھارہی ہے ،اور اس کے بیانات سے لوگوں پر غلط اثر پڑرہا ہے ، اور لوگ اس پر تبصرے بھی کرتے ہیں، تو ایسے شخص کے لئے سوشل میڈیا وغیرہ میندینی پیغامات دینا راقم کے نزدیک جائز نہیں ہے، اس کی تائید فتاوی ہندیہ کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے :

''ولا يجوز للرجل من العوام أن يأمر بالمعروف للقاضی والمفتی والعالم الذی اشتهر لأنہ إساءة فی الأدب ولأنہ ربما كان بہ ضررہ فی ذلک والعامی لايفهم ذلک، كذا فی الغرائب'' (ہندیہ۵،۳۵۳)۔

(اور عام آدمی جوکہ مشہور ہوگیا ہو،اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قاضی، مفتی اور عالم کو امر بالمعروف کرے، کیونکہ یہ بے ادبی ہے،اور ممکن ہے کہ ایسے عام آدمی کو ضرر پہنچ جائے ،اور وہ سمجھ بھی نہ سکے،اسی طرح غرائب میں ہے)۔

ویڈیو کانفرس کے ذریعہ دارالقضاء کی کاروائی اور اس کا اعتبار ہوگا؟

۶۔ ویڈیو کے ذریعہ جو تصویر کشی کی جاتی ہے ،اس میں جھوٹ،فریب کی ملاوٹ کی بڑی حد تک گنجائش ہوتی ہے ،تصویر کشی میں جھوٹ اور فریب کی ملاوٹ اس حد تک ہوتی ہے کہ کسی شخص کی کوئی تصویر کہیں سے کاٹ کر کسی اور جگہ جو ڑ دی جائے یا مثلاً کسی کی تصویر سے سر کا حصہ کاٹ کر کسی اور جسم کے ساتھ جوڑدیا جائے، اس طرح کی الٹ پھیر ویڈیو اور انٹرنیٹ وغیرہ میں ممکن ہے، اس ویڈیوسے حاصل ہونے والی معلومات اشتباہ اور آمیزش کے اندیشہ سے خالی نہیں، اس وجہ سے راقم کے نزدیک ویڈیوکانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کاروائی، دعوی ،گواہی کی سماعت، اور فریقین کی شناخت کا اعتبار نہیں ہوگا، اس کی تائید فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب فتاوی ہندیہ کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے:

‘‘ولو سمع من وراء الحجاب لایسعہ أن یشھد لأحتمال أن یکون غیرہ’’ (ہندیہ ۴۱۲،۳)۔

(اور اگر کسی نے پردہ کے پیچھے سے کوئی بات سنی ،تو اس کے لئے گنجائش نہیں ہوگی کہ وہ گواہی دے ،کیونکہ احتمال ہے کہ کوئی دوسرا شخص ہو)۔

صاحب الفقہ الاسلامی وأدلتہ علامہ وہبہ زحیلیؒ کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائی :

‘‘یشترط أن تکون الشھادۃ فی مجلس القضاء’’ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶۰۵۰،۸)۔

(شرط یہ ہے کہ گواہی قضاء کی مجلس میں ہو)

بدائع الصنائع کی عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ گواہی کا قضا ء کی مجلس میں ہونا شرط ہے :

‘‘وأما الذی یر جع إلی المکان فواحدۃ وھو مجلس القضاء ،لأن الشھادۃ لاتصیر حجۃ ملزمۃ إلا بقضاء القاضی فتخص مجلس القضاء ’’ (بدائع الصنائع ۸۷،۹)۔

(اور جہاں تک جگہ کا تعلق ہے،تو اس کے لئے ایک ہی شرط ہے ،وہ ہے قضاکی مجلس، کیونکہ شہادت یہ حجت نہیں بن سکتی ہے ،مگر قاضی کے فیصلہ سے ،تو شہادت قضاکی مجلس کے ساتھ ہی خاص ہوگی)۔

اس کی تائید دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے درج ذیل فتوی سے بھی ہوتی ہے :

‘‘شریعت نے قضااور شہادت کے اصو ل وضوابط مقرر کئے ہیں ،ان کا مقصد ہر طرح کی تلبیس اور جعل سازی کو روکنا ہے،ویڈیو کے ذریعہ دی جانے والی گواہی میں تلبیس اور جعل سازی کا بھر پور امکان موجود ہے ،اس کے تکنیکی ذرائع سے ویڈیو میں

سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر کے پیش کرنا بآسانی ممکن ہے ،اس لئے ویڈیو کے ذریعہ سے گواہی شرعاً قبول نہیں ہے" (دار الافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن ۲۰۱۹،۵،۱)۔

البتہ قاضی کا رفع الزام جبکہ حقیقی طور سے معلوم ہوکہ وہی قاضی ہے ،جس کے پاس مقدمہ دائر کیا گیا ہے، تو ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ رفع الزام جائز ہوگا ،کیونکہ رفع الزام میں گواہوں اور فریقین کی حاضری شرط نہیں ہے ،لہذا ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ رفع الزام کی اجازت ہوگی ۔

۷۔ الف۔ ویڈیو کا سننا ،دیکھنا اور دوسروں تک بھیجنا :

اگر ویڈیو میں عورتوں کی تصویریں ہیں ،تو ایسی ویڈیو کو سننا ،دیکھنا اور دوسروں تک بھیجنا جائز نہیں ہوگا ،اور جب یہ چیزیں جائز نہیں ہیں ،تو اس کے ذریعہ روپئے کمانا بھی جائز نہیں ہوگا ۔

بخاری شریف کی روایت ہے :

''عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓقَالَ :سَمِعْتُ النَّبِیَ صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ :إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً عِنْدَ اللهِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَلْمُصَوِّرُوْنَ" (بخاری، حدیث: ۵۹۵۰)۔

(حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓسے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک عذاب کے اعتبار سے سب سے سخت ترین لوگ تصویر کشی کرنے والے ہوں گے)۔

بخاری شریف ہی کی روایت ہے :

''مَنْ صَوَّرَ صُوْرَۃً فِی الدُّنْیَا کُلِّفَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ أَنْ یَنْفَخَ فِیْھَا الرُّوْحَ وَلَیْسَ بِنَافِخٍ " (بخاری، حدیث: ۵۹۶۳)۔

(جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی ،قیامت کے روز اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے ،اور وہ روح نہیں پھونک سکے گا)۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''ولو استاجر مصوراً فلا أجر لہ لأن عملہ معصیۃ کذا عن محمد ولو ھدم بیتاً فیہ تصاویر ضمن قیمتہ خالیا عنھا" (رد المحتار علی الدر ۴۲۰،۱)۔

(اگر تصویر بنانے والے کو اجرت پر رکھا ،تو اس کے لئے اجرت نہیں ہے، کیونکہ اس کا عمل معصیت ہے، اسی طرح امام محمدؒ سے منقول ہے، اور اگر کسی نے کوئی گھر منہدم کردیا ،جس میں تصویریں تھیں ،وہ تصویروں کے علاوہ صرف گھر کا ضامن ہوگا)۔

اور اگر ویڈیو میں تصویریں تو نہیں ہیں، لیکن غیر شرعی چیزیں ہیں ،تب بھی ایسے ویڈیو کا سننا ،د یکھنا اور دوسروں کو بھیجنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ یہ تعاون علی الاثم ہے ،قرآن کریم میں تعاون علی الاثم سے منع کیا گیا ہے ۔

سورہ مائدہ کی آیت ہے :

''وَلَا تَعَاوَنُوْاعَلَى ٱلْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' (سورہ مائدہ: ۲)۔

البتہ اگر ویڈیو کسی کمپنی کی مصنوعات کی ہیں، جن مینتصویریں اور غیر شرعی چیزیں نہ ہوں اور خود مصنوعات جائز ہوں، اور کمپنی اس کے دیکھنے، سننے اور دوسروں تک بھیجنے میں انعام دیتی ہو،تو انعام کی ایسی رقم لینا جائز ہے۔

ب۔ آڈ یو سننا اور دوسروں تک بھیجنا :

اگر آڈیو کسی عورت کی ہے، تو چونکہ عورت کی آواز کا پردہ ہے ،بغیر ضرورت کے نامحرم کی آواز کو سننا اور ایسی آڈیو کو دوسروں تک بھجنا جائز نہیں ہے ،کیونکہ اس سے بڑے فتنے رونما ہوسکتے ہیں ،فقہ حنفی کی معروف ومستند کتاب :رد المحتار میں ہے:

''أن صوت المرأة عورة على الراجح '' (رد المحتار على الدر ۵۳۱،۹)۔

(راجح قول کے مطابق عورت کی آواز کا پردہ ہے)

البتہ اگر آڈیو کسی مرد کی ہے ،اور آڈیو میں غیر شرعی چیزیں نہ ہوں ،اور اگر آڈیو کمپنی کی مصنوعات کے بارے میں ہواور وہ مصنوعات جائز ہوں،تو ایسی آڈیو کا سننا، ووسروں تک بھیجنا اور اس کے ذریعہ سے انعام کے طور پر جو روپئے ملتے ہیں، جائز ہے۔

ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات شامل کرنا:

۸۔ ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے ناجائز اشتہارات شامل کرنا راقم کے نزدیک جائز نہیں ہے ،کیونکہ یہ تعاون علی الاثم ہے ،اور قرآن مجیدمیں تعاون علی الاثم سے منع کیا گیا ہے :

''وَلَا تَعَاوَنُوْاعَلَى ٱلْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' (سورہ مائدہ: ۲)۔

فقہ شافعی کی مشہور کتاب المنہاج میں ہے :

''كل ما هو سبب لمعصية أومظنونة فهو حرام '' (حاشية ابجيرمى على المنهاج ۳۸،۷)۔

(ہر وہ چیز جو معصیت کا سبب ہو،یا معصیت کا مظنہ ہو ،تو حرام ہے)۔

رہا مسئلہ غیر مصدقہ اشتہارات کا شامل کرنا ،تو چونکہ ایسے اشتہارات کی تصدیق نہیں ہوئی ہے، لہذا راقم کی رائے اس بابت یہ ہے کہ احتیاط کا تقاضایہی ہے کہ ایسے اشتہارات بھی ویڈیو کی نشرو اشاعت کے لئے شامل نہ کئے جائیں ۔

اس کی تائید درج ذیل حدیث شریف سے ہوتی ہے :

''اِتَّقُوْامَوَاضِعَ التُّهَمِ ''(تہمتوں کی جگہوں سے بچوں)

آن لائن گیم کھیلنا اور اس کو انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا:

۹۔ آن لائن گیم ایک لایعنی ، فضول اور وقت کو ضائع کرنے کاذریعہ ہے ،اس ذریعہ سے انعام حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے ،بلکہ قباحت دوسری وجہ سے ہے

،وہ ہے وقت کو ضائع کرنا اور فضولیا ت میں پڑنا ،جبکہ وقت اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے ،لہذا ایسے گیم میں شامل ہونا جائز نہیں ہے ،اور قبح لغیرہ کی وجہ سے ویڈیو گیم سے انعام حاصل کرنا راقم کے نزدیک کم از کم مکروہ ہے ۔

اس کی تائید درج ذیل فقہی عبارتوں سے بھی ہوتی ہے،تبیین الحقائق میں ہے :

''لا یجوزعلی الغنا والنوح والملاھی،أن المعصیۃ لا یتصور استحقاقھا بالعقد فلا یجب علیہ الأجر'' (تبیین الحقائق ۱۱۹،۶)۔

(گانے،نوحہ اور لہو ولعب پر اجرت جائز نہیں ہے،کیونکہ معصیت کا استحقاق عقد سے ثابت نہیں ہوتا ہے ،تو اس پر اجر واجب نہیں ہے)۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہندیہ میں ہے :

''لاتجوز الإجارۃ علی شئی من الغنا والنوح والمزامیر والطبل وشیئ من اللھو'' (ہندیہ ۴۴۹،۴)۔

(گانے ،نوحہ ،بانسری اور ڈھول تاشہ اور دوسری لہو ولعب میں سے کسی پر اجرت لینی جائز نہیں ہے)۔

فقہ حنفی کی معروف کتاب :المبسوط میں ہے:

''لا تجوز الإجارۃ علی شئی من اللھو لأنہ معصیۃ '' (المبسوط ۴۲،۱۶)۔

(لہو ولعب میں سے کسی پر اجرت لینی جائز نہیں ہے ،کیونکہ یہ معصیت ہے)۔

اور اگر ویڈیو گیم کھیلنے والے سے کمپنی کچھ پیسے جمع کرائے ،اور پھر جیتنے پر کمپنی اس کو جمع شدہ رقم سے زائد دے ،اور نہ جیتنے پر جمع شدہ رقم کمپنی کی ملکیت ہوجائے ، تو یہ صورت قمار میںداخل ہوکر ناجائزاور حرام ہوگی ۔

مشہور حنفی عالم علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں :

''وحرم لو شرط فیھا من الجانبین لأنہ یصیر قماراً(در مختار) قولہ من الجانبین بأن یقول إن سبق فرسک فلک علیّ کذا وإن سبق فرسی فلی علیک کذا '' (رد المحتار علی الدر ۵۷۷،۹)۔

(اور حرام ہے ،اگر اس میں جانبین کی طرف سے یہ شرط ہو ،کیونکہ یہ قمار (جوا) ہے، ان کا قول (من الجانبین) یہ کہ کوئی کہے اگر تمہارا گھوڑا آگے بڑھ گیا ،تو تمہارے لئے مجھ پر اتنا ہوگا ،اور اگر میرا گھوڑا آگے بڑھ گیا ،تو میرے لئے تم پر اتنا ہوگا)

سوشل میڈیا پر گروپ بنانا اور کسی کو اس کی اجازت کے بغیر گروپ میں شامل کرنا:

۱۰۔ اس بابت راقم کی رائے یہ ہے کہ ایک شخص نے گروپ بنا رکھا ہے ،اور گروپ بنانے کا مقصد دوسروں تک شرعی چیزوں کا بھیجنا ہے ،اور گروپ میں کوئی غیر شرعی چیز نہ پائی جائے ،تو جن لوگوں سے بے تکلفی ہے اور معلوم ہے کہ ان کو گروپ میں شامل کرنے میں کوئی ناگواری نہیں ہوگی ،تو ایسے لوگوں کو بغیر اجازت اور اطلاع

کے بھی گروپ میں شامل کرنا جائز ہے ،اور جن لوگوں سے بے تکلفی نہیں ہے ،اور معلوم ہے کہ ان کو گروپ میں شامل کرنے میں ناگواری ہوسکتی ہے، تو بغیر ان کی اجازت واطلاع کے شامل کرنا جائز نہیں ہے ،اور اگر گروپ کا مقصد دینی چیزوں کا بھیجنا نہیں ہے ،بلکہ مقصد دوسرا ہے ،تو دوسرے کو اس کی اجازت و اطلاع کے بغیر گروپ میں خواہ اس سے بے تکلفی ہی کیوں نہ ہو ،شا مل کرنا جائز نہیں ہوگا ۔

مصنف یا ناشر کی اجازت کے بغیر کتاب کی (pdf)بناکر سوشل میڈیا پر ڈالنا :

کتابوں کی اشاعت میں خاص طور سے ضخیم کتابوں میں لاکھوں روپیوں کا خرچ آتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر اس کو اسکین کرکے(pdf)بناکر سوشل میڈیا پر ڈال دیا جائے ،تو اس کی فروخت بہت کم ہوجائے گی ،ظاہر ہے کہ اس سے مصنف اور ناشر کا بڑا نقصان ہوجائے گا، اسی وجہ سے کتاب کے مصنف اور ناشر کتابوں کے شروع مینلکھوا دیتے ہیں (حقوق طبع محفوظ ہیں)، یعنی اس کتاب کو کوئی دوسرا شائع نہیں کرسکتا ہے ،اس تفصیل کے بعد راقم کی رائے یہ ہے کہ جن کتابوں کے ''حقوق طبع محفوظ ''ہیں، انہیں اسکین کرکے (pdf)بنا کر انٹرنیٹ، واٹس ایپ ،اور گروپ وغیرہ میں عام کرنا جائز نہیں ہے، خلاف ورزی کی صورت میں ایسے لوگوں کے خلاف قانونی کاروائی کی جاسکتی ہے، تاہم اگر کسی کتاب کے ''حقوق طبع محفوظ '' نہ ہوں ،یا کتاب پر خود مصنف یا ناشر کی طرف سے لکھا ہوا ہے کہ اس کتاب کو کوئی بھی شائع کرسکتا ہے ،تو ایک شخص اپنی ممکولہ کتاب کی (pdf)بناکر اس کو سوشل میڈیا پرڈال دے ،تو یہ جائز ہے ،کیونکہ حقوق طبع کا محفوظ نہ ہونا یہ مصنف اور راقم کی طرف سے گویا ایک طرح کی اجازت ہے کہ کوئی بھی اس کتاب کو شائع کرسکتا ہے ،اس کی تائید فقہ البیوع کی عبارت سے بھی ہوتی ہے:

''وأما إذا صوره لاستعماله الشخصی أو لیهبه إلی بعض أصدقاء ه بدون عوض فإن ذلک لیس من التعدی علی حق الابتکار ..... ولیس للمنتج أن یمنعه منها وإنما الممنوع أن ینج مثلها بقصد الاسترباح والتجارة فیه بدون إذن منه، والله سبحانه تعالی أعلم'' (فقہ البیوع۲۸۶،۴)۔

(اور رہا مسئلہ اپنے ذاتی ستعمال کے لئے کسی کتاب کی فوٹو کاپی کرنے کا، یا اس کو اپنے بعض دوستوں کو ہدیہ کرنے کا بغیر عوض کے،تو یہ حق ابتکار پر زیادتی نہیں ہے، تو اس میں کتابوں کے ناشرین اور کمپیوٹر پر پروگرام بنانے والوں کاحد سے آگے بڑھنا اور لوگوں کو کتاب کی فوٹوکاپی یا کمپیوٹر کی سی ڈی یا کتاب کے کسی جزء کی فوٹو کاپی سے لوگوں کو ذاتی افادہ کے لئے روکنا اور یہ تجارت کے لئے نہ ہو، تواس کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے)۔

سوشل میڈیا کے استعمال میں قابل لحاظ امور:

سوشل میڈیا کے ذریعہ اس وقت اپنی بات دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچانے کا ایک بہت مؤثر ذریعہ ہے ،لیکن ایک یہ بھی حقیقت ہے کہ سوشل میڈیا کے

استعمال کے فوائد بھی بہت ہیں، اور نقصانا ت بھی ،یہ جہاں و قت کی ایک ضرورت اور ذریعہ ابلاغ ہے، وہیں دوسری طرف اس کے استعمال کی صورت میں گناہ والی خطرناک چیزوں کا سامنا بھی ہوسکتا ہے، لہذا سوشل میڈیا کا استعمال اسی وقت جائز ہوگا ،جبکہ غیر محرموں کی تصویریں نہ ہوں، میوزک، اور غیرشرعی چیزیں نہ پائی جائیں، اور ایک شخص اس میں اس قدر منہمک نہ ہوجائے کہ دوسرے کے حقوق کی پرواہ نہ ہو ،اور نمازوں میں کوتاہی ہونے لگے، تواس طرح منہمک ہونا صحیح نہیں ہے، بلکہ بوقت ضرورت ہی اس کا استعمال کیا جائے، اور استعمال کرنے میں نیت صحیح ہو، اور بامقصد اور تعمیری کام کے لئے استعمال کیا جائے ۔

سوشل میڈیا کا استعمال

مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی بہرائچی•

جواب (۱) سوشل میڈیا پر آنے والے پیغامات اور مضامین عام طور سے دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جن کا تعلق دین ودیانت سے ہوتا ہے ، دوسرے وہ جو دین سے ہٹ کر نافع مضامین ہوتے ہیں، اسی طرح سے جن کی طرف سے پیغامات، مضامین، اخبار ارسال کئے جاتے ہیں وہ بھی دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں: ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جو ثقہ، قابل اعتماد اور لائق بھروسہ ہوتے ہیں، فقہی اصطلاح میں وہ عادل ہوتے ہیں، صفت عدالت سے متصف ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جن کی عدالت متاثر ہوتی ہے، ثقاہت کا فقدان ہوتا ہے، اب ہم کو یہ دیکھنا ہوگا کہ اگر دین ودیانت سے متعلق پیغامات ہوں اور ثقہ شخص کی طرف سے ہم کو موصول ہوں تو ان کو قابل اعتماد سمجھ کر خود بھی عمل کرسکتے ہیں اور دوسروں کو عمل کے لئے آگے بڑھا سکتے ہیں، کیونکہ یہ تعاون علی البر ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''تعاونوا علی البر'' (سورہ مائدہ: ۲)، اور حدیث شریف میں ہے: ''الدال علی الخیر کفاعلہ'' (ترمذی۲،۹۵ ، باب ما جاء أن الدال علی الخیر کفاعلہ)۔

اور اگر اس شخص کی طرف سے پیغامات آئے ہوں جن کے اندر عدالت نہیں، بلکہ فسق کا معاملہ ہے تو ہم کو خوب اچھی طرح تحقیق واعتماد کرلینے کے بعد اس کو آگے بڑھانا درست ہے، جیسا کہ ذیل کی آیت کریمہ سے روشنی ملتی ہے:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''یا أیہا الذین آمنوا إن جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا'' (سورۃ الحجرات: ۶)۔

(اے ایمان والو اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لےکر تو تحقیق کرلو)۔

حضرات مفسرین کرام مذکورہ آیت کریمہ کے ذیل میں فرماتے ہیں، حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہ متوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں:

''یعنی تثبت اور تبین کو معلق کرنا فاسق کی خبر پر یہ عادل شخص کے خبر کے قبول کا مقتضی ہے، فسق لغت میں نام ہے خروج کا، کہا جاتا ہے: ''فسقت الرطبۃ عن قشرہا'' (یعنی تر کھجور اپنے چھلکے سے باہر آگئی)، اور اصطلاح شرع میں فسق کا اطلاق کبھی کافر پر ہوتا ہے اس کے ایمان سے نکلنے کی وجہ سے اور کبھی اس پر اطلاق ہوتا ہے جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے، یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے اور توبہ نہیں

• خادم التدریس والافتاء معراج العلوم،ممبئی۔

کرتا ہے، اور آیت کریمہ میں بالاتفاق یہی مراد ہے" (التفسیر المظہری ۴۶،۹، سورۃ الحجرات: ۶)۔

مفسر قرآن حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

''امام جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ کسی فاسق کی خبر کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا اس وقت جائز نہیں ہے، جب تک دوسرے ذرائع سے تحقیق کرکے اس کا صدق ثابت نہ ہوجائے، کیونکہ اس آیت میں ایک قرا ءت تو ''فتثبتوا " آئی ہے، جس کے معنی ہیں کہ اس پر عمل کرنے اور اقدام کرنے میں جلدی نہ کرو، بلکہ ثابت قدم رہو جب تک دوسرے ذرائع سے اس کا صدق ثابت نہ ہوجائے " (معارف القرآن ۱۰۵،۸)۔

تفسیر قرطبی میں ہے:''الثانیۃ فی ہذہ الآیۃ دلیل علی قبول خبر الواحد إذا کان عدلاً لأنہ إنما أمر فیہا بالتثبت عند نقل خبر الفاسق ومن ثبت فسقہ بطل قولہ فی الإخبار لأن الخبر أمانۃ والفسق قرینۃ یبطلہا وقد استثنی الإجماع من جملۃ ذلک ما یتعلق بالدعوی والجحود وإثبات حق محصور علی الغیر مثل أن یقول ہذا عبدی فإنہ یقبل قولہ، وإن قال قد انفذ فلان لک ہدیۃ فإنہ یقبل ذلک" (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی۱۶،۲۰۵، سورۃ الحجرات: ۶)۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

''یقبل قول الواحد فی المعاملات عدلاً کان أو فاسقاً حراً کان أو عبداً ذکرا کان أو أنثی مسلماً کان أو کان کافراً، دفعا للحرج والضرر، ومن المعاملات الوکالات والمضاربات والرسالات فی الہدایا والإذن فی التجارات ، کذا فی الکافی''۔

یعنی معاملات کی خبروں میں فرد واحد خواہ عادل ہو یا غیر عادل (فاسق) ہو، آزادہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا غیر مسلم اس کی خبر قبول کی جائے گی، حرج وضرر کو دفع کرنے کی غرض سے، البتہ غالب رائے کا اعتبار ضروری ہے ۔

''وإذا صح قول الواحد فی أخبار المعاملات عدلاً کان أو غیر عدل فلا بد من تغلیب رأیہ فیہ إن أخبرہ صادق فإن غلب علی رأی ذلک عمل علیہ وإلا فلا، کذا فی السراج الوہاج" (الفتاوی الہندیہ ۳۱۰،۵، الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات، کتاب الکراہیہ)۔

یعنی اگر غالب رائے صادق ہونے کی ہے تو بات قبول کی جائے گی ورنہ نہیں۔

آگے مزید ہے:''یجب أن یعلم بغالب الرأی جائز فی باب الدیانات وفی باب المعاملات وکذلک العمل بغالب الرأی فی الدماء جائز، کذا فی المحیط'' (فتاوی ہندیہ ۳۱۳،۵، الباب الثانی فی العمل بغالب الرأی، کتاب الکراہیہ)۔

یعنی دیانات اور معاملات کے باب میں غالب رائے پر عمل کرنا جائز ہے۔

فتاوی ہندیہ کی مذکورہ عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ غالب رائے پر عمل جائز ہے۔

یعنی ظن غالب کا عمل میں دخل ہے، لہذا سوشل میڈیا پر آنے والی خبروں میں ہم کو

یہ دیکھنا ہے کہ خبر یا پیغام رساں شخص معتبر اور قابل اعتماد ہے اور ایسا ظن غالب ہے تو اس پر خود عمل کرنا درست ہے اور اس کو آگے بڑھانا درست ومعتبر ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ مستور یعنی مجہول الحال شخص کی روایت، محقق قول کے مطابق نہ تو مطلقاً قبول کی جائے گی اور نہ ہی اس کو فی الفور رد کیا جائے گا، بلکہ اس کو موقوف رکھا جائے گا، تاآنکہ اس کی حالت صحیح طور سے واضح ہوجائے۔

''والتحقیق أن روایۃ المستور ونحوہ مما فیہ الاحتمال لا یطلق القول بردہا ولابقبولہا بل ہی موقوفۃ إلی استبانۃ حالہ کما جزم بہ إمام الحرمین ونحوہ قول ابن الصلاح فیمن جرح بجرح غیر مفسر'' (نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر،۱۳۹، الاتحاد دیوبند)۔

خلاصہ یہ کہ جس پیغام بھیجنے والے کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کس حد تک معتبر ہے تو اچھی طرح تحقیق کرلینے کے بعد اس کی بات پر عمل کرسکتے ہیں اور اس پیغام کو آگے بھیج سکتے ہیں۔

جواب (۲) سوشل میڈیا میں جہاں فحش اور ناجائز تصویریں آتی رہتی ہیں اگر کوئی شخص خود اس سے بچتا ہے، لیکن تکنیکی ضرورتوں کے سلسلہ میں اس شعبہ میں ملازمت کرتا ہے اور اپنی خدمات فراہم کرتا ہے تو یہ ملازمت کرنا اور خدمات فراہم کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے؛ کیونکہ یہ اجرت عمل وخدمت کا عوض ہے جو اس کا غلط استعمال کرے گا وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا، کیونکہ جائز استعمال کے مواقع بیشمار موجود ہیں، لہذا جائز امور کا لحاظ کرتے ہوئے اجرت لینے کی اجازت ہے، حضرات فقہاء کرام کی عبارات سے ہمیں اس بارے میں رہنمائی ملتی ہے

علامہ شامی فرماتے ہیں: ''الأجرۃ إنما یکون مقابلۃ العمل'' (شامی۳۰۷،۴، باب المہر زکریا مطلب فیما أنفق علی معتدۃ الغیر)۔

''وإن استأجرہ لیکتب لہ غناء بالفارسیۃ أو بالعربیۃ قیل لا یحل الأجر والمختار أنہ یحل لأنہ المعصیۃ فی القراءۃ'' (الفتاوی البزازیہ علی الہندیہ۴۵،۴ زکریا کتاب التجارات نوع فی المتفرقات)۔

''وجاز حمل خمر ذمی بنفسہ أو دابتہ (درمختار) قال الزیلعی وہذا عندہ..... ولہ أن الإجارۃ علی الحمل وہو لیس بمعصیۃ ولا سبب لہا وإنما تحصل المعصیۃ بفعل فاعل مختار'' (الدر المختار مع الشامی۵۶۲،۹ فصل فی البیع الحظر الإباحۃ زکریا)۔

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اجرت عمل ومحنت کے عوض میں ہوتی ہے اور بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں جو فی نفسہ جائز ہیں، جیسے فارسی یا عربی زبان میں گانے کی کتابت یا ذمی کی شراب اٹھانا، معصیت اس کے استعمال کرنے میں یعنی گانے کے پڑھنے میں یا شراب کے پینے میں اور یہ فاعل مختار کا اپنا فعل ہے اجیر جس کا ذمہ دار نہیں ہے۔

اسی طریقہ سے زیر بحث مسئلہ میں تکنیکی خرابیوں کو دور کرنے کی ملازمت

اختیار کرنا جائز ودرست ہوگا اور مختار قول کے مطابق اجرت حلال ہے، کیونکہ یہ ایک متعین عمل پر اجرت ہے ، ‘‘ولا یصح حتی تکون المنافع معلومۃ والأجرۃ معلومۃ’’ (الہدایہ ۴؍۲۹۳)۔

خلاصہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا سے متعلق تکنیکی ضرورتوں کے سلسلہ میں اس شعبہ میں ملازمت کرنا جائز ودرست ہے، کیونکہ یہ متعین عمل ومحنت کی اجرت ہے، اگر معصیت والے کام میں اس کا استعمال کرتا ہے تو یہ فاعل مختار کا اپنا فعل ہے، اسی طریقہ سے کسی سائٹ پر بے حیائی پر مبنی ویڈیو اور آڈیو کی اشاعت نہیں ہوتی ہے، مگر ضمنی طور پر تو ‘‘الأمور بمقاصدہا’’ کے تحت اس کی گنجائش ہوگی، کیونکہ اصل مقصد بے حیائی پر مبنی ویڈیو یا آڈیو کی اشاعت یا تشہیر نہیں ہے، بلکہ مقصد جائز پیغامات اور مفید مضامین اور نافع مواد پر مشتمل باتوں کی اشاعت وتشہیر ہے، اس لئے اس کی گنجائش ہے۔

جواب (۳) ملحدانہ افکار یا اسلام پر اعتراض والے مضامین ایسے لوگوں تک ہرگز ارسال نہ کیا جائے جن کا تعلق عامۃ الناس سے ہے، جن کو علم ہے ہی نہیں یا پختہ علم نہیں ہے جو سن کر یا پڑھ کر اعتقادی، عملی گمراہی کا شکار ہوسکتے ہیں، البتہ جو حضرات اہل علم میں سے ہوں ، کتاب وسنت کا باقاعدہ معتمد اساتذہ کرام سے علم حاصل کئے ہوئے ہیں اور صحیح وغلط میں تمییز کرنے کا ان کو ملکہ راسخہ حاصل ہے ان تک ایسے مضامین ومواد ارسال کئے جاتے ہیں، کیونکہ یہ ان کے لئے مضر نہیں، بلکہ یہ دوسروں کو ان کے عقائد خراب ہونے سے بچانے میں معاون ثابت ہوگا، حضرات فقہاء کرام نے ایسے مضامین اور کتابوں کو پڑھنے سے منع فرمایا ہے، فتاوی ہندیہ میں ہے: ‘‘وقد صنف الأشعری کتباً کثیرۃ لتصحیح مذہب المعتزلۃ ثم أن اللہ عزوجل لما تفضل علیہ بالہدی صنف کتاباً ناقضاً لما صنف لتصحیح مذہب المعتزلۃ إلا أن أصحابنا رحمہم اللہ فقال من أہل السنۃ والجماعۃ خطئوہ فی بعض المسائل التی أخطا فیہا أبو الحسن فمن وقف علی المسائل وعرف خطائہ فلابد بالنظر فی کتبہ وإ مساکہا ..... ومن العلوم المذمومۃ علوم الفلاسفۃ فإنہ لا یجوز قراءتہا لمن لم یکن متبحراً فی العلم وسائر الحجج علیہم وحل شبہاتہم والخروج عن إشکالاتہم’’ (الفتاوی الہندیہ ۵؍۳۷۷ کتاب الکراہیۃ)۔

اس لئے فقہاء کرام نے باطل مذہب رکھنے والوں کی کتابوں کو گھر میں رکھنے سے، ان کے مطالعہ کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے، تاکہ مذہب اسلام کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ میں مبتلا نہ ہوں، عقیدے میں کمزوری نہ پیدا ہوجائے۔

لہذا سوشل میڈیا پر آنے والے مضامین اگر ملحدانہ افکار کو فروغ دینے والے ہوں یا اسلام کے کسی رکن کے استخفاف کو شامل ہوں تو اس کو عوام کو بالخصوص نہیں ارسال کرنا چاہئے، تاکہ وہ عقیدے وعمل کی گمراہی میں مبتلا نہ ہوں۔

الغرض ایسے باطل اور گمراہ کن پیغامات ارسال کرنے میں چونکہ فساد عقیدہ وعمل کا قوی اندیشہ ہے، اس لئے درست نہ ہوگا، کیونکہ عقیدہ کی درستگی مدار نجات ہے، اسلام میں بدعقیدگی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام کے کسی رکن کا استخفاف جائز نہیں ہے حرام ہے، لہذا جو اس ناجائز کام کا ذریعہ اور سبب ہوگا وہ بھی ناجائز ہوگا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

''.....لما فیہ من الإعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما أدی إلی ما لا یجوز لا یجوز'' (در مختار مع شامی زکریا ۵۱۸،۹ فصل فی اللبس کتاب الحظر والاباحۃ)۔

علامہ آلوسی فرماتےہیں:

''أن الطاعۃ إذا أدت إلی معصیۃ راجحۃ وجب ترکہا فإن ما یؤدی إلی الشر شر'' (روح المعانی ۲۵۲،۷ دار احیاء التراث العربی)۔

خلاصہ یہ کہ عوام کو ملحدانہ افکار پر مشتمل مضامین کا ارسال نہ کیا جائے، البتہ اہل علم حضرات جو رسوخ فی العلم رکھتے ہوں ان کو ارسال کرنے کی گنجائش ہے۔

جواب (۴) بچوں کے دین واخلاق کی حفاظت کی شریعت میں بڑی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ بچپن میں جو کچھ ان کو سکھایا بتایا جاتا ہے وہ سب اس طور پر ذہن ودماغ میں مرکوز ہوجاتا ہے کہ وہ پتھر کی لکیر بن جاتا ہے۔

علامہ علاء الدین حصکفی فرماتے ہیں: ''الحفظ فی الصفر کالنقش فی الحجر'' (درمختار ۳۱۷،۱ زکریا)۔

اور بچوں میں دین واخلاق کی حفاظت وصیانت کا انداز اس سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اگر مسلمان بچہ کی ماں ذمیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو بچوں کے اوپر حق حضانت اس وقت تک حاصل رہتا ہے جب تک بچہ دین نہ سمجھنے لگے، جب وہ دین ومذہب سمجھنے لگے تو حق حضانت اس کی یہودیہ یا نصرانیہ مانکا ساقط ہوجائے گا، کیونکہ مسلم شخص کی بیوی کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے کی صورت میں اگر بچہ سمجھدار ہونے کے بعد بھی اس کے پاس رہا تو اس کا دین مذہب فاسد ہوجائے گا، الغرض حق حضانت جو کہ بچوں کا بنیادی حق ہے وہ بھی ساقط ہوجاتا ہے، اگر ان کا دین واخلاق متاثر ہونے لگے۔

فقہاء کرام کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بچوں کے دین ومذہب اور ان کے اخلاق کے فساد کا اندیشہ ہونے لگے تو ان کی ماؤں کا حق ساقط ہوجائے گا اور بچہ باپ کے پاس رہے گا اگر وہ نہیں ہے تو مسلمانوں کے حوالہ کردیا جائے گا۔

لہذا بچوں کو دینی یا عصری تعلیم کے لئے اگر موبائل یا لیپ ٹاپ پر تعلیم کا پابند بنایا جائے، جیسا کہ اس وقت یہ رائج ہورہا ہے تو اس میں جس مفاسد کی طرف سوال میں اشارہ کیا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ امکانات ہی نہیں بلکہ یقین ہے، کیونکہ لہو ولعب کے

دور سے بچے گزر رہے ہوتے ہیں، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ''إنما الحیاۃ الدنیا لعب ولہو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الأموال والأولاد'' (سورۃ الحدید: ٢٠)۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالی انسان پر گزرنے والے دور کو بیان کیا ہے، بچوں کی طبیعت کا میلان اور کھینچاؤ یقینا کھیل کود کے مناظر کی طرف فطری ہے اور اس راستہ سے مخرب اخلاق مناظر تک رسائی عین ممکن ہے، مخرب اخلاق گانے فلمی فحش تصاویر وغیرہ کا عادی ہوجانا بعید نہیں ہے، اس لئے اس کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے، حضرات فقہاء کرام فرماتے ہیں: جو چیز عدم جواز کا سبب ہو وہ بھی ناجائز ہوتا ہے:''کل ما أدی إلی ما لا یجوز لا یجوز'' (شامی ٩،٥١٨، فصل فی اللباس الحظر والاباحۃ)۔

لہذا صحت کے متاثر ہونے کی وجہ سے، نیز مخرب اخلاق ہونے کی بنا پر دینی یا عصری تعلیم کے حصول کے لئے بچوں کو موبائل یا لیپ ٹاپ کا استعمال مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے۔

جواب (٥) سوشل میڈیا کا استعمال دینی معلومات اور اسلام کی اشاعت اور دین اسلام پر وارد اعتراضات کا دفاع کرنے کے لئے، نیز قومی وملی ضرورتوں کے پیش نظر درست ہے، جبکہ فواحش ومنکرات سے اجتناب برتا جائے، آج کے حالات میں اس سے بے شمار دینی ودنیوی فوائد وضروریات متعلق ہیں، لہذا اچھے مقاصد کے لئے اس کا استعمال جائز ہوگا، فقہ کا قاعدہ ہے:

''الأمور بمقاصدہا'' (الاشباہ والنظائر قدیم ،٥٣، القاعدۃ الاولی، قواعد الفقہ فیصل دیوبند،٤٥)۔

''القاعدۃ الثانیۃ الأمور بمقاصدہا معنی ہذہ القاعدۃ أن أعمال الإنسان وتصرفاتہ القولیۃ والفعلیۃ تخضع أحکامہا الشرعیۃ الخ'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ١،١٥٩، دار الفکر المعاصر بحوالہ حبیب الفتاوی٧،٢٢٥)۔

''الضرورات تقدر بقدرہا'' (قواعد الفقہ،٦١، اشرفی)۔

''الضرورات تبیح المحظورات '' (الاشباہ ١٠،٢٥١)۔

''الحاجۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ عامۃ کانت أو خاصۃ'' (الاشباہ ١٠،٢٥١)۔

''الحاجۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ عامۃ کانت أو خاصۃ'' (الاشباہ والنظائر١،٢٦٧)۔

الغرض منکرات سے بچتے ہوئے سوشل میڈیا کا استعمال دینی معلومات اور اسلام کی اشاعت کے لئے درست ہے۔

جواب (٦) دار القضاء کی کارروائی کے لئے مجلس قضاء لازم ہے، یعنی قاضی کے روبرو مدعی کا دعوی اور مدعی علیہ کا رفع الزام، نیز شاہدین کی شہادت اور خود فریقین کا اپنا تعارف اور قاضی کی ان کو شناخت یہ سب مجلس قضاء میں ہونا ضروری ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں، درمختار میں ہے:

''الدعوی ہی لغۃ قول یقصد بہ الإنسان إیجاب حق علی غیرہ وشرعاً قول مقبول عند القاضی یقصد بہ طلب حق قبل غیرہ وشرطہا أی شرط جواز الدعوی مجلس القضاء وحضور خصمہ فلا یقضی علی غائب'' (درمختار ۸؍۲۸۵-۲۸۷ کتاب الدعوی زکریا)۔

دعوی کی تعریف میں اس بات کا لحاظ کیا گیا ہے کہ ایسی گفتگو جو قاضی کے پاس ہو جس سے طلب حق کا قصد کیا گیا ہو، اس میں لفظ عند اس بات کو بتلا رہا ہے کہ مدعی کا قاضی کے پاس ہونا لازمی ہے اور دعوی کے جواز کی شرط مجلس قضاء کا ہونا ہے، ظاہر ہے یہ بات ویڈیو کانفرنس میں پائی نہیں جاسکتی ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

''فینبغی للقاضی إذا تقدم إلیہ الخصمان أن یسوی بینہما فی المجلس ویجلسہما بین یدیہ کذا فی المحیط'' (الفتاوی الہندیہ۳؍۳۲۲)۔

''کتاب أدب القاضی الباب التاسع فی جلوس القاضی ومکان جلوسہ''۔

دوسرے مقام پر ہے: ''قال صاحب الأقضیۃ وینبغی أن یکون جلوسہما بین یدی القاضی علی قدر ذراعین ونحو ذلک بحیث کلامہما من غیر أن یرفع أصواتہما'' (الفتاوی الہندیہ۳؍۳۲۲)۔

جب فریقین قاضی صاحب کے پاس آئیں تو ان کو بٹھانے میں برابری کا معاملہ کرے اور ان کو اپنے سامنے یعنی پاس بٹھائے اور کتنا پاس میں بٹھائے وضاحت ہے، دوگز کے فاصلہ پر بٹھائے یا اس کے جیسے کہ فریقین کی بات کو بغیر ان کی اپنی آوازیں بلند کئے ہوئے قاضی سن سکے، یہ فاصلہ قاضی اور فریقین کے درمیان ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ کارروائی کی صورت میں ممکن نہیں ہے، فریقین کو شناخت کرتے وقت قاضی ان سے دریافت کرے گا، تم دونوں میں مدعی کون ہے جب مدعی کو پہچان لے گا تو پھر اس کے دعوی کو سنے گا ، ''وفی الخالیۃ إذا جلس الخصوم بین یدیہ قال أبویوسف رحمہ اللہ تعالی لیتنطقہم فیقول أیکما المدعی فإذا عرف المدعی یقول لہ ماذا تدعی'' (الفتاوی الہندیہ۳؍۳۲۲، کتاب الدعوی)، فریقین کا قاضی کے پاس میں بیٹھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ جسمانی اعتبار سے پاس میں ہے، جو دور سے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ نہیں ہوسکتا ہے، فتاوی ہندیہ میں ایک اور مقام پر ہے: ''ثم إذا حضر المدعی علیہ مجلس القضاء فالقاضی یأمر المدعی بإعادۃ البینۃ علی تمردہ الخ'' (الفتاوی الہندیہ۳؍۳۳۸) (جب مدعی علیہ مجلس قضاء مینآئے تو مدعی قاضی کو حکم دے کہ وہ بینہ کا اعادہ کرے مدعی علیہ کے تمرد پر)، مذکورہ عبارت میں مجلس قضاء میں مدعی علیہ کی حاضری کی بات ہے، ان تمام عبارات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دارالقضاء کی کارروائی کے لئے ویڈیو کانفرنس کافی نہیں، یہ دار القضاء کی کارروائی کے تقاضوں کو نہیں پورا کرے گا، اس لئے دار القضاء کی کارروائی میں ویڈیو کانفرنس کا اعتبار نہیں، اس کی نظیر یہ بھی ہے کہ فون پر شہادت معتبر نہیں ہے، کیونکہ گواہی کی

شرطوں میں سے ایک اہم شرط یہ ہے کہ گواہ قاضی کے اجلاس پر حاضر ہوکر گواہی دے، بلکہ فقہاء نے گواہی کی تعریف میں اس بات کو داخل کیا ہے کہ مجلس قضاء میں وہ بات کہی گئی ہو، علامہ حصکفی فرماتے ہیں:''إخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القضاء'' (رد المحتار۸؍۱۷۲، کتاب الشہادات زکریا)۔

فون پر کوئی بات کہی جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں یہ شرط مفقود ہوگی، اس لئے شہادت فون پہ اطلاع کافی نہیں (جدید فقہی مسائل؍۴۳۱، اضافہ شدہ ایڈیشن) ۔

کتاب القاضی إلی القاضی کے طریقہ پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ فرماتےہیں: ''حکم یا شہادت کو گواہوں کے سامنے تحریر کرے اور ان کو سناکر مہر لگادے، پھر اس مہر شدہ تحریر کو دوسرے قاضی کے پاس ان گواہوں کے ساتھ بھیج دے، مکتوب الیہ کے پاس جب یہ گواہ اس تحریر کو لے جائیں تو وہ ان گواہوں سے دریافت کرے کہ اس میں کیا لکھا ہے اور وہ گواہ پورے طور پر شہادت دیں کہ فلاں قاضی نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے، پھر وہ مکتوب الیہ اس تحریر کو کھول کر پڑھے، یہ شرائط آج کل کی ڈاک، تار، ٹیلیفون، ریڈیو خط وغیرہ کسی میں موجود نہیں ہے '' (فتاوی محمودیہ جدید ڈابھیل ۴۶۲؍۱۶ بحوالہ رد المحتار۵؍۴۳۲-۴۳۴ کتاب القاضی إلی القاضی سعید ۱۳۳؍۸ زکریا، کذا فی الفتاوی الہندیہ ۳؍۳۸۱-۳۸۲، الباب الثالث والعشرون، کتاب القاضی إلی القاضی کذا فی بدائع الصنائع ۱۱۴؍۹ فصل فی شرائط القضاء دار الکتب العلمیہ بیروت، لسان الحکام ؍۲۲۲، الفصل الاول فی ادب القضاء وما یتعلق بہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

ان تمام تفصیلات سے یہ واضح ہوا کہ دار القضاء کی مذکورہ تمام کارروائی ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ معتبر نہیں۔

جواب (۷) اگر آڈیو فحش اور گناہ کی باتوں پر مشتمل نہ ہو، فحش وعریاں تصاویر والی ویڈیو نہ ہوں تو ایسے آڈیو یا ویڈیو ڈالنے پر اس کو سننے یا دیکھنے پر کمپنی کی طرف سے ملنے والی اجرت درست ہے، اس طریقہ سے روپیہ کمانا مرخص ہے۔

درمختار میں ہے: ''الأجرة إنما تكون بمقابلة العمل'' (درمختار زکریا ۴؍باب المہر)۔

''وشرطها كون الأجرة والمدة معلومتين'' (شامی زکریا ۷؍۹ کتاب الاجارۃ)۔

''وعلى هذا يخرج الاستيجار على المعاصي أنه لا يصح لأنه استيجار على منفعة غير مقدور الاستيفاد شرعاً كاستيجار الإنسان اللهو واللعب وكاستيجار المغنية والنائحة للغناء والنوح'' (بدائع الصنائع۴؍۳۹ باب الاستیجار علی المعاصی، کذا فی الفتاوی الہندیہ ۴؍۴۱۱ کتاب الاجارہ، الباب الاول)۔

''وفی شرح التمرتاشی عن النصاب يجب (أی الأجر) بقدر العناء والتعب'' (تکملۃ شامی ۱۱؍۷۶ کتاب الہبۃ مطلب یجب الأجر بقدر العناء بحوالہ کتاب النوا زل ۱۲؍۲۹۳)۔

ان عبارات کا ماحصل یہی ہے کہ اجرت محنت وعمل کے عوض میں ہوتی ہے اور متعین مدت اور متعین عمل پر اجرت لینا نیز گناہ کی بات نہ ہو درست ہے، کیونکہ بقدر تعب ومشقت اجرت ہوا کرتی ہے، لہذا اگر گناہ کی بات یا گناہ کے کام والی ویڈیو نہ ہو تو اسے سننے یا دیکھنے پر کمپنی کی طرف سے دی جانے والی رقم جائز ہے، کیونکہ ویڈیو ترتیب دینے اور اپ لوڈ کرنے میں محنت ووقت دونوں صرف ہوتے ہیں، اس لئے جائز امور پر کمپنی سے پیسے لینا جائز ہے۔

جواب (٨) اپنی ویڈیو کو فروغ دینے کے لئے اس کی مزید نشر واشاعت کے لئے ناجائز وحرام اور غیر واقعی اشتہارات کو شامل کرنا گناہ پر تعاون اور گناہ کا سبب ہونے کی وجہ سے ناجائز وممنوع ہوگا، جس سے اجتناب لازم ہوگا (مستفاد کتاب النوازل ٢٩٠،١٢)۔

قال اللہ تبارک وتعالی: ‘‘ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان’’ (سورۃ المائدہ: ٢) (گناہ اور سرکشی میں تعاون نہ کرو)۔

‘‘لما فیہ من الإعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما أدی إلی ما لا یجوز لا یجوز’’ (شامی زکریا ٥١٨،٩ فضل فی اللبس، کتاب الحظر والاباحۃ) (جو ناجائز امور کا باعث اور سبب ہو وہ بھی ناجائز ہے)۔

حاصل یہ ہے کہ اپنی ویڈیو کو فروغ دینے کے لئے ناجائز، حرام اور غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا درست نہیں۔

جواب (٩) آج کے زمانہ میں ایسے ذرائع وجود میں آچکے ہیں جن سے پوری دنیا ایک گاؤں وقریہ کی شکل اختیار کرچکی ہے، سوشل میڈیا پر آن لائن گیم کھیلنے کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں اور ہر ایک کا حکم جداگانہ ہوگا، تحقیق سے پتہ چلا کہ آن لائن گیم چند شہروں کے نہیں، بلکہ چند ملکوں کے لوگ مل کر کھیل سکتے ہیں، گیم کے بارے میں یہ باتیں قابل لحاظ ہیں، اس کا مقصد کوئی خاص مصلحت ہو مثلاً دماغی تفریح، ذہنی سکون ہو، اس میں اس قدر انہماک نہ ہو، اس حد تک دلچسپی نہ ہو کہ دینی ودنیوی ضرورتوں میں خلل واقع ہو، برہنہ یا نیم برہنہ تصاویر نہ ہو اور ایسی تصاویر نہ ہوں جن کو تصویر کہا جاتا ہو، مثلاً اس کے آنکھ ناک کان وغیرہ نہ ہو، یا واضح نہ ہوں، ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آن لائن گیم کھیلنے کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

اگر جاندار کی تصویریں نہ ہوں مثلاً بے جان اشیاء کی تصاویر سے گیم کھیلا جائے، جیسے کار موٹر سائیکل ہوائی جہاز بحری جہاز ہیلی کاپٹر وغیرہ چلانے یا انہیں نشانہ بنانے کا گیم ہو یا جاندار کی تصویریں ہوں، مگر وہ اس قدر چھوٹی اور غیر واضح ہوں کہ وہ تصویر کے زمرہ میں نہ آتی ہوں، مثلاً اس میں آنکھ ، کان، ناک، منھ وغیرہ واضح نہ ہو، بلکہ صرف خاکہ اور شبیہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں وقتی تفریح طبع یا

ذہن کی تیزی اور دماغی راحت کے لئے کھیل کھیلنا جائز ودرست ہوگا، اگر ویڈیو میں جاندار کی تصاویر واضح اور نمایاں ہوں تو یہ گیم کھیلنا تصاویر کی بنا پر ناجائز ہوگا اور ویڈیو گیم سے مقصود صرف وقتی دماغی تفریح نہ ہو، بلکہ اس قدر انہماک ہو کہ دینی ضرورت اور دنیوی مشاغل سے غفلت ہو اور اس قدر انہماک نہ ہو کہ بجائے ذہنی دماغی راحت کے مزید تکان محسوس ہونے لگے اور عبادات، معمولات دینی اور تعلیمی وغیرہ متاثر ہونے لگے اور رات دن اسی کا ذہن سوار رہے اور اس کی لت لگ جائے تو پھر یہ گیم درست نہ ہوگا (مستفاد فتاوی دار العلوم زکریا۶۳۲،۷)۔

''وحاصل الكلام أن ترويح القلب وتفريحه وكذا تمرين البدن من الاتفاقات المباحة والمصالح البشرية لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها، نعم تمنع الغلو والانهماك فيها بحيث يضر بالمعاش والمعاد وبذا ہو السر فی إباحة بعض الملاہی فی بعض الأحيان'' (احکام القرآن ۱۹۶،۳، ادارہ القرآن کراچی)۔

''الألعاب التی يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذہان جائزة فی نفسها ما لم تشتمل على معصية وما لم يؤد لانہماک فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان فی دينه ودنياه'' (تکملۃ فتح الملہم ۳۸۲،۴، باب تحریم اللعب فیصل دیوبند)۔

حضور اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''روحوا القلوب ساعة فساعة'' (اخرجہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن ابن شہاب مرسلاً، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۵۳،۴، نمبر: ۴۴۸۴، دار الکتب العلمیہ) (یعنی تم اپنے قلوب کبھی کبھی آرام دیا کرو)۔

''قال العلامة الآلوسی تحت قولہ تعالی: ''لا تسبوا الذين الخ، واستدل بالآيةعلى أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب تركها فإن ما يؤدی إلى الشر شر'' (روح المعانی ۲۵۲،۷، دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

''قال الحصكفی: كل ما أدی إلى ما لا يجوز لا يجوز'' (الدر المختار ۵۱۹،۹، فصل فی اللبس کتاب الحظر والاباحۃ زکریا)۔

اب اس گیم کے ذریعہ انعام حاصل کرنے کی ایک شکل یہ ہوسکتی ہے کہ چند شریک لوگ مل کر گیم کھیلیں اور یہ شریک اس سے قبل مخصوص رقم جمع کریں اور جیتنے والے کو وہ رقم دی جائے تو یہ قمار اور جوے کی شکل ہے، نیز سود کی بھی شکل ہے، جوا اس میں اس لئے ہے کہ انعام کا حاصل کرنا موہوم ہے، کیونکہ وہ جیت پر معلق ہے اور جوے کی حقیقت یہی بتائی گئی ہے:

۱۔ ''وحقيقته تمليک المال على المخاطرة وہو أصل فی بطلان العقود التملكات الواقعة على الأخطار'' (احکام القرآن للجصاص ۴۶۵،۲ سورۃ المائدۃ: ۹ بیروت)۔

۲۔ ''وسمی القمار قمارا لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذہب مال إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وہو حرام بالنص'' (شامی ۵۷۷،۹ فصل فی البیع کتاب

الحظر والاباحۃ زکریا)۔

۳۔ ‘‘وحرم لو شرط المال من الجانبین’’ (تبیین الحقائق ۷۱٫۷ فصل فی البیع کتاب الکراہیۃ)۔

علامہ کاسانی فرماتےہیں: ‘‘لو کان الخطر من الجانبین جمیعا ولم یدخلا فیہ محلا لا یجوز لأنہ فی معنی القمار نحو أن یقول أحدہما لصاحبہ إن سبقتنی فلک علی کذا فلی علیک کذا فقبل الآخر’’ (بدائع الصنائع۸٫۳۵۰ بیروت کتاب السباق فصل فی شروط السابق)۔

‘‘ولا خلاف بین أہل العلم فی تحریم القمار’’ (احکام القرآن للجصاص البقرہ ۳۳۹٫۱)۔

قمار کی حرمت قرآن کریم میں مصرح ہے: ‘‘یا أیہا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون’’ (سورۃ المائدہ: ۹۰)۔

حدیث شریف میں ہے: ‘‘عن عبد اللہ بن عمروؓ قال قال رسول اللہﷺ: إن اللہ حرم علی أمتی الخمر والمیسر’’ (مسند الامام احمد بن حنبل ۲۵۱٫۲، رقم الحدیث: ۶۵۱۱)۔

اور اس میں سود ہے، کیونکہ جتنی رقم لگائی گئی ہے، جیتنے کی شکل میں اس سے زیادہ رقم انعام میں مل جاتی ہے، یہ ایسی زیادتی ہے جو خالی عن العوض ہے، ‘‘لأن الربوا ہو الفضل المستحق لأحد المتعاقدین فی المعاوضۃ الخالی عن عوض شرط فیہ’’ (الہدایہ ۸۰٫۳ باب الربا، کذا فی الفتاوی العالمکیریہ ۱۱۷٫۳ کتاب البیوع الباب التاسع فیما یجوز بیعہ وما لا یجوز، الفصل السادس فی تقصیر الربا واحکامہ کذا فی کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ)۔

سود کی حرمت کتاب وسنت میں مصرح ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:‘‘أحل اللہ البیع وحرم الربا’’ (سورہ بقرہ: ۲۷۵)۔

۲۔ اور اگر آن لائن گیم کھیلنے میں انعام کی شرط یک طرفہ ہو، ایک شریک کہے اگر تم جیتو گے تو میں تم کو اتنا انعام دونگا اور اگر میں جیتا تو میں تم سے کچھ نہیں لونگا، تو یہ جوئے کے زمرے میں نہیں آئے گا، درج ذیل فقہاء کرام کی تصریحات سے اس پر روشنی پڑتی ہے، ‘‘حل الجعل إن شرط المال من جانب واحد’’ (الدر المختار)۔

‘‘قال العلامۃ الشامی:بأن یقول أحدہما لصاحبہ إن سبقنی أعطیتک کذا وإن سبقتک لا آخذ منک شیئاً’’ (شامی زکریا ۵۱۸٫۹ باب الاستبراء فصل فی البیع الحظر والاباحۃ)۔

مجمع الانہر میں ہے:‘‘لو وقع الاختلاف بین إثنین وشرط أحدہما لصاحبہ أنہ الجواب کما قلت أعطیتک کذا وإن کان کما قلت لآخذ منک شیئاً فہذا جائز’’ (مجمع الانہر ۲۱۷٫۴، کتاب الکراہیہ فصل فی المتفرقات)۔

‘‘ولو قال أحدہما لصاحبہ إن سبقتنی فلک علی کذا وإن سبقتک فلا شئی علیہ فہو جائز لأن الخطر إذا کان من أحد الجانبین لا یحتمل القمار’’ (بدائع کتاب السباق ۳۵۰٫۸ فصل فی شرط جواز السبق کذا فی تبیین الحقائق ۷۱٫۷، کتاب البیع الکراہیۃ فصل البیع)۔

اور اگر آن لائن گیم کھیلنے میں تیسرے شخص کی طرف سے مثلاً کمپنی کی طرف سے انعام دیا جائے تو اس میں قمار وسود کے شائبہ کے ثبوت کی بنا پر جواز کی گنجائش

ہے، کیونکہ یہ ہبہ وتبرع کی شکل ہے: ''الہبۃ اللغۃ التبرع بما ینتفع بہ الموہوب وفی الشرع تملیک العین بلا عوض ویقال لفاعلہ واہب ولذلک المال موہوب ولمن قبلہ الموہوب لہ'' (قواعد الفقہ اشرفی،۵۵۰)۔

''أما تفسیرہا شرعاً فہی تملیک عین بلا عوض کذا فی الکنز'' (الفتاوی الہندیہ ۳۷۴،۳، کتاب الہبہ)۔

''وأما حکمہا فثبوت الملک للموہوب لہ'' (الفتاوی الہندیہ ۳۷۴،۳)۔

لیکن باقاعدہ انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنالینے سے چونکہ اس قدر انہماک اور دلچسپی بڑھ جائے گی جس سے دینی معمولات متاثر ہونی شروع ہوجائے گی اور جب اس قدر انہماک بڑھ جائے تو وہ گیم ناجائز ہوگا۔

حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں: ''نعم تمنع الغلو والانہماک فیہا بحیث یضر بالمعاش والمعاد وہذا ہو السر فی إباحۃ بعض الملاہی فی بعض الأحیان'' (تکملۃ فتح الملہم ۴۳۴،۴، باب تحریم اللعب بالنرد شیر حکم الألعاب فی الشریعۃ)، وعلی ہذا الأصل فالألعاب التی یقصد بہا ریاضۃ الأبدان والأذہان جائز فی نفسہا ما لم تشتمل علی معصیۃ أخری وما لم یؤد الانہماک فیہا إلی الإخلال بواجب الإنسان فی دینہ ودنیاہ'' (تکملۃ فتح الملہم ۴۳۵،۴ قبیل کتاب الرؤیا دار العلوم کراچی)۔

''قال العلامۃ الآلوسی تحت قولہ تعالی: ''ولا تسبوا الذین الخ، واستدل بالآیۃ علی أن الطاعۃ إذا أدت إلی معصیۃ راجحۃ وجب ترکہا فإن ما یؤدی إلی الشر شر'' (روح المعانی ۲۵۲،۷ دار الحیاء التراث العربی بیروت، مستفاد احسن الفتاوی ۲۴۲،۸)۔

چونکہ یہی گیم آگے چل کر ہار جیت کی شکل اختیار کرجائے گا جو کہ جوئے کے زمرہ میں داخل ہوکر حرام ہوگا۔

اس لئے اس گیم کو انعام حاصل کرنے کا ذریعہ اور عادت بنا لینا مذکورہ اندیشوں اور خطرات کی بنا پر جائز نہ ہوگا۔

جواب (۱۰) خیر کی طرف بلانا اور دعو ت دینا اس امت کا امتیاز ہے: ''قال اللہ تعالی ولتکن منکم أمۃ یدعون إلی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر'' (سورہ آل عمران: ۱۰۴)، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عن عبد اللہ بن عمروؓ أن النبی ﷺ قال بلغوا عنی ولو آیۃ'' (الحدیث، صحیح بخاری۴۹۱،۱ کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ترمذی۹۵،۲ باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل ابواب العلم)۔

دین کا ہر حکم امانت ہے، اس کو پہنچانا ضروری ہے اور عامۃ المسلمین کے ساتھ خیرخواہی یہی ہے کہ ان کی مصلحتوں کا لحاظ کرکے ان کے نفع کی باتوں کی طرف رہنمائی ہو اور ان کو تکلیف دہ چیزوں سے دور رکھا جائے، ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''عن

جریر بن عبد اللہ البجلیؓ قال: بایعت رسول اللہﷺ علی إقامۃ الصلاۃ وإیتاء الزکاۃ والنصح لکل مسلم'' (صحیح بخاری۱،۱۳، ۵۷ باب قول النبیﷺ، الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ وعامتہم کتاب الایمان)۔

علامہ کرمانی فرماتے ہیں: ''أما النصیحۃ للعامۃ فإرشادہم إلی مصالحہم وکف الأذا عنہم'' (کرمانی شرح البخاری حاشیہ بخاری شریف۱،۱۳، ۹)۔

اور آپﷺ نے اس شخص کو لوگوں میں بہتر فرمایا ہے جو دوسروں کے لئے نافع ہو: ''خیر الناس أنفعہم للناس'' (القضاعی عن جابر، کنز العمال ۱۵،۷۷۷، ۴۳۰۶۵)۔

مذکورہ آیت وروایات کی روشنی میں یہ بات مخفی نہیں رہ جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص خبر اور نفع کی بات اپنے بھائی کے پاس پہنچانے کی غرض سے اس کو گروپ سے جوڑ لیتا ہے تویہ اس کے لئے دینی اعتبار سے نفع بخش ہے، اس لئے بلااجازت واطلاع گروپ میں شامل کرسکتے ہیں، گروپ میں شامل ہونے کے بعد اگر اس کو یہ محسوس ہوکہ ہمارے لئے اس سے زیادہ اہم کام میں مشغولی ہے اور گروپ میں آنے والے میسج وپیغامات میں مشغول ہونے سے اس اہم کام میں خلل واقع ہونے کا امکان یقینی ہے تو اس گروپ سے شامل ہونے والا شخص بآسانی نکل سکتا ہے، اس لئے اس میں شامل ہونے سے کسی قسم کے وقت کے ضیاع کا خدشہ بھی نہیں ہے، اس لئے سوشل میڈیا گروپ میں کوئی شخص اپنے کسی متعلق دوست کو اگر شامل کرنا چاہے تو بلا اجازت واطلاع بھی شامل کرسکتا ہے۔

جواب (۱۱) عام طور پر مصنفین اپنی تصنیفات وتالیفات کے حقوق طباعت محفوظ کرلیتے ہیں، کیونکہ اس کے ساتھ مصنف کی مالی منفعت یا تجارتی مفاد وابستہ ہوتا ہے، اس لئے اس کو ہر کس وناکس کو بلااجازت مصنف طبع کرنا جائز نہیں ہوگا، اسی طرح سے کتابوں کی پی ڈی ایف PDF بنا کر سوشل میڈیا پر نشر کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے مصنفین وناشرین کی مالی منفعت متعلق ہوتی ہے، ان کی اجازت کے بغیر اس میں کسی قسم کا ایسا تصرف کرنا جس سے ان کو نقصان ہو جائز نہیں ہے، کیونکہ بعض افعال ایسے ہیں کہ اصل کے لحاظ سے مباح ہوتے ہیں، لیکن اگر اس سے دوسرے شخص کی حق تلفی اور ضرر کا امکان ہو تو اس کی اباحت ساقط ہوجاتی ہے، جیسے مسجد میں ہر جگہ بیٹھنا ہر نمازی کے لئے مباح ہے، کوئی مقام کسی شخص کے لئے مخصوص نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص کسی جگہ پر آکر بیٹھ جائے اور اپنا کپڑا رکھ کر کسی ضرورت کے لئے اٹھ جائے تو اس جگہ دوسروں کے لئے بیٹھنا ممنوع ہے، یعنی اس جگہ کو جب ایک شخص نے خاص کرلیا تو دوسروں کے لئے اس کی اباحت نہ رہی، اس کی نظیر قدیم زمانہ میں منی وعرفات میں خیمہ لگانے کی تھی (مستفاد نظام الفتاوی

۳۱۵٫۲)، جس کو علامہ شامی نے بیان فرمائی ہے: ‘‘(کرہ) تخصیص مکان لنفسہ’’ (درمختار)۔

‘‘وفی شرح السیر الکبیر السرخسی وکذا کل ما یکون للمسلمین فیہ سواء کالنزول فی الرباطات والجلوس فی المساجد للصلاۃ والنزول بمنی وعرفات للحج .....ومثل المسجد مقاعد الأسواق التی یتخذہا المحترفون من سبق لہا فہو الأحق بہا’’ (شامی زکریا ۴۳۶٫۲-۴۳۷ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا مطلب فیمن سبقت یدہ)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ فرماتے ہیں: ‘‘کسی مصنف کی کتاب جو شب وروز کی شدید محنت کے بعد معرض وجود میں آتی ہے، اس کو طبع کرنے کا سب سے پہلا حق خود مصنف کو حاصل ہے اور اس کا مقصد علم کی تبلیغ واشاعت کے ساتھ ہی مصنف کے لئے مالی منفعت کا حصول بھی ہے، تو جب تک مصنف کا حق اس کے ساتھ وابستہ ہے دوسروں کا حق اس کے ساتھ متعلق نہ ہوگا ’’ (منتخب نظام الفتاوی ۳۱۶٫۲)۔

اس حق اسبقیت کی دلیل سنن ابی داؤد کی یہ روایت ہے:

‘‘عن أسمر بن مضرسؓ قال أتیت النبیﷺ فبایعتہ فقال من سبق إلی ماءٍ لم یسبق مسلم فہو لہ’’ (سنن ابی داؤد ۴۳۷٫۲ قبیل احیاء الموات)۔

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب نقل فرماتے ہیں: ‘‘وإن کان العلامۃ المناوی ؒ رجح إن ہذا الحدیث وارد فی سیاق إحیاء الموات ولکنہ نقل عن بعض العلماء إنہ یشمل کل عین وبئر ومعدن ومن سبق لشئی منہا فہی لہ ولا شک أن العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب’’ (فقہ البیوع ۲۸۲٫۱، فیض القدیر ۱۴۸٫۱، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ بیع الحقوق المجروق حق الابتکار والطباعۃ۱۲۱)۔

الفقہ الاسلامی میں ہے: ‘‘والمؤلف قد بذل جہداً کبیراً فی إعداد مؤلفہ فیکون أحق الناس بہ’’ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲۸۶٫۴، المبحث الرابع احکام القرآن، حق التالیف والنشر والتدریج بحوالہ کتاب النوازل ۵۲٫۱۱-۵۳)۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ کتابو نکی پی ڈی ایف PDFمیں کسی قسم کا تصرف کرنا بلا مصنف وناشر کی اجازت کے جائز نہیں ہے۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: ‘‘وبالجملۃ فالراجح عندنا واللہ سبحانہ أعلم أن حق الابتکار والتالیف حق معتبر شرعاً فلا یجوز لأحد أن یتصرف فی ہذا الحق بدون إذن المبتکر أو المؤلف’’ (فقہ البیوع ۲۸۶٫۱)۔

لیکن حضرت مفتی عثمانی صاحب مدظلہ کی تحقیق انیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصرف اس وقت ممنوع ہوگا، جبکہ تصرف اس درجہ کا ہو کہ اس کو وسیع پیمانہ پر تجارت اور منافع کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے، ورنہ نہیں۔

‘‘ولکن التعدی إنما یتصور إذا انتج أحد مثل ذلک المنتج أو الکتاب أو البرنامج بشکل

واسع للتجارة فیہ أو بقصد الاسترباح، أما إذا صوّرہ لاستعمالہ الشخصی أو لیہبہ إلی بعض أصدقائہ بدون عوض فإن ذلک لیس من التعدی علی حق الابتکار ... ولیس للمنتج أن یمنعہ منہا وإنما الممنوع أن ینتج مثلہا بقصد الاسترباح والتجارة فیہ بدون إذن منہ واللہ سبحانہ تعالی أعلم'' (فقہ البیوع۱،۱۸۶)۔

خلاصہ:پی ڈی ایف کے اندر اس درجہ کا تصرف کہ مصنف وناشر کا خسارہ ونقصان ہو جائز نہیں (مستفاد کتاب النوازل۱۱،۵۳)۔

جواب (۱۲) سوشل میڈیا کے استعمال میں شرعی طور پر جائز امور اور مباح باتیں ہوں جس سے دین ودنیا کا فائدہ ہو، عبث کام وعبث کلام اور اس سے بڑھ کر گناہ کے کام سے اجتناب ضروری ہے، مثلاً فحش تصاویر، گانے بجانے وغیرہ سے نہایت درجہ احتیاط برتی جائے، پھر مباح میں بھی اس قدر دلچسپی اور انہماک نہ ہو کہ اس سے دینی ودنیوی مفوضہ ذمہ داری میں خلل واقع ہو، ان احتیاطی پہلوؤں کو مدنظر رکھنا چاہئے:

(۱) ''عن أبی ہریرۃؓ من حق إسلام المرأ ترکہ ما لایعنیہ''۔

(۲) ''وإن اشتغل بہ لتحصیل تلک المنفعۃ وبینۃ استجلاب المصلحۃ فہو مباح بل قد یرتقی إلی درجۃ الاستحباب أو أعظم منہ ..... وعلی ہذا الأصل فالألعاب التی یقصد بہا ریاضۃ الأبدان والأذہان جائز فی نفسہا ما لم تشتمل علی معصیۃ أخری، فما لم یؤد الانہماک فیہا إلی الإخلال بواجب الإنسان فی دینہ أو دنیاہ'' (تکملۃ فتح الملہم ۴،۴۳۵ قبیل کتاب الرؤیا مکتبۃ دار العلوم کراچی)۔

(۲) ''وحاصل الکلام أن ترویح القلب وتفریحہ ..... لا تمنعہا الشریعۃ السمحۃ برأسہا نعم تمنع الغلو والانہماک فیہا بحیث یضر بالمعاش أو المعاد وہذا ہو السر فی إباحۃ بعض الملاہی فی بعض الأحیان'' (تکملۃ فتح الملہم ۴،۴۳۴، احکام القرآن ۳،۱۹۳، ادارہ القرآن کراچی)۔

* * *

تیسرا باب

مختصرتحریریں

سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے منفی ومثبت پہلو

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی

جواب (۱) مستور الحال کی روایت معتبر ہے، ایسے پیغامات اوروں تک پہنچانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، ''قال عبد الفتاح روایۃ (مستور الحال) یحتج بہا لدی طائفۃ معتبرۃ من العلماء قال الحافظ السیوطی فی تدریب الراوی،۲۱۰ : وروایۃ المستور وہو عدل الظاہر مجہول العدالۃ باطنا یحتج بہا بعض من رد الأول یعنی مجہول العدالۃ ظاہراً وباطناً'' (حاشیۃ الرفع والتکمیل،۲۳۵)۔

جواب (۲) کوئی مقصد ہو ضمناً ہی صحیح ایسے شعبوں میں ملازمت سے حتی الوسع اجتناب کرے۔

جواب (۳) بچوں کے متاثر ہونے کا پہلو غالب ہے، اچھے اچھوں میں بیدار مغزی، تیقظ اور تدین کی کمی ہے، اس لئے اجتناب اولی ہے۔

جواب (۴) اس طریقۂ تعلیم میں مضرات زیادہ ہیں، منافع کم ہیں، حکم ظاہر ہے (دیکھئے مغربی میڈیا اور اس کے اثرات از نذر الحفیظ ندوی،۲۷۴-۲۸۳)۔

جواب (۵) صرف اچھی معلومات واچھے اخلاق تک اس ذریعہ کا استعمال درست ہوسکتا ہے۔

جواب (۶) تمامی صورتوں میں اس کا استعمال روا ہے، اس میں بہت ساری صعوبتوں سے بچا جاسکتا ہے۔

جواب (۷) اگر جائز آڈیو یا ویڈیو ہو تو درست ہونا چاہئے، ورنہ نہیں، حلال ذرائع آمدنی حلال اور حرام حرام۔

جواب (۸) گنجائش نہیں معلوم ہوتی۔

جواب (۹) گیم وقت کا ضیاع اور بہت بڑی تباہی کو دعوت دیتا ہے، اس لئے حتی الوسع بچا جائے۔

جواب (۱۰) بالکل نہیں۔

جواب (۱۱) یہ ایک طرح کا مال ہے، مصنف وناشر کی اجازت کے بغیر دست وبرد وغصب ہے جس کی شرعاً گنجائش نہیں۔

سوشل میڈیا کا استعمال - نفع ونقصان کے میزان میں

مفتی جمیل احمد نذیری•

١۔ سوشل میڈیا پر سماجی زندگی، دینی معلومات اور شرعی مسائل سے متعلق جو پیغامات آئیں، ان میں یہ طریقۂ کار اپنایا جائے کہ جو علمِ دین کا مستند واقف کار ہو، پیغام کی صحت پر پوری طرح مطمئن ہو اور یہ بھی محسوس کرے کہ دوسروں تک یہ بات پہونچنی چاہئے، تبھی دوسروں کو بھیجے، ورنہ ضروری نہیں کہ جو میسیج اس کے پاس آجائے، وہ دوسروں کو ضرور بھیجے، اورجو علمِ دین کا مستند واقف کار نہ ہو وہ پڑھ کر رہ جائے، دوسروں تک نہ بھیجے، یا پھر کسی مستند واقف کار کو دکھاکر، بتاکر، مشورہ لےکر بھیجے۔

ہر شخص کی یہ ذمہ داری نہیں اور ہر شخص پر یہ لازم نہیں ہے کہ کوئی دینی بات یا اچھی بات اس تک پہونچے تو وہ لازماً دوسروں کو پہونچائے، اس کے لئے اس کا اہل ہونا چاہئے اور اہل، مستند علماء ہیں۔

یہ کتمانِ علم میں نہیں آتا، جس پر احادیثِ کریمہ میں وعید آئی ہے، خود مستند علماء پر بھی لازم نہیں کہ وہ دین کی ہر بات دوسروں تک لازماً پہونچائیں۔

کتمانِ علم سے متعلق حدیث کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

''قال السید ھٰذا فی العلم اللازم التعلیم کاستعلام کافر عن الإسلام ماھو أوحدیث عھد به عن تعلیم صلوٰۃ حضر وکالمستفتی فی الحلال والحرام فإنه یلزم فی ھٰذہ الأمور الجواب لا نوافل العلوم الغیرالضروریة '' (مرقاۃ المفاتیح ١٫٢٨٦)۔

(سید نے کہا کہ یہ اس علم کے بارے میں ہے جس کی تعلیم لازم ہوتی ہے، مثلاً کسی کافر کو اسلام کے بارے میں بتانا یا نئے مسلمان ہوئے شخص کو نماز سکھانا اگر نماز کا وقت آچکاہو، اور جیسے حلال وحرام کے مستفتی کو حلال وحرام بتانا، ان امور میں جواب دینا لازم ہے، نہ وہ علوم جو نفلی ہیں، غیرضروری ہیں)۔

اس سے معلوم ہوا کہ حلال وحرام میں بھی پوچھنے پر بتانا لازم ہے، نہ پوچھنے پر بتانا لازم نہیں، پھر بغیر پوچھے اور دریافت کئے ازخود ہر دینی بات دوسروں تک بھیجنے کا سوال کہاں پیدا ہوا، اور غیرضروری باتوں میں تو بالکل نہیں پڑنا چاہئے۔

٢۔ جس سوشل میڈیا پر فحش اور ناجائز تصویریں آتی ہوں، اگر کوئی خود اس سے

• مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی۔

بچے اور دوسروں کی طرف اس کی ترسیل بھی نہ کرے، لیکن تکنیکی ضرورتوں کے سلسلے میں اس شعبے کی ملازمت کرے، تو بھی اس شعبے کی ملازمت درست نہیں، کیونکہ تعاون علی الاثم تو ضرور ہوگا، جس کی ممانعت ہے۔

''وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ'' (مائدہ: ٢)۔

(نیکی اور تقویٰ کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)۔

ضمناً بھی گناہ کے کام میں تعاون جائز نہیں۔

٣۔ جو مضامین اخلاقی اقدار کے استخفاف یا ملحدانہ افکار کے فروغ کے لئے ہوں، ایسے مضامین اگر کسی کے پاس آئیں تو وہ دوسروں کو نہ بھیجے جائیں، بلکہ ڈیلیٹ کردیئے جائیں۔

البتہ اس طرح کے مضامین ایسے شخص کو بھیجے جاسکتے ہیں جو ان کی قباحت وشناعت پراچھی طرح مطلع ہوکر اس کا کماحقہ رد کرسکے، اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو اس کو وہیں ڈیلیٹ کردیا جائے۔

٤۔ جب دینی تعلیم کا زبردست ناقابلِ تلافی نقصان ہورہا ہو تو طلبہ کو ضروری ومناسب ہدایات کےساتھ سوشل میڈیا (موبائل)کے ذریعہ تعلیم دی جاسکتی ہے، مگر یہ اضطراری درجہ کی چیز ہوگی، اور اسے ضرورت تک ہی محدود رکھا جائے، بلا ضرورتِ شدیدہ اس طرح تعلیم نہ دی جائے۔

٥۔ اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات وغیرہ کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال کیا جاسکتاہے، مگر بہت احتیاط کے ساتھ۔

٦۔ وقتی طور پر کام کو آگے بڑھانے کے لئے ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دارالقضاء کی کارروائی، دعویٰ، رفع الزام اور شہادت کی سماعت، نیز فریقین کی شناخت کرنا جائز ہوگا، مگر فیصلہ اس وقت کیا جائے جب عیاناً بھی یہ چیزیں ہوجائیں، خصوصاً شہادت اور فریقین کی شناخت کا معاملہ مجلسِ قضاء میں عیاناً ہونا چاہئے، کیونکہ شناخت میں اشتباہ ہوسکتاہے، دنیاوی عدالتوں کا معاملہ دوسرا ہے،وہاں تو دونوں طرف کے وکیل ہی سب کچھ ہوتے ہیں، فریقین سامنے آتے ہی نہیں۔

٧۔ اگر وہ آڈیو یا ویڈیو کسی شرعی قباحت سے مکمل محفوظ ہو تو اس کے ذریعہ روپیہ کمانا جائز ہوگا۔

٨۔ اپنے ویڈیو کی نشرواشاعت کے لئے ناجائز یا غیرمصدقہ اشتہار شامل کرنا درست نہ ہوگا، ناجائز کی تشہیر تو ناجائز ہے ہی، غیرمصدقہ اشتہار کی تشہیر میں بھی ناجائز کا پہلو موجود ہے۔

٩۔ آن لائن جو گیم کھیلے جاتے ہیں، وہ کس قسم کے ہوتے ہیں؟ جائز یا ناجائز؟ اور

جیتنے کی کیا صورت ہوتی ہے؟ اور جیتنے پر انعام کیسے دیا جاتاہے؟ ان کی تفصیلات کے بعد ہی اس سوال کا جواب دیا جاسکتاہے۔

١٠۔ کسی شخص کو اس کی اجازت یا اطلاع کے بغیر اپنے گروپ میں شامل کرنا درست نہیں، اِلَّا یہ کہ بہت قریبی تعلقات والا ہو اور پورا یقین ہو کہ قریبی روابط کی وجہ سے اسے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

کسی شخص کو اپنے گروپ میں شامل کرنا، اس کی مصروفیات میں دخل دینا ہے، اور کسی کی مصروفیات میں اس کی اجازت کے بغیر دخل نہیں دیا جاسکتا، اِلَّا یہ کہ انتہائی قریبی روابط کی وجہ سے برا نہ ماننے کا اندازہ ہو۔

١١۔ کسی ایسی کتاب کی PDF سوشل میڈیا پر بلا اجازت ڈالنا درست نہیں، جس کا مصنف یا جس مصنف کے ورثہ زندہ ہوں، اور اس میں وضاحت ہوکہ مصنف یا ناشر کی اجازت ضروری ہے، اس صورت میں جس کی اجازت کی صراحت ہو، اس سے اجازت لےکر ہی PDF بنانا اور ڈالنا چاہئے۔

رائلٹی کے جواز کےفتوے کے بعد مصنف یا ناشر کو اس طرح معاشی نقصان پہونچانا جائز نہیں۔

١٢۔ بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا کے استعمال میں کن امور کا لحاظ رکھنا اور کن باتونسے احتیاط برتنا ضروری ہے؟ اس کا جواب وہی دے سکتاہے جو سوشل میڈیا کی حقیقت اور اس کے مالہ وماعلیہ سے بھرپور واقفیت رکھتاہو، احقر کی معلومات اس سلسلے میں بہت معمولی ہیں۔

سوشل میڈیا سے متعلق چند فقہی مسائل

مولانا اختر امام عادل قاسمی•

سوشل میڈیااس عہدکاسب سے مؤثر اورسستا ذریعۂ ابلاغ ہے،اورخیروشردونوں کے لئےاس کااستعمال ہوتاہے،فی نفسہ اس ذریعہ میں کوئی قباحت نہیں ہے، مقاصداوراستعمال کےلحاظ سےاس پرحکم جاری ہوگا،اس ضمن میں چندسوالات کےجوابات پیش خدمت ہیں :

سوشل میڈیاپرآنےوالےپیغامات دوسروں کی طرف منتقل کرنا :

(١)سوشل میڈیاپرسماجی زندگی ،دینی معلومات اورشرعی مسائل سے متعلق بہت سے پیغامات آتے رہتے ہیں، بعض پیغام بھیجنےوالےکےبارے میں معلوم ہوتا ہے، اوربعضوں کےبارے میں معلوم نہیں ہوتاکہ یہ کس حدتک معتبرہیں یانہیں ،گویافقہ کی اصطلاح میں ان کی حیثیت مستورالحال کی ہوتی ہے،ایسے پیغامات کوبغیراطمینان اور تحقیق کےآگے بڑھانادرست نہیں ہے ،اس لئے کہ :

*ہرسنی ہوئی بات دوسروں تک پہنچاناجھوٹے لوگوں کاشعارہے،حدیث میں آتاہے :

''كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ '' (صحیح مسلم ١،٨، حدیث نمبر: ٧)۔

*اس سے امن وامان کی فضامتأثر ہوتی ہےاورماحول میں فسادبرپا ہوتاہے، قرآن کریم میں اس کوضعف ایمان کی علامت قراردیاگیاہے:

'' وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ'' (النساء: ٨٣)۔

اسی لئےقرآن کریم نےان خبروں کی تحقیق کاحکم دیاہےجوایسی جہتوں سے آئی ہوں جن کی ثقاہت وصلاح معلوم نہ ہو،ورنہ اس کانتیجہ ندامت کےسواکچھ نہ نکلے گا :

''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ'' (الحجرات: ٦)۔

سوشل میڈیا کی ملازمت:

(٢)سوشل میڈیاپربہت سی فحش اورناجائزتصویریں بھی آتی ہیں ،لیکن اگرکوئی شخص ان کی ترسیل واشاعت میں عملاً شریک نہ ہو،اوراپنےآپ کوان سے بچاتے ہوئے تکنیکی ضرورتوں کےسلسلہ میں اس شعبہ میں ملازمت کرے تواس کی گنجائش ہے،اس لئےکہ اصلاًیہ ایک ذریعۂ نشرواشاعت ہے،اس میں فی نفسہ کوئی قباحت نہیں ہے ،یہاں قباحت لغیرہ ہے جواستعمال اورارادہ سے پیداہوتی ہے ،اس لئےاگرکوئی دوسری پاک صاف

• جامعہ ربانی منورا شریف، سمستی پور، بہار۔

ملازمت میسرنہ ہوتو نیت واستعمال کی تطہیرکےساتھ اس شعبہ میں کام کرنےمیں حرج نہیں ہے،فقہاء نےاس کی اجازت دی ہے:

''أَنَّ آلَةَ اللَّهْوِ لَيْسَتْ مُحَرَّمَةً لِعَيْنِهَا، بَلْ لِقَصْدِ اللَّهْوِ مِنْهَا إمَّا مِنْ سَامِعِهَا أَوْ مِنْ الْمُشْتَغِلِ بِهَا وَبِهِ تُشْعِرُالْإِضَافَةُ أَلَاتَرَى أَنَّ ضَرْبَ تِلْكَ الْآلَةِ بِعَيْنِهَا حَلَّ تَارَةً وَحَرُمَ أُخْرَى بِاخْتِلَافِ النِّيَّةِ بِسَامِعِهَا وَالْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا'' (شامی ٥٠٥،٩)۔

''وَلَوْ اسْتَأْجَرَ الذِّمِّيُّ مُسْلِمًا لِيَبْنِيَ لَهُ بِيعَةً أَوْ كَنِيسَةً جَازَ وَيَطِيبُ لَهُ الْأَجْرُ. كَذَا فِي الْمُحِيط'' (ہندیہ ٤٥٠،٤)۔

''(قَوْلُهُ وَجَازَ تَعْمِيرُ كَنِيسَةٍ) قَالَ فِي الْخَانِيَّةِ: وَلَوْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَعْمَلَ فِي الْكَنِيسَةِ وَيُعَمِّرَهَا لَا بَأْسَ بِهِ لِأَنَّهُ لَا مَعْصِيَةَ فِي عَيْنِ الْعَمَلِ'' (شامی ٣٩١،٦)۔

اسی طرح جس سائٹ کابنیادی مقصدفحش ویڈیویاآڈیوکی اشاعت نہ ہو،لیکن جزوی طورپریہ عمل بھی انجام پاتا ہو، اس میں بھی اپنےآپ کومحفوظ رکھتے ہوئے ملازمت کی گنجائش ہے، فقہاء کی عبارتوں سے یہی مترشح ہوتاہے:

''وَإِذَا اسْتَأْجَرَالذِّمِّيُّ مِنْ الْمُسْلِمِ دَارًايَسْكُنُهَافَلَا بَأْسَ بِذَلِكَ، وَإِنْ شَرِبَ فِيهَا الْخَمْرَ أَوْعَبَدَ فِيهَا الصَّلِيبَ أَوْ أَدْخَلَ فِيهَا الْخَنَازِيرَ وَلَمْ يَلْحَقْ الْمُسْلِمَ فِي ذَلِكَ بَأْسٌ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يُؤَاجِرُهَا لِذَلِكَ إنَّمَا آجَرَهَا لِلسُّكْنَى، كَذَا فِي الْمُحِيط'' (ہندیہ ٤٥٠،٤)، ''وَإِذَا اسْتَأْجَرَ الذِّمِّيُّ ذِمِّيًّا لِيَنْقُلَ الْخَمْرَ جَازَ عِنْدَهُمْ لِأَنَّ الْخَمْرَ عِنْدَهُمْ كَالْخَلِّ عِنْدَنَا'' (ہندیہ٤٤٩،٤)۔

'' (وَ) جَازَ (بَيْعُ عَصِيرِ) عِنَبٍ (مِمَّنْ) يُعْلَمُ أَنَّهُ (يَتَّخِذُهُ خَمْرًا) لِأَنَّ الْمَعْصِيَةَ لَا تَقُومُ بِعَيْنِهِ بَلْ بَعْدَ تَغَيُّرِهِ وَقِيلَ يُكْرَهُ لِإِعَانَتِهِ عَلَى الْمَعْصِيَةِ، (قَوْلُهُ وَجَازَ) أَيْ عِنْدَهُ لَا عِنْدَهُمَا بَيْعُ عَصِيرِ عِنَبٍ أَيْ مَعْصُورُهُ الْمُسْتَخْرَجُ مِنْهُ فَلَا يُكْرَهُ بَيْعُ الْعِنَبِ وَالْكَرْمِ مِنْهُ بِلَا خِلَافٍ'' (شامی ٣٩١،٦)، ''لَا يُكْرَهُ بَيْعُ مَا لَمْ تَقُمْ الْمَعْصِيَةُ بِهِ كَبَيْعِ الْجَارِيَةِ الْمُغَنِّيَةِ وَالْكَبْشِ النَّطُوحِ وَالْحَمَامَةِ الطَّيَّارَةِ وَالْعَصِيرِوَالْخَشَبِ مِمَّنْ يُتَّخَذُ مِنْهُ الْمَعَازِفُ'' (شامی ٣٩١،٦)۔

سوشل میڈیاکےملحدانہ اورغیراخلاقی مضامین دوسروں کوبھیجنا

(٣)سوشل میڈیا پربعض ایسے مضامین آتے ہیں جو ملحدانہ افکار، اسلام پر اعتراضات، اور اخلاقی اقدار کے استخفاف پرمشتمل ہوتے ہیں، ان کامقصد ہی ملحدانہ افکار کافروغ ہوتاہے، عام حالات میں ایسے مضامین دوسروں کو بھیجنا یک گونہ تعاون علی المعصیت ہے، اس لئے کہ عام لوگ اس طرح کےمضامین پڑھ کرذہنی تشویش اور فکری گمراہی میں مبتلا ہوسکتے ہیں، الایہ کہ متعین طورپرصرف ایسے افراد کو بھیجا جائےجوان مضامین کوردکرنےکی اہلیت رکھتے ہوں ،بلکہ اپنانقطۂ نظرواضح کرکے ان سے رد کی درخواست بھی کی جائے،قرآن کریم نےایسے مواقع پراولوالامراوراصحاب علم کی طرف رجوع کرنے کاحکم دیاہے:

''وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ

مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا" (النساء : ٨٣)۔

اس کے بعد اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان چیزوں کادفاع کریں اورامت مسلمہ کو فکری انتشارسے بچائیں :

''وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (آل عمران: ١٠٤)۔

حضرت تمیم الدارمیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: '' الدِّينُ النَّصِيحَةُ" قُلْنَا لِمَنْ قَالَ: ''لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ" (مسلم، رقم الحدیث: ٢٠٥)۔

'' يَجِبُ إِعَانَةُ الْمُسْلِمِينَ بِدَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِّ أَوِ الْخَاصِّ عَنْهُمْ، لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى:''وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" وَلِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَيَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ " (الموسوعہ الفقہیہ ٥،١٩٦)۔

آن لائن تعلیم کاحکم :

(٤)سوشل میڈیاکااستعمال آج کل آن لائن تعلیم کےلئےبھی ہورہاہے،بعض جہتوں سے یہ بہت نفع بخش بھی ہے، لیکن اس کااستعمال پختہ عمر والوں کے لئے ہی (یعنی اعلیٰ تعلیم کےلئے) مناسب ہے،جب انسان میں خیروشرکی تمیز آجاتی ہے،اوراس میں اپنےآپ پر قابو پانے کی صلاحیت بھی پیداہوجاتی ہے، نوعمر طلبہ کے لئےموجودہ حالات میں یہ زہر قاتل ہے، صحت کےعلاوہ اخلاقی فسادکابھی سخت اندیشہ ہے،اخلاقی تربیت کےبغیر خالی تعلیم ہرگزسودمند نہیں ہے، صحیح ہے کہ تعلیم کا نفع کچھ نہ کچھ اس سے حاصل ہوجاتا ہے، خاص طورپرموجودہ پس منظرمیں جب اکثرتعلیمی ادارے بند پڑے ہیں اورطلبہ علم سے برگشتہ ہوتے جارہے ہیں،ایسے وقت میں آن لائن تعلیم سے کچھ نہ کچھ علم کی خوبوپیداہوجاتی ہے،لیکن شریعت میں دفع مضرت جلب منفعت سے مقدم ہے،قرآن کریم نے شراب اورجوا کی مثالیں دی ہیں اوران کےفی الجملہ منافع کابھی اعتراف کیاہے، مگردفع مضرت کےلئےان کوحرام قراردیاگیا:

''يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ " (البقرہ: ٢١٩)۔

فقہ کامشہوراصول ہے کہ دفع مضرت جلب مصلحت سے مقدم ہے:

''درءالمفاسد أولى من جلب المنافع أي إذاتعارضت مفسدة ومصلحةيقدم دفع المفسدة على جلب المصلحة فإذاأرادشخص مباشرة عمل ينتج منفعةله ولكنه من الجهة الأخرى يستلزم ضررا مساويا لتلك المنفعة أوأكبرمنهايلحق بالآخرين فيجب أن يقلع عن إجراءذلك العمل درءاللمفسدة المقدم دفعها على جلب المنفعة.لأن الشرع اعتنى بالمنهيات أكثرمن اعتنائه بالمأموربها" (درر

الحکام شرح مجلہ الاحکام علی حیدر ۱۶،۴)۔

''لأن دفع المفسدة)المستفادةمن النهي(أهم من جلب المنفعة)المستفادةمن الأمرولذا رجح أئمتنا حديث النهي عن الصلاة في الأوقات المكروهة على قوله صلى الله عليه وسلم" (فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۴۴۰،۳)۔

ایک اورشرعی اصول سے اس پرروشنی پڑتی ہےکہ جب دومصیبتیں جمع ہوجائیں توہلکی مصیبت قابل قبول ہوگی:

''مَنْ اُبْتُلِيَ بِبَلِيَّتَيْنِ،وَهُمَامُتَسَاوِيَتَانِ يَأْخُذُبِأَيَّتِهِمَاشَاءَ،وَإِنْ اخْتَلَفَايَخْتَارُأَهْوَنَهُمَا" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۸۹)۔

تعلیم کانقصان ایک مصیبت ہے، مگراخلاقی اورطبی مفسدہ اس سے بھی بڑی مصیبت ہے ،نوعمری میں بچوں کےبہک جانے کی صورت میں ان کوبچانابہت مشکل ہے، یہ ایساپرائیوٹ معاملہ ہےکہ ان کی نگرانی بھی نہیں کی جاسکتی ہے، اس لئے جانتے بوجھتےبچوں کو اس دلدل میں جانے کی اجازت دینامناسب نہیں ہے ، قرآن کریم کاحکم ہے کہ اپنے آپ کوہلاکت میں مت ڈالو:

''وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ " (البقرہ: ۱۹۵)۔

علاوہ تعلیم کامروجہ نظام ڈیڑھ دوصدیوں کی پیداوار ہے ،اسی کو اختیار کرنا کیا ضروری ہے، پہلےزمانے میں شخصی طور پر علماء یہ خدمت انجام دیتے تھے، اس لاک ڈاؤن کے نتیجےمیں اکثرعلماء اورطلبہ اپنےاپنےگھروں میں تھے، ہرمقام پرشخصی طور پر طلبہ کوعلماء سے مربوط کرنے کی تحریک کی جاسکتی تھی،اورعلماء کواس کے لئےآمادہ کیا جاسکتاتھا ،علم کےتحفظ کا یہ فطری طریقہ ہےجوپہلےبھی رائج تھا اورآج بھی اسے اختیارکیاجاسکتاہے۔

سوشل میڈیا کوخدمت دین کاذریعہ بنانا:

(۵)سوشل میڈیا کواسلام کی اشاعت اوردینی معلومات کی فراہمی اوراخلاقی تعلیمات کی توسیع واشاعت کے لئے استعمال کرنادرست ہے ،گوکہ اس کےذریعہ برائیاں بھی کافی پھیل رہی ہیں ،لیکن امورمیں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے، اور اسی لحاظ سے ان پر حکم عائد ہوتاہے :

''الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا " (الاشباہ والنظائر،۲۳)۔

''وَذَكَرَ قَاضِي خَانَ فِي فَتَاوَاهُ إنَّ بَيْعَ الْعَصِيرِ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا إنْ قَصَدَ بِهِ التِّجَارَةَ فَلَا يَحْرُمُ وَإِنْ قَصَدَ بِهِ لِأَجْلِ التَّخْمِيرِ حَرُمَ" (الاشباہ والنظائر،۲۷)۔

ویڈیوکانفرنس کےذریعہ دارالقضاء کی کاروائی:

(۶)ویڈیوکانفرنس کےذریعہ دارالقضاء کی کاروائی، دعوی، رفع الزام اورشہادت کی سماعت، نیزفریقین کی شناخت کرنا وغیرہ درست اور معتبرنہیں ہے، اس لئےکہ عدالتی

معاملات کی بنیادیقین پرہوتی ہےجب کہ موجودہ ٹیکنیکل دور میں ویڈیو کےذریعہ حاصل شدہ تصاویر اورمعلومات پریقین نہیں کیاجاسکتا، وہ ترمیم وتبدیل کےاندیشے سے پاک نہیں ہیں، اسی اندیشہ کی وجہ سےفقہاء نےمحض خط کوفیصلہ کی بنیادبنانے سےروکاہے:

''وَفِي الْأَشْبَاهِ لَا يَعْتَمِدُ عَلَى الْخَطِّ وَلَا يَعْمَلُ بِمَكْتُوبِ الْوَقْفِ الَّذِي عَلَيْهِ خُطُوطُ الْقُضَاةِ الْمَاضِينَ، لَكِنْ قَالَ الْبِيرِيُّ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهِ لَا يَعْتَمِدُ أَيْ لَا يَقْضِي بِذَلِكَ عِنْدَ الْمُنَازَعَةِ؛ لِأَنَّ الْخَطَّ مِمَّا يُزَوَّرُ وَيُفْتَعَلُ كَمَا فِي مُخْتَصَرِ الظَّهِيرِيَّةِ''(رد المحتار ٣٧٠،٥).

اوراسی یقین کےحصول کےلئے فقہاء نے عدالتی کاروائی کی تکمیل کےلئے اکثرمجلس قاضی میں فریقین اورگواہوں کی حاضر ی کولازم قراردیا ہے:

''فَصْلٌ :إذَا انْعَقَدَ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي مَقَالٌ بِإِقْرَارٍ أَوْ إنْكَارٍ وَشَهِدَتْ بِهِ شُهُودُ الْمَجْلِسِ عِنْدَ الْقَاضِي أَنْفَذَ تِلْكَ الْمَقَالَةَ عَلَى قَائِلِهَا وَلَمْ يُعْذِرْ إلَيْهِ فِي شَهَادَةِ شُهُودِهَا لِكَوْنِهَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَعِلْمِهِ بِهَا وَقَطْعِهِ بِحَقِيقَتِهَا ، وَهَذَا هُوَ الْإِجْمَاعُ مِنْ الْمُتَقَدِّمِينَ وَالْمُتَأَخِّرِينَ ، قَالَهُ أَبُو إبْرَاهِيمَ إسْحَاقُ بْنِ إبْرَاهِيمَ التُّجِيبِيُّ .وَقَالَهُ ابْنُ الْعَطَّارِ ، وَبِهِ جَرَى الْحُكْمُ وَالْعَمَلُ عِنْدَ الْحُكَّامِ'' (تبصرة الحكام فی اصول الاقضیہ ومناہج الاحکام ٤٦٢،١).

''إخْبَارُ صِدْقٍ لِإِثْبَاتِ حَقٍّ بِلَفْظِ الشَّهَادَةِ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي'' (رد المحتار ٤٦١،٥).

''الْفَصْلُ الثَّانِي فِي بَيَانِ كَيْفِيَّةِ أَدَاءِ الشَّهَادَةِ الْمَادَّةُ (٦٨٧١) - (لَا تُعْتَبَرُ الشَّهَادَةُ الَّتِي تَقَعُ فِي خَارِجِ مَجْلِسِ الْمُحَاكَمَةِ).

وَالشَّرْطُ الْعَائِدُ لِلْمَكَانِ فِي الشَّهَادَةِ هُوَ كَوْنُهَا فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي فَلِذَلِكَ لَا تُعْتَبَرُ الشَّهَادَةُ الَّتِي تَقَعُ فِي خَارِجِ مَجْلِسِ الْمُحَاكَمَةِ (الدُّرُّ الْمُخْتَارُ).

مَثَلًا لَوْ أَقَامَ الْمُدَّعِي شَاهِدَيْنِ فِي حُضُورِ الْقَاضِي بِأَنَّ فُلَانًا وَفُلَانًا قَدْ شَهِدَا عَلَى مُدَّعَاهُ فِي الْمَوْضِعِ الْفُلَانِيِّ لَا تُقْبَلُ'' (درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام ٨٩،١٢).

سوشل میڈیاپرآڈیویاویڈیوکےذریعہ پیسےکمانا:

(٧)سوشل میڈیاپربعض آڈیویاویڈیوڈالےجاتے ہیں ،جن کےسننے ،دیکھنے اور بھیجنے پرکمپنی پیسے دیتی ہے،یہ بھی تشہیر کاایک طریقہ ہے، اگرآڈیویاویڈیوکسی ناجائز امر پرمشتمل نہ ہو، تواس کے ذریعہ پیسہ کمانا درست ہے،البتہ ویڈیو میں تصویر کامسئلہ قباحت سے خالی نہیں ہے، بلاضرورت اس کوذریعہ بنانے کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی۔

''وَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ وَهُوَ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومًا عِلْمًا يَمْنَعُ الْمُنَازَعَةَ فَإِنْ كَانَ مَجْهُولًا جَهَالَةً مُفْضِيَةً إلَى الْمُنَازَعَةِ يَمْنَعُ صِحَّةَ الْعَقْدِ وَإِلَّا فَلَا'' (الہندیہ ٤١١،٤).

اپنی ویڈیوکی نشرواشاعت کےلئےغیرمصدقہ یاناجائزاشتہارات کوشامل کرنا:

(٨)اپنی ویڈیوکی نشرواشاعت کےلئےغیرمصدقہ یاناجائزاشتہارات کوشامل کرنا درست نہیں، اس لئےکہ یہ کذب اورفریب ہے۔

آن لائن گیم میں شامل ہونا:

(۹) آج کل آن لائن بھی بعض گیم کھیلےجاتے ہیں، اور جیتنے پر انعام بھی دیا جاتا ہے، ایسے گیم میں شامل ہونا اور اس کوانعام حاصل کرنےکا ذریعہ بناناجائزنہیں، اس لئے کہ یہ لغو اور لایعنی کام ہے،اس میں لگ کرانسان اپنےدین ودنیا کو تباہ کرلیتا ہے، اپنےفرائض اورذمہ داریوں سے غافل ہوجاتاہے،اگرپیسہ کی شرط نہ ہوتب بھی ویڈگیم میں شرکت کرنا مکروہ تحریمی ہے، جیساکہ فقہاء نےنرداورشطرنج کھیلنے کومکروہ تحریمی قراردیاہے :

‘‘كُرِهَ تَحْرِيمًا (اللَّعِبُ بِالنَّرْدِ وَ) كَذَا (الشِّطْرَنْجِ) ” (درمختار ۳۹۴،۶)۔

سوشل میڈیاگروپ میں کسی کانام شامل کرنا:

(۱۰)آج کل سوشل میڈیاپرگروپ بنائے جاتے ہیں، اور گروپ میں شامل افراد کو میسیج بھیجے جاتے ہیں، مناسب یہ ہے گروپ میں شامل کرنےسے قبل اس سے اجازت حاصل کرلی جائے، بلااجازت کسی کا نام اپنے گروپ میں شامل کرنا ناجائزتونہیں، لیکن نامناسب (خلاف اولیٰ، مکروہ تنزیہی)ضرورہے، ناجائزاس لئےنہیں ہے کہ یہ عرف شائع ہے، لوگ مختلف مقاصدکےتحت اپنےہم ذوق لوگوں کی ٹیم تیارکرتےہیں، اورتبادلۂ خیالات کی دعوت دیتے ہیں، اور پھر شامل کئےجانے کےبعد انسان گروپ میں رہنےپرمجبورنہیں ہوتا، اگرپسندنہ آئے تواپنی مرضی سے خارج ہو سکتاہے،البتہ ایسے مخصوص اورشناشاحضرات جن کی ناگواری کااندیشہ نہ ہوان کو بلااطلاع بھی گروپ میں شامل کیاجاسکتاہے،دراصل اس کی بنیاد انسان کےایذاء وناگواری پرہے ،بعض لوگ زیادہ پیغامات پڑھنے میں الجھن اورتکلیف محسوس کرتے ہیں ،بعض مرتبہ بعض اشخاص کےقلب ودماغ پراس کےمنفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں،کبھی گروپ میں غلط تبصروں کی بنیاد پر قانونی طورپرانسان پھنس بھی جاتا ہے،اس لئےجہاں ناگواری اورایذارسانی کااندیشہ ہووہاں ہرگز بلاعلم واجازت گروپ میں نام شامل نہ کرے، اورجہاں یہ اندیشہ نہ ہوشامل کرنےمیں حرج نہیں،گوکہ بلاعلم واطلاع مناسب نہیں۔

‘‘لا يحل لامرئ أن يأخذ عصا أخيه بغير طيب نفس منه” (ابن حبان۳۱۶،۱۳ بحوالہ منتخب احادیث،۵۴۷)۔

‘‘لَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي مَالِ غَيْرِهِ بِلَا إِذْنِه” (الدر المختار مع الشامی۲۹۱،۹)۔

‘‘لا يجوز لأحد أن يتصرف فی ملک الغير بغير إذنه” (قواعد الفقہ،۱۱۰)۔

کتابوں کی پی ڈی ایف سوشل میڈیاپرڈالنا:

(۱۱)آج کل اہم اورمقبول کتابوں کی پی ڈی ایف بکثرت سوشل میڈیاپرڈالی جاتی ہے، اوراس کی نشرواشاعت کی جاتی ہے، اگران کےحقوق نشر وتصنیف محفوظ ہوں توان کی اجازت کے بغیرسوشل میڈیاپرکتابوں کی پی ڈی ایف بناکر ڈالنا درست نہیں، کہ یہ

حق تلفی ہے، البتہ حقوق تصنیف واشاعت محفوظ نہ ہوں، اوران کی اشاعت ناشرین یامصنفین کی ناگواری یامالی نقصان کاباعث نہ ہو، تواس میں حرج نہیں،بلکہ یہ کارخیر اورقابل تحسین ہے۔

''لَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي مَالِ غَيْرِهِ بِلَا إِذْنِهِ'' (الدر المختار مع الشامی ۹؍۲۹۱)۔

''لا يجوز لأحد أن يتصرف فی ملک الغير بغير إذنہ'' (قواعد الفقہ؍۱۱۰)۔

سوشل میڈیاکےاستعمال کےلئےضروری ہدایات :

(۱۲)بحیثیت مجموعی سوشل میڈیاکےاستعمال میں درج ذیل باتوں کالحاظ رکھا جانا چاہئے:

*حق وصداقت کوشعاربنایاجائے ۔

*جھوٹی اورفتنہ انگیزچیزوں کی اشاعت سے گریزکیاجائے۔

*کسی کومالی یاذہنی نقصان نہ پہنچایاجائے۔

*کسی معززشخصیت کی توہین نہ کی جائے۔

*لب ولہجہ مثبت رہے، جارحانہ نہ بنے ۔

*ایسی چیزیں نہ ڈالی جائیں جواخلاقی،فکری اوردینی لحاظ سے ناپسندیدہ ہو۔

*حد اعتدال قائم رہے، اوراپنےفرائض دینی ودنیوی سے غفلت نہ ہو، اورنہ صحت پرمنفی اثرات مرتب ہوں وغیرہ۔

موجودہ دور میں سوشل میڈیا کا استعمال

مفتی عبد الرحیم قاسمی•

الجواب ۔١) سوشل میڈیا پر آنے والے پیغامات دینی معلومات پر مشتمل ہوں تو کسی مستند کتاب کا حوالہ ہونا یا معتمد عالم کی طرف منسوب ہونا ضروری ہے اور سماجی پیغامات کے متعلق اگر قرائن سے معلوم ہو کہ یہ حقیقت پر مبنی ہیں اور ان پیغامات سے کسی کی دل آزاری اور اذیت رسانی نہیں ہوتی اور کسی کی تحقیر و توہین نہیں ہوتو ان پیغامات کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے، اگر چہ وہ مستور الحال شخص کی جانب سے ارسال کئے گئے ہوں۔

''وأمامستور الحال فالظاہر أنہ لا تقبل شہادتہ و روی الحسن عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ أنہ تقبل شہادتہ و ہو الصحیح'' (فتاوی عالمگیری ١٩٧،١)۔

الجواب۔٢) ملازمت کرنے والا جائز کاموں کے کرنے کی ملازمت کرتا ہے اور ناجائز تصویروں کی ترسیل سے بچتا ہے اور اس میں تعاون بھی نہیں کرتا تو اس کے لئے ملازمت کرنا جائز ہے،اگر سائٹ کا مقصد بے حیائی پر مبنی آڈیو اور ویڈیو کی اشاعت نہ ہو مگر ضمنی طور پر یہ کا م بھی ہوتا ہو تو معصیت کا سبب بننے کی وجہ سے اس میں ملازمت مکروہ ہوگی۔

الجواب۔٣)ملحدانہ افکار و نظریات پر مشتمل مواد جسکو بھیجا گیا ہے اگر وہ علماء دین ہیں جو ان مضامین کی غلطیوں اور گمراہیوں کو سمجھ لیں گے اور انکی تردید کریں گے تو انکو بھیجنا جائز ہوگا، لیکن عوام کو بھیجنا جائز نہیں، اس سے الحاد اور گمراہی کی اشاعت و اعانت لازم آئیگی۔

الجواب۔٤)کورونا وباء کی وجہ سے مدارس اور اسکولوں میں تعلیم بند کر دی گئی اور دینی و عصری تعلیم جاری رکھنے کے لئے آن لائن تعلیم کا سلسلہ شروع کیا گیا، اس میں یہ احتیاطی تدبیر اختیار کی جائے کہ محدود وقت کیلئے بقدر ضرورت ہی طلباء کو موبائل دئے جائیں اور ہدایت کی جائے کہ فحش تصویروں اور ملحدانہ نظریات پر مشتمل مواد کو دیکھنے اور سننے سے پرہیز کریں اور انکی نگرانی کی جائے، بے احتیاطی کرنے پر موبائل واپس لے لیا جائے، کیونکہ ایمان و اخلاق کی حفاظت زیادہ ضروری ہے، اگر دینی ذوق بنا دیا جائے تو وہ خود بھی غلط قسم کے مناظر سے پرہیز کریں گے ۔

• دار العلوم جامعہ محمودیہ خیر العلوم بھوپال۔

الجواب۔۵) سوشل میڈیا بہت سی اچھی معلومات بھی فراہم کرتا ہے اور برائی کو پھیلانے میں بھی اس کا بڑا کردار ہے، باطل طاقتیں سوشل میڈیا کے ذریعہ کفر و الحاد اور فحاشی و عریانیت کو پھیلا رہی ہیں اور اسلام کی صورت مسخ کرکے اور بگاڑ کر پیش کر رہی ہیں، فکری جہاد کرنے کے لئے انہی کے ہتھیاروں سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے، تاکہ مسلمانوں کو ارتداد اور اخلاق کے فساد سے بچایا جا سکے، ایسی صورت میں اسلام کی اشاعت و دفاع اور دینی معلومات کی فراہمی کیلئے سوشل میڈیا کا استعمال کرنا ضروری ہے ۔

الجواب۔۶) اصل مسئلہ یہ ہے کہ فریقین اور گواہوں کا قاضی کی مجلس میں حاضر ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ فریقین کی باتوں کو سن سکے اور گواہی کی سماعت کر سکے اور انکے احوال چہروں کے بدلتے ہوئے آثار ونقوش، طریقہ گفتگو اور طریقہ ادا پر گہری نظر رکھ سکیں، اسی لئے احناف کے نزدیک قضا علی الغائب جائز نہیں، پس اگر وہ اپنی طرف سے کسی کو نائب مقرر کرکے قاضی کی مجلس میں بھیج دے تو اس کے وکیل کی موجودگی میں قاضی فیصلہ سنا سکتا ہے، یہ مسئلہ اس وقت ہے جبکہ گواہوں نے قاضی کی مجلس میں حاضر ہو کر گواہی دیدی ہے، فیصلہ سناتے وقت مدعی علیہ غائب ہے، اس کا وکیل موجود ہے تو اس کی موجودگی میں بھی فیصلہ سنایا جا سکتا ہے، لیکن فیصلہ کی بنیاد گواہی پر ہوتی ہے اور شاہد حاضر ہی کو کہتے ہیں، اس لئے گواہ غائب ہونے کی صورت میں فیصلہ نہیں ہو سکتا، اس سے معلوم ہوا کہ ویڈیو کانفرسنگ کو قضاء علی الغائب پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ویڈیو کانفرسنگ کی صورت میں فریقین کی بات کو قاضی سن سکتا ہے، بلکہ ان کو دیکھ بھی سکتا ہے اور ان کے چہرے پر بدلنے والے آثار و نقوش اور طریقہ گفتگو پر گہری نگاہ رکھ سکتا ہے، لیکن و یڈیو کا نفرسنگ میں مکسنگ کا خطرہ ہے، لہٰذا ویڈیو کانفرسنگ کے ذریعہ دارالقضاء کی بنیادی کاروائی دعویٰ، رفع الزام اور شہادت کی سماعت، فریقین کی شناخت نہیں کی جا سکتی، البتہ قاضی کے روبرو یہ تمام مراحل مکمل ہونے کے بعد صرف فیصلہ سنانے کیلئے ویڈیو کانفرسنگ کی گنجائش ہوسکتی ہے ۔

‘‘لا یجوز القضاء علی الغائب إلا إذا رأی القاضی مصلحۃ فی الحکم لہ و علیہ فإنہ ینفذ لأنہ مجتھد فیہ قلت و ظاھرہٗ ولو کان القاضی حنفیا ولو فی زماننا’’ (شامی۴، ۳۳۹)۔

البتہ کورونا جیسی سخت مجبوری ہو اور فریقین اور گواہوں کو عدالت میں حاضر نہیں کیا جا سکتا ہو تو ویڈیو کانفرسنگ کے ذریعہ دارالقضاء کی کاروائی اور گواہوں کی سماعت و تعدیل کی بھی گنجائش ہے ۔

‘‘فی الخامس من جامع الفصولین عن الخانیہ غاب المدعی علیہ بعد ما برہن علیہ أو غاب الوکیل بعد قبول البینۃ قبل التعدیل أو مات الوکیل ثم عدلت تلک البینۃ لا یحکم بھا و قال

أبو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یحکم و ہذا أرفق بالناس" (شامی۴، ۳۳۶)۔

الجواب۔۷)جو آڈیو ویڈیو جائز امور پر مشتمل ہوں انکو سننا اور دیکھنااور کسی کو بھیجنا اور اس پر کمپنی جو پیسے دیتی ہے وہ لینا جائز ہے۔

الجواب۔۸) اپنی ویڈیو کی نشر و اشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہار ات کو شامل کرنے کا اختیار ہو تو انکو شامل کرنا جائز نہیں اور اگر کمپنی کی طرف سے انکو شامل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے کہ اسکے بغیر اپنی ویڈیو کی نشر واشاعت نہیں ہوسکتی تو اہون البلیتین کو اختیار کرتے ہوئے بدرجہ مجبوری اسکی گنجائش ہوسکتی ہے۔

الجواب۔۹)کمپیوٹر یا موبائل پر ایسے کھیل جس میں جاندار کی تصویر نہ ہو یا جاندار کی تصویر واضح اور نمایاں طور پر نظرنہ آتی ہو اور تصویر کی صحیح شناخت نہ ہو رہی ہو اور نہ موسیقی میں شامل ہو اور نہ اس میں جوا شامل ہو تو نابالغ بچوں کے لئے ایسا کھیل جائز ہے اور اگر محض تفریح طبع کے لئے یہ کھیل کھیلا جائے اور اس کی وجہ سے فرائض اور ددیگر حقوق واجبہ میں کوتاہی نہ ہوتی ہو تو بالغوں کے لئے بھی اسکی گنجائش ہے، تاہم اس میں اس قدر انہماک نہ ہو کہ فرائض اور دیگر حقوق واجبہ کی ادائیگی میں سستی ہونے لگے تو پھر جائز نہیں ہوگا ۔

الجواب۔۱۰)جائز کاموں کے لئے گروپ بنائے جائیں اور مسیج بھیجے جائیں تو متعلقہ شخص کی اجازت سے اسکو گروپ میں شامل کرنا درست ہے ۔

الجواب۔۱۱)حقوق طبع کے متعلق فتاوی رحیمیہ میں ہے:'' کسی مصنف کی کتاب جو اسکی شب و روز کی شدید محنت کے بعد معرض و جود میں آئی ہے اسکو طبع کرنے کا سب سے پہلا حق خود مصنف کو حاصل ہے اور اسکا مقصد علم کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ہی مصنف کے لئے مالی منفعت کا حصول بھی ہے تو جب تک مصنف کا حق اس کے ساتھ وابستہ ہے دوسرے کا حق اس کے ساتھ متعلق نہ ہوگا، مصنف کی طرف سے کتاب کی معتد بہ تعداد کی اشاعت کے باوجود جو تاجر ان کتب اسکی کتاب کو بلا اجازت چھاپ لیتے ہیں وہ اس کتاب کی مقبولیت سے مالی و تجارتی فائدہ حاصل کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں اور انکا یہ عذر نا مسموع ہے کہ انہوں نے علم کی اشاعت کے لئے ایسا کیا ہے، کیونکہ اگر ان کے دل میں علم کی وقعت و اشاعت علم کا جذبہ ہوتا تو وہ بڑی تعداد میں مصنف سے کتاب خرید کر غریبوں میں مفت تقسیم کرتے اور ثواب حاصل کرتے ،عہد حاضر میں ذرائع نقل وحمل اور مصنفین کے لئے اسباب قددر دانی و ہمت افزائی، نیز وجہ کفاف کے فقدان کی وجہ سے حق طباعت کا مصنف کے لئے محفوظ رہنا علمی بخل نہیں، بلکہ اسی میں صالح لٹریچر کی بقا ء و ترقی مضمر ہے " (فتاوی رحیمیہ ۳،۲۴۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس کتاب کو مصنف نے طبع کی ہے یا ناشر نے مصنف یا ناشر کی اجازت سے طبع کی ہے بغیراجازت کے اس کتاب کو پی ڈی ایف میں ڈالنا جائز نہیں۔

الجواب۔١٢)سوشل میڈیا کا شیوع و ذیوع تیز رفتار ی کے ساتھ ہو رہا ہے اور اس کے ذریعہ گمراہی، فحاشی اور بے حیائی پھیلائی جا رہی ہے اور اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے، مسلمانوں کی صورت بگاڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے، عقائد و اعماال اور اخلاق خراب کئے جا رہے ہیں اور لوگوں کا اس میں استعمال و انہماک اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ اس سے پھیلائی جا رہی غلط فہمیوں کا دوسرے ذرائع سے ازالہ کرنا دشوار ہے، لہٰذا اس گمراہ کن پرو پیگنڈہ کا جواب دینے اور اسلام کی حفاظت اور اشاعت اور دفاع کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال ضروری ہو گیا ہے، لیکن اس کے مضر اثرات سے حفاظت کے لئے ضروری ہے، لہٰذا سوشل میڈیا کے ذریعہ حق کی اشاعت کرنے والونکو تاکید کی جائے کہ وہ ملحدانہ اور فحاشی و عریا نیت کے مناظر کو دیکھنے سننے اور بھیجنے سے پر ہیز کریں اور تعلیم و تربیت کے ذریعہ ان کا ایسا مزاج بنائیں کہ وہ فحش مناظر اور غلط باتوں سے طبعی طور پر نفرت کریں ۔

تعلیمی ودینی مقاصد کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال

مفتی نثار احمد گودھروی•

جواب (۱)- سوشل میڈیا پر دینی معلومات ، سماجی زندگی اور شرعی مسائل کے تعلق سے جو پیغامات آتے ہیں اگر وہ کسی خاص معروف اور معتبر ادارے یا کوئی معتبر و معروف شخصیت کی طرف سے ہوں اور ہمارے دل کو اطمینان ہو تو اس کو آگے بڑھانے میں کوئی حرج نہیں، اس مینانشاءاللہ اجر و ثواب کی امید ہے، البتہ اگر پیغامات مجہول ہو یا مستور الحال ادارے یا شخصیت کی طرف سے ہو تو اس پیغام کو پڑھنے والے کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس کی مزید تحقیق کرے ، اگر تحقیق سے اس کاصحیح اور معتبر ہونا معلوم ہو جائے تو آگے بڑھایا جائے، جیسے کتاب میں کوئی بات پڑھنے سے مطمئن نہیں ہوتا بلکہ مزید اس میں غور و فکر اور تحقیق کرتا ہے، پھر اس پر اطمینان کرتا ہےاوراگر پیغام پڑھنے والا کسی طرح کی تحقیق نہیں کر سکتا تو آج کی دنیا میں سمجھدار اور تحقیق کرنے والے علماء کی کمی نہینہے ان سے رابطہ کیا جائے اور ان کی تصدیق حاصل کی جائے اس کے بعد اس کو بڑھایا جائے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے آئے تو اس کی پوری اور مکمل تحقیق کر لو '' (حجرات: ۶)، نیز آپ ﷺ نے فرمایا:'' آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ جو بات سنے اس کو بیان کرے ''، اگر کسی نے تحقیق کے بغیر بات کو آگے نشر کر دیا تو اس کے نتیجہ مینجو نقصان ہوگا اس کا ذمہ دار نشر کرنے والے ہونگےاور گناہ کا بوجھ بھی اس پر ہوگا، عوام کو بھی اس کے نقصان سے باخبر کیا جائے۔

جواب (۲)-اس وقت دنیا مینسوشل میڈیا پر کام کرنے کا سلسلہ آگے بڑھتا جا رہا ہے، وہ زمانہ دور نہیں ہے کہ جس میں سوشل میڈیا کا استعمال ہر شعبہ میں جزء لاینفک بن جائے گا ، اس کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور نہینہوگا، زمانہ کی رفتار انسان کو اس پر مجبور کر دے گی،اس لئے اگر سائٹ کا مقصد براہ راست بے حیائی اور مخرب اخلاق پر مبنی ویڈیو اور آڈیو کی اشاعت نہ ہو، بلکہ ضمنًا اس کے تابع کے درجہ میں ہو اور کام کرنے والا خود بھی بچتا ہواور اس کی ترسیل بھی نہ کرتا ہو، نیز سائٹ کا مقصد دوسرے مباح امور پر مشتمل ہوں تو اس شعبہ میں ملازمت کرنے مینکوئی حرج نہینہے، فقہاء کے یہاں ضابطہ مشہور ہے : ''الأمور بمقاصدها''، یعنی اعتبار مقاصد کا ہوتا ہے، اگر مقصد

• دار الافتاء جامعہ رحمانیہ وناکپور، گودھرا، گجرات۔

صحیح ہے تو اس کی ملازمت جائز اور درست ہوگی۔

اسلامک فقہ اکیڈمی نے بیسویں فقہی سمینار میں مختلف النوع ملازمتیں کے عنوان کے تحت یہ فیصلہ فرمایا ہے : ''ایسے سپر مارکیٹ کی ملازمت جس میں شراب کے علاوہ اکثر جائز اشیاء فروخت ہوتی ہوناور ملازمت کا تعلق براہ راست شراب سے نہ ہو تو ایسی ملازمت جائز ہے'' (بیسواں فقہی سمینار رامپور، یوپی)۔

جواب (۳)- ایسے مضامین جو ملحدانہ افکار ، اسلام پر اعتراض اور اخلاقی اقدار کے استخفاف کو شامل ہوں، جن سے ایمان میں کمزوری پیدا ہو جائے اور اخلاق پامال ہو جائے، نیز اسلام کے بارے میں نعوذ باللہ شکوک اور شبہات ذہن میں گردش کرنے لگیں، ایسے مضامین کو اولًا پڑھنا نہیں چاہیے، اگر پڑھنا ہے تو کسی معتبر اور باصلاحیت عالم دین کی نگرانی میں پڑھے اور مطالعہ کرے، پھر اگر ان کا مقصد ان مضامین کو ایسے لوگوں تک بھیجنا ہو جو اس کی تردید، نیز دندان شکن جواب دینے کی بھر پور صلاحیت رکھتے ہوں تو حرج نہیں، ایسے مضامین ایسے لوگوں کو ترسیل کرنا جو اسلامی تعلیمات سے دور اور اپنے اندر حق و باطل کی تمیز نہ رکھتے ہوناور نہ اس کے دفاع کا طریقہ جانتے ہوں جائز نہیں، ممکن ہے خود متأثر ہو جائیں اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بن جائے، اس لئے ایسے مضامین کو سوچ سمجھ کر آگے بڑھانا چاہیے، احتیاط کی بڑی ضرورت ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس دور میں اچھے باکمال اور باصلاحیت علماء سے رابطہ بہت ضروری ہے جو ایسی چیزوں میں ہماری مکمل رہنمائی کر سکیں۔

جواب(۴) - آن لائن اور آف لائن تعلیم کتنی مفید اور کتنی مضر ہے یہ بات تمام اہل نظر کے یہاں مسلم ہے، آف لائن تعلیم کے اگر امکانات موجود ہوں تو آن لائن تعلیم قطعًا مفید نہ ہوگی، بلا واسطہ تعلیم کے ذریعہ طلبہ وہ بہت کچھ سیکھتے ہیں جو آن لائن تعلیم کے ذریعہ نہیں سیکھ سکتے ہیں، آف لائن میں باقاعدہ درسگاہ میں استاذ کے سامنے بیٹھ کر طلبہ اساتذہ کے کردار کو دیکھ کر ان کی نقل کرتے ہیں اور ان کے جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں، طلبہ اپنے ماں باپ سے علاحدہ ہوکر سوچنے اور سمجھنے کی اپنے اندر صلاحیت پیدا کرتے ہیں، اس لئے جہاں اساتذہ کی اہمیت اور عظمت کو بیان کیا جاتا ہے وہاں درسگاہ کی بھی اہمیت اور عظمت کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے اور اس کے آداب کا لحاظ آدمی کے بنانے میں بہتر رول ادا کرتا ہے ، آف لائن میں طلبہ کو ایک ماحول ملتا ہے جو آن لائن میں نہیں ہے، اس لئے اس میں کوئی تردد نہیں کہ آن لائن تعلیم آف لائن تعلیم کا نہ متبادل اور نہ مقابل ہے، آن لائن تعلیم کو بدرجۂ مجبوری اور تعلیم کے غیر ضروری انقطاع سے بچانے کے لئے شروع کیا گیا ہے، موجودہ حالات میں مدارس اور اسکول بند ہیں اور ایک لمبا عرصہ تعلیم میں انقطاع پایا جا رہا تھا، اس لئے آن لائن کے ذریعہ تعلیمی تقاضہ کو پورا کرنا ایک مناسب متبادل معلوم ہوا اس میں کوئی شبہ نہیں۔

آن لائن تعلیم کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ تعلیمی انقطاع ختم ہو ا اور تعلیم کا تسلسل قائم رہا اور ماہرین تعلیم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ تعلیم کا انقطاع کس قدر مضر ہوسکتا ہے، اس لئے ہر ملک نے یہی فیصلہ کیا کہ آن لائن تعلیم کو شروع کیا جائے۔

آن لائن تعلیم کا نقصان دہ پہلو یہ بھی ہے کہ اس سے طلبہ کے اخلاق بگڑ سکتے ہیں، اس لئے کہ ملٹی میڈیا موبائل ان کے اخلاق اور کردار پر منفی اثر ڈال سکتا ہے، لیکن ہم اس کے ذمہ دار نہیں، یہ بھی مسلم ہے کہ صحت کے نقطۂ نظر سے بچے چند گھنٹے موبائل یا لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظر جما کر دیکھتے ہیں تو بینائی پر اثر ہوتا ہے، یہ سب مضرت اور نقصان اپنی جگہ درست ہے، لیکن عربی کا مقولہ ''ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ'' یعنی کچھ حاصل کر لینا بہتر ہے کچھ حاصل نہ کرنے سے، اس لئے اگر چہ اس طریقۂ تعلیم میں سو ١٠٠ فیصد فائدہ نہیں تو کم از کم ۴٠ فیصد فائدہ ضرور ہے، خالی بیٹھ کر وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے ۴٠ فیصد فائدہ حاصل کر لیا جائے، آن لائن تعلیم کا یہ نظام مغربی ملکوں میں بہت پہلے سے رائج ہے اور طلبہ اس نظام تعلیم سے مانوس بھی ہوچکے ہیں، ہمارے یہاں چھوٹے طلبہ کے لئے اگر چہ یہ نظام زیادہ مفید نہیں، لیکن بڑے طلبہ کے لئے یہ نظام بہت مفید اور کار آمد ہے، بلکہ اس سے بسا اوقات وہ فائدے بھی حاصل ہو سکتے ہیں جس کا پہلے امکان بھی نہ تھا، آج بہت سی وہ باتیں آدمی کو گھر بیٹھے مل جاتی ہیں، جبکہ ایک زمانہ ایسا بھی گزرا کہ ان باتوں کو حاصل کرنے کے لئے دورو دراز کا سفر کرنا پڑتا تھا، اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جہاں مدارس نہیں اور بظاہر بچوں کے لئے تعلیم کا کوئی نظام نہیں وہاں بچے اپنی بنیادی تعلیم سے محروم ہو جاتے ہیں تو آن لائن طریقہ سے اب آسان ہوا اور اس کا تجربہ بھی ہو چکا۔

خلاصہ یہ کہ نئی ایجادات میں سلبی اور ایجابی دونوں پہلو ہوتے ہیں، ہم ان کے صرف سلبی پہلو کو دیکھتے ہیں اور اس سے دور ہونے کا مشورہ دیتے ہیں، لیکن ہم اس کے ایجابی پہلو سے یقیناً دور ہو جاتے ہیں، آج سے کچھ عرصہ پہلے ملٹی میڈیا اور موبائل کی ہزار قباحتیں اور نقصانات بیان کی جاتی تھیں، لیکن اس وقت شاید ہی کوئی بابصیرت شخص ہوگا جو اس سے دور ہو، بلکہ دور ہونا عجیب ہوگا، اس لئے یہ سلسلہ آئندہ کبھی رکنے والا نہیں، بلکہ بڑھتا ہی رہے گا، اس لئے جدید ایجادات کے مثبت پہلو کو بھی دیکھنا چاہیے اور نئی نسل کو اس کے مثبت استعمال کی طرف راغب کرنا چاہیے، اگر طلبہ کو مفید اور مثبت راہ پر لگا دیا گیا تو امید ہے کہ طلبہ اس کے سلبی پہلو کے نقصانات سے اپنے آپ بچ جائینگے، یہ بھی دور حاضر کا تقاضہ ہے۔

جواب(۵)- سوشل میڈیا دور حاضر میں انسان کی زندگی کا لازمی حصہ بن گیا ہےاور وہ دو دھاری تلوارکی طرح ہے، یعنی اس کا استعمال آدمی کے اپنے عمل پر موقوف ہے ، اگر وہ چاہے تو اس کو مفید بنا سکتا ہے اور چاہے تو اس کو اپنے لئے مضر

اورمخرب بھی بنا سکتا ہے، اس لئے اسلام کی اشاعت، دینی معلومات اور مسائل کا حل اور اخلاقی تعلیم وغیرہ کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال درست ہوگا، اگر اس ذریعہ کو دینی معلومات اور پیغامات کے لئے استعمال نہ کیا جائے تو اس دور میں امت کا بڑا خسارہ ہوگا، اس لئے کہ اس وقت لوگوں کے اندر دینی اور اخلاقی بیداری، نیز اچھی اور مفید باتیں سننے کا جذبہ اس ذریعہ سے پیدا ہوا ہے، دیکھا گیا کہ بہت سے لوگ سوشل میڈیا پر اچھے علماء کے بیان کو سن کر بہت متأثر ہوئے اور عقیدت مند ہوئے اور ان کی اصلاح بھی ہوئی، وقت کی کمی کی بناء پر مجالس میں جانا اور بیان سننا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے، اس لئے سوشل میڈیا سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، اس طرح مریضوں کو اپنے معالج سے رابطہ کرنے اور علاج کرنے کا موقع اسی ذریعہ سے فراہم ہوا، ایک دور تھا جس میں معالج کا رابطہ بہت ہی دشوار تھا، لیکن آج معالج کو اپنی رپورٹ دکھانا اور اس پر دوا لکھوانا بھی آسان ہو گیا، اس لئے اگر لوگوں کو سوشل میڈیا سے بالکلیہ روک دیا جائے اور ان پر پابندی لگا دی جائے تو امت اسلامیہ کا بہت خسارہ ہوگا اور ناقابل تلافی نقصان اُٹھانا پڑےگا، اس لئے سوشل میڈیا کی اجازت اس شرط اور ہدایت کے ساتھ ہونی چاہیئے کہ اس ذریعہ کو مفید اور اچھے کاموں میں استعمال کیا جائے اور غلط استعمال سے اپنے آپ کو دور رکھا جائے۔

جواب(۶)- اگر فریقین کا دار القضاء میں حاضر ہو کر دعوی رفع الزام اور شہادت کی سماعت، نیز فریقین کی شناخت وغیرہ کی کاروائی کرنا ممکن ہو اور کوئی دشواری نہ ہو تو دار القضاء میں حاضر ہو کر ہی کاروائی کی جائے، دار القضاء کی اپنی ایک عظمت اور اہمیت ہے اور اس کے ماحول کا ایک اثر اور نقش ہوتا ہے اور یہ ماحول جو دار القضاء میں دیکھا جاتا ہے ایک مسلمان کو غلط بیانی اور کذب بیانی سے بھی روک دیتا ہے اور اس کو ایسا احساس دلاتا ہے کہ وہ کہاں آیا ہے اور قاضی کے سامنے سماع شہادت کا تصور اور اس کی اہمیت اس کو بہت کچھ سیکھاتی ہے اور قاضی کا اخلاص، نیز ان کا دینی اور علمی دبدبہ اس کو قضیہ حل کرنے پر آمدہ کر دیتا ہے، اس لئے دار القضاء میں فریقین کا پہنچنا آسان ہو اور کوئی عذر نہ ہو اور نہ کوئی نائب ہو تو بہتر ہے کہ دار القضاء میں جاکر کاروائی کرے۔

اگر کسی فریق یا فریقین کے لئے دار القضاء میں حاضر ہونا اور کاروائی کرنا دشوار ہو اور دار القضاء کی کاروائی بھی ضروری ہو اور ویڈیو کانفرنس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو تو بدرجۂ مجبوری ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ سے کاروائی کی گنجائش ہے، بشرطیکہ قاضی کو اس پر پورا اعتماد اور اطمینان ہو، اس لئے کہ قاضی کو اگر پورا اطمینان نہ ہوگا تو اس کے نتیجہ تک پہنچنے میں دشواری ہوگی، اس لئے بندہ کی رائے یہ ہے کہ قاضی کی صوابدید پر اس کو چھوڑا جائے۔

جواب(٧) - اگر یہ آڈیو اور ویڈیو جائز چیزوں کا ہے، اس میں کسی طرح کی کوئی ناجائز چیزپر مشتمل نہیں ہے اور نہ عورت کی تصویر یا مخرب اخلاق کوئی چیز ہے تو اس کو آگے بھیجنا ایک عمل ہے جو اجارہ سے تعلق رکھتا ہے،بھیجنے والا اجیر کے درجہ میں ہوگا، اس لئے کمپنی کی طرف سے طے شدہ کمیشن لینا درست ہوگا، لیکن اگر اس ویڈیو اور آڈیو میں کوئی ناجائز چیز ہو جومعصیت پر مبنی ہو تو ناجائز ہوگا، اس لئے کہ فقہاء نے معصیت کے اجارہ کو ناجائز بتایا ہے، نیز اس میں معصیت کےتعاون کا گناہ بھی ہوگا، اس لئے جائز عمل کا اجارہ جائز اور معصیت کا اجارہ حرام ہوگا۔

جواب(٨) - اپنی ویڈیو کی نشر و اشاعت کے لئے بالارادہ ناجائز چیزیں اور غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا اور نشر و اشاعت کا ذریعہ بنانا ناجائز ہوگا، اس لئے کہ جائز کی اشاعت کے لئے ناجائز چیز کو ذریعہ بنانا درست نہیں ہے، اس لئے جب اپنی ویڈیو کے نشر کے لئے اور صحیح مصدقہ چیزیں مہیا ہو تو ناجائز چیز یں اور غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا درست نہ ہوگا۔

جواب(٩) - اگر آن لائن گیم کھیلنے میں بھی شرعی اور اخلاقی خرابی پائی جا رہی ہو تو اس کو کھیلنا درست نہ ہوگا، شرعی خرابی یہ ہے کہ اس میں جوا اور قمار کی صورت پائی جائے یا اس گیم میں مرد و عورت کی تصویریں یا نیم برہنہ تصویریں موجود ہوں یا اس اس میں میوزک وغیرہ ہو، اخلاقی خرابی یہ ہے کہ ان پر اس گیم کی وجہ سے منفی اثرات مرتب ہوتے ہوں، اور اگر دونوں خرابی نہ ہو تو اس میں انہماک کو دیکھا جائے گا، اگر اس گیم میں اس قدر انہماک اور اشتغال ہو جس کی وجہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد پامال ہوتے ہوں اور نماز وقت سے بے وقت ہو جاتی ہو تو اس کا کھیلنا درست نہ ہوگا اور اگر انہماک اور اشتغال کم ہے تو دیکھا جائے کہ انعام دینے والا اگر کوئی تیسرا ہے یا کوئی ادارہ ہے تو درست ہے، لیکن اگر انعام مقابلہ کے طور پر دو فریقین مل کر کرتے ہیں تو ایک جوا کی شکل بن جاتی ہے جو یہ درست نہیں ہے، نیز عام طور پر ایسے گیم کھیلنے میں کوئی دینی دنیوی فائدہ بھی نہیں ہوتا، بلکہ ایک لغو اور بیہودہ چیزہے، اس لئے مسلمان کو ایسے گیموں سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہوگا۔

جواب(١٠) - گروپ بنانا گویا ایک دوستوں اور متعلقین کی جماعت کی شکل اختیار کرنا ہے، بعض گروپ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی باتیں جو کاروبار اور راز کے متعلق ہوتی ہیں وہ نہیں چاہتے کہ دوسروں کو اپنے گروپ میں شامل کریں، لوگوں کے احوال اور عادات الگ الگ ہوتی ہیں، کوئی پسند کرتا ہے کوئی پسند نہیں کرتا، اب اگر کسی کو اس کی اطلاع اور اجازت کے بغیر گروپ میں شامل کر لیا ہے اور شامل ہونے والا بھی چاہتا ہے اور اس کو اس گروپ میں رہنا پسند بھی ہو تو اس کو شامل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر پسند نہ ہو تو وہ خارج بھی ہو سکتا ہے، اب بعض گروپ ایسے ہیں جس میں شامل

ہونے کی اجازت عام ہوتی ہے اس میں بھی شامل ہونا درست ہوتا ہے، اس طرح اس گروپ کے ایڈمن کسی کو شامل کر لے تو تب بھی درست ہوگا، اب اس میں رہنا یا نہ رہنا شامل ہونے والے کی مرضی پر موقوف ہوگا۔

جواب(١١) - سوشل میڈیا پر PDF کا ڈالنا اور اس کی نشر و اشاعت کرنا زیادہ تر ناشر اور مصنف کی اجازت سے ہوتا ہے، اگر کوئی ناشر نہ چاہے تو میڈیا پر وہ کتاب نہیں آ سکتی، اگر آجائے اور اس کی اجازت نہ ہو تو اس پر کاروائی کرسکتا ہے، آج بھی بہت سی اہم کتب کی PDF سوشل میڈیا پر تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملتی، ناشرین اور مصنفین نے اس کو سوشل میڈیا پر نہیں ڈالا اور نہ ڈالنے کی اجازت دی ہے، اب PDF اتنا عام ہو چکا ہے کہ ڈاؤن لوڈ کرنے والوں کو بھی اس کا بہت کم تصور ہوتا ہے، گویا یہ ایک عموم بلوی کی شکل اختیار کر گیا ہے کہ جو سوشل میڈیا پر PDF فائل ہوگی وہ اجازت یافتہ ہوگی، اس لئے احتراز بھی مشکل ہو گیا ہے۔

جواب(١٢) - سوشل میڈیا کے ذریعہ مفید اور اچھی باتیں جو خود کے لئے اور ملت اسلامیہ کے لئے کارآمد ہو اس کو لیا جائے اور اس کی نشر و اشاعت کی جائے اور جو باتیں خود کے لئے اور ملت اسلامیہ کے لئے مفید اور مخرب اخلاق ہو اس کو لینے سے اور آگے بڑھانے سے پرہیز کیا جائے، ورنہ اس حدیث کے ہم مصداق ہونگے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی کسی برے طریقہ کو رائج کرے اور اس کو دیکھ کر دوسرا آدمی کرنے والا ہوا، اسی طرح جتنے آگے لوگ اس کو کرنے والے ہوں گے وہ خود کے گناہ کے بوجھ کے ساتھ دوسرے بہت سارے لوگوں کے گناہ کا بوجھ اٹھانے والا بنے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارا نامۂ اعمال دوسرے لوگوں کی وجہ سے سیاہ ہوگا اور اس کو بھگتنا ہوگا، اللہ ہم کو سیدھی راہ پر چلائے، آمین۔

درس وتدریس اور دعوت دین کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال

مولانا محمد ابرار خان ندوی•

سوشل میڈیا:

فیس بک، واٹساپ، ٹویٹر،انسٹاگرام، گوگل،زوم وغیرہ کو سوشل میڈیا کہتے ہیں۔

سوشل میڈیا کی اہمیت:

سوشل میڈیا اپنے مقاصد کو بروئے کارلانے کاایک مؤثر ہتھیار ہے، ہرخاص وعام اس کا استعمال کررہاہے، دن بدن اس کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے، آدمی سفر کی صعوبتوں ، اوراپناوقت ضائع کئے بغیر دور دراز بیٹھے شخص سے رابطہ قائم کرسکتاہے، چنانچہ کثیر تعداد تک صحیح فکروعقیدہ کی ترسیل اورپوری انسانیت تک امن وسلامتی کے پیغام کیلئے استعمال کرسکتے ہیں، جب کہ باطل اپنے فاسد خیالات وباطل نظریات کیلئے اس کا استعمال کررہاہے۔

سوشل میڈیا کی اہمیت سے انکارممکن نہیں، میڈیا کے غلط پروپیگنڈوں اورغلط خبروں کی اشاعت کو سوشل میڈیانے بے نقاب کردیاہے، اورلوگوں کو حقائق اورصحیح خبروں سے واقفیت کا ایک بڑا ذریعہ ثابت ہواہے۔

١۔سوشل میڈیامیں بلاتحقیق پیغام کو آگے بڑھانا:

بلاتحقیق کسی بات کو دوسروں سے بیان کرنا منع ہے:

''عن أبی أمامۃؓ قال رسول اللہ ﷺ:کفی بالمرء من الکذب أن یحدث بکل ماسمع'' (المستدرک للحاکم ٢،٢١ کتاب البیوع)۔

(حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا آدمی کے جھوٹ کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی بات بیان کردے)۔

غیر ثقہ، نامعلوم اورشرعی طورپرمتہم ،فاسق شخص کی خبر پر تحقیق کے بغیر اطمینان کا اظہار، یااس کی بات کو تسلیم کرنے سے روکا گیاہے، بلکہ پہلے پوری تحقیق کرلی جائے، اس کے بعد ہی اس پر اطمینان ظاہرکیاجائے، ارشاد خدا وندی ہے: ''یا أیھا الذین آمنوا إن جاء کم فاسق بنبإٍ فتبینوا'' (سورہ حجرات: ۶)۔

شریعت کا موقف بالکل واضح ہے، دوسری جانب آج سوشل میڈیا فیس بک، واٹس ایپ پر سماجی زندگی ،ملکی وبین الاقوامی حالات واخبار، شرعی مسائل اوردینی معلومات

• استاذ جامعۃ الہدایہ، جے پور۔

سے متعلق مضامین اورمعلومات بھی لوگ بھیجتے ہیں، اوربسااوقات بھیجنے والاکون ہے، دینی سطح اس کی کیاہے، کس عقیدہ ونظریہ کاحامل ہے، کچھ بھی پتہ نہیں چلتا، تو ایسی صورت میں مجہول شخص کے پیغامات کو آگے بڑھانا اس شخص کیلئے جائز نہیں ہے جو حالات سے باخبر اورشریعت کاگہراعلم نہ رکھتاہو، بسااوقات بھیجنے والا مضمون وعبارت کوحدیث کا نام دیتاہے، اورحقیقت میں وہ حدیث نہیں ہے، تو اس طرح کی عبارت کو آگے بھیجنے کے نتیجہ میں: ''من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ فی النار'' (متفق علیہ) کی وعید کامستحق قرارپائے گا، بہت احتیاط کی ضرورت ہے، اس طرح کی چیزیں بہت عام ہیں، کہ اس کو سولوگوں تک بھیجنے والے کو اتناثواب اورنہ بھیجنے والے پر اللہ ورسول کی لعنت ،وغیرہ وغیرہ، ہاں البتہ جو لوگ قرآن وسنت کے علوم سے واقف ہیں ،وہ اس میں صحیح کردار اداکرسکتے ہینکہ جو چیزیں قرآن وسنت سے متصادم نہیں ہیں، اورسماجی زندگی پر اس کے غلط اثرات مرتب نہیں ہونگے، تو اس طرح کے پیغام کی ترسیل اورآگے بھیجنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، بلکہ سماجی، اصلاحی مضامین ومعلومات کی ترسیل مفید ہے، اورتبلیغ دین کا حصہ ہے۔

دینی معلومات پر مشتمل مضامین جو قرآن وحدیث سے ماخوذ اورشریعت کے مقاصد ومصالح سے متصادم نہیں ہیں، تو اہل علم کیلئے ''أنظر إلی ماقال ولاتنظر إلی من قال''کے قاعدہ کے تحت آگے شیئر کرنے میں کوئی حرج نہینہے۔

۲۔ سوشل میڈیاکی ملازمت:

سوشل میڈیا وقت کی ضرورت ہے، درست مقاصد کیلئے استعمال حالات کاتقاضہ ، لیکن اس کا استعمال ،تکنیکی واقفیت اورمہارت کے بغیر ممکن نہیں ہے، لہذاتکنیکی ضرورتوں کے تحت اس شعبہ میں کام کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، مقصد تکنیکی معلومات حاصل کرناہو، فحش وعریاں تصاویر سے خود بچتاہو اوراس کی ترسیل بھی نہ کرتاہو، ضمناً درمیان میں تصاویر آجائیں تو کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ سوشل میڈیا میں کام کرنے والے کیلئے تصاویر سے کلی طور پر بچنا ممکن نہیں ہے۔

شرح السیر الصغیر میں ہے:

''وإن تحققت الحاجۃ إلی استعمال السلاح الذی فیہ تمثال فلابأس باستعمالہ لأن موضع الضرورۃ مستثناۃ من الحرمۃ کمافی تناول المیتۃ'' (جواہر الفقہ ۳،۲۳۲)۔

(ضرورت متقاضی ہوتو تصویر والے ہتھیار استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ ضرورت حرمت کے حکم سے مستثنیٰ ہے، جس طرح حالت اضطراری میں مردار کھانے کی گنجائش ہے)۔

ملحدانہ افکار کی ترسیل:

ملحدانہ افکار ونظریات اوراسلامی اخلاق واقدار کے استہزاء اوراستخفاف پرمبنی

مواد کارد اورجواب اہل ایمان کی ذمہ داری ہے، باخبر وصاحب علم پر لازم ہے کہ وہ اس طرح کی چیزوں کارد کرے، اورخود جواب نہ دے سکتاہو تودیگر اہل علم کو اس مقصد سے شیئر کردے، تاکہ وہ اس کا ردکریں، اصول ہے کہ شروفساد ،ظلم وجور، سرکشی وفتنہ انگیزی کو دفع کرنے کی سکت اپنے اندرنہ پائے تو جو اس فتنہ وفساد ظلم وجور، سرکشی وطغیانی کو روکنے پرقادرہیں، ان کو باخبر کرے اوراس ظلم وطغیانی کو روکنے میں ان کی مدد حاصل کرے، علامہ ابن عابدین شامی نقل فرماتے ہیں:

''الاستعانۃ لمن لہ قدرۃ علی زجرہ'' (رد المحتار ٥،٢٦٢)۔

(جو ظالم کی زجروتوبیخ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں ان سے مدد طلب کرنا)۔

دیگر اہل ایمان کو فتنہ سے باخبر کرنا لازم ہے، تاکہ وہ تحریر وتقریر کے ذریعہ اس کا رد کرسکیں ،اورضرورت محسوس ہوتو اس کے خلاف احتجاج کے ذریعہ اپنی غیرت ایمانی اوراسلامی حمیت کاثبوت پیش کریں۔

اس مقصد سے اس طرح کے مواد ومضامین کو آگے بڑھانا، تاکہ اس ناپاک سازش سے سب لوگ واقف ہوں اور اس کے خلاف مؤثر لائحہ عمل طے کیا جاسکے، اورمعصوم وان پڑھ عوام کو اس فتنہ کی شرانگیزی سے بچایاجاسکے، قاعدہ ہے: ''الضرر یزال''(الاشباہ والنظائر،٥٨)، خود ظلم وجور کو روک نہ سکے توجوروکنے کی طاقت رکھتاہے، اس کو اطلاع دینا وباخبرکرنا ضروری ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں:

''وإذاکان الرجل یصوم ویصلی ویضرالناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بمافیہ لیس بغیبۃ حتی لو أخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا إثم علیہ ،وقالوا إن علم أباہ یقدرعلی منعہ أعلمہ ولوبکتابۃ'' (رد المحتار ٥،٢٦٢)۔

(آدمی نماز وروزہ کا پابند ہے ،لیکن اپنے ہاتھ وزبان سے لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے، تو اس کے اس عیب کا تذکرہ کرنا غیبت میں شامل نہیں ہے، حتی کہ بادشاہ کو اس کی خبر کردے، تاکہ وہ اس کی زجروتوبیخ ،ڈانٹ ڈپٹ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اورفقہاء نے فرمایا ہے،اگر وہ یہ سمجھتاہے کہ اسکے والد اس کو اس حرکت سے باز رکھ سکتے ہیں، تو ان کو بتادے خواہ تحریر کے ذریعہ باخبر کرے)۔

دینی وعصری تعلیم کیلئے موبائل کا استعمال :

تعلیم انسانیت کا زیورہے، قوموں کی ترقی کا راز اس میں پوشیدہ ہے، تعلیم سے تہذیب وتمدن کی شمع روشن ہوتی ہے، ادب وشعور پروان چڑھتاہے، نسل انسانی میں شرافت وشائستگی پیداہوتی ہے، توجو ذرائع ووسائل تعلیمی سرگرمیوں میں معاون ہوں وہ پسندیدہ ،مفید اورلائق تحسین ہیں، موبائل فی نفسہ مضر نہیں ، اس کے مضرومفید پہلو کا انحصار اس کے استعمال پرہے، لہذا تعلیم کیلئے موبائل کے استعمال (خواہ دینی تعلیم ہو

یاعصری تعلیم) کی افادیت سے انکار حقیقت پسندی سے منہ چراناہے۔

موبائل ایک بے جان لاشہ ہے ،بذات خود اس میں کوئی خرابی نہینہے، تعلیم کے لئے موبائل مفید ذریعہ ہے، البتہ طبی اعتبار سے اس کے کچھ جسمانی نقصانات ہیں، نیز طلبہ کے اخلاق پر اس کے مضر اثرات کے پڑنے کا اندیشہ بھی ہے، لیکن وہ موہوم ہے، مثلاً مستقل اسکرین پر رہنے سے طلبہ کی بینائی متأثر ہوگی، نیز موبائل میں مخرب اخلاق، عریاں وحیاسوز ،وناشائستہ چیزیں بھی ہیں، ہروقت بچہ کی مکمل نگرانی اورغلط چیزوں سے روک پانا والدین وسرپرستونکے لئے ناممکن نہیں تو مشکل ضرورہے۔

موبائل کے جسمانی نقصانات کے ساتھ اخلاق وتربیت پر پڑنے والے غلط اثرات کااندیشہ ضرور ہے، لیکن ان اندیشوں کے سبب موبائل پربندش لگاپانا بھی مشکل ہے، اورا س کی وجہ سے تعلیم سے محروم کردینا نوخیز نسل انسانی کو مردہ لاش بنانے کے مترادف ہے، الحاد ودہریت کے سیلاب میں نسل نو بہہ جائے گی، اوراس کے دین وایمان ، عقیدہ واخلاق کے تحفظ کیلئے کوئی راستہ نہیں ہوگا، اس لئے قرآن وحدیث ، فقہ اسلامی ، سیرت نبوی، اورتاریخ اسلام اوردیگر علوم وفنون کی تعلیم کیلئے موبائل کااستعمال بہت مثبت ومفید پہلو کا حامل ہے، طلبہ جو گھروں میں لغویات میں اپنا وقت ضائع کررہے تھے، وہ قرآن وحدیث ،فقہ اسلامی، تاریخ وادب سے مستفید ہورہے ہیں، اوروقت کاصحیح استعمال ہورہاہے ، اس میں قباحت کیا ہے؟ ان ذرائع کا اچھے مقاصد کے لئے استعمال ملت کے حق میں مفید ہے۔

خلاصۂ کلام : موبائل کاتعلیم کیلئے استعمال کرنے میں مفید وصحت مند پہلو زیادہ ہیں، فوائد یقینی ہیں، مضرتیں موہوم ہیں: ''الیقین لایزول بالشک'' (القواعد الفقہیہ،١١٤)، کسی چیز کی حلت وحرمت کا مدار مقصد پر منحصرہے، مثلاً:

''الأکل فوق الشبع حرام بقصد الشهوة وإن قصد به التقوی علی الصوم أو مواکلة الضیف فمستحب'' (لاشباہ والنظائر،٢٣)۔

(شہوت کے ارادہ سے آسودگی سے زیادہ کھاناکھانا حرام ہے ، اوراگر زیادہ کھانا اس مقصد سے ہو کہ روزہ رکھنے میں قوت حاصل ہوگی، یا اس بہانے مہمان آسودہ ہوکرکھالے گا، تو یہ مستحب ہے)۔

٥۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ دعوت وتبلیغ:

سوشل میڈیا کے جواز وعدم جواز کا انحصار اس کے استعمال پرہے، صحیح مقاصد کیلئے اس کا استعمال درست ہے اورغلط مقاصد کے لئے ناجائز وممنوع ہے، قاعدہ ہے:''الأمور بمقاصدها'' (القواعد الفقہیہ للدکتور علی احمد الندوی)، علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: ''وسیلة المقصود تابعة للمقصود'' (اعلام الموقعین٣،١٥٧)۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ آج سوشل میڈیا کے ذریعہ فحاشی، عریانیت، بدکرداری

،وبے حیائی کے وہ مناظر پیش کئے جارہے ہیں جس کے آگے زمانہ جاہلیت کی برائیاں بھی ماند پڑگئی ہیں،اوربدطینت وبدباطن افراد وجماعتیں اپنے خبیث مقاصد اورمذموم عزائم کیلئے اس کا بھرپور استعمال کررہے ہیں ۔

اسلام جس نے اپنے متبعین کو اسلام کی سچی تعلیمات کو پوری انسانی برادری تک پہونچانے کاحکم دیاہے: ''بلغوا عن ولوبآیۃ'' () اور ''ادع إلی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی أحسن'' (سورۃ النحل: ١٢٥)، تو سوشل میڈیا کے ذریعہ اس کاردعوت کی انجام دہی بحسن وخوبی کم وقت میں پوری انسانیت تک بآسانی ممکن ہے، اسلام کے آفاقی پیغام کو اقوام عالم تک سوشل میڈیا کے ذریعہ سے پہونچانا بہت آسان ہے۔

باطل اس کے ذریعہ اسلام کی شبیہ خراب کررہاہے، تواہل ایمان کیوں نہ اسی ذریعہ وہتھیار سے باطل کے پروپیگنڈہ کو بے نقاب کریں، اوراسلام کی صاف وشفاف تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں، حضرت ابوبکرصدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کیلئے فرمایاتھا:

''حاربھم بمثل مایحاربونک ،السیف بالسیف والرمح بالرمح'' ()۔

(جس ہتھیار سے وہ تم سے جنگ کررہے ہیں اسی ہتھیار کا استعمال تم بھی کرو، تلوار کامقابلہ تلوار ،نیزے کامقابلہ نیزہ سے)۔

اسلام کی عادلانہ تعلیم سے دنیا کو واقف کرانے اور اس کے اسرار وحکم ومصالح سے متعارف کرانے کامؤثر ذریعہ ہے، بلکہ اسلام کے خلاف سوشل میڈیا کے ذریعہ جو پروپیگنڈہ ہورہاہے ،اوراللہ ورسول کی شان میں نازیباکلمات ببانگ دہل کہے جارہے ہیں تو ان سازشوں اور باطل کے اس مکروفریب کامقابلہ انھیں ہتھیاروں سے ممکن ہے، جن کا استعمال باطل کررہاہے ،اس کے بغیر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے، ایسی صورت حال میں جب سارا طوفان سوشل میڈیا کے ذریعہ برپاکیاگیا ہے تو جواب بھی سوشل میڈیا کے ذریعہ ہی دینا ہوگا، قاعدہ ہے: ''ما لایتوصل إلا بہ فھو واجب''()۔

لائق مبارک باد ہیں وہ افراد وجماعتیں جو سوشل میڈیا کامنظم اورمنصوبہ بند طریقہ سے استعمال کررہے ہیں، اس کے قابل تحسین نتائج حاصل ہورہے ہیں، اوراقوام عالم تک اسلا م کا صحیح پیغام پہنچ رہاہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سوشل میڈیا درست ہاتھوں میں ہوگا، اوراس کا استعمال اچھے مقاصد اوراسلام کی دعوت وتبلیغ کو مؤثر اسلوب اورحکیمانہ انداز میں پیش کیا جائے گا تو موجودہ اخلاقی اقدار سے عاری ،سسکتی بلکتی دنیا اسلام کے پیغام امن وسلامتی سے سکون وراحت محسوس کرے گی، نفرت وعداوت کی آگ بجھے گی، محبت وپیارکی فضاء قائم ہوگی، دلوں کے فاصلے ختم ہوں گے، بس ضرورت ہے حکمت ومصلحت کے ساتھ منصوبہ بند طریقہ پر دنیا کی رائج زبانوں میں اسلام کے پیغام کو عام کرنے کی۔

۶۔ آڈیواورویڈیو کے ذریعہ پیسہ کمانا:

سوشل میڈیا فیس بک ،خصوصیت کے ساتھ ‘‘یوٹیوب چینل ’’ کے ذریعہ اپنے پیغام کو دوسروں تک پہونچانے کا ایک نظام ہے، تو جو لوگ اس آڈیویاویڈیو پیغام کو سنتے ہیں یادیکھتے ہیں یادوسروں تک پہونچاتے ہینتو اس پیغام کو دیکھنے، سننے والوں کی ایک خاص تعداد ہونے پر کمپنی یوٹیوب چینل تشکیل دینے والے کو پیسہ دیتی ہے، تو اگر یوٹیوب چینل کا استعمال صحیح مقاصد کیلئے ہو، مثلاً درس قرآن ،درس حدیث، خطبات، یاصحیح خبریں لوگوں تک پہونچانا مقصود ہے، پیسہ کمانا مقصد نہیں ہے تو اگر کمپنی سامعین ،ناظرین کی تعداد زیادہ ہونے پر کچھ رقم دیتی ہے ،تو یہ ایک طرح کا انعام ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ کمپنی کی طرف سے فحش وعریاں اشتہارات دینا یوٹیوب چینل پر مشروط نہ ہو، اگر عریاں وغلط اشتہار دینا مشروط ہے، تو پھر اس طرح غلط اشتہار کی اشاعت لازم آئے گی، اور اس کے عوض پیسہ لینا درست نہیں ہوگا۔

۷۔ ناجائز اشتہارات کی شمولیت:

سوشل میڈیا کا اچھے مقاصد کے لئے استعمال ہو ، لیکن درمیان میں فحش تصاویر والے اشتہارآتے ہوں تو خطاب کے دوران یا ابتداء میں فحش وناجائز اشتہار کی شمولیت اگر اختیاری طورپرہے، اوررضامندی کے ساتھ ہے تو یہ تعاون علی الاثم کے تحت ناجائز ہے، البتہ اگر اضطراری طورپر ہے کہ کمپنی ایسے اشتہارلازمی طورپر دے گی اورسوشل میڈیا کے یوزرکو اس پر بندش لگانے کا اختیار نہ ہو، توجن لوگوں کا مقصود دعوت وتبلیغ، اورصحیح خبروں کی ترسیل ہے، مقصد اشتہارکی اشاعت نہیں ہے، اوراس پر راضی بھی نہیں ہیں، لیکن اس کو روکنے کا اختیار بھی نہیں رکھتے ہیں، تو ان اشتہار کا گناہ ان پر نہیں ہوگا، وہ معذور ہیں اور ‘‘الأمور بمقاصدھا’’ کے تحت وہ بری الذمہ ہیں، اور عنداللہ مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

۸۔ آن لائن گیم کھیلنا:

آن لائن گیم، نوجوانوں کا مشغلہ ہے، اوراس میں انہماک اس درجہ ہے کہ انہیں کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا، فرائض وواجبات تک ترک ہوجاتے ہیں، اس طرح کے کھیلوں کی شریعت میں قطعاً اجازت نہیں ہے، بلکہ انہیں لہو ولعب سے تعبیر کیا گیاہے، ہروہ گیم جو تضییع اوقات کاسبب ہو، عبادات وفرائض کے ترک اورلوگوں کے حقوق تلفی کا باعث بنے گرچہ اس میں پیسوں کی شرط اورقمار نہ بھی ہو تو بھی ضیاع وقت کے سبب مکروہ تحریمی ہے۔

‘‘کل شئ لیس من ذکر اللہ لھو ولعب إلا أن یکون أربعۃ:ملاعبۃ الرجل امرأتہ، وتادیب الرجل فرسہ، ومشی الرجل بین الغرضین، وتعلم الرجل السباحۃ’’ (کنز العمال ،۲۱۱، حدیث: ۴۰۶۱۲ کتاب اللھو واللعب)۔

(ہروہ چیز جو اللہ کے ذکر سے خالی ہو وہ لہوولعب میں شامل ہے سوائے چار چیزوں کے: (۱) مرد کا اپنی عورت سے ملاعبت کرنا،(۲) آدمی کا اپنے گھوڑے کو ادب سکھانا ،(۳)آدمی کا دومقاصد واہداف کے درمیان چلنا،(۴)تیراکی سیکھنا)۔

نیز معروف فقیہ شیخ وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

''وماخلامن القمار، وھو اللعب الذی لاعوض فیہ من الجانبین ولامن أحدھما ،فمنہ ماھو محرم وماہو مباح، لکن لایخلو کل لھو غیر نافع من الکراہۃ لما فیہ من تضییع الوقت والانشغال عن ذکر اللہ وعن الصلاۃوعن کل نافع مفید'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳،۵۷۱)۔

(وہ کھیل جو قمار سے خالی ہے جس میں جانبین یاکسی فریق کی طرف سے کوئی عوض نہیں ہے ان میں بعض کھیل حرام ہیں، بعض مباح ہیں ،لیکن ہروہ کھیل جو غیر نافع ہے وہ کراہت سے خالی نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں تضییع وقت، ذکر اللہ ،نماز اورنفع بخش، مفید چیز سے غفلت ہوتی ہے)۔

آن لائن گیم کی مختلف صورتیں ہیں:

۱۔ آن لائن گیم میں جیتنے والے کو انعام کمپنی دیتی ہے، اس میں قمار تونہیں ہے، البتہ ضیاع وقت ضرور ہے، اورنمازوں ودیگر فرائض سے غفلت کا سبب ہے، اس لئے مکروہ تحریمی ہے۔

۲۔ کمپنی انعام نہیندیتی ہے،بلکہ گیم کھیلنے والے خود انعام طے کرتے ہیں، اورہارنے والاجیتنے والے کو پیسہ دیتاہے، یہ صورت قمار کے سبب ناجائز ہے،آن لائن گیم ضیاع وقت کا سبب ہے، اورلغو ولایعنی کام ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

''عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من حسن إسلام المرء ترک مالایعنیہ'' (مسند احمد بن حنبل ۲۰۱، رقم: ۱۷۳۷)۔

(آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی وغیر ضروری چیزوں کو چھوڑدے)۔

۹۔ بلااجازت کسی کو گروپ میں شامل کرنا:

گروپ کامقصد صحیح چیزوں کی ترسیل ،حالات سے لوگوں کو باخبر رکھنا ہے، اوردعوت وتبلیغ کے جذبہ کے تحت گروپ تشکیل دیاجائے تو اس میں دوسرے کو شامل کرنا درست ہے، البتہ بہتر ہے کہ شامل کرنے سے پہلے ان کی منشاء معلوم کرلی جائے، بہت سی شخصیات وہ ہیں جن کی علمی و اصلاحی مشغولیت اس کی متحمل نہ ہوگی، آج کل سوشل میڈیا میں جو گروپ تشکیل دئے جارہے ہیں اوراس میں نوجوان فضلاء مدارس جو بڑے متحرک ہیں وہ اپنی صلاحیتوں کو دینی شخصیات واداروں کو کس طرح مطعون کررہے ہیں، اورکتنی سطحی زبان استعمال کررہے ہیں اورمخالفت کے سارے حدود کو بالائے طاق رکھ کر جس انتہاء پر ہیں وہ یقینا ایسی شرمناک صورت ہے، کوئی شریف

وسنجیدہ شخص اس طرح کے گروپ میں شامل ہونا پسند نہیں کرے گا، لہذا اس طرح کے گروپ میں بلااجازت شامل کرنا مناسب نہیں ہے، ہاں جو گروپ اچھے مقاصد کے تحت قائم کئے گئے مثلاً اصلاح معاشرہ کا گروپ ہے تو اس میں شمولیت وقت کی ضرورت ہے:

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

''لودعی إلی دعوۃ فالواجب الإجابۃ إن لم یکن ھناک معصیۃ ولابدعۃ''

(کسی دعوت میں مدعو کیا جائے، تو اگر وہاں کوئی بدعت ومعصیت وگناہ کی چیز نہ ہوتو دعوت قبول کرناواجب ہے)۔

سوشل میڈیا سے مربوط مسائل کے شرعی احکام

مفتی محمد ابوبکر قاسمی•

١۔ سوشل میڈیا پر آنے والے پیغامات کو آگے بڑھانے کا حکم:

سوشل میڈیا پر دینی وشرعی اور سماجی مسائل ومعاملات سے متعلق جو پیغامات آتے رہتے ہیں، اگر ان پیغامات بھیجنے والوں کے متعلق معلوم ہو کہ ان کے بھیجنے والے معتبر ہیں اور جو پیغام رسانی وہ کررہے ہیں وہ بھی صحیح ہے تو ایسے پیغامات کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے، اور اگر بھیجے گئے پیغام اور بھیجنے والے سے متعلق صحیح جانکاری نہ ہو تو ایسی چیز کو آگے بڑھانا شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ اسلامی شریعت کا یہ واضح اصول ہے: ''تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (سورہ مائدہ: ٢)، اسی طرح حدیث نبوی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الأحادیث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤکم فإیاکم وإیاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ، رواہ مسلم'' (مشکوۃ١،٢٨)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

٢۔ جس سوشل میڈیا سے فحش تصاویر نشر ہوتی ہو اس کے تکنیکی شعبہ میں ملازمت کا شرعی حکم:

اگر کسی سوشل میڈیا سے بے حیائی پر مبنی اور ناجائز تصویریں نشر کی جاتی ہوں تو اگر کوئی شخص خود اس سے بچے اور دوسروں کی طرف اس کی ترسیل بھی نہ کرے تاہم تکنیکی ضرورتوں کے سبب اس شعبہ میں ملازمت کرے تو شرعاً یہ ملازمت ناجائز ہے، چنانچہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے احسن الفتاوی (٣١٧،٧ کتاب الاجارہ) میں ٹی وی کی حرمت کو ناجائز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''ٹیلی ویزن کی مرمت کرنا تو بہرحال ناجائز ہے، کیونکہ یہ تعاون علی المعصیۃ ہے، اس کی آمدنی حرام ہے ''۔

اسی طرح سنیما کی ملازمت کے سلسلہ میں ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے احسن الفتاوی (٨٧،٨) میں لکھا ہے:

''سنیما کی ملازمت دو وجہ سے حرام ہے: (١) تنخواہ حرام آمدنی سے دی جاتی ہے، (٢) اگر اس کے ذمہ کوئی ناجائز کام نہ ہو تو بھی تعاون علی الاثم تو ہے ہی جو بنص قرآنی ''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' حرام ہے، اس لئے اس کی اجرت لینا حرام ہے ''

• مہتمم جامعہ رحیمیہ رحمت نگر برہم پور، دربھنگہ۔

(احسن الفتاوی ۸؍۹۱)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

۳۔ ملحدانہ افکار، اسلام پر اعتراض اور اخلاقی اقدار کے استخفاف پر مبنی مضامین کو پڑھنا یا بھیجنا:

ایسے مضامین جس میں تصاویرتو نہ ہوں اور نہ ہی فحاشی؛ البتہ وہ ملحدانہ افکار، اسلام پر تنقید واعتراض یا اخلاقی اقدار کے استخفاف کو شامل ہوں تو ایسے مضامین کا پڑھنا یا عام لوگوں تک اس کا بھیجنا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ خواص اہل علم جو ایسے مضامین کا جواب دے سکتے ہوں تو ان کے لئے ایسے مضامین کا پڑھنا بھی جائز ہے، او راس قسم کے خواص تک ایسے مضامین کا بھیجنا بھی جائز ہے، تاکہ وہ اسے پڑھ کر اس کا رد کرسکیں، چنانچہ سورہ نساء میں خداوند قدوس کا فرمان واجب الاذعان ہے:

''وإذاء جاءہم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا بہ ولو ردوہ إلی الرسول وإلی أولی الأمر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان إلا قلیلاً'' (سورہ نساء: ۸۳)۔

مذکورہ آیت کے ذیل میں تفسیر دعوۃ القرآن میں ہے:

''اس سے اصولی طور پر یہ ہدایت ملتی ہے کہ ملت کی سیاسی زندگی پر اثر انداز ہونے والی خبروں کو عوام میں پھیلانے سے پہلے ذمہ دار افراد کے علم میں لانا چاہئے، تاکہ وہ ان کی حقیقت معلوم کرسکیں، ضمناً اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اصحاب امر کے منصب کے لئے موزوں وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر سوجھ بوجھ، معاملہ فہمی اور تدبر کے اوصاف پائے جاتے ہوں '' (تفسیر دعوۃ القرآن شمس پیرزادہ)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن جلددوم میں مذکورہ آیت کے شان نزول کے تحت ابن کثیرؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے، تو آپ نے حضور پاک ﷺ کے پاس جاکر اس خبر کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے، اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے بیان نہیں کرنا چاہئے، چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ایک حدیث پاک میں فرمایا: ''کفی بالمرأ کذبا أن یحدث بکل ما سمع'' (رواہ مسلم، مشکوۃ؍۲۸) (کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے بیان کردے)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''من حدث بحدیث وہو یری أنہ کذب فہو أحد الکاذبین'' (رواہ مسلم، مشکوۃ؍۳۲) (جو آدمی کوئی ایسی بات بیان کرے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹی ہے تو دوجھوٹوں میں سے ایک جھوٹا وہ بھی

ہے) (تفسیر ابن کثیر)۔

مذکورہ آیت میں حقیقی دشمن کی صراحت نہیں ہے، اس لئے اس کا حکم ہر قسم کے حوادث سے ہے جس کے متعلق عام لوگوں کو شبہ اور تشویش لاحق ہو کہ کیا کرنا چاہئے تو ایسے موقع پر اہل استنباط کی طرف رجوع کرنا چاہئے، وہ جو بات بتائیں اس پر عمل کرنا چاہئے (خلاصہ معارف القرآن ۲،۴۹۰۔۴۹۴)۔

۴۔ دینی یا عصری تعلیم کے لئے موبائل یا لیپ ٹاپ کے استعمال کا شرعی حکم:

کورونا کے حالات میں بہت سے اداروں نے دینی یا عصری تعلیم کے لئے موبائل یا لیپ ٹاپ کا بکثرت استعمال کیا ہے، جس کا نفع کم اور نقصان زیادہ ہے، اسی لئے دار العلوم دیوبند جیسے مرکزی اداروں نے مدرسہ کو بند رکھنا تو گوارا کیا، لیکن ان حالات میں موبائل کو ذریعہ تعلیم نہیں بنایا، ہاں ضروری اعلانات کی تشہیر کے لئے موبائل کا استعمال کیا جاسکتا ہے، اسی طرح کسی چیز کی تحقیق میں موبائل کا استعمال درست ہے، فقط واللہ تعالی اعلم۔

۵۔ اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال:

سوشل میڈیا کا استعمال امور خیر میں بھی ہوتا ہے، جیسے طب وصحت، عالمی حالات، سائنسی وجغرافیائی معلومات وغیرہ کا حاصل کرنا، اسی طرح برائی کے پھیلانے میں بھی ہوتا ہے، ایسے حالات میں شیدائیان اسلام کی زیادہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات کے فروغ کے لئے ہر ممکن وسائل کا استعمال کریں، چنانچہ قتل ناحق کے ناجائز ہونے کے باوجود اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے مذہب اسلام نے جہاد کو مشروع قرار دیا ہے، اور اس موقع پر وسائل سے ہٹ کر مقاصد کے حصول پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور بڑے مقصد کے لئے چھوٹے ضرر کو گوارا کیا گیا ہے، فافہم واللہ اعلم۔

۶۔ ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی کا حکم:

ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی مکمل کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ دعوی، رفع الزام اور شہادت کی سماعت اور فریقین کی شناخت کے لئے فریقین کا بالمشافہ موجود رہنا ضروری ہے، کیونکہ فریقین کے سامنے رہنے سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ممکن ہے اور غائب رہنے کی صورت میں وہ فوائد حاصل نہیں ہوسکتے، اسی لئے حضرات فقہاء نے لکھا ہے: ‘‘ویجب علی القاضی أن یسوی بین الخصمین فی الجلوس فیجلسہما بین یدیہ لا عن یمینہ ولا عن یسارہ لأنہ لو فعل فقد قرب أحدہما فی مجلسہ ولأن للیمین فضلاً عن الیسار وأن یسوی بینہما فی النظر والنطق والخلوۃ فلا ینطلق بوجہہ إلی أحدہما ولا یسار أحدہما ولا یخلو بأحدہما فی منزلہ ولا یضیف أحدہما فیعدل بین الخصمین فی ہذا کلہ’’ (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۳،۲۰۹)۔

اسی طرح مدعی نے جب قاضی کی مجلس میں حاضر ہوکر کسی چیز کا دعوی کردیا اور مدعی سے حاضر ہونے کو کہا یا قاضی نے مدعا علیہ کو اپنی مجلس میں بلوایا دونوں صورتوں میں مجلس قضا میں فریقین کی حاضری ضروری ہے، چنانچہ سورہ نور میں خداوند قدوس کا فرمان ہے: ''وإذا دعوا إلى الله ورسوله ليحكم بينهم إدا فريق منهم معرضون (إلى قوله) إنما كان قول المؤمنين إذا دعوا إلى الله ورسوله ليحكم بينهم أن يقولوا سمعنا وأطعنا وأولئک هم المفلحون'' (سورہ نور: ٤٨-٥١)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

٧۔ کسی کمپنی کے آڈیو یا ویڈیو کو دیکھ کر یا سن کر یا کسی کو بھیج کر پیسہ کمانا:

کسی کمپنی کا آڈیو یا ویڈیو جائز امور سے متعلق ہوتو اسے دیکھناسننا اور پھر کسی کو بھیج کر پیسہ کمانا جائز ہے اور اگر وہ آڈیو یا ویڈیو ناجائز امور پر مشتمل ہو تو نہ اس کا دیکھنا سننا جائز ہے اور نہ ہی کسی کو بھیج کر پیسہ کمانا جائز ہے، ''تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان'' (سورہ مائدہ: ٢)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

٨۔ اپنی ویڈیو کی اشاعت کے لئے غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا:

اگر کوئی شخص اپنی ویڈیو کے نشر واشاعت کے لئے ناجائز اور غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرے تو شرعاً ایسا کرنا درست نہیں ہے، حدیث نبوی ہے: ''من غشنا فليس منا'' (رواہ ابن ماجہ، باب ٣٦، حدیث: ٢٢٤٤)۔

٩۔ آن لائن گیم کھیل کر جیتنے پر انعام لینا یا گیم میں شامل ہوکر انعام حاصل کرنا:

آن لائن گیم کھیل کر جیتنے پر انعام حاصل کرنا شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کا گیم قمار وجوا پر مشتمل ہوتا ہے جو سراسر ناجائز وحرام ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''إن الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون'' (سورہ مائدہ: ٩٠)۔

١٠۔ سوشل میڈیا پر گروپ بنا کر بلا اطلاع کے کسی کو گروپ میں شامل کرنا:

سوشل میڈیا پر بلا اطلاع کے کسی کو گروپ میں شامل کرنا یا گروپ میں شامل شخص کو میسج بھیجنا از خود کسی طرح موزوں ومناسب نہیں ہے، بلکہ بعض حالات میں جائز بھی نہیں ہے، کیونکہ مختلف خیالات ومزاج کے لوگ ہوتے ہیں، بعض لوگ اس گروپ بندی کا غلط فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لئے گروپ تشکیل دینے سے پہلے افراد کو پیشگی اطلاع ضروری ہے، تاکہ حالات آنے پر وہ شخص انتشار ذہنی کا شکار نہ ہو، حدیث نبوی ہے کہ اگر تم کو کسی سے محبت ہو تو اس کو بتادو کہ مجھے تم سے محبت ہے، تاکہ دوسرا بھی اس سے محبت رکھے، حضرت مقداد بن معدیکرب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إذا أحب الرجل أخاه فليخبره أنه يحبه'' (رواہ ابو داؤد والترمذی، مشکوۃ٢/٤٢٦)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

۱۱۔ سوشل میڈیا پر کتابوں کی پی ڈی ایف ڈالنا:

دینی اور اسلامی کتابیں جو دعوت وتبلیغ اور اشاعت اسلام کے نقطہ نظر سے نشر کی جاتی ہیں، ان کی پی ڈی ایف ناشر ومصنف کی اجازت کے بغیر بھی درست ہے، البتہ جو مضامین تجارتی نقطہ نظر سے شائع کئے جاتے ہیں ان کا سرقہ کرکے ان کے مصنف اورناشر کی اجازت کے بغیر ا ن کی پی ڈی ایف سوشل میڈیا پر ڈال کر مصنف وناشر کو معاشی نقصان پہنچانا شرعاً درست نہیں ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ‘‘ملعون من ضار مؤمنا أو مکر بہ’’ (رواہ الترمذی، مشکوۃ ۴۲۸،۲)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

۱۲۔ سوشل میڈیا کے استعمال میں کن امور کا لحاظ ضروری ہے:

سوشل میڈیا کے استعمال میں خیر کا لحاظ رکھے، لوگوں کو نیکی اور اچھے کاموں کی ترغیب دے اور شر والے کاموں سے بچنے بچانے کی کوشش کریں، شر والے کاموں کی نشر واشاعت سے بچے، دینی ودنیوی امور میں ایسی چیز کی نشر واشاعت کرے جس سے قوم وملت کو صحیح فائدہ ہو، کسی پر بہتان لگانے، جھوٹ بولنے اور فتنہ پھیلانے سے پرہیز کرے، حدیث نبوی ہے: ‘‘خیر الناس من ینفع الناس’’ (کنز العمال، حدیث: ۴۴۱۵۴)، قرآن مجید میں ہے: ‘‘ولتکن منکم أمۃ یدعون إلی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر’’ (سورہ آل عمران: ۱۰۴)، فقط واللہ تعالی اعلم۔

سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے اصول وضوابط

مفتی محمد مقصود فرقانی•

١۔وہ پیغامات جن کے بارے میں ان کے صحیح ہونے کا علم ہو تو ان پیغامات کا دوسرے لوگوں تک پہنچانا جائز ہے، خواہ ان کے بھیجنے والوں کے بارے میں علم ہو یا نہ ہو، الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے: ''یختلف الحکم التکلیفی للإعانۃ بحسب أحوالہا فقد تکون واجبۃ وقد تکون مندوبۃ وقد تکون مباحۃ أو مکروہۃ أو محرمۃ، یجب إعانۃ المسلمین بدفع الضرر العام أو الخاص عنہم لقول اللہ تعالی: وتعاونوا علی البر والتقوی، ولقول رسول اللہ ﷺ أخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ ومن کان فی حاجۃ أخیہ کان اللہ فی حاجتہ'' (٥،١٩٦)۔

پس بہت سے پیغامات ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے دوسروں تک بھیجنے سے مقصود عام یا خاص ضرر سے بچانا ہوتا ہے تو ایسے حالات میں سوشل میڈیا کا استعمال واجب کے درجہ میں آتا ہے، مذکورہ کتاب کے اسی صفحہ پر ہے: ''اتفق الفقہاء علی وجوب إعانۃ المضطر إلی الطعام والشراب بإعطائہ ما یحفظ علیہ حیاتہ وکذلک بإنقاذہ من کل ما یعرضہ للہلاک من غرق أو حرق فإن کان قادراً علی ذلک دون غیرہ وجبت الإعانۃ علیہ وجوباً عینیاً وإن کان ثم غیرہ کان ذلک واجباً کفائیاً علی القادرین'' ۔

٢۔ صورت مذکورہ میں اگر ملازمت کرنے والا شخص فحش اور ناجائز تصویروں سے گریز کرتا ہے اور ان کی ترسیل نہیں کرتا ہے، بلکہ صرف اس شعبہ میں تکنیکی ضرورت کے پیش نظرملازمت کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اسے چاہئے کہ کسی دوسری بہتر جگہ ملازمت تلاش کرے، اگر دوسری جگہ ملازمت مل جائے تو دوسری جگہ منتقل ہوجائے۔

موسوعہ فقہیہ ہی میں ہے: ''الإعانۃ علی فعل المکروہ تأخذہ حکمہ فتکون مکروہۃ مثل الإعانۃ علی الإسراف فی الماء أو الاستنجاء بماء زمزم أو علی الإسراف فی المباح بأن یستعملہ فوق المقدر شرعاً مثل إعطاء السفیر المال الکثیر وإعطاء الصبی غیر الراشد ما لا یحسن التصرف فیہ'' (٥،١٩٧)۔

پس اگر سائٹ کا مقصد بے حیائی پر مبنی ویڈیو اور آڈیو کی اشاعت نہ ہو، بلکہ ضمنی طور پر یہ کام ہوتا ہو تو حدیث: ''إنما الأعمال بالنیات '' کے تحت اس شعبہ میں ملازمت کرنا جائز ہوگا، فقہ کا قاعدہ ہے: ''الأمور بمقاصدہا''، اور یہ جو احقر نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ کسی دوسری جگہ ملازمت تلاش کرے تو فقہ کا دوسرا قاعدہ ہے: ''درء المفاسد أولی من جلب المنافع'' (مفاسد کا دور کرنا منافع کے حاصل کرنے سے بہتر ہے)۔

• مفتی جامع العلوم فرقانیہ رامپور، یوپی۔

۳۔ ایسے مضامین جو ملحدانہ افکار اور اسلام پر اعتراض کے متحمل ہوں اور اخلاقی اقدار کے استخفاف کو شامل ہوں تو ایسے مضامین کو پڑھنا اور اہل علم حضرات کو بھیجنا خاص طور پر ان لوگوں کو پہنچانا ضروری ہے جو تصنیفی اور تالیفی کا م کرتے ہیں، تاکہ ان مضامین کا معقول جواب لکھ سکیں اور ملحدانہ افکار واسلام کے خلاف پروپیگنڈے کو سمجھ سکیں اور اس کا رد کرسکیں، الموسوعۃ الفقہیہ (۴۰،۱۲) پر ہے:''یختلف حکم التشہیر باعتبار من یصدر منہ وباعتبار المشہر بہ فالتشہیر قد یکون من الناس بعضہم ببعض علی جہۃ العداوۃ أو الغیبۃ أو علی جہۃ النصیحۃ والتحذیر''۔

اور صفحہ ۴۳ پر ہے: ''إذا کان التشہیر علی سبیل نصیحۃ المسلمین وتحذیرہم وذلک کجرح الرواۃ والشہود والأمناء علی الصدقات والأوقاف والأیتام والتشہیر بالمصنفین والمتصدین لإفتاء أو إقرار مع عدم أہلیۃ أو مع نحو فسق أو بدعۃ یدعون إلیہا وأصحاب الحدیث وحملۃ العلم المقلدین ہؤلاء یجب تجریحہم وکشف أحوالہم السیئۃ لمن عرفہا ممن یقلد فی ذلک ویلتفت إلی قولہ لئلا یغتر بہم ویقلد فی دین اللہ من لا یجوز تقلیدہ، یقول القرافی: أرباب البدع والتصانیف المضلۃ ینبغی أن یشیر الناس فسادہا وعیبہا وإنہم علی غیر الصواب لیحذر الناس الضعفاء فلا یقعوا فیہا وینفر عن تلک المفاسد ما أمکن بشرط أن لا یتعدی فیہا الصدق ولا یفتری علی أہلہا من الفسوق والفواحش ما لم یفعلوہ بل یقتصر علی ما فیہم من النفرات خاصۃ'' ۔

اور صفحہ ۴۴ پر ہے: ''ویقول النووی یجوز تحذیر المسلمین من الشر ونصیحتہم وذلک من وجوہ منہا جرح المجروحین من الرواۃ للحدیث والشہود وذلک جائز بإجماع المسلمین بل واجب للحاجۃ''۔

۴۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ عصر حاضر میں نئی عمر کے بچوں کے لئے اینڈروئیڈ فون ان کی بینائی اور صحت وافکار کے لئے بہت نقصان دہ ہے، مگر دینی وعصری تعلیم صرف اسی فون پر منحصر ہوکر رہ گئی ہے اور اس کے استعمال نہ کرنے سے تعلیمی نقصان بہت زیادہ ہے، اس لئے صرف تعلیمی فوائد کے پیش نظر بچوں کے لئے اینڈروائڈ فون کا استعمال کرنا درست، البتہ بچوں کے والدین اور سرپرستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی صحیح نگہداشت کریں اور تعلیمی اوقات کے علاوہ بچوں سے فون لے کر اپنے پاس رکھیں اور اس انداز میں فون حاصل کریں کہ اس کے منفی اثرات بچوں پر نہ پڑیں، تاکہ وہ تعلیم اور اپنے بڑوں سے برگشتہ نہ ہوں۔

القواعد الفقہیہ مکتبہ اشرفی بکڈپو دیوبند ،۵۳ پر ہے: ''الإثبات مقدم علی النفی إن کان بالأصل''، دوسرا قاعدہ ہے:''الأصل فی الأشیاء الإباحۃ''، اور اسی کتاب کے صفحہ ۷۴ پر ہے:''الثابت بالضرورۃ یتقدر بقدرہا''، اور صفحہ ۷۹ پر ہے: ''حکم الشئی قد یدور مع خصائصہ''، اور صفحہ ۸۸ پر ہے: ''الضرر یدفع بقدر الإمکان'' ۔

۵۔ اسلام کی اشاعت اور دینی معلومات کی فراہمی واخلاقی تعلیمات وغیرہ کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال جائز ودرست ہے۔

الموسوعۃ الفقہیہ (٣٢٥،٤٠) پر ہے: ''ذہب الفقہاء إلی أن النصیحۃ تجب للمسلمین قال ابن حجر الہیتمی یتأکد وجوبہا لخاصۃ المسلمین وعامتہم وقال الراغب الأصفہانی عظم النبیﷺ أمر النصح فقال:الدین النصیحۃ، فبین علیہ الصلاۃ والسلام أن النصح واجب لکافۃ الناس بأن یتحری مصلحتہم فی جمیع أمورہم، وقال المالکیۃ النصیحۃ فرض عین سواء طلبت أو لم تطلب إذا حس الإفادۃ لأنہ من باب الأمر بالمعروف، وقال غیرہم کابن رجب أخبر النبیﷺ إن الدین النصیحۃ فہذا یدل علی أن النصیحۃ تشمل خصال الإسلام والإیمان والإحسان''۔

اور صفحہ ٣٢٨ پر ہے: ''.....وأما نصیحۃ عامۃ المسلمین فإرشادہم لمصالحہم فی آخرتہم ودنیاہم وکف الأذی عنہم فیعلم ما یجہلون من دینہم ویعینہم علیہ بالقول والفعل، وحشمہم علی التخلق''۔

٦۔ جہاں تک ممکن ہو دار القضاء میں براہ راست مقدمہ کی کارروائی کی جائے، اس صورت میں بہت سے مسائل سے حفاظت ہوسکتی ہے، البتہ تائید وتوثیق کے لئے ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دار القضاء کی کارروائی ہوسکتی ہے، خاص طور پر موجودہ حالات میں دار القضاء میں کارروائی کے لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے، لہذا یہ مسئلہ دار القضاء میں قاضی کی صوابدید پر منحصر ہے کہ جیسے وہ مطمئن اور محفوظ رہے اس کے اعتبار سے دار القضاء میں کارروائی کرے، قدیم زمانے میں یہ جدید آلات نہیں تھے؛ اس لئے فقہاء نے اپنے زمانہ کے اعتبار سے مسائل بیان کئے ہیں، اب جبکہ زمانہ کے ساتھ حالات اور آلات بدلے اور یہ بھی شرعی قاعدہ ہے کہ حالات زمانہ کے بدلنے سے احکام مسائل بدل جاتے ہیں، لہذا احتیاطی تدابیر اور حالات زمانہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے دار القضاء میں مقدمہ کے اندر ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ کارروائی درست ہوگی۔

الموسوعۃ الفقہیہ (٢٦٢،٥) پر ہے: ''کل عمل یمکن أن ینال المسلمین منہ خیر ویتزاحموا فی طلبۃ یجب علی ولی الأمر الإعلان عنہ لتتاح الفرصۃ للجمیع علی قدر متساو''، پس ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ سے معاملات کی توثیق تو ہوسکتی ہے، لیکن اس پر فیصلہ نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ مسلم قاضی وہ ذرائع واختیارات نہیں رکھتا ہے جو حکومت کے پاس ہوتے ہیں۔

٧۔ وہ آڈیو یا ویڈیو جو فحاشی اور عریانیت سے خالی ہوں اور جائز چیزوں پر مبنی ہوں، جیسے اچھی خبریں اور درست آڈیو یا ویڈیو جو لوگوں کے لئے مفید ہوں تو ایسے آڈیو اور ویڈیو کو بھیجنا اور کمپنی سے روپے کمانا جائز ہوگا؛ کیونکہ اس میں بھیجنے والے کا وقت درکار ہوگا اور اس کی مثال ایسے ہے کہ کوئی شخص بائع کا مال فروخت کرائے اور اپنا معاوضہ طے کرلے تو فقہاء نے اس کے معاوضہ کو جائز قرار دیا ہے اور فقہ میں اسے سمسار سے تعبیر کیا ہے، پس یہی حکم آڈیو اور ویڈیو بھیجنے والے کا ہوگا۔

٨۔ اپنی ویڈیو کی نشر واشاعت ہو یا دوسرے کی، ناجائز اور غیر مصدقہ اشتہارات

شامل کرنا جائز نہیں ہے۔

۹۔ مسلمان کو لایعنی کاموں سے احتراز کرنا چاہئے، رسول اللہﷺ نے مسلمانوں کو لا یعنی باتوں سے گریز کرنے کا حکم دیا ہے، فون پر جو گیم کھیلے جاتے ہیں ان میں محض تضییع اوقات ہے اور مسلمان کو اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے، رہا مسئلہ آن لائن گیم کے ذریعہ انعام حاصل کرنے کا تو جیسے جسمانی ورزش کے لئے دوسرے کھیل کھیلنا اور ان میں انعام حاصل کرنا جائز ہے، اسی طرح آن لائن دماغی ورزش کے لئے گیم کھیلنا اور اس پر انعام حاصل کرنے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا، البتہ آن لائن گیم کو انعام کا ذریعہ بنانا درست نہیں ہے؛ کیونکہ یہ گیم ایک ہوا میں ہے اور فقہاء نے اس بیع کو جس کا وجود نہ ہو اور وہ ہوا میں ہو تو اسے فاسد قرار دیا ہے، یہی حکم آن لائن گیم کا ہے کہ اسے انعام کا ذریعہ بنانا درست نہیں ہے۔

۱۰۔ کسی بھی شخص کو اس کی اجازت کے بغیر سوشل میڈیا پر گروپ میں شامل کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۱۔ کسی بھی مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر اس کی کتابوں کی پی ڈی ایف سوشل میڈیا پر ڈالنا درست نہیں ہے، اس میں خیانت ہے اور مسلمان کے لئے خیانت کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۲۔ سوشل میڈیا کے استعمال میں چند امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ اچھے اور صحیح پیغامات ترسیل کئے جائیں۔

۲۔ بغیر تحقیق کوئی چیز آگے نہ بھیجی جائے۔

۳۔ کسی کی ایسی کوئی چیز کہ جس میں اس کی اجازت مطلوب ہو بغیر اس کی اجازت ترسیل نہ کی جائے۔

۴۔ سوشل میڈیا پر کسی بھی چیز کا مقصد لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہو نہ کہ کسی کی ذلت اور توہین کرنا مقصود ہو، مگر یہ کہ جو چیز خلاف شرع اور ملحدانہ افکار اور اخلاقی اقدار کے استخفاف پر مبنی ہو تو اس سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔

۵۔ ترسیل میں اپنی برتری اور نمائش مقصود نہ ہو۔

۶۔ غیر ضروری اور لایعنی چیزوں کے بھیجنے اور ان کے استعمال کرنے سے گریز کیا جائے۔

۷۔ سوشل میڈیا کو لہو ولعب کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔

۸۔ سوشل میڈیا پر فحاشی اور عریانیت پر مبنی تصویروں اور ویڈیو سے اجتناب کیا جائے۔

۹۔ کسی بھی سیاسی جماعت سے رقم وغیرہ لے کر سوشل میڈیا کا سہارا لے کر اس کی جھوٹی طرف داری نہ کی جائے۔

سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کے منفی ومثبت پہلو

قاضی عبد الجبار طیب ندوی•

١۔ بغیر تحقیق کے کسی بھی پیغام کو آگے بھیجنا:

جس طرح پیغام ڈالنے والوں کے لئے علمی، تحقیقی اور مستند مواد ڈالنا ضروری ہے، ایسے ہی پیغامات کو آگے بڑھانے والوں کے لئے تحقیق وتدقیق سے کام لینا اور پیغام کے اندر موجود مواد کے بارے میں چھان بین کرنا اور اس کے بعد آگے بھیجنا یا شیئر کرنا ضروری ہے، پس اگر مواد صحیح ودرست ہے تو اس کو آگے شیئر کرنے یا نہیں کرنے دونوں کا اختیار ہے، البتہ لوگوں تک اچھی بات پہنچانا افضل وبہتر ہے، تاکہ خیر وبھلائی کی باتیں عام ہوں، کیونکہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بلغوا عنی ولو آیۃ'' (البخاری، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث: ٣٤٦١)۔

اور اگر وہ بات درست وصحیح نہ ہو تو اس کا آگے شیئر کرنا، دوسرے لوگوں تک پہنچانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ جھوٹی بات کو پھیلانا اشاعت فاحشہ میں داخل ہے اور اللہ رب العزت نے اس سے منع فرمایا ہے، اور ایسے شخص کے لئے دردناک عذاب کی بات کہی گئی ہے:

''إن الذین یحبون أن تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لہم عذاب ألیم فی الدنیا والآخرۃ'' (النور: ١٩)۔

فحش بات کہنے والا اور فحش بات کو آگے پھیلانے والا دونوں گناہ میں برابر شریک ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں:

''عن علی ابن أبی طالبؓ قال: القائل للفاحشۃ والذی یشیع بہا فی الإثم سواء''۔

اور حضرت عطاء فرماتےہیں:

''من أشاع الفاحشۃ فعلیہ النکال وإن کان صادقاً'' (الدر المنثور ٦،١٦١) (جس شخص نے فحش کو پھیلایا اس پر اس کا جرمانہ ضروری ہے، اگرچہ کہ وہ صادق شخص ہی کیوں نہ ہو)۔

جس چیز کے صحیح ودرست ہونے کے بارے میں معلوم نہ ہو اس کو علماء یعنی اہل علم سے پوچھنا انسان کی ذمہ داری ہے، اسی طرح مضمون یا معلومات کے تعلق سے معلوم نہ ہو اس کی صحت وسقم کے بارے میں تحقیق کرلینا ضروری ہے، چنانچہ اللہ رب

• قاضی دار القضاء کڑپہ ونائب ناظم جامعۃ الصالحات کڑپہ، آندھرا پردیش۔

العزت ارشاد فرماتا ہے: ‘‘فأسألوا أہل الذکر إن کنتم لا تعلمون’’ (الانبیاء : ۷)۔
‘‘ولا تقف ما لیس لک بہ علم إن السمع والبصر والفؤاد کل أولئک کان عنہ مسئولا’’ (بنی اسرائیل: ۳۶)۔

سوشل میڈیا پر غلط خبروں کے نقصانات:

سوشل میڈیا پر غلط خبر یا شرعی مضامین کے نام سے غلط مضامین کی کثرت ہے، اس کے بڑے نقصانات سامنے آرہے ہیں، چنانچہ کئی ایسے پیغامات دیکھے گئے جس میں قرآن مجید کی آیتوں میں نحو اور کبھی صرف کی غلطیاں ہیں، یؤمنون کی لایؤمنون لکھ دیا گیا ہے، لوگ اسی کو شیئر کررہے ہوتے ہیں، اسلام سے متعلق غیروں نے کافی مواد انٹرنیٹ پر تیار کیا ہوا ہے، اور خوب اس کی تشہیر ہورہی ہے، جس کی وجہ سے انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا کے صارفین کا ایمان وعمل کا بڑا خسارہ ونقصان ہورہا ہے، چنانچہ سوشل میڈیا پر غلط خبروں کے نقصانات کس قدر ہیں، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک افواہ نے صرف نو دنوں میں ۸ افراد کی جانیں لے لیں۔

لہذا میرے نزدیک اگر مضمون اور صاحب مضمون کے بارے میں پتہ نہ ہو تو ایسے مضامین یا تحریر کو آگے بھیجنا ممنوع ہونا چاہئے۔

۲۔ سوشل میڈیا کے شعبہ میں ملازمت کا حکم:

سوشل میڈیا پر بہت سی فحش اور ناجائز تصویریں آتی ہیں، اگر کوئی شخص خود تو اس سے بچے اور دوسروں کی طرف اس کی ترسیل بھی نہ کرے، لیکن تکنیکی ضرورتوں کے سلسلہ میں اس شعبہ کی ملازمت کرے تو اس کی ملازمت جائز اور درست ہے، اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے شراب پینا حرام تو ہے، لیکن اگر کسی برتن میں یا گلاس میں پیا جائے تو اس برتن اور گلاس بنانے والی کمپنی میں ملازمت جس طرح جائز ہوتی ہے اسی طرح اس شعبہ میں ملازمت جائز ہوگی، کیوں کہ نفس عمل اس کا جائز ہے، اور خود وہ ناجائز عمل میں شریک نہیں ہے۔

تاہم اس طرح کی کمپنیوں میں تعاون علی الاثم ضرور پایا جاتا ہے جو کہ گناہ ہے، لیکن اگر وہ اس شعبہ میں کسی بھی طرح گناہ کے کاموں میں معاون بنا تو پھر اس کی ملازمت تعاون علی الاثم کی وجہ سے جائز نہیں ہوگی، اس شخص پر جائز اور حلال ملازمت تلاش کرنا ضروری ہوگا۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

‘‘وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان ’’ (مائدہ: ۲)۔

۳۔ ملحدانہ افکار پر مبنی تحریر کو پڑھنا اور دوسروں کو بھیجنا:

ایسے مضامین جس میں تصاویر نہ ہوں اور نہ فحاشی پر مبنی ہوں، بلکہ ملحدانہ افکار، اسلام پر اعتراض، اخلاقی اقدار کے استخفاف کو شامل ہوں، نیز اس کا مقصد ہی

ملحدانہ افکار کو فروغ دینا ہو تو ایسے مضامین کو پڑھنا اور دوسروں کو بھیجنے کے سلسلہ میں درج ذیل وضاحت لکھی جاتی ہے:

١۔ اگر قاری ملحدانہ افکار پر مبنی تحریر اور اس تحریر میں موجود غیر اخلاقیات کی چھان پھٹک کرسکتا ہو اس یقین واعتماد کے ساتھ کہ اس تحریر کے اثرات کو ہرگز قبول نہیں کرے گا تو ایسے شخص کے لئے پڑھنا اور اسی صلاحیت کے حامل مرسل الیہ کو تحریر بھیجنا درست ہوگا، بلکہ اگر اسی طرح کے حاملین علم اس کا رد کریں تو ظاہر ہے کہ پڑھے بغیر اس کا رد تو نہیں کیا جاسکتا ہے۔

٢۔ اگر ان تحریروں کا پڑھنے والا عامی شخص ہے تو ایسی تحریر کا پڑھنا اور اس کی ترسیل دونوں ناجائز ہوگا، کیوں کہ ایسا شخص خود ملحدانہ افکار سے متاثر ہوسکتا ہے، لہذا ایسے شخص پر واجب ہوگا کہ وہ پہلے اس کی تحقیق کرے اور تحقیق کے اہل علم سے رجوع ہو جیسا کہ قرآن مجید نے حکم دیا ہے:

''یا أیہا الذین آمنوا إن جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا أن تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین'' (الحجرات: ٦) ۔

٤۔ موبائل فون سے درس وتعلیم دینا:

فی نفسہ موبائل فون یا اس کے ذریعہ انٹرنیٹ کا استعمال جائز اور درست ہے، انٹرنیٹ ایک ایسا آلہ ہے جس میں مفید اور غیر مفید اور فحش وناجائز مواد بھی ہوتے ہیں، لہذا میرے نزدیک تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ موبائل فون سے تعلیم دینا اور اس کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنے کا فائدہ یقینی ہے، جبکہ نامناسب سائٹوں تک رسائی موہوم ہے، لہذا موہوم امر کی وجہ سے یقینی صورتحال کو کالعدم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

ایک غور طلب پہلو یہ بھی ہے کہ موبائل فون آج کی ضروریات میں داخل ہے؛ اس لئے سرکاروں اور کمپنیوں نے آٹے سستے تو نہیں کئے، لیکن ڈاٹا ضرور سستا فراہم کیا، لہذا جب موبائل فون ہر ایک کی ضرورت ہے تو اس کے استعمال کو صحیح رخ دینے کی ضرورت ہے، نامناسب سائٹس کے بجائے ان کو وہ سائٹس بتائے جائیں جو ان کے لئے مفید ہوں۔

نیز موبائل میں ایسی سیٹنگ بھی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے نامناسب سائٹس تک رسائی ممکن نہیں ہوپاتی ہے، بچوں کو بچانے اور اس تک نہ پہنچنے کے ذریعہ کو اس سیٹنگ کے ذریعہ، نیز والدین کی نگرانی کے ذریعہ بھی روکا جاسکتا ہے۔

٥۔ دینی معلومات کی فراہمی کے لئے سوشل میڈیا کا استعمال:

اسلام کی اشاعت، دینی معلومات کی فراہمی اور اخلاقی تعلیمات وغیرہ کے لئے ایسے ذرائع ، سوشل میڈیا کا استعمال کیا جاسکتا ہے، بلکہ کیا جانا چاہئے، کیونکہ قرآن میں ہے: ''وأعدوا لہم مااستطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم'' (الانفال: ٦٠)۔

اس آیت میں حسب مقدور تیاری کا حکم ملا ہے، اور قوۃ کا لفظ ذکر کرکے اللہ رب العزت نے زمانہ اور حالات کے اعتبار سے تیاری کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے، لہذا تلوار کے زمانہ میں کفار سے نبی ﷺ نے تلوار سے مقابلہ کیا، آج کے حالات میں بموں اور بارودوں سے مقابلہ کیا جائے گا، تلوار سے مقابلہ نہیں کا جائے گا، کیوں کہ نبی نے کل کے کفار کے ہتھیار سے یعنی تلوار سے مقابلہ کیا تھا، تو موجودہ حالات میں دشمنوں سے آج کے ہتھیاروں سے مقابلہ کیا جائے اور اسی جیسی تیاری بھی کی جائے، چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''قرآن کریم نے ''طاقت '' کا عام لفظ استعمال کرکے بتادیا کہ ..... جس وقت جس قسم کی دفاعی قوت کارآمد ہو اس وقت اسی طاقت کا حصول مسلمانوں کا فریضہ ہے، لہذا اس میں ..... وہ تمام اسباب ووسائل بھی (داخل ہیں) جو مسلمانوں کی اجتماعی، معاشی اور دفاعی ترقی کے لئے ضروری ہوں '' (آسان ترجمہ قرآن از تقی عثمانی، سورہ انفال: ۶۰)۔

سوشل میڈیا چونکہ ایک پلیٹ فارم ہے جہاں سے ترسیل کا کام ہوتا ہے، اور فی نفسہ چونکہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم میں کوئی خرابی تو نہیں ہے، اس لئےاس کے استعمال میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، رہی بات کہ وہاں سے برائیوں اور غلط افکار کی اشاعت بھی ہوتی ہے، تو اس کو وجہ بنا کر دینی مقاصد کے لئے اس کے استعمال کو ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا؛ کیوں کہ جن ذرائع کا کفار نے اور فحش مواد کو پھیلانے والوں نے استعمال کیا ہے؛ چونکہ وہ جائز اور درست ذرائع ہیں، اس لئے ان ذرائع سے کفار اور اس طرح کے مواد کا مقابلہ کیا جانا چاہئے۔

۷۔ ویڈیو اور آڈیو سننے، دیکھنے یا کسی کو بھیجنے پر کمپنی سے پیسے وصول کرنا:

آج کل جو ویڈیو اور آڈیو سننے، دیکھنے یا کسی اور کو بھیجنے سے کمپنی پیسے دیتی ہے، اس کے جائز وناجائز ہونے کا دارومدار مواد کے صحیح ودرست ہونے پر موقوف ہے، چنانچہ اگر مواد درست اور صحیح ہے تو اس آڈیو یا ویڈیو کو سننا دیکھنا اور کسی کو بھیجنا سب درست ہوگا، اور جائز ہوگا، کیونکہ جو باتیں درست اور عوام کے لئے صحیح اور فائدہ مند ہوں، خیر اور بھلائی کی چیزیں ہوں تو اس کا لوگوں کو حکم دینا اور اس کی طرف رہنمائی کرنا شریعت کے بالکل منشا کے موافق ومطابق ہے۔

''ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئک هم المفلحون'' (آل عمران: ۱۰۴)۔

حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''الدال على الخير كفاعله'' (صحیح مسلم: ۱۸۹۳) (خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا خیر اور بھلائی کے کام کرنے والے کی طرح ہے)۔

٨۔ ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے ناجائز اشتہار لگانا:

ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے کسی بھی طرح کے ناجائز اشتہارات کا استعمال ہرگز جائز اور درست نہیں ہے، گرچہ کہ وہ ویڈیو دینی مواد پر مشتمل ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس میں ناجائز اشتہار ہے، اور ناجائز اشتہار کو ویڈیو کے ذریعہ لوگوں تک پہنچانا گویا اشاعت فاحشہ ہے اور قرآن مجید نے اس سے منع فرمایا ہے، اور اس کے لئے دردناک عذاب کی وعید بیان کی ہے، چنانچہ سورہ نور میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

''إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة فى الذين آمنوا لهم عذاب أليم فى الدنيا والآخرة'' (النور: ١٩)۔

٩۔ آن لائن گیم کھیلنا اور اس پر انعام وصول کرنے کا حکم:

آج کل آن لائن گیم دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک فی نفسہ جائز اور دوسرا فی نفسہ ناجائز، جہاں تک فی نفسہ ناجائز کا تعلق ہے، یہ گیم پلیر کو یعنی کھلاڑی کو مزید طاقت ور بننے کے لئے مورتیوں کی پوجا، اس کے سامنے سرجھکانے کا آپشن دیتا ہے، اگر وہ اس مورت کی پوجا کرلیتا ہے تو مزید طاقتور بن جاتا ہے اور گیم میں اس کی جیت تقریباً ممکن ہوجاتی ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح کا عمل اگر گیم میں موجود ہے تو گویا یہ شرک ہے؛ کیوں کہ مدد اور طاقت غیر اللہ سے مانگی جارہی ہے، حق تو یہ تھا کہ اللہ سے استعانت اور مدد مانگی جاتی، جو خالق کون مکان ہے، لہذا اس طرح کا گیم کھلینا جائز نہیں ہوگا اور اس سے حاصل ہونے والی اجرت بھی درست نہیں ہوگی، مفسدہ کی بات کریں تو گیم کھیلنے والے کو ایمان کی تجدید کرنا اور اگر شادی شدہ ہے تو نیا نکاح کرنا بھی ضروری ہوگا۔

اسی طرح سےگیم میں کھلاڑی کو انعام کی رقم اشتہار دینے والی کمپنی دیتی ہے، اب اگر اشتہار ناجائز امور پر مشتمل ہے اور کمپنی کا کاروبار حلال نہیں ہے تو اس طرح کا گیم کھیلنا اور اس سے انعام کی رقم حاصل کرنا جائز نہیں۔

جہاں تک فی نفسہ جائز گیم کا تعلق ہے یعنی ایسا گیم جس میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھا گیا ہو:

* کھیل کے اندر اور اس کے آگے پیچھے یا سائٹ پر چلائے جانے والے اشتہارات دینے والی کمپنیوں کا بنیادی کام حلال ہو، حرام اور ناجائز نہ ہو۔

اگر مذکورہ بالا امور کا خیال رکھا گیا ہو تو فی نفسہ وہ گیم جائز اور درست ہے اور اس سے انعام کی رقم وصول کرنا بھی درست ہے، لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا معمولی گیم کھیلنے سے رقم آجائے گی، ظاہر ہے اس میں کافی وقت لگتا ہے، اور وقت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اور اس نعمت کا ضیاع ناجائز نہ سہی، لیکن مکروہ تو ضرور ہے، کیوں کہ اس طرح کے گیم میں درج ذیل مفاسد پائے جاتے ہیں:

* اس کھیل میں دینی وجسمانی کوئی بھی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔
* دینی اور دنیوی فرائض سے غفلت ہوتی ہے، اور وقت کا ضیاع بھی ہوتا ہے۔
* سب سے بڑا ضرر یہ ہے کہ کھیل کی عادت پڑجانے پر چھوڑنا دشوار ہوتا ہے۔
* اس سے بچوں کو شدید نقصان ہوتا ہے کہ اس کا ذہن خراب ہوجاتا ہے، جس کے نتیجے میں تعلیم سے اس کی دلچسپی اٹھ جاتی ہے جو کہ شدید ضرر اور بڑے مفسدہ کی بات ہے، لہذا ایک چھوٹی منفعت اور وقتی لذت وفرحت حاصل کرنے کی خاطر بڑے مفسدہ کو گوارا نہیں کیا جاسکتا ہے، چنانچہ تکملہ فتح الملہم میں ہے:

''فالألعاب التی یقصد بہا ریاضۃ الأبدان أو الأذہان جائزۃ فی نفسہا ما لم تشتمل علی معصیۃ أخری وما لم یؤد لانہماک فیہا إلی الإخلال بواجب الإنسان فی دینہ ودنیاہ'' (تکملۃ فتح الملہم ۴،۴۳۵)۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ فی نفسہ اگر کھیل جائزبھی ہو تو دینی ودنیوی بہت سے مفاسد کی وجہ سے گیم کھیلنا کم ازکم میرے نزدیک مکروہ ضرور ہے۔

۱۰۔ بغیر اجازت کے گروپ میں شامل کرنا:

سوشل میڈیا پر گروپ بنائے جاتے ہیں، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جو میسیج فرداً فرداً بھیجا جائے تو کافی وقت لگتا ہے جب کہ گروپ میں ایک میسیج ڈال دیا تو ایک وقت میں سب کو وہ میسج پہنچ جاتا ہے۔

دوسری طرف اس کے کئی مفاسد بھی ہیں:

* ایک میسج مکرر آتا ہے۔
* گروپ میں شامل جتنے افراد ہوتے ہیں تقریباً اتنے ہی میسج بھی ہوتے ہیں۔
* ان پیغامات کو پڑھنا اور اس کا جواب دینا یا اس کو آگے فارورڈ کرنے لئے کافی وقت مطلوب ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ اتنا وقت کس کے پاس ہوتا ہے؟
* میسج کی کثرت کی وجہ سے موبائل کی میموری پر دباؤ بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے موبائل میں تکنیکی خرابی کے آنے کے اندیشہ ہوتےہیں۔

لہذا میرے نزدیک مذکورہ بالا مفاسد اور دشواریوں کی وجہ سے موبائل کی حفاظت کی خاطر اور صاحب موبائل کو ذہنی تناؤ سے بچانے کی خاطر مناسب ہے کہ گروپ میں شامل کرنے سے پہلے اجازت لی جائے، یا کم از کم اطلاع دے دی جائے، اگر ایسا نہیں کیا تو گروپ میں شامل افراد کو تکلیف ہوسکتی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ'' (متفق علیہ)۔

''من ضارّ مسلماً ضارّہ اللہ'' (ابوداؤد: ۳۶۳۵، ترمذی: ۱۹۴۰)۔

۱۱۔ مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر کتاب اپلوڈ کرنا:

سوشل میڈیا کتابو نکے حصول اور اس تک پہنچنے او راس سے بروقت فائدہ اٹھانے

کا ایک بہترین پلیٹ فارم ہے، سوشل میڈیا پر بہت ساری کتابیں دستیاب ہوتی ہیں ان میں سے بہت سی وہ کتابیں ہوتی ہیں جن کی اشاعت ،اپلوڈ کی اجازت خود مصنف یا ناشر نے دے رکھی ہوتی ہے؛ بلکہ خود انہوں نے اپنے ویب سائٹ پر اس کی اشاعت کی ہوتی ہے اور اس کی تحمیل کی اجازت بھی ان کی طرف سے دی گئی ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح کی کتابوں کو ڈاؤن لوڈ کرنا اور پھر اس کی نشر واشاعت برائے تبلیغ ودعوت دین کرنا جائز اور درست ہے؛ کیونکہ نشر واشاعت فرمان رسولﷺ کے حکم کے مطابق ہے: ''بلغوا عنی ولو آیۃ'' (ترمذی: ٢٦٦٩)۔

تاہم شریعت اسلامیہ میں دیگر حقوق کی طرح حق تصنیف وحق ناشر کو حق تسلیم کیا گیا ہے، لہذا اگر کوئی شخص بغرض تجارت مصنف وناشر کی اجازت کے بغیر کتاب کو اپلوڈ کرتا ہے اور نشر کردیتا ہے تو یہ عمل اس کے لئے جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ حق تصنیف ونشر سے مالی فائدہ اٹھانا صرف مصنف وناشر کا حق ہے، اس کی اجازت کے بغیر اس میں کسی طرح کا تصرف جائز اور درست نہیں ہے، چنانچہ فقہ البیوع میں ہے:

''أن حق الابتکار والتألیف حق معتبر شرعاً فلا یجوز لأحد أن یتصرف فی ہذا الحق بدون إذن من المبتکر أو المؤلف'' (فقہ البیوع: از تقی عثمانی ١،٢٨٦)۔

حضرت مولانا تقی عثمانی حفظہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب فقہ البیوع میں رقمطراز ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے استعمال کے لئے یا اپنے دوست واحباب کو ہدیہ کرنے کی غرض سے کتاب کی کاپی کرائی اور اس کا مقصد اس سے مالی فائدہ اٹھانا نہیں ہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

''التعدی علی ہذا الحق إنما یتصور إذا أنتج أحد مثل ذلک المنتج أو الکتاب أو البرنامج بشکل واسع للتجارۃ فیہ، أو بقصد الاسترباح، أما إذا صورہ لاستعمالہ الشخصی أو لیہبہ إلی بعض أصدقائہ بدون عوض فإن ذلک لیس من التعدی علی حق الابتکار'' (فقہ البیوع ١،٢٨٦)۔

١٢۔ سوشل میڈیا کے استعمال میں کن امور کا لحاظ رکھا جائے اور کن امور سے اجتناب برتا جائے:

١۔ سوشل میڈیا ایک بحر عمیق ہے، لہذا اس میں زیادہ غوطہ زنی سے بچنا ہی بہتر ہے، سوشل میڈیا کے استعمال میں شہد کی مکھی کی طرح ہونا چاہئے کہ ہر چیز پر جاکر نہیں بیٹھتی اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتی ہے، بلکہ جس سے شہد حاصل کیا جاسکتا ہے اس پر بیٹھتی ہے، اسی طرح سوشل میڈیا کے استعمال کنندہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ صرف اس صفحہ پر جائیں جس سے ان کو اور دوسروں کو فائدہ حاصل ہوسکتا ہے، اور اس مکھی کی طرح نہیں ہونا چاہئے جو ہر طیب اور خبیث چیز پر بیٹھتی ہے۔

٢۔ سوشل میڈیا پر دو جنسوں کے درمیان بات چیت اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ بات چیت تلذذ اور استمتاع کی غرض سے نہ ہو، اور نہ ہی خواہش نفسانی اور ہیجانی

کیفیت کو ابھارنے کا سبب بنے۔

۳۔ کسی بھی ناجائز اور حرام کاموں کا ارتکاب نہ کیا جائے، شریعت کے تمام اصول وضوابط کی پابندی بھی ہو، جیسے غیبت، چغل خوری، معاندین ومخالفین یا کسی بھی فرد کے رازہائے سربستہ کو اجاگر نہ کیا جائے۔

۴۔ کسی بھی غیر مفید کاموں میں وقت کو ضائع نہ کیا جائے، کیوں کہ یہ لہو ولعب مینشامل ہوکر ممنوع ہے۔

۵۔ کمپنی کے قانون کی مکمل پابندی کی جائے جب تک کہ شریعت سے ٹکراؤ نہ ہو۔

۶۔ مسلمانوں کے اتحاد کوپارہ کرنے والے کسی بھی امور میں شامل نہ ہوں۔

۷۔ کسی بھی تحریر میں اگر احتمال خطا کا ہو تو اس کو نقل نہ کیا جائے اور اس کو شیئر بھی نہ کیا جائے۔

۸۔ کسی بھی مواد کو شائع کرنے سے قبل اس کی صحت پر اطمینان حاصل کرنا چاہئے، ہذا ما عندی واللہ ہو الموفق وہو المستعان۔

سوشل میڈیا اور اس کا مثبت ومنفی استعمال

مفتی غلام اللہ کاوی•

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔

جواب (۱) سوشل میڈیا فساد اخلاق اور فساد افکار کا سب سے زیادہ مؤثر ہتھیار ہے، اس کا کوئی بھی سمجھدار انکار نہیں کرسکتا، مگر یہ آلۂ فساد اتنا عام ہوچکا ہے کہ اس سے بچنا اور اس کا روکنا تقریباً ناممکن ہے۔

اس آلہ کے ذریعہ اصلاحی پیغامات کو آگے بڑھانا جائز ودرست ہے، قرآن واحادیث میں اسلامی واصلاحی پیغامات کی نشر واشاعت میں بڑی بشارتیں اور فضیلتیں ارشاد فرمائی ہیں، قرآن میں ہے:

''یا أیہا الذین آمنوا إن تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت أقدامکم'' (سورہ محمد: ۷)۔

''إن ینصرکم اللہ فلا غالب لکم'' (سورہ آل عمران: ۱۶۰)۔

قرآن میں مصلحین کا وجود عذاب الہی سے امان کی بشارت ہے:

''وما کان ربک لیہلک القری بظلم وأہلہا مصلحون'' (ہود: ۸)۔

''إنا لا نضیع أجر المصلحین'' (اعراف: ۱۷۰)۔

اللہ کی چاہت یہ ہے کہ زمین پر خیر وصلاح غالب رہے، لہذا جب تک صلاح واصلاح ہوتی رہتی ہے، یعنی فساد وبگاڑ کو روکنے اور دور کرنے کی کوشش جاری رہتی ہے وہا نتک اللہ تعالی دنیوی عذاب بھیج کر قوموں کو تباہ وبرباد نہیں کرتے، لیکن فساد اس قدر آگے بڑھ جائے کہ فسادیوں کو مصلحین کا وجود بھی گوارا نہ ہو، اور کسی بستی میں سے بگاڑ کو روکنے اور دور کرنے کی کوشش بھی ختم ہوجائے تو پھر اللہ تعالی دنیوی عذاب بھیج کر اس قوم کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں۔

اس وقت عوام وخواص میں اسلام وایمان کے بارے میں شکوک وشبہات ڈالنے کے لئے دشمنان اسلام نے کمر کس لی ہے،ہم خواب میں سوئےرہے، مخالفین اسلامی تہذیب سے ہمارے لڑکوں لڑکیوں کے دل ودماغ میں نفرت ڈالنے میں کامیاب نظر آرہے ہیں، یہودی تہذیب وتمدن سے محبت کرنے والے ہمارے لڑکے لڑکیوں کا مزاج بن چکا ہے، ہمارے پاس اسلامی تہذیب کی نشر واشاعت کے مراکز میں بھی محب ت دولت وعہدہ وشہرت غالب ہیں، کوئی ایک فرد اگر محبت کرنے والا اسلامی تہذیب سے تو وہ قسم قسم

• دار العلوم کنتھاریہ، بھروچ، گجرات۔

کے مصائب وفتنوں میں مبتلا کردیا جاتا ہے، اولین ضرورت ہے کہ ان اسلامی مراکز میں اسلامی تہذیب کے محبین کا غلبہ ہو، ایسی پالیسی بنائی جائے، ورنہ مستقبل میں ہماری نسلوں سے ایمان رخصت ہوجائے گا، اللہ وہ دن نہ دکھائیں، یہی دعا کرتا ہوں۔

جواب (۲) اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ایک سوال وجواب کو یہاں درج کرتا ہوں:

سوال: ایک ٹی وی میکانک ہوں، روزانہ خراب ٹی وی درست کرتا ہوں، اس پیسہ کی آمدنی سے بال وبچوں کی پرورش ہوتی ہے، شرعاً یہ کام درست ہے یا نہیں؟

جواب: ٹی وی کا سیٹ چونکہ فحش اور ذی روح کی تصاویر ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے، بلکہ اس سے ایسے مناظر بھی دکھائے جاسکتے ہیں جو جائز ومباح ہوں، اس لئے بعض اہل علم نے اس کی اصلاح ومرمت کو جائز قرار دیا ہے، لیکن چونکہ آج کل زیادہ تر مفاسد ہی کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے، اس لئے کوئی اور پیشہ اختیار کرنا بہتر اور قرین احتیاط ہے، مرمت کے ذریعہ جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ حلال ہے (کتاب الفتاوی۵؍۳۶۰)۔

اس سوال وجواب سے ہمارے سوال کا جواب بھی حاصل ہوگیا کہ سوشل میڈیا اس وقت ابلاغ، تشہیر، اپنی فکر کی تبلیغ اور تجارت وغیرہ کا اہم اور مؤثر ذریعہ بن گیا ہے، اس کے ذریعہ بہت کم وقت میں ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک انسان اپنی بات پہنچا سکتا ہے، اگر صحیح مقاصد کے لئے اس کا استعمال کیا جائے تو اس سے بڑے پیمانے پر خیر کی اشاعت ہوسکتی ہے۔

یہ ہے سوشل میڈیا کا ایک پہلو، مگر اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر غلط مقاصد کے لئے استعمال ہو تو شاید فساد اخلاق اور فساد افکار کا اس سے زیادہ مؤثر کوئی ہتھیار نہیں، اگر سوشل میڈیا کی ملازمت میں خلاف شرع کسی امر کا ارتکاب نہ کرنا پڑے تو ملازمت جائز، اجرت حلال، مگر چونکہ اس کا زیادہ تر استعمال مفاسد کے لئےہوتا ہے، اس لئے کوئی اور پیشہ اختیار کرنا بہتر اور قرین احتیاط ہے، اگر کوئی بھی خلاف شرع امر کا ارتکاب کرنا پڑے گا تو یہ ملازمت حرام ہوگی۔

جدید فقہی مسائل میں ہے:

‘‘بینک کی ایسی ملازمت جس میں کسی ذمہ دارانہ عہدہ پر فائز ہو یا سودی معاملات لکھنے پڑتے ہوں جائز نہیں ہے۔

ہاں! ایسی ذمہ داریاں جن کا تعلق براہ راست سودی کاروبار سے نہ ہو، بلکہ وہ بینک کے دوسرے کام یا اس کی حفاظت پر ملازم ہوں، ان کے لئے اس ملازمت کا جاری رکھنا یا حاصل کرنا جائز ہے (یہی حکم سوشل میڈیا کی ملازمت کا ہوگا) آگے تحریر فرماتے ہیں: یہ تو اصل حکم ہے، لیکن ایسے شخص کے لئے جو معاشی اعتبار سے بالکل مفلوج ہو، کوئی دوسری ملازمت اور ذریعۂ معاش حاصل نہ ہو، اور ملازمت ترک کردے

تو فاقہ کا اندیشہ ہو، ایسے ملازمین بینک کو چاہئے کہ وہ موجودہ ملازمت پر قانع ہونے کے بجائے خوب متلاشی وکوشاں رہیں کہ کوئی دوسرا بہتر اور پاک ذریعۂ معاش حاصل ہوجائے، موجودہ ملازمت سے دل میں کراہت محسوس کریں، اور جب تک متبادل نظم نہ ہوجائے، ایک مجبوری کے بطور اسے کرتے رہیں، اس لئے کہ اگر وہ ملازمت بیک قلم ترک کردیں اور کوئی دوسری صورت سامنے نہ ہو تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ فقر وافلاس ان کو کسی اور گناہ میں مبتلا کردے " (جدید فقہی مسائل ۱؍۴۰۰-۴۰۱، ہکذا فی کتاب النوازل ۱۲؍۵۰۱-۵۱۰)۔

''ولو آجر نفسہ لیعمل فی الکنیسۃ یعمرہا، فلا بأس بہ، إذ لیس فیہ نفس العمل معصیۃ'' (المحیط البرہانی ۶؍۱۰۳، الفصل السادس)۔

''وجاز تعمیر کنیسۃ أی بالترمیم لا بالإعادۃ بعد الہدم، وظاہرہ جوازہ'' (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۴؍۱۹۶ کوئٹہ)۔

فتاوی محمودیہ ۱۷؍۱۱۹-۱۲۰ میں ہے:

''جائز کام کے مقابلہ میں دوسرا کام کم ہے، تو اپنی ملازمت ترک نہ کریں ..... البتہ جائز کسب معاش تلاش کرتے رہیں، جب وہ میسر آجائے تب موجودہ ملازمت کو ترک کردیں، استغفار بہرحال کرتےرہیں ''۔

قاعدہ فقہیہ ہے: ''إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمہما ضرراً بارتکاب أخفہما، قال الزیلعی: ثم الأصل فی جنس ہذہ المسائل إن من ابتلی ببلیتین وہما متساویان، یأخذ أیتہما شاء، وإن اختلفا یختار أہونہما، لأن مباشرۃ الحرام لا تجوز إلا لضرورۃ'' (الاشباہ والنظائر ۱؍۲۶۱، ۵۹۸)۔

''الحاجۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ عامۃ أو خاصۃ ولہذا جوزت الإجارۃ علی خلاف القیاس للحاجۃ.....اھ'' (شرح الاشباہ والنظائر ۱؍۲۶۷، ۶۱۷)۔

''الضرورۃ تبیح المحظورات أی الأشیاء الممنوعۃ تعامل وقت الضرورۃ'' (شرح المجلہ لسلیم رستم باز ۱؍۲۹، المقالۃ الثانیہ)۔

''الضرورۃ تتقدر بقدرہا'' (شرح المجلہ لسلیم رستم باز ۱؍۳۰، ۲۲، کذا فی قواعد الفقہ : ۸۹، ۱۷۱)۔

جواب (۳) ایسے افراد کو بھیجنا جائز ہوگا، جن کے بارے میں یقین ہو کہ وہ اس سے متاثر نہیں ہوگا، بلکہ اس کو رد کرے گا، اور دوسروں کو بھی بچائے گا، ''الأمور بمقاصدہا کما علمتہ فی التروک، وذکر قاضی خان فی فتاواہ: إن بیع العصیر إن قصد بہ التجارۃ فلا یحرم'' (الاشباہ والنظائر: ۵۳، شرح الحموی)۔

''أن بیع العصیر ممن یتخذہ خمراً إن قصد بہ التجارۃ فلا یحرم، وإن قصد بہ لأجل التخمیر حرم'' (الاشباہ والنظائر: الفن الأول ، مباحث النیۃ ۱؍۹۷)۔

اگر ملحدانہ افکار، اخلاقی اقدار کے استخفاف کا ارادہ ہوگا تو حرام ہے ایسے مضامین

دوسرے اشخاص وافراد کو بھیجنا، حدیث میں ہے:

''عن عمر بن الخطابؓ قال: قال رسول اللہﷺ: إنما الأعمال بالنیات، وإنما لإمرئ ما نوی، فمن کانت ہجرتہ إلی اللہ ورسولہ فہجرتہ إلی اللہ ورسولہ، ومن کانت ہجرتہ إلی دنیا یصیبہا أو امرأۃ یتزوجہا فہجرتہ إلی ما ہاجر إلیہ، متفق علیہ '' (مشکوۃ: ١١)، ہجرت جیسا فضیلت والے عمل کا کوئی ثواب مرتب نہ ہوگا جب کہ نیت حصول دنیا یا حصول معشوقہ ہو۔

''جاء من حدیث معاویۃ: إنہ کتب إلی عائشۃ إن اکتبنی إلی کتاب توصینی فیہ، ولا تکثری، فکتب، سلام علیک، أما بعد! من التمس رضی اللہ کفاہ اللہ مؤنۃ الناس، ومن التمس رضی الناس بسخط اللہ وکلہ اللہ إلی الناس، السلام علیک، رواہ الترمذی'' (مشکوۃ: ٤٣٥)۔

جواب (٤) فقہاء کے قواعد پر نظر کریں، تو سوشل میڈیا کا استعمال اور اس کا سہارا جائز نہ ہو، کیونکہ اخلاقی فساد اور صحت کا ضرر موت تک باقی رہے گا اور یہ دو نعمتیں یعنی حسن اخلاق وصحت یہ دونوں نعمتوں کے مقابلہ میں تعلیم وتعلم سے چند سال رکنا ہے، یہ حالات ختم ہوں تو پھر تعلیم وتعلم شروع کریں، یہ دائمی انقطاع نہیں ہے۔

* ''إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمہما ضرراً بارتکاب أخفہما'' (شرح المجلہ: ٣٢)۔

* ''یختار أہون الشرین'' (شرح المجلہ ومجموعۃ قواعد الفقہ)۔

* ''در ء المفاسد أولی من جلب المنافع'' (شرح المجلہ٣٢، ٣٠)۔

جواب (٥) اسلام کی اشاعت، دینی معلومات اور اخلاقی تعلیمات میں کوئی بھی ذریعہ استعمال کرنا درست ہوگا، مگر جس ذریعہ کا استعمال کررہے ہیں اس کو استعمال کرتے برائیوں میں نہ پھنسنے کا استعمال کرنے والے کو یقین ہونا چاہئے۔

حدیث میں ہے:

''الحلال بین والحرام بین، وبین ذلک أمور مشتبہات، لا یدری کثیر من الناس، أمن الحلال ہی أم من الحرام؟ فمن ترکہا استبرأ لدینہ وعرضہ فقد سلم، ومن واقع شیئاً منہا یوشک أن یواقع الحرام، کما أنہ من یرعی حول الحمی یوشک أن یواقعہ، ألا وإن لکل ملک حمی، ألا وإن حمی اللہ محارمہ'' (ترمذی از تحفۃ الالمعی ١٥،٤)۔

سوشل میڈیا کو اشاعت اسلام وتعلیم وتعلم میں استعمال کرنے کا جواز ہے، مگر یہاں معاصی میں واقع ہونے کا بھی خطرہ ہے، اس لئے جس کو نفس پر کنٹرول کا یقین ہو تو وہی ایسے ذرائع وآلات کو استعمال کریں۔

جواب (٧) اگر خلاف شرع آڈیو یا ویڈیو ڈالو تو حرام ہے، اگر اس آڈیو وویڈیو میں کوئی خلاف شرع امر کا ارتکاب نہ ہو، اور ایسے آڈیو ویڈیو ڈالو تو وہ مشروع ہونگے، مجھے عدم جواز کی کوئی بات نظر نہیں آتی ہے، او راس پر ملنے والا انعام بھی جائز ہوگا۔

جواب (٨) غیر مصدقہ اشتہارات اور ناجائز اشتہارات کا شامل کرنا درست نہیں۔

جواب (٩) وہ گیم خلاف شرع نہ ہو، اور نہ خلاف شرع امر کا مرتکب ہونا پڑے

اور نہ اس میں مشغولی نماز وعبادات کا ضیاع ہے، تو جواز میں شبہ نہیں، اور انعام بھی جائز ہوگا۔

جواب (١١) کسی کا بھی نقصان ہو ایسے عمل کی اجازت وجواز تو بہت دور کی بات ہے، اس پر سخت وعیدیں حدیث میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

* حدیث: ''ملعون من ضارّ مؤمنا أو مکر بہ'' (مشکوۃ از مظاہر حق ٥٧٧،٥)۔

* ''من ضارّ ضار اللہ بہ ومن شاق شاق اللہ علیہ'' (مشکوۃ ازمظاہر حق ٥٧٦،٥)۔

*''من آذی مسلماً بغیر حق فکأنما ہدم الإسلام'' (طبرانی نے معجم صغیر میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے)۔

* ''عن أبی ہریرۃؓ قال، قال رسول اللہﷺ: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، والمؤمن من أمنہ الناس علی دمائہم وأموالہم ، رواہ الترمذی والنسائی'' (مشکوۃ از مظاہر حق ٩٩،١)۔

جواب (١٢) احتراز ہی حفظ دین وصحت کے لئے مناسب ہے۔

خلاف شرع امور سے اجتناب، امور خیر ونشر واشاعت میں استعمال کریں، مگر وہی افراد استعمال کریں جو یقین رکھتے ہوں کہ وہ اپنے کو ان کی برائیوں، شرور وفتن سے بچالینگے، فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

سوشل میڈیا سے متعلق فقہی مسائل

مولانا امتیاز احمد واعظ قاسمی•

جواب ۱- سوشل میڈیا کی خبریں دوسروں کوبھیجنا:

سوشل میڈیا اور الکٹرانک ذرائع ابلاغ سے شائع ہو نے والی خبریں جن میں بعض صحیح، بعض قابل تحقیق اوربعض خلاف واقعہ ہوتی ہیں ان خبروں کو دوسرے کے پاس بھیجنے کے سلسلے میں عرض ہے کہ بسااوقات خبریں افواہ ہوتی ہیں، بلاتحقیق دوسرے کے پاس بھیجنے سے کبھی معاشرہ میں اس سے بڑانقصان ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ'' (النساء: ۸۳)(اور جب ان کو کوئی بھی خبر پہنچتی ہے، چاہے وہ امن کی ہو یا خوف پیدا کرنے والی، تو یہ لوگ اسے (تحقیق کے بغیر) پھیلانا شروع کردیتے ہیں)، بعض لوگ مدینہ منورہ میں بلا تحقیق افواہیں پھیلادیا کرتے تھے جس سے معاشرہ میں بڑا نقصان ہوتا تھا، یہ آیت ایسی بےتحقیق افواہوں پر یقین کرلینے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی ممانعت کررہی (آسان ترجمہ قرآن)۔

جس طرح اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کے خبر کو جو صحیح اور غلط ہر طرح کی خبروں کوبیان کرتے ہیں تحقیق کرنے کا حکم دیا ہے،تاکہ نقصان سے بچاجاسکے،جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ'' (الحجرات: ۶) (اے ایمان والو ! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھو، اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ)، نیز آدمی کے جھوٹا ہو نے کے لئے یہ کا فی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی باتوں کو دوسرے کو بتائے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے : ''كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ'' (مسلم باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع۱،۱۲ شاملہ)، اسی طرح سوشل میڈیا اور الکٹرانک ذرائع ابلاغ کے جانب سے بھی بسا اوقات قابل تحقیق اور غلط خبریں شائع کی جا تی ہیں، لہٰذا نقصان سے بچنے کے لئے ان کو بھی دوسروں کے پاس بھیجنے سے پہلے اس کی تحقیق ضروری ہے۔

جواب ۲-سوشل میڈیا کی ملازمت:

جہاں تک سوشل میڈیا کے استعمال اور اس سے فائدہ اٹھا نے کی بات ہے،توچونکہ اسے جائز اور اچھےکاموں کے لئے بھی استعمال کیا جا تا ہےاور برائیوں کو پھیلانے میں

• جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور، بہار۔

بھی تو اس کی حیثیت آلہ کی ہے جو اپنے ذات کے اعتبار سے حرام نہیں ہوتا، بلکہ ناجائز چیزوں میں استعمال کی وجہ سے ناجا ئز ہو تا ہے، اگراسےجا ئز اور اچھےکاموں میں استعمال کیا جا ئے تو اس کا استعمال کرنا اور فائدہ اٹھانا جا ئز ہوتا ہے، جیسا کہ شامی میں ہے:''أَنَّ آلَةَ اللَّهْوِ لَيْسَتْ مُحَرَّمَةً لِعَيْنِهَا، بَلْ لِقَصْدِ اللَّهْوِ مِنْهَا إمَّا مِنْ سَامِعِهَا أَوْ مِنْ الْمُشْتَغِلِ بِهَا وَبِهِ تُشْعِرُ الْإِضَافَةُ أَلَا تَرَى أَنَّ ضَرْبَ تِلْكَ الْآلَةِ بِعَيْنِهَا حَلَّ تَارَةً وَحَرُمَ أُخْرَى بِاخْتِلَافِ النِّيَّةِ بِسَمَاعِهَا وَالْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا'' (شامی، کتاب الحضر والاباحہ، قبیل فصل فی اللبس۹/۵۰۵ بیروت)، لہٰذا سوشل میڈیا پر فحش اور ناجا ئز تصویروں سے خود بھی بچے اور دوسروں کی طرف اس کی ترسیل بھی نہ کرے تو تکنیکی ضرورتو ں کے سلسلے میں اس شعبہ کی ملازمت کرنا جائز اور درست ہوگا، جیسے اگر کو ئی غیر مسلم مسلمان سے گرجا یا کنیسہ اجرت پر تعمیر کرنے کو کہے تو جا ئز ہےاور اجرت بھی حلال وطیب ہے: ''وَلَوْ اسْتَأْجَرَ الذِّمِّيُّ مُسْلِمًا لِيَبْنِيَ لَهُ بِيعَةً أَوْ كَنِيسَةً جَازَ وَيَطِيبُ لَهُ الْأَجْرُ، كَذَا فِي الْمُحِيطِ'' (ہندیہ، کتاب الاجارہ ۴۵۰،۴)، نیز اگر سائٹ کا مقصد بے حیا ئی پر مبنی ویڈیو اور آڈیو کی اشاعت نہ ہو ؛ مگر ضمنی طور پر یہ کام بھی ہو تا ہوتو چونکہ مقصد بے حیائی کی چیزوں کی اشاعت نہیں ہے، اس لئے ''الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا'' (الاشباہ و النظائر،بیروت: ۲۳) کے تحت ملازمت کرنا درست ہونا چاہئے،کیوں کہ شوشل میڈیا کی ذات میں معصیت نہیں ہے ''(قَوْلُهُ وَجَازَ تَعْمِيرُ كَنِيسَةٍ) قَالَ فِي الْخَانِيَّةِ: وَلَوْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَعْمَلَ فِي الْكَنِيسَةِ وَيُعَمِّرَهَا لَا بَأْسَ بِهِ لِأَنَّهُ لَا مَعْصِيَةَ فِي عَيْنِ الْعَمَلِ'' (شامی کتاب الحظر ولاباحۃ، فصل فی البیع ۳۹۱،۶) ۔

''وَإِذَا اسْتَأْجَرَ الذِّمِّيُّ مِنْ الْمُسْلِمِ دَارًا يَسْكُنُهَا فَلَا بَأْسَ بِذَلِكَ، وَإِنْ شَرِبَ فِيهَا الْخَمْرَ أَوْ عَبَدَ فِيهَا الصَّلِيبَ أَوْ أَدْخَلَ فِيهَا الْخَنَازِيرَ وَلَمْ يَلْحَقْ الْمُسْلِمَ فِي ذَلِكَ بَأْسٌ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يُؤَاجِرُهَا لِذَلِكَ إنَّمَا آجَرَهَا لِلسُّكْنَى. كَذَا فِي الْمُحِيطِ (الھندیہ ۴۵۰،۴)، وَإِذَا اسْتَأْجَرَ الذِّمِّيُّ ذِمِّيًّا لِيَنْقُلَ الْخَمْرَ جَازَ عِنْدَهُمْ لِأَنَّ الْخَمْرَ عِنْدَهُمْ كَالْخَلِّ عِنْدَنَا (ہندیہ ۴۴۹،۴) (وَ) جَازَ (بَيْعُ عَصِيرِ) عِنَبٍ (مِمَّنْ) يُعْلَمُ أَنَّهُ (يَتَّخِذُهُ خَمْرًا) لِأَنَّ الْمَعْصِيَةَ لَا تَقُومُ بِعَيْنِهِ بَلْ بَعْدَ تَغَيُّرِهِ وَقِيلَ يُكْرَهُ لِإِعَانَتِهِ عَلَى الْمَعْصِيَةِ . (قَوْلُهُ وَجَازَ) أَيْ عِنْدَهُ لَا عِنْدَهُمَا بَيْعُ عَصِيرِ عِنَبٍ أَيْ مَعْصُورُهُ الْمُسْتَخْرَجُ مِنْهُ فَلَا يُكْرَهُ بَيْعُ الْعِنَبِ وَالْكَرْمِ مِنْهُ بِلَا خِلَافٍ (شامی کتاب الحظر ولاباحۃ، فصل فی البیع۳۹۱/۶)، لَا يُكْرَهُ بَيْعُ مَا لَمْ تَقُمْ الْمَعْصِيَةُ بِهِ كَبَيْعِ الْجَارِيَةِ الْمُغَنِّيَةِ وَالْكَبْشِ النَّطُوحِ وَالْحَمَامَةِ الطَّيَّارَةِ وَالْعَصِيرِ وَالْخَشَبِ مِمَّنْ يُتَّخَذُ مِنْهُ الْمَعَازِفُ'' (شامی کتاب الحظر ولاباحۃ، فصل فی البیع ۳۹۱،۶)۔

جواب۳- اسلام پر اعتراض اورملحدانہ افکاروالے مضامین کو پڑھنا اور دوسروں کو بھیجنا:

مسلمانوں کو شر سے بچانے کے لئےاسلام پر اعتراض اورملحدانہ افکاروالے مضامین کو پرھنے کا اور دوسروں تک بھیجنے کے سلسلے میں عرض ہے کہ مسلمانوں کو نقصان سے بچانے کے لئے مدد کے طور پر صورت حال سے واقف کرانااور اس کی مدد کرنا ضروری ہے، جیسا کہ فقہ کی عبارت سے واضح ہے؛ ''يَجِبُ إعَانَةُ الْمُسْلِمِينَ بِدَفْعِ

الضَّرَرِ الْعَامِّ أَوِ الْخَاصِّ عَنْهُمْ، لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. وَلِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ" (الموسوعۃ الفقہیہ ۵،۱۹۶)۔

نیز محدثین عظام نے جہاں حدیث کی مختلف پہلوؤں سے خدمت کی ہے وہاں انھوں نے موضوع روایات کی نشاندہی بھی پوری محنت سے کی ہیں، جبکہ موضوع روایات سے مسلمانوں کو غلط فہمی میں مبتلا ہو نے کا اندیشہ ہو تا ہے ، اس کے باوجود محدثین عظام نے موضوع روایت کی نشاندہی میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، تاکہ لوگ ان سے واقف ہو کر بچ سکیں (آثار الحدیث ڈاکٹر علامہ خالد محمود ۲،۱۳۹۔۱۵۰)۔

لہٰذا مسلمانوں کو شر سے بچانے کے لئےاسلام پر اعتراض اورملحدانہ افکاروالے مضامین کو پڑھنا اور دوسروں تک بھیجنا بھی درست ہے، تاکہ ملحدانہ افکار سے واقف ہو کر ان سے بچ سکیں، نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کو بھیجا جائےوہ اس کا رد کرکے مزیددوسروں کو اس سے بچائے، یہ بھی نہی عن المنکر اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی میں داخل ہو گا، ''عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ''الدِّينُ النَّصِيحَةُ" قُلْنَا لِمَنْ قَالَ ''لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ" (مسلم، رقم الحدیث: ۲۰۵)، نیز ارشاد باری ہے:'' وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" (آل عمران: ۱۰۳) (اور تمہارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہئیے جس کے افراد (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کی تلقین کریں، اور برائی سے روکیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں)، ''فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ" (البقرہ: ۱۹۶) (اگر کوئی شخص تم پر کوئی زیادتی کرے تو تم بھی ویسی ہی زیادتی اس پر کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہو)، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ظلم و زیادتی کا جواب دینے اور ردِعمل کا اظہار کر نے کی اجازت دی ہے۔

نیزاللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشادفرمایا : ''لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ" (النساء: ۱۴۸) (اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی کی برائی علانیہ زبان پر لائی جائے، الا یہ کہ کسی پر ظلم ہوا ہو)،یعنی کسی کی برائی بیان کرنا عام حالات میں جائز نہیں، البتہ اگر کسی پر ظلم ہوا ہو تو وہ اس ظلم کا تذکرہ لوگوں سے کرسکتا ہے، اس تذکرے میں ظالم کی جو برائی ہوگی معاف ہے، گویا مظلوم کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ ظالم کے ظلم کی حد تک اس کی برائی کرے (توضیح القرآن: مفتی تقی عثمانی)۔

جواب ۴- سوشل میڈیا کےذریعہ بچوں کے صحت اور اخلاق پر اثر پڑنا:

دینی یا عصری تعلیم کے لئے شوشل میڈیا کےاستعمال کر نے پر بچوں کے صحت اور اخلاق پر اثر پڑنے کے سلسلے میں عرض ہے کہ بسا اوقات انسان دومصیبتوں مین گرفتار ہو جا تا ہے اور دو میں سے ایک اختیار کرنا ہی پڑتا ہے تو ایسی صورت میں

شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ ان دونوں مصیبتوں میں سے جو ہلکی ہو اسے اختیار کرنا چاہئے، جیسا کہ فقہائے اصول نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے:''مَنْ اُبْتُلِيَ بِبَلِيَّتَيْنِ،وَهُمَامُتَسَاوِيَتَانِ يَأْخُذُبِأَيَّتِهِمَاشَاءَ،وَإِنْاخْتَلَفَا يَخْتَارُ أَهْوَنَهُمَا'' (لاشباہ والنظائر لابن نجیم۸۹ شاملہ)، یعنی جو شخص دوپریشانیون میں گھر جا ئے اوروہ دونوں برابر ہوں تو ان میں سے جس کو چاہے اختیار کرےاور اگر دونوں میں کمی زیادتی ہو تو ان میں سے جس کے ضرر کو گوارا کر لینا آسان ہو اس کو اختیار کر ے۔

تو ہمارے سامنے ایک مصیبت تو یہ ہے کہ بچوں کی تعلیم کا سلسلہ بند ہوگیا، بچوں کا وقت ضائع ہو رہا ہے ، دوسری مصیبت شوشل میڈیا کے زیادہ استعمال سے بچوں کی بینائی اور اخلاق کا متاثر ہونا، تواگر شوشل میڈیا کے استعمال سے بچوں کی بینائی پر اثر پڑے تب تو دینی یا عصری تعلیم کےلئے شوشل میڈیا کے استعمال کی اجازت نہیں دی جائے گی، کیوں کہ اگر بینائی خراب ہوجائے تو پھر کسی طرح بھی تعلیم حاصل کرنا مشکل ہوگا، ''وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ'' (البقرہ: ۱۹۵) (اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

سوشل میڈیا کےاستعمال سے بچوں کے اخلاق پر اثر:

جہاں تک شوشل میڈیا کےاستعمال سے بچوں کے اخلاق پر اثر پڑنےاوراخلاق خراب ہونے کی بات ہے تو اگر پڑھنے والے طلبہ کے لئے بلاواسطہ جسمانی تعلیم کا انتظام بھی نہ ہو اور آن لائن تعلیمی مصروفیات سے بھی الگ کر دیا جا ئے تو اس کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ کسی اخلاقی بگاڑ کا شکار نہیں ہوں گے ، جبکہ طلبہ کی ایک بڑی تعداد کے پاس ملٹی میڈیا موبائل موجود ہے؛ خالی بیٹھ کروقت ضائع کرنے سے آن لائن تعلیم کے ذریعہ کچھ حاصل کرلینا کچھ نہ حاصل کر نے سے بہتر ہے، عربی مقولہ ہے :''مالا یدرک کلہ لایترک کلہ'' یعنی اگر کسی چیز کو مکمل طور پر حاصل نہیں کیا جا سکتا تو اسے پورے طور پر چھوڑنا بھی نہیں چاہئے، بلکہ کسی نہ کسی درجہ میں اسے حاصل کر نے کی کو شش کرنی چاہئے؛ لہٰذا اس بات کی کوشش کرنی چاہئے بچوں کے لئے کہ آن لائن تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جائے اور بچوں کے اخلاق پر اثر پڑنےاوراخلاق خراب ہونے سے بچانے کے لئے اساتذہ اور طلبہ کے سرپرست دونوں بچوں کی نگرانی کریں اور ان کی تربیت کا خاص خیال رکھیں ،تاکہ طلبہ کا وقت ضائع نہ ہو ،اگر ممکن ہوتو ایسا کیا جاسکتا ہے۔

جواب ۵- جائز کاموں میں سوشل میڈیا کے استعمال:

جہاں تک شوشل میڈیا کے استعمال اور اس سے فائدہ اٹھا نے کی بات ہے،توچونکہ اسے جائز اور اچھےکاموں کے لئے بھی استعمال کیا جا تا ہےاور برائیوں کو پھیلانے میں بھی، تو اس کی حیثیت آلہ کی ہوئی جو اپنی ذات کے اعتبار سے حرام نہیں ہوتا، بلکہ

ناجائز چیزوں میں استعمال کی وجہ سے نا جا ئز ہوتا ہے، اگراسےجا ئز اور اچھےکاموں میں استعمال کیا جا ئے تو اس کا استعمال کرنا اور فائدہ اٹھانا جا ئز ہوتا ہے، جیسا کہ شامی کی عبارت جواب نمبر ۲ کے ذیل میں گزری۔

جواب ۶- ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ دارالقضاء کی کاروائی:

ویڈیو کانفرس کے ذریعہ دارالقضاء کی کاروائی ، دعویٰ ، رفع الزام اور شہادت کی سماعت، نیز فریقین کی شناخت کر نا جا ئز نہیں ہے؛ کیوں کہ شریعت میں قضاء کی بنیاد ایسی چیز کو بنایا گیا ہے جس میں حتی الامکان اشتباہ کا اندیشہ نہ ہو جب کہ ویڈیو کانفرنس میں اس بات کا امکان ہے کہ دو الگ الگ جگہ کےمناظر اور ویڈیو کو مصنوعی طریقہ پر ایک دوسرے سے منسلک کردیں، اسی احتیاط کی وجہ سے فقہاء نے محض دستاویز اور تحریر کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں، جیسا کہ علامہ شامی نقل کرتے ہیں :

''وَفِي الْأَشْبَاهِ لَا يَعْتَمِدُ عَلَى الْخَطِّ وَلَا يَعْمَلُ بِمَكْتُوبِ الْوَقْفِ الَّذِي عَلَيْهِ خُطُوطُ الْقُضَاةِ الْمَاضِينَ، لَكِنْ قَالَ الْبِيرِيُّ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهِ لَا يَعْتَمِدُ أَيْ لَا يَقْضِي بِذَلِكَ عِنْدَ الْمُنَازَعَةِ؛ لِأَنَّ الْخَطَّ مِمَّا يُزَوَّرُ وَيُفْتَعَلُ كَمَا فِي مُخْتَصَرِ الظَّهِيرِيَّةِ'' (رد المحتار ۳۷۰،۵)۔

یعنی اشباہ میں ہے کہ تحریر پر اعتماد نہیں کیا جا ئے گا اور نہ وقف ان دستاویزوں پر جن میں گذشتہ قاضیوں کی تحریر ہوں ، لیکن علامہ بیری کہتے ہیں کہ ''اعتماد نہیں کیا جا ئے گا '' کا مطلب ہے کہ قاضی منازعت کے وقت اس پر فیصلہ نہیں کرے گا، اس لئے کہ تحریر میں دھوکہ دہی اور بناوٹ کے کافی مواقع ہیں۔

جس طرح ویڈیو کانفرنس پر اعتماد کرکے فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح ویڈیو کانفرس میں کسی واقعہ کو دیکھ کر اس کی صداقت کی گواہی بھی نہیں دی جا سکتی ، اس لئے کہ شہادت نام ہی آنکھوں دیکھی بات کی خبر دینے کا ہے ''(قَوْلُهُ هِيَ إخْبَارٌ عَنْ مُشَاهَدَةٍ وَعِيَانٍ لَا عَنْ تَخْمِينٍ وَحِسْبَانٍ) أَيْ الشَّهَادَةِ''(البحر الرائق کتاب الشہادات ۵۵،۷ جبریل)، نیزویڈیو کے ذریعہ کسی واقعہ کے وقوع کا مشاہدہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ محض اس کی تصویر کو دیکھتا ہے اور اس کے ذریعہ اندازہ وتخمین ہی کے درجہ میں کسی بات کے پیش آنے کا گمان کرتا ہے، اس لئے ایسی تخمینی چیز کی بنیاد پر گواہی دینا جائز نہیں (مستفاد جدید فقہی مسائل ۴۴۷،۱-۴۴۸)۔

گواہی کی شرطوں میں سےایک اہم شرط یہ ہے کہ گواہ قاضی کی مجلس میں موجود ہو کر گواہی پیش کرے، جیسا کی علامہ حصکفیؒ نے بیان کیاہے:''إخْبَارُ صِدْقٍ لِإِثْبَاتِ حَقٍّ بِلَفْظِ الشَّهَادَةِ فِي مَجْلِسِ الْقَاضِي'' (رد المحتار۴۶۱،۵) (یعنی کسی سچے آدمی کا کسی حق کے ثبوت کے لئے قاضی کی مجلس میں لفظ شہادت سے گواہی دینا ہے)۔

جواب ۷- آڈیو یا ویڈیو کو سننے،دیکھنے، یا کسی کو بھیجنے کے ذریعہ پیسہ کمانا:

کسی آڈیو یا ویڈیو کو سننے ،دیکھنے ، یا کسی کو بھیجنے پر کمپنی کی جانب سے

حاصل ہونے والی آمدنی کے سلسلے میں عرض ہے کہ چونکہ اس میں ویڈیو بھی ہوتا ہے، لہٰذا گناہ پر تعاون کی وجہ سے،جیسا کہ ارشاد باری ہے : ‘‘وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ’’ (المائدہ: ٢)، اس ذریعہ سے روپیہ کما نے کی اجازت نہیں ہوگی، لیکن آڈیو کی صورت میں اگر کمپنی کی جانب سے اس بات کی اجازت ہے کہ جتنا آڈیو سنے ، یا کسی کو بھیجے اتنا فیصد اجرت ملے گا تو اس صورت میں اجرت ایک حد تک غیرمتعین ہے، لیکن اس کی وجہ سے نزاع پیدا نہیں ہوتی، اور معاملہ اگر مفضی الی النزاع نہ ہوتو درست ہے ‘‘وَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ وَهُوَ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومًا عِلْمًا يَمْنَعُ الْمُنَازَعَةَ فَإِنْ كَانَ مَجْهُولًا جَهَالَةً مُفْضِيَةً إلَى الْمُنَازَعَةِ يَمْنَعُ صِحَّةَ الْعَقْدِ وَإِلَّا فَلَا’’ (الہندیہ٣،٣١١)،نیز یہ طریقہ آج کل متعارف اور مروج ہو چکاہے اوراجارہ میں بہت سے معاملات ایسے ہیں جو اصل میں جائز نہیں ہو نا چاہئے، لیکن لوگوں کی ضرورت کی بناپر جائز قرار دیا گیا ہے، جیسے دلالی وغیرہ کی اجرت: ‘‘إجَارَةُ السِّمْسَارِ وَالْمُنَادِي وَالْحَمَّامِيِّ وَالصَّكَّاكِ وَمَا لَا يُقَدَّرُ فِيهِ الْوَقْتُ وَلَا الْعَمَلُ تَجُوزُ لِمَا كَانَ لِلنَّاسِ بِهِ حَاجَةٌ’’ (رد المحتار ٦،٣٧)،جب اس طرح کے شرائط کمپنیوں کےعرف میں رائج ہے اورمفضی الی النزاع بھی نہیں ہے تواس ذریعہ سے روپیہ کما نے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ ایسا رائج عرف جو نص کے خلاف نہ ہوشریعت میں اس کی گنجائش ہے:‘‘مُرَاعَاةُ الْعُرْفِ فِي الِاسْتِعْمَال سَوَاءٌ كَانَ عُرْفًا عَامًّا أَوْ خَاصًّا’’ (الموسوعہ الفقہیہ ١،٣٧٣)، ‘‘الثابت بالعرف كالثابت بالنص’’ (قواعد الفقہ،دار الکتاب، دیوبند:قاعدہ نمبر٨٨، اور،١٠١)۔

جواب ٨- ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے ناجائز یا غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا:

بے حیائی کی چیزوں کو پھیلانے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے درد ناک عذاب کی دھمکی دیتے ہو ئے ارشاد فرمایا: ‘‘إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ’’ (النور: ١٩) (یاد رکھو کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بےحیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے)، لہٰذا جس طر ح تصویرکشی حرام اور ممنوع ہے، اسی طرح دوسرے کے موبائل پر تصویروں کو بھیجنا اور پھیلانابھی اس کے لوازمات میں داخل ہو کر ناجائزہوگا۔

جواب ٩- ویڈیو گیم کھیل کر انعام حاصل کرنا:

ویڈیو گیم کھیلنا اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرنا اور لایعنی کام ہے، اس سے بچنا ضروری ہے، انسان اس کھیل میں لگ کر اپنے دین اور دنیوی فرائض سے غافل ہوجاتا ہے، اور گھنٹوں اس میں برباد کردیتا ہے، اس لئے ویڈیو گیم اگر پیسوں کی شرط کے بغیر ہو تب بھی مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ فقہاء نے شطرنج کو مکروہ قرار دیا ہے:‘‘كُرِهَ تَحْرِيمًا (اللَّعِبُ بِالنَّرْدِ وَ) كَذَا (الشِّطْرَنْجِ)’’ (درمختار ٦،٣٩٤ جبریل)اور اگر پیسوں کی شرط بھی لگائی جا ئے تب تو جوا ہو نے کی وجہ سے حرام ہے اور جہاں تک ویڈیو گیم

سےانعام حاصل کر نے کی بات ہے تو گناہ میں تعاون کی وجہ سے انعام لینا جائز نہیں ہوگا، ‘‘وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ’’ (المائدہ: ٢)۔

جواب١٠- اجازت کے بغیر گروپ میں شامل کرنا:

شوشل میڈیا پر گروپ بنا کرکسی شخص کو اس کی اجازت یا اطلاع کے بغیر گروپ میں شامل کرنے کے سلسلے میں عرض ہےکہ حدیث شریف میں ہے کہ دوسرے کی معمولی چیز ایک لکڑی بھی جس سے مالک کو کوئی خاص نقصان نہ ہو مالک کی رضا مندی کے بغیر لینا حلال نہیں: ‘‘لا یحل لامرئ أن یأخذ عصا أخیہ بغیر طیب نفس منہ’’ (ابن حبان ٣١٦،١٣، بحوالہ منتخب احادیث،٥٣٧)، اور فتاویٰ شامی کی عبارت ہے: ‘‘لَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي مَالِ غَيْرِهِ بِلَا إذْنِهِ’’ (الدر المختار مع الشامی کتاب الغصب ٢٩١،٩ بیروت) اور قواعد الفقہ میں ہے : ‘‘لا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنہ’’ (قواعد الفقہ ،١١٠، اشرفیہ دار الکتاب دیوبند)، نیزسوشل میڈیا پر گروپ بنا کر دینی یا مفید معلوماتی پیغامات ایسے شخص کے موبائل پر بھیجنا جس کو اس سے ناگواری نہیں ہو گی تو حدیث شریف ‘‘کل معروف صدقۃ’’ کے تحت جا ئز اور درست ہوگا؛ اور ایسے شخص کے موبا ئل پر بھیجنا جو اپنے موبا ئل پر میسج آنے کو ناپسند کرتے ہوں، تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ دینی یا معلوماتی پیغامات دوسرے کے موبائل پر بھیجنا ایک جائز اور مستحسن کام ہے اور کسی کو تکلیف دینا یہ حرام ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:‘‘المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ’’، نیز بلند آواز سے ذکرو اذکار اور قرآن کی تلاوت ثواب کی چیز ہے، لیکن اگر اس سے کسی نماز پڑھنے والے یا سو نے والے کو تکلیف ہوتی ہو تو پھر درست نہیں، جیسا کہ شامی میں ہے: ‘‘ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ سَلَفًا وَخَلَفًا عَلَى اسْتِحْبَابِ ذِكْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسَاجِدِ وَغَيْرِهَا إلَّا أَنْ يُشَوِّشَ جَهْرُهُمْ عَلَى نَائِمٍ أَوْ مُصَلٍّ أَوْ قَارِئٍ إلَخْ’’ (شامی: کتاب الصلاۃ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، مطلب فی رفع الصوت بالذکر ٤٣٤،٢ بیروت)، لہٰذا سوشل میڈیا پر گروپ بنا کر اس کی اجازت یا اطلاع کے بغیر گروپ میں شامل کرنا اور پیغام بھیجنا جس سے اس کو تکلیف ہوتی ہو تو یہ درست نہیں ہے۔

جواب ١١ - مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر کتابوں کی PDF سوشل میڈیا پر ڈالنا:

کسی مصنف یا ناشر نے محنت و مشقت اور خطیر رقم خرچ کرکے کتاب کی نشر واشاعت کروائی تویہ کتاب اسی مصنف یا ناشر کے ساتھ خاص ہوگئی، جیسا کہ ابو داود شریف میں حضرت اسمر بن مضرس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ‘‘أتیت النبی ﷺ فبایعتہ،فقال: من سبق إلیٰ ماء لم یسبقہ إلیہ مسلم فھو لہ’’ (سنن ابی داؤد ٨١،٢) (یعنی جس شخص نے کسی پانی کی طرف سبقت کیا جس کی طرف کسی مسلمان نے سبقت نہیں کی تو وہ اسی کا ہے) ‘‘وإن کان العلامۃ المناویؒ رجّح أن ہٰذا الحدیث وارد في سیاق إحیاء الموات، ولکنہ نقل عن بعض العلماء أنہ یشمل کل عین وبئر ومعدن، ومن سبق لشيء

منہا، فہي لہ، ولا شک أن العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب" (بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ، بیع الحقوق المجردہ حق الابتکار وحق الطباعہ۱۲۱۔۱۲۲، دار العلوم کراچی بحوالہ کتاب النوازل۱۱؍۵۶)۔

نیزمال کے سلسلے میں علامہ شامی فرماتے ہیں کہ مال سے مراد وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہواور وقت ضرورت اس کو ذخیرہ کرنا ممکن ہو اور مالیت تمام لوگوں یا بعض لوگوں کےمال بنانے سے ثابت ہو تی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ''الْمُرَادُ بِالْمَالِ مَا يَمِيلُ إلَيْهِ الطَّبْعُ وَيُمْكِنُ ادِّخَارُهُ لِوَقْتِ الْحَاجَةِ، وَالْمَالِيَّةُ تَثْبُتُ بِتَمَوُّلِ النَّاسِ كَافَّةً أَوْ بَعْضِهِمْ، وَالتَّقَوُّمُ يَثْبُتُ بِهَا وَبِإِبَاحَةِ الِانْتِفَاعِ بِهِ شَرْعًا" (رد المحتار۳؍۵۰۱ کتاب البیوع)۔

لہٰذا جب مصنف یا ناشر کے ساتھ وہ کتاب خاص ہو گئی اورتجارتی منفعت بھی اس سے وابستہ ہوگئی تو کسی دوسرے کے لئے مصنف اور ناشر کی اجازت کے بغیر اہم اور مقبول کتابوں کی PDF سوشل میڈیا پر ڈالنا جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ ایک قسم کا دھوکہ ہےاوراس سے کتابوں کے ناشرین اور مصنفین کو بڑا معاشی نقصان ہوتا ہے،آپ ﷺ نے آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے سے منع فرمایا ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" (مسلم شریف ۱؍۱۳۰)۔

جواب ۱۲- بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا کااستعمال اور اجتناب:

بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا استعمال کرنے میں یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ جھوٹی اور غلط باتیں شائع نہ ہو ں، جائز کاموں کے لئے اس کا استعمال کیا جا ئے ، ناجائز اور فحش چیزوں کے استعمال سے بچا جائے، واللہ اعلم وبا للہ التوفیق۔

سوشل میڈیا کا استعمال - چند اہم مسائل

مفتی یحییٰ معین سمر•

١۔ مستور الحال لوگوں کی جانب سے آئے ہوئےدینی معلومات اور شرعی مسائل سے متعلق پیغامات کو آگے بھیجنے اور بڑھانے کی اجازت نہیں ہے۔

٢۔ اگر ملازمت اس شعبے میں ایسی ہو کہ تمام یا اکثر کام فحش اور ناجائز تصویروں سے متعلق ہو تو ملازمت ناجائز ہوگی، اگر کمپنی میں دیگر جائز کام بھی ساتھ ہوتے ہوں اور ضمنی طور پر یہ حرام کام ہوتے ہوں، نیز اس کا مقصد فحش تصویروں کی اشاعت بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں کمپنی کی کل آمدنی میں اس حرام کمائی کا تناسب پانچ فیصد سے کم ہو تو گنجائش ہوگی اور اگر پانچ فیصد یا اس سے زائد ہو تو ملازمت ناجائز ہوگی۔

٣۔ ایسے مضامین کا عام لوگوں کے لئے پڑھنا اور دوسروں تک بھیجنا ناجائز ہے، اس لئے کہ عام لوگ دین کا زیادہ علم نہیں رکھتے، لہذا ان کی اکثریت کا اس سے متاثر ہونا اقرب الی الیقین ہے۔

البتہ ان کو چاہئے کہ ان پیغامات کو اس میدان کے متخصصین علماء کرام وارباب افتاء کے پاس ارسال کردیں، تاکہ اس کی تردید اور دین کے دفاع میں تعاون ہوسکے، یہ ایمانی غیرت کا تقاضا ہے۔

٤۔ ایسی صورت میں دینی یا عصری تعلیم کے لئے اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، اس لئے کہ اس کے عدم استعمال سے تعلیم میں جو حرج اورناقابل برداشت نقصان واقع ہوگا وہ محتاج بیان نہیں ہے، مشروط اور مقید ہوگی، البتہ بچوں کے والدین اور گارجین کی ذمہ داری ہوگی کہ بچوں کو اس لائن کی برائیوں اور منکرات وفحاشی سے بچانے کی حتی الامکان تدابیر اختیار کریں، مثلاً بچوں کے لئے مخصوص موبائل یا لیپ ٹاپ حاصل کئے جائیں جو تعلیم کے لئے خاص ہو اور اس پر اس کے علاوہ دیگر چیزیں نہ دیکھی جاسکے، یا استعمال کے وقت ان کی مکمل نگرانی کی جائے۔

مسلمان آئی ٹی ماہرین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ نئی نسل کو ہلاکت وبربادی سے بچانے کے لئے اور سوشل میڈیا کے نقصانات اور خطرات کو کم کرنے کے لئے سافٹ ویئر اور پروگرام ایجاد کریں۔

• ممبئی۔

۵۔ سوشل میڈیا معلومات کی اشاعت اور روابط وتعلقات اور مواصلات کے قیام کا ایسا ذریعہ ہے جو جدید ٹیکنالوجی کی ایجاد ہے، اس میں فی نفسہ نہ کوئی قباحت وبرائی ہے نہ اچھائی، گویا مباح کے حکم میں ہے۔

اچھائی اور برائی کا تعلق اس کے استعمال سے ہے، لہذا خیر کی باتیں، دینی کام، دین کے دفاع وغیرہ جیسے اچھے کاموں کے لئے اس کا استعمال جائز ہی نہیں؛ بلکہ مستحسن ہوگا۔

۶۔ دار القضاء کی کارروائی کے لئے سوشل میڈیا ، ویڈیو کانفرنسنگ وغیرہ کا استعمال جائز نہیں، البتہ ان ذرائع کو توثیق وتاکید کے لئے یا مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۷۔ اگر اس آڈیو یا ویڈیو میں غیرشرعی، منکر، بے دینی، فتنے، لڑائی جھگڑے وغیرہ کی بات نہ ہو تو روپے کمانا جائز ہے۔

۸۔ اپنی ویڈیو کی نشر واشاعت کے لئے ناجائز اور غیر مصدقہ اشتہارات کو شامل کرنا درست نہ ہوگا۔

۹۔ آن لائن گیم جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی فحش بات نہ ہو اور وہ گیم قمار کے زمرے میں نہ داخل ہو۔

۱۰۔ بے غیر اجازت کسی کو گروپ میں شامل کرنا درست ہے، اس لئے کہ اس کو گروپ یا مجموعہ سے نکلنے کا مکمل اختیار ہے اور اگر کوئی چاہے کہ کوئی اسے اس طرح گروپ میں بغیر اجازت شامل نہ کرے تو سیٹنگ کے ذریعہ اس کو روک بھی سکتا ہے۔

۱۱۔ مصنفین اور ناشرین کی اجازت کے بغیر سوشل میڈیا پر کتابوں کی PDF ڈالنا اور اس کی نشرواشاعت کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۲۔ بحیثیت مجموعی سوشل میڈیا کے استعمال میں درج ذیل امو رکا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

* امانت میں خیانت نہ کریں۔
*کسی ایک کی بات بغیر اجازت دوسرے تک نہ پہنچائیں۔
* چغل خوری غیبت وغیرہ سے بچیں۔
* بڑے چھوٹے کا لحاظ رکھیں، نیز اہل علم وغیرہ کے احترام کو برقرار رکھیں۔
* احسن طریقے پر کلام کریں۔
* برے القاب سے، بدگمانی سے اپنی حفاظت کریں۔
* کسی کی نجی باتوں کو شائع نہ کریں۔
* جھوٹ، دھوکہ اور فریب سے اجتناب کریں۔
* دوسروں کو ایذاء نہ پہنچائیں۔

* بغیر تحقیق کے کسی بات کو آگے نہ بڑھائیں۔
* دینی بات کو بھیجنے والے کی تحقیق کرنے کے بعد ہی آگے بڑھائیں۔
* اپنے اوقات کو ضائع نہ کریں۔
* لایعنی سے، گناہوں سے پرہیز کریں۔
* نگاہوں کی حفاظت کریں۔
* غیر محرم سے غیر ضروری باتیں اور تعلقات سے پرہیز کریں۔

* * *